مُنتخب
اِنسائیکلوپیڈیا اِمام علی علیہ السلام

جلد اوّل

منتخب موسوعۃُ الامام علی بن ابی طالبؑ
کا اُردو ترجمہ

مؤلف
رئیس المحققین علامہ محمد الری شہری

منتخب
مجتہد الاسلام علامہ مہدی غلام علی

مترجم
حضرت علامہ محمد حسن جعفری

مصحح
مجتہد الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری
ریسرچ سکالر اسلامک یونیورسٹی ○ قم ○ ایران

ناشر
اِدارہ مِنہاجُ الصّالِحِین ○ لاہور
الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20 ۔ غزنی سٹریٹ ۔ اُردو بازار ۔ لاہور
فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

Presented by Ziaraat.Com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

نام کتاب : مُنتخب اِنسائیکلوپیڈیا اِمام علیؑ (جلد اوّل)

مؤلّف : رئیس المحققین علامہ محمد الری شہری

تلخیص : حجۃ الاسلام علامہ مہدی غلام علی

مترجم : حجۃ الاسلام علامہ محمد حسن جعفری

ادبی اصلاح : حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری (فاضل قم)

فنی اصلاح : محمد عمران حیدر

پروف ریڈر : اسد علی ڈار

بائنڈنگ : فیاض حسین حیدری

ہدیہ : -/600 روپے

اِدارہ مِنہاجُ الصّالِحِین ۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20 ۔ غزنی سٹریٹ ۔ اُردو بازار ۔ لاہور

فون: 042-37225252 , 0301-4575120

Presented by Ziaraat.Com

ترتیب

- عرضِ ناشر 25
- عرضِ مترجم 32
- علیؑ کے پہلوؤں سے علم کے دریا بہتے تھے! 35
- ابتدائیہ 42

منتخب موسوعہ کا ابتدائیہ 44

- امیر المومنین علی علیہ السلام کا نسب 45
- امام علیہ السلام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ 45
- پیغمبرؐ اسلام کی طرف سے آپؑ کی خلافت کے اعلانات 45
- رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد آپؑ پر کیا گزری؟ 45
- سیاستِ علویہ 45
- شیرِ خدا کے دور کی جنگیں 46
- اذیت کا دور 46
- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شہادت 46
- امیر المومنینؑ کے فیصلے 47
- آپؑ کی کرامات 47
- علی مولاؑ کی محبت 47
- آپؑ سے عداوت 47
- آپؑ کے اصحاب اور عمال 47

پہلا باب

امیر المومنین علی علیہ السلام کا خاندان

- پہلی فصل: ولادتِ باسعادت 50

Presented by Ziaraat.Com

- نسب 50
- مولودِ کعبہ کے والدِ بزرگوار 52
- گُلِ ایمان کی والدہ ماجدہ 55
- مقامِ ولادت 58
- اسمائے علی علیہ السلام 59
- مولودِ حرم کی کنیتیں 59
- القابات 61
- علیؑ کے شمائل 62
- دوسری فصل: علیؑ کی نشوونما 63
- تیسری فصل: شیرِ خدا علی علیہ السلام کی شادی 66
- خدا کے خانہ زاد کی دُختر رسولؐ سے شادی 66
- حضرت علیؑ کی دیگر اَزدواج 71
- چوتھی فصل: حضرت علی علیہ السلام کی اَولادِ اَمجاد 72

دوسرا باب

علی علیہ السلام اور پیغمبر اکرمؐ کی معیت

- پہلی فصل: دعوتِ رسولؐ پر مدد کا اعلان 77
- دوسری فصل: بُت شکنی 81
- تیسری فصل: شبِ ہجرت کا بے مثال ایثار 83
- چوتھی فصل: دو جنگوں (بدر و اُحد) میں جواں مردی کی اِنتہا 88
- الف: جنگِ بدر 88
- ب: جنگِ اُحد 91
- پانچویں فصل: دشمن کو جھکنے پر مجبور کرنا 97
- الف: غزوۂ بنی النضیر 97
- ب: غزوۂ بنی قریظہ 98

Presented by Ziaraat.Com

- چھٹی فصل: جنگِ خندق میں حضرت علیؑ کی فیصلہ کُن ضربت 101
- اَز علیؑ آموز اخلاصِ عمل 103
- ساتویں فصل: حدیبیہ میں شجاعت اور اَدب کا بہ یک وقت مظاہرہ 106
- آٹھویں فصل: جنگِ خیبر میں فیصلہ کُن کردار 108
- نویں فصل: حضرت علی علیہ السلام کا فتح مکہ میں کردار 114
- دسویں فصل: غزوۂ حنین میں ثابت قدمی 118
- گیارہویں فصل: جنگِ تبوک میں رسولِ خدا کی جانشینی 122
- بارہویں فصل: چند اہم واقعات و اَشعار 124
- الف: بُت شکنی 124
- مشرکین سے بیزاری کا اعلان 125
- تبلیغ اسلام کے لیے یمن روانگی 127
- تیرہویں فصل: رسولِ اکرمؐ کی حضرت علیؑ کے لیے دُعائیں 129
- حبیبِ خدا کی امام علیہ السلام کے لیے جامع دُعائیں 130
- چودھویں فصل: حضرت علی علیہ السلام کے سینہ سے رفیقِ اعلیٰ کی طرف روانگی 131

تیسرا باب

پیغمبر اکرمؐ کی علیؑ کی قیادت کے لیے جدوجہد

- آنحضورؐ کی رسالت کے مستقبل کے لیے حساسیت 138
- پہلا مفروضہ: اُمت کے مستقبل کے متعلق خاموشی 139
- احساسِ اَمن اور خطرات کی نفی 140
- کیا قیادت مطمئن تھی؟ 140
- ب: معاشرے کی ناپختگی 141
- ج: منافق اور اندرونی مخالفین کی موجودگی 142
- د: یہود اور دیگر بیرونی خطرات کی موجودگی 142
- دوسرا مفروضہ: کیا آنحضرتؐ نے مستقبل اُمت صحابہ کے سپرد کر دیا تھا؟ 143

Presented by Ziaraat.Com

- تیسرا مفروضہ: رسولِ اکرمؐ نے حکمِ خداوندی سے خلافت پر نص کی تھی 147
- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہم ترین کوششیں 150
- دعوت ذوالعشیرہ کا اعلان 150
- احادیثِ وصایت 151
- احادیثِ وراثت 152
- اَحادیثِ خلافت 153
- احادیثِ منزلت 153
- احادیثِ اَمارت 155
- احادیثِ امامت 156
- احادیثِ ولایت 158
- احادیثِ ہدایت 159
- احادیثِ عصمت 160
- احادیثِ علم 163
- بارہ خلفاء کی احادیث 166
- الف: مسجد نبویؐ 170
- ب: حجۃ البلاغ 171
- حدیثِ سفینہ 172
- حدیثِ ثقلین 172
- حدیثِ غدیر 175
- سندِ حدیث 178
- مفہومِ حدیث 181
- عربی زبان میں لفظِ مولا کا مفہوم 181
- قرائن خلافت پر دلالت کرتے ہیں 185
- الف: عقلی قرائن 185
- ب: واقعاتی قرائن 185

Presented by Ziaraat.Com

- حضرت علی علیہ السلام کی دستار بندی 187
- صحابہ کو حکم دیا گیا کہ وہ علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کریں 188
- ولایت و امارت پر مبارک باد دی 188
- شعراء کا نذرانۂ عقیدت 189
- منکرِ ولایتِ علیؑ پر عذاب کا نزول 190
- صحابہ کا اعتراف 191
- واقعۂ غدیر کی یاد دہانی 192
- اہل بیتؑ حدیثِ غدیر کا کیا مفہوم لیتے تھے؟ 192
- غدیر کے بعد 193
- آخری کوششیں (وصیت لکھنے کی خواہش اور اس کا انجام) 193
- خیانت یا مصلحت 195
- حضرت عمرؓ کا اعتراف 196
- لشکرِ اُسامہ کی روانگی پر اصرار 197
- پہلی فصل: احادیثِ ولایت 198
- الف: لِکُلِّ نَبِیٍّ وَصِیٌّ (ہر نبیؑ کا ایک وصی ہوتا ہے) 198
- ب: وصیِ آدمؑ 199
- ج: وصیِ نوحؑ 199
- د: وصیِ موسیٰؑ 200
- ہ: وصیِ عیسیٰؑ 200
- و: وصیِ خاتم الانبیاءؐ 200
- رسولِ خدا نے سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا 202
- خیر الاوصیاء 202
- سیّد الاوصیاء 202
- آخری نبیؐ کا پہلا وصی 203
- دوسری فصل: احادیثِ وراثت 204

Presented by Ziaraat.Com

الف: وارث	204
علمِ نبیؐ کا وارث	204
تیسری فصل: خلافت کی احادیث	206
الف: کیا آپؐ خلیفہ مقرر نہیں کرتے؟	206
ب: حکمِ خداوندی سے حضرت علیؑ کی خلافت	206
ج: بعد از پیغمبرؐ خلیفہ	207
د: زندگی اور موت کے بعد خلیفہ	208
چوتھی فصل: حدیث منزلت	209
حدیثِ منزلت کی تاکید کے اور موارد	209
الف: دعوتِ ذوالعشیرہ	209
یومِ مواخات	210
جب صحابہ کے دروازے بند کرائے تو حضرت علیؑ کو مثیلِ ہارونؑ کہا تھا	210
فتح خیبر کے وقت نبیؐ نے علیؑ کو مثیلِ ہارونؑ کہا	211
غزوۂ تبوک کے وقت علیؑ کو مثیلِ ہارونؑ کہا گیا	212
حدیثِ منزلت پر کچھ گفتگو	212
پانچویں فصل: احادیثِ امارت	218
الف: اُولی الامر کا مفہوم	218
ب: بعد از نبیؐ شد بشیرؑ انذیرؑا	219
ج: نیکوکاروں کا امیر	219
د: حضرت علیؑ کو امیر المومنین کا لقب کس نے دیا تھا؟	220
ہ: لفظ امیر المومنین حضرت علیؑ کے لیے مخصوص ہے	220
چھٹی فصل: احادیثِ امامت	221
الف: حضرت علیؑ کی امامت و ولایت من جانب اللہ ہے	221
ب: امام المتقین	221
ج: بعد از نبیؐ ہر مومن کا امامؑ	222

Presented by Ziaraat.Com

- د: امامِ اُمت (علیؑ امامِ مَن است) 222
- ساتویں فصل: احادیثِ ولایت 224
- الف: ولایتِ علیؑ دراصل خدا و رسولؐ کی ولایت ہے 224
- ب: جس کا نبیؐ مولا ہے اُس کا علیؑ مولا 225
- ج: ولایتِ علیؑ فرض ہے 226
- د: ولایتِ علیؑ کی برکات 226
- آٹھویں فصل: احادیثِ ہدایت 228
- الف: علیؑ ہادی ہیں 228
- ب: علیؑ ہمیشہ ہدایت پر رہیں گے 229
- نویں فصل: احادیثِ عصمت 230
- الف: علیؑ قرآن کے ساتھ ہے 230
- ب: علیؑ حق کے ساتھ ہے 230
- ج: اُمت کے اختلافات کو علیؑ ہی صحیح بیان کر سکتے ہیں 231
- دسویں فصل: حدیثِ غدیر 233
- الف: واقعۂ غدیر 233
- آیتِ تبلیغ کے متعلق کچھ معروضات 234
- یہ آیتِ تبلیغ ولایت کے بارے میں غدیر میں نازل ہوئی ہے 240
- ب: اکمالِ دین 242
- اکمالِ دین کے متعلق چند معروضات 243
- الف: روزِ غدیرِ خم 247
- غدیر میں دستار بندی 247
- واقعۂ غدیر بزبانِ صحابہ 250
- ابوسعید خدری 250
- جابر بن عبداللہؓ 251
- زید بن ارقم 251

Presented by Ziaraat.Com

- غدیر کی کہانی صاحب غدیر کی زبانی 252
- مولائے کائنات کا احتجاج 253
- بنت پیغمبرؐ کا احتجاج 254
- مناشداتِ علیؑ 255
- اسلام میں عید غدیر 255
- گیارہویں فصل 257
- پیغمبرؐ اسلام کی خلیفہ کے تعیین کے لیے آخری کوشش 257
- قلم دوات طلب کرنا (حدیث قرطاس) 257
- حدیث قرطاس 260
- ب: لشکرِ اُسامہ کی تیاری 261
- ایک سوال جس کا جواب ضروری ہے 262

چوتھا باب

علیؑ نبیؐ کی وفات سے لے کر اپنی بیعت تک

- پہلی فصل: واقعاتِ سقیفہ 266
- الف: وفاتِ پیغمبرؐ کا انکار 266
- ب: داستانِ سقیفہ بزبانِ عمر بن الخطابؓ 269
- ج: بیعت ابوبکرؓ سے تخلف کرنے والے 271
- جب علیؑ کو سقیفہ کے واقعہ کی اطلاع ملی 271
- بنت رسولؐ کے گھر پر حملہ 272
- د: امام علیہ السلام کا بیعت سے انکار 273
- حضرت علی علیہ السلام کے سقیفہ کی حکومت پر تاثرات 274
- ح: مہاجرین و انصار سے نصرت طلبی 275
- ط: اپنی شرعی ذمہ داری کا احساس 276
- وفاتِ زہرا سلام اللہ علیہا کے بعد بیعت کرنا 276

Presented by Ziaraat.Com

❁ ک: حضرت علیؑ کی مصالحت کی وجوہات	277
❁ تفریق کا خوف	277
❁ لوگوں کے ارتداد کا خوف	278
❁ مددگاروں کی عدم موجودگی	278
❁ صبر	278
❁ سقیفہ کی کامیابی کے پس پردہ عوامل	279
❁ حضرت علیؑ سے قریش کا بغض رکھنا	279
❁ حسد	279
❁ حضرت عمرؓ، بیعت ابوبکر کو کس نظر سے دیکھتے تھے	280
❁ دوسری فصل: حضرت عمر بن الخطاب کا عہد حکومت	281
❁ الف: حضرت ابوبکرؓ کی نظر میں حضرت عمرؓ کا مقام	281
❁ ب: حضرت علیؑ کی نظر میں حضرت عمرؓ کا عہد حکومت	281
❁ ج: حضرت عمرؓ کا مشکلات میں امیر المومنین حضرت علیؑ سے رجوع کرنا	282
❁ قتالِ فارس کے لیے حضرت کا مشورہ	284
❁ زمینوں کی ملکیت کا مسئلہ	285
❁ تیسری فصل: خلافت عثمانؓ کا آغاز	286
❁ الف: حضرت عمرؓ کی طرف سے شوریٰ کا قیام	286
❁ ب: خلافت کے اُمیدواروں کے متعلق حضرت عمرؓ کی رائے	286
❁ ج: شوریٰ کا نتیجہ پہلے سے ہی معلوم تھا	287
❁ امیر المومنین علی علیہ السلام کا شوریٰ کی قرارداد پر موقف	288
❁ امیر المومنین علیؑ کا تیسری خلافت پر جامع تبصرہ	288
❁ خطبۂ شقشقیہ کا تسلسل	288
❁ واقعاتِ شوریٰ پر ایک نظر	291
❁ شوریٰ کی تشکیل سے لوگوں کے دلوں میں خلافت کی طمع کا پیدا ہونا	297

Presented by Ziaraat.Com

- چوتھی فصل: حضرت عثمانؓ کی مخالفت کے علل واَسباب 299
- الف: دولت کی ہوس اور نمود 299
- ب: اسلامی خزانے کو ریوڑیوں کی طرح سے بنی اُمیہ میں تقسیم کرنا 299
- ج: رسولِ اکرمؐ کے دھتکارے ہوئے لوگوں کو مدینہ بلا کر مالا مال کیا گیا 301
- د: حضرت عثمانؓ کا ناقدین کے ساتھ رویہ اور حضرت ابوذرؓ کی جلاوطنی 302
- کچھ مؤرخین کی طرف سے ابوذرؓ کے واقعات میں تحریف 307
- حضرت عثمانؓ کے خلاف انقلاب کا آغاز 309
- عمار بن یاسرؓ پر تشدد 309
- حضرت عبداللہ بن مسعود پر ظالمانہ تشدد 310
- پانچویں فصل: حضرت عثمانؓ کا انجام 314
- عثمانی خلافت کے خاتمہ پر جامع تجزیہ 318
- طلقاء اور فرزندانِ طلقاء پر نوازشات 319
- خلیفہ کی مالی سیاست 321
- دینی تعلیمات کا حشر 322
- خائن مشیر 324
- قاتلانِ عثمانؓ میں بہت سے افراد ایسے تھے جو کہ اعلیٰ درجہ کے دیندار تھے 330
- عمار بن یاسرؓ 330
- حضرت زید بن صوحانؓ 331
- جبلہ بن عمرو انصاری 332
- جہجاہ الغفاریؓ 333
- عمرو بن الحمقؓ 333
- عبدالرحمٰن بن عدیسؓ 333
- ب: مفاد پرست عناصر 334
- ج: مطلب پرست مددگار 336

Presented by Ziaraat.Com

پانچواں باب

حضرت علی علیہ السلام کی سیاست

- پہلی فصل: سیاست کا دو مکاتب فکر میں مفہوم 340
- مکتب اُموی میں سیاست کا مفہوم 342
- علوی مکتب فکر اور سیاست 343
- علوی اِصلاح کی حرکت 344
- انحرافات کے مقابلہ کی سیاست 345
- حکومتی اور اقتصادی انحراف کا مقابلہ 345
- ثقافتی اِصلاح کی سیاست 347
- دلوں پر راج کرنے کا ذریعہ 348
- آپؑ کی سیاست کے بنیادی اصول 350
- سچائی کی سیاست 350
- حق کی محوریت 351
- قانون کی حکمرانی 352
- نظم ونسق کی پابندی 352
- سوچ سمجھ کر عاملین کا انتخاب کرنا 353
- عاملین کی اقتصادی ضروریات کا خیال رکھنا 353
- مسلح افواج کا خصوصی اہتمام 353
- عاملین کی دیکھ بھال کے لیے مخبر مقرر کرنا 353
- ہدیہ جات سے پرہیز 354
- احتیاط اور نرمی کا اِحتراج 354
- ثقافتی سیاست کے اُصول 354
- تعلیم وتربیت 354
- عمومی ثقافت کی اصلاح 355

Presented by Ziaraat.Com

- خوشامد کی بجائے مثبت تنقید کی حوصلہ افزائی 355
- شخصیات کی بجائے حق کو معیار بنانا چاہیے 355
- اقتصادی سیاست کے اُصول 356
- کام کاج کی ترغیب اور سُستی سے پرہیز 356
- زراعت کا فروغ 356
- صنعت کا فروغ 357
- تجارتی پالیسی 357
- بازار پر کڑی نگرانی 357
- خراج کی وصولی 357
- بیت المال کی بروقت تقسیم 358
- دولت کی مساویانہ تقسیم 358
- بیت المال سے سب کی ضروریات کی کفالت ہونی چاہیے 358
- بیت المال کی خصوصی نگہداشت 359
- اولاد اور قریبی عزیزوں کے لیے سرکاری امتیازات کی ممنوعیت 359
- عمومی مال میں سخت احتیاط 359
- سیاستِ اجتماعیہ کے اصول 360
- عدالتِ اجتماعی 361
- اُمت اور حکومت کے باہمی حقوق کا احترام 361
- حقیقی اور مثبت حُریت کی پرورش 362
- شفقت اور نرمی کی سیاست 363
- مظلوم طبقہ کی حمایت 364
- مرکز شکایات 365
- اتحادِ اُمت کے لیے اقدامات 365
- عدالتی سیاست کے اُصول 366
- قضاوت کے لیے اہل افراد کا انتخاب 366

Presented by Ziaraat.Com

- قاضی کو فکرِ معاش سے آزاد ہونا چاہیے 366
- قاضی کے لیے امن وامان ضروری ہے 366
- آدابِ قضاوت کی پاسداری 366
- عدلیہ کے ججوں اور ان کے فیصلوں پر گہری نظر رکھنا 367
- فیصلہ ایک ہونا چاہیے 367
- قانون کی نظر میں سب برابر ہیں 367
- وہ مواقع جہاں قاضی عام قانون سے ہٹ کر فیصلہ دے سکتا ہے 367
- امن عامہ کی سیاست کے اُصول 368
- ایک متحرک امن عامہ کی تاسیس 368
- قبائلی کینہ توزیوں کا خاتمہ 368
- احتیاط اور مناسب مواقع سے استفادہ 369
- ڈرانے، دھمکانے کی سیاست سے پرہیز کیا جائے 369
- مجرم کو قانون سے زیادہ سزا نہیں دینی چاہیے 369
- مقابلہ پر آنے سے پہلے دشمنوں سے حُسنِ سلوک کا رویہ 369
- جنگ کی سیاست کے اُصول 370
- جنگی مشقیں کرنا اور فوجیوں کو جنگ کی تربیت دینا 370
- محمد بن حنفیہؒ سے خطاب 371
- مخصوص فوجی دستوں کا قیام 372
- شرطۃ الخمیس سے امیر المومنینؑ کا خطاب 372
- معنوی تقویت 373
- جنگ اور حیلہ 374
- جنگی اَخلاق 374
- الف: جنگ میں پہل نہ کرنا 375
- ب: دعوتِ مبارزہ میں پہل نہ کرنا 375
- ج: دشمن کے قاصدوں سے عدمِ تعرض 375
- د: جنگ سے قبل اتمامِ حجت ضروری ہے 376

Presented by Ziaraat.Com

- ہ: جنگ سے قبل دُعا 376
- و: زوالِ آفتاب کے بعد جنگ شروع کی جائے 376
- ز: شکست خوردہ دشمنوں سے حُسنِ سلوک 376
- عالمی سیاست کے اُصول 377
- امام علیہ السلام کی سیاست کا دفاع 378
- پہلی فصل: بیعتِ نور 383
- الف: امیر المومنینؑ کی تاریخ بیعت 383
- ب: لوگوں نے پوری آزادی سے امام کا انتخاب کیا تھا 384
- ج: امام علیؑ حکومت کو ناپسند کرتے تھے 384
- امام علی علیہ السلام حکومت کو ناپسند کیوں کرتے تھے؟ 385
- د: آخر امامؑ نے حکومت کیوں قبول کی تھی؟ 389
- ہ: سب سے پہلے کس نے بیعت کی تھی؟ 390
- و: عمومی بیعت 391
- ز: بیعت سے تخلّف کرنے والے افراد 392
- دوسری فصل: علوی اِصلاحات 395
- الف: ندائے عدالتِ انسانی 395
- ب: عثمانی حکام کی معزولی 399
- ج: بیت المال کی لوٹی ہوئی دولت کی واپسی 399
- د: مشکل اِصلاحات کو آپؑ نے مناسب وقت کے لیے ملتوی کر دیا تھا 400
- تیسری فصل: انتظامی سیاست 402
- الف: ہر جگہ سچائی کو اہمیت دینا 402
- ب: حق کی پاسداری 403
- ج: قانون سب کے لیے برابر ہے 403
- د: عدمِ مداہنت 404
- ہ: تنظیمی اُمور 404
- و: باصلاحیت عُمّال کا انتخاب 405

Presented by Ziaraat.Com

ز: فاسد افراد کو حکومت کا حصہ نہیں بنانا چاہیے	405
ح: ملازمین کو معقول تنخواہ دینی چاہیے	406
ج: ملازمین کی دیکھ بھال کے لیے مخبر مقرر کرنے چاہئیں	406
ی: نیکوکار کی حوصلہ افزائی اور بدکار کو سزا ضروری ہے	407
خائن حکام کے ساتھ سلوک	408
الف: اَشعث بن قیس	408
ب: زیاد بن اُبیہ	408
ج: خائن عُمال کی برطرفی	409
م: خائن عُمال کو سزا	410
چوتھی فصل: ثقافتی سیاست	411
الف: تعلیم و تربیت کی توسیع	411
ب: عمدہ رسومات کو جاری رہنا چاہیے	412
ج: غلط رسومات کا خاتمہ کرنا چاہیے	412
د: تعریف و توصیف کے بجائے مثبت تنقید کی حوصلہ افزائی	413
پانچویں فصل: اقتصادی سیاست	414
الف: کام کام فقط کام	414
ب: نہروں کی بھل صفائی	414
ج: زراعت کی ترقی	414
د: صنعتی ترقی	415
ہ: تجارتی ترقی	415
و: مارکیٹ پر براہ راست نظر رکھنا	416
ز: ذخیرہ اندوزی کی ممانعت	416
ح: لگان کی وصولی کی سیاست	416
ط: بیت المال کی مساویانہ تقسیم	417
صدرِ اسلام میں مال کیسے تقسیم کیا جاتا تھا؟	417
مخصوص عنوان کے عمومی نفقات	418

Presented by Ziaraat.Com

- ضروری اخراجات سے فاضل رقم 418
- تقسیم میں عدالت کا خیال 418
- ی: بنیادی ضروریات ہر شخص کو فراہم تھیں 419
- ک: پست طبقہ کی خبر گیری 419
- ل: یتامیٰ پر خصوصی شفقت 420
- م: اولاد اور رشتہ داروں کو ترجیح نہ دینا 420
- حسنین کریمین علیہما السلام 420
- حضرت اُم کلثوم سلام اللہ علیہا 421
- ن: بیت المال کے متعلق حساسیت 421
- چھٹی فصل: اجتماعی سیاست 422
- الف: عدل کی پاسداری 422
- ب: حقوق کی پاسداری 422
- ج: مثبت آزادی کی حوصلہ افزائی 422
- د: عوام الناس کی خوشی کا اہتمام 423
- ہ: رعیت پر شفقت و محبت 423
- عوام الناس کے ساتھ براہِ راست رابطہ 425
- ز: غضب سے اجتناب 427
- ح: مظلوم کی مدد کرنا 427
- ط: مرکز شکایات کا قیام 428
- ی: اتحادِ اُمت پر زور 428
- ساتویں فصل: نظامِ عدل 430
- الف: عدلیہ کے لیے افاضل افراد کا چناؤ 430
- قاضیوں کے لیے معقول تنخواہ کا بندوبست کرنا 431
- ج: آدابِ قضاوت کی تاکید 431
- د: آدابِ قضاوت کا خیال نہ رکھنے والے شخص کی معزولی 432
- قاضیوں کے فیصلے پر نظر رکھنی چاہیے 432

Presented by Ziaraat.Com

- د: جاہلانہ اور ظالمانہ فیصلوں سے اجتناب ضروری ہے 432
- ز: امام علیہ السلام بذاتِ خود فیصلے کیا کرتے تھے 433
- ح: جرم سے زیادہ سزا نہیں دینی چاہیے 433
- قانون کی نظر میں سب برابر ہیں 433
- آٹھویں فصل: امنِ عامہ کی سیاست 435
- الف: امن کی اہمیت 435
- ب: امن عامہ کی بقا کے لیے حاکم کو باخبر رہنا چاہیے 436
- ج: مصالحت کی جستجو 436
- د: احتیاط مصالحت 436
- ہ: دشمن کو کبھی کمزور نہ سمجھیں 437
- و: قدرت سے قبل کسی کو چیلنج نہ کرو 437
- ز: کسی سے زبردستی اقرار نہ کرائیں 437
- ح: جب تک جنگ کی باری نہ آئے تب تک نرمی کا سلوک کرنا چاہیے 438
- سازشی عناصر کی جلاوطنی 438
- نویں فصل: جنگی سیاست 439
- الف: فوج کی ٹریننگ کا اہتمام 439
- فوج کو تعلیم دینا 439
- لشکر کی صف بندی 440
- موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیے 440
- گھاتی پسپائی 441
- ب: انٹیلی جنس گارڈ کی تاسیس 441
- ج: مسلح افواج کی خصوصی نگہداشت 441
- د: فوج کے مورال کو بلند رکھنے کی ضرورت 442
- جنگی شعار (نعرے) 443
- فرار سے اجتناب 443
- ہ: جنگ دھوکہ ہے 444

Presented by Ziaraat.Com

- و: جنگ کی اخلاقیات 445
- جنگ میں ابتداء کرنے سے ممانعت 445
- جنگ میں قاصد کا احترام کرنا چاہیے 445
- جنگ سے پہلے حجت قائم کرنی چاہیے 445
- جنگ سے پہلے دُعا 446
- جنگ کا آغاز زوال کے بعد کرنا چاہیے 448
- دشمن کے پس ماندگان سے نیک سلوک روا رکھنا چاہیے 448
- دسویں فصل: بین الاقوامی سیاست کے اُصول 449
- وہ اُمور جو حکومتوں کی بقا کے ضامن ہوتے ہیں 449
- حُسنِ تدبیر 450
- حُسنِ سیرت 450
- حکمران کو بیدار مغز ہونا چاہیے 450
- ب: وہ اُمور جو حکومتوں کی تباہی کا سبب بنتے ہیں 451
- ظلم 451
- غلط تدبیر 451
- کسی کو ناحق ترجیح دینا 452
- اُصول کا ضیاع 453
- ج: سیاسی اور اجتماعی تعلقات کے متعلق ارشادات 453
- دوسروں کو اپنے اُوپر قیاس کرنا 453
- باہمی دشمنی سے اجتناب 454
- وعدہ وفائی 454
- اپنی ثقافت کو قائم رکھنا 455

چھٹا باب

امیر المومنینؑ کے عہدِ حکومت کی جنگیں

- الف: رسولِ اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے جنگ لڑنے سے خبردار کیا تھا 461

Presented by Ziaraat.Com

- ب: رسولؐ خدا نے بعد کے فتنوں کی خبر دی تھی 461
- ج: نبی اکرمؐ نے مجھے گمراہ گواہوں کے خلاف جنگ لڑنے کا حکم دیا تھا 462
- د: باغیوں کے مقاصد کیا تھے؟ 463
- اپنی بلندی قائم کرنا 463
- کینہ پروری 463
- حسد 464
- دُنیا کی حرص 464
- حق علیؑ سے تجاہل برتنا 465
- ہ: باغیوں کے خلاف جنگ میں امیرالمومنینؑ کے کیا مقاصد تھے؟ 465
- احیائے دین 465
- سنت کا دفاع 466
- بدعات کا مقابلہ کرنا 466
- حضرت علیؑ تمام غزوات میں برسرِ حق تھے 467
- پہلی فصل: پہلی جنگ: جنگ جمل 471
- جنگ کی جزئیات 471
- الف: جنگ کب واقع ہوئی تھی؟ 471
- ب: مقامِ جنگ 471
- ج: جنگ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد 472
- د: امیرالمومنینؑ کی فوج کی اہم شخصیات 472
- ناکثین کی ممتاز شخصیات 472
- و: مقتولین کی تعداد 473
- ناکثین کے سربراہوں کا تعارف 473
- الف: بی بی عائشہؓ زوجہ رسولِ اکرمؐ 474
- ب: طلحہ بن عبیداللہ 476
- ج: زبیر بن العوام 478
- د: عبداللہ بن زبیر 480

Presented by Ziaraat.Com

- ہ: مروان بن الحکم 482
- امام علیہ السلام کی مخالفت میں ناکثین کی تیاری 484
- الف: معاویہ کی مکاریاں 484
- ب: اختلاف کی ابتدا 485
- طلحہ و زبیر کی مکہ روانگی 486
- د: طلحہ و زبیر کا بی بی عائشہؓ کو خروج کی دعوت دینا 486
- ہ: شرکائے جنگ کے مقاصد اور مقامِ جنگ کا تعین 487
- و: قبائلی سربراہوں کو بی بی کے خطوط 488
- ز: مکہ سے روانگی کی تیاریاں 488
- لفظ "عسکر" سے بی بی کا گھبرانا 488
- جب چشمہ حوأب کے کتے بھونکے 489
- ناکثین سے مقابلہ کے لیے امام علیہ السلام کی روانگی 490
- الف: امام علیہ السلام کی اپنے اصحاب سے مشاورت 490
- ب: حضرت علیؑ کا ناکثین کی خبر ملنے پر خطبہ 491
- ج: امیر المومنین علی علیہ السلام کا اہلِ کوفہ کے نام خط 492
- حق کی پہچان 493
- د: جب بے بصیرت افراد کوئی فیصلہ نہ کر سکے 493
- اہلِ کوفہ سے نصرت طلبی 494
- الف: ربذہ سے اہلِ کوفہ کے نام خط 494
- ب: طلبِ نصرت کے لیے امام حسنؑ کو کوفہ روانہ کرنا 494
- ج: ابوموسیٰ اشعری کا امامؑ کے نمایندوں کے سامنے موقف 495
- د: ابوموسیٰ کے مقابلہ کے لیے مالک اشترؓ کی روانگی 496
- و: کوفی افواج کی آمد 497
- امام علیہ السلام کے کون سے نمایندے کوفہ گئے تھے؟ 497
- ہاشم بن عتبہ 499

Presented by Ziaraat.Com

❁ محمد بن ابی بکرؓ	500
❁ حضرت امام حسن علیہ السلام اور عمار یاسرؓ	500
❁ حضرت مالک اشترؓ	501
❁ ناکثین کا بصرہ پر قبضہ	502
❁ الف: ناکثین کا والیِ بصرہ سے سلوک	502
❁ ب: دارالامارہ کا محاصرہ اور جھڑپیں	503
❁ ج: باغیوں کی عہد شکنی	504
❁ د: جب بی بی عائشہؓ نے والیِ بصرہ عثمان بن حنیف کے قتل کا حکم دیا	505
❁ ہ: حق گوئی کی سزا	505
❁ ذی قار سے بصرہ کی طرف روانگی	506
❁ الف: حاضرین سے بیعت	506
❁ ج: امام علی علیہ السلام کی بصرہ آمد	507
❁ جنگ سے بچنے کے لیے امام علیہ السلام کی کوششیں	508
❁ الف: زبیر کے سامنے اتمامِ حجت	509
❁ ب: زبیر کا انجام	511
❁ ج: امام علی علیہ السلام اور طلحہ کی گفتگو	512
❁ الف: جنگ سے پہلے دُعا	513
❁ ب: اپنے اصحاب کو جنگ کی ترغیب	513
❁ جنگ میں شاہِ لافتیٰ کا اطمینان	514
❁ جنگ کی تیزی	515
❁ شیرِ خدا کی جنگ	515
❁ قتلِ طلحہ بہ دستِ مروان	516
❁ ز: بی بی عائشہؓ کی زیرِ قیادت جنگ کا تسلسل	516
❁ ح: اُونٹ کا بے ہونا اور اصحابِ جمل کی شکست	517
❁ ط: جنگ کا دورانیہ	517

Presented by Ziaraat.Com

کامیابی کے بعد انسانی قوانین کا اعلان	517
ب: عام معافی کا اعلان	517
ج: حضرت علیؑ اور بی بی عائشہؓ کی گفتگو	518
د: بی بی عائشہؓ کی مدینہ روانگی	518
ہ: ختائم جنگ	519
و: امام علیہ السلام کا بیت المال میں داخل ہونا	519
ز: امام علیہ السلام کی طرف سے اہلِ بصرہ کی سرزنش	520
ح: ابن عباسؓ کو بصرہ کا حاکم بنایا گیا	520
ط: امام علیہ السلام کا سرزمین کوفہ پر ورودِ مسعود	522
دوسری فصل: دورِ علوی کی دوسری جنگ: جنگِ صفین	525
جنگ کا تجزیہ	525
الف: جنگ کی تاریخ	525
ب: مقامِ جنگ	526
ج: فوج کی تعداد	526
د: لشکرِ امامؑ کے ممتاز افراد	527
ہ: لشکرِ معاویہ کے ممتاز افراد	527
مقتولین کی تعداد	528
باغیوں کے سربراہوں کا مختصر تعارف	528
معاویہ بن ابی سفیان	528
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددُعا	530
ب: عمرو بن العاص	531
موت کے وقت پشیمانی	535
ہائے اُس زُود پشیماں کا پشیماں ہونا	535

Presented by Ziaraat.Com

عرضِ ناشر

علمِ نفسیات و تربیت کے ماہرین کا یہ فیصلہ ہے کہ انسان کا کردار اور اُس کے اخلاق کا دارومدار اُس کی بچپن کی تربیت و نشوونما پر ہے۔ ہر شخص کی زندگی اُس کے مربی کی عکاس ہوتی ہے۔ کسی بھی بچے کی تربیت کو دیکھ کر اُس کے مستقبل کی پیشین گوئی کی جاسکتی ہے۔ الغرض ہر انسان کی شخصیت کی بلندی و پستی میں تربیت کے عمل کا دخل ہوتا ہے۔ اگر کسی بچے کی تربیت بہتر انداز سے کی جائے تو اُس میں شرافتِ نفس، بلند ہمتی اور روحانی و معنوی بلندی دکھائی دے گی۔ جب اُس کی زندگی میں شباب کی بہار آتی ہے تو وہ ہستی ایک ایسے چمن میں بدل جاتی ہے کہ جس کا فیض اتنا بے کراں ہوتا ہے کہ کائنات اُس کے دامن میں پناہ لے کر سکھ کا سانس لیتی ہے اور دُکھوں اور دردوں سے نجات حاصل کرتی ہے۔ اِس کائنات کی وہ ہستی جس نے اپنی ولادت کے وقت اپنے اعلیٰ و ارفع نسب سے علو و ارتفاع کی بلند و بالا صفات پا رکھی تھیں، آنکھیں کھولتے ہی اُنھیں تربیت کی اُس یونیورسٹی میں داخلہ ملا تھا کہ جس کے چانسلر لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ. وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى اور منبرِ سعادت کے خطیب اور لشکرِ سیادت کے نقیب ہیں۔

تاریخِ آدم پکار پکار کر کہہ رہی ہے علی ولیؑ کے مربی نبیؐ ہیں اور یہ اپنے نبیؐ کے وصی ہیں۔ خدا جانے کائنات کے اس عظیم مربی نے اپنے تلمیذِ خاص کی تربیت کیسے کی تھی اور اس لائق و فائق تلمیذ نے اس تربیت سے کیا کچھ حاصل کیا تھا؟ ہمارے پاس اس تربیت اور اُس کے ماحول و احوال کی ترجمانی کے لیے مناسب الفاظ موجود نہیں ہیں۔ آئیں اس تربیتی حق و حقیقت کو خود علی ولیؑ کی زبانی سماعت فرمائیں:

> ”میں نے بچپن ہی میں عرب کا صحرائی و چٹانی سینہ پیوندِ زمین کر دیا تھا اور قبیلہ ربیعہ و مضر کے اُبھرے ہوئے سنگ سینگوں کو توڑ مروڑ کر رکھ دیا تھا۔ تم جانتے ہی ہو کہ بارگاہِ رسالتؐ سے قرب و قرابت اور خاص و مخصوص قدر و منزلت کے سبب میرا مقام اُن کے نزدیک کیا تھا؟ میں ابھی طفلِ صغیر تھا کہ

Presented by Ziaraat.Com

خاصہ چمن رسالتؐ نے مجھے اپنی آغوشِ رسالتؐ میں لے لیا تھا۔ آپؐ مجھے اپنے طیب و طاہر مرکز وحی، سینہ بے کینہ سے پیوست رکھتے تھے۔ ملکوتی بستر میں اپنے پہلوئے نبوت میں جگہ دیتے تھے۔ اپنے منور و مُطہر جسمِ مبارک کو مجھ سے مَس کرتے تھے۔ مجھے اپنی خوشبو سونگھاتے تھے۔ پہلے آپؐ کسی چیز کو اپنے دہنِ مبارک میں رکھ کر چباتے، جب وہ چیز لُعابِ نبوتؐ سے تر ہوجاتی تو پھر اُس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ اس ماحول میں میری تربیت ہوئی کہ پھر اُنھوں نے زندگی بھر نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا اور نہ ہی میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔ (اب آپ میرے عربی کی تربیت کا ایک جملہ سنیے)۔

اللہ رب العزت نے آپؐ کی دودھ بڑھائی کے وقت سے ہی فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپؐ کے ہمراہ کردیا تھا جو اُنھیں شبانہ روز خاص خصائص و شمائل اور طیب و طاہر سیرتوں پر گامزن رکھتا تھا۔ میں آپؐ کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اُونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپؐ روزانہ میرے لیے اخلاقِ حسنہ و کریمہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے اُن کی پیروی کا حکم دیتے تھے۔ آپؐ ہر سال غارِ حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے۔ وہاں میرے علاوہ اُنھیں کوئی نہیں دیکھتا تھا۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب اسلام صرف رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُم المومنین حضرت خدیجہؑ کے گھر کی چاردیواری میں تھا۔ اس کے علاوہ زمین پر کہیں موجود نہ تھا۔ البتہ اُن میں میں تیسرا تھا۔ میں نُورِ وحی و رسالت دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ جب آپؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی شیطانی چیخ سنی۔ میں نے حیرانگی کے عالم میں پوچھا: یارسولؐ اللہ! یہ چیخ کیسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ! جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں اُسے تم بھی دیکھتے ہو۔ فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ میرے وزیر اور جانشین ہو۔ یقیناً تم خیر و بھلائی کی راہ پر ہو"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۰)

Presented by Ziaraat.Com

جس ہستی کی تربیت وحی ربانی، معدنِ نبوت اور چمنِ رسالت میں ہوئی ہو تو اُس ہستی کے قدموں میں زمین سمٹ کر کیسے نہ آئے اور آسمان جھک جھک کر اُسے سلام کیسے نہ کرے؟ اس دھرتی میں ایسے انسان بہت کم دکھائی دیتے ہیں کہ جن میں ایک آدھ صفت کمال کے علاوہ کوئی اور فضیلت نمایاں ہو۔ یہ اور بات ہے کہ کسی کے دامن میں متضاد صفات جمع ہو جائیں۔ ہر صفت کے اپنے اپنے تقاضے ہیں جیسے شجاعت اور نبرد آزمائی کا تقاضا ہے کہ طبیعت و مزاج میں خونریزی و سفاکیت ہو۔ ہر لمحہ اُلجھنے، جھگڑنے اور مرنے و مارنے کے لیے آمادہ نظر آئے۔ جہاں شجاعت اور مبارزہ آرائی کا مزاج ہو وہاں رحم دلی اور نرمی کے جذبات نہیں ہوتے بلکہ خونریزی اور سفاکی کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ مگر امام علیؑ ابن ابی طالبؑ کی طبیعت پر فضیلت پوری مناسبت اور ہر کمال کے ساتھ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے دکھائی دیتی ہے۔ کوئی صفت حُسن و کمال ایسی نہ تھی جس سے اُن کا دامن خالی ہو اور کوئی خلعت خوبی و جمال ایسا نہ تھا جو آپؑ کے قدوقامت پر راست نہ آیا ہو۔ شجاعت و سخاوت کی متضاد صفات اُن میں پہلو بہ پہلو دکھائی دیتی تھیں۔ اگر وہ جود و عطا میں اَبرِ باراں کی طرح رہتے تھے تو میدانِ جنگ میں پہاڑ کی طرح جم کر لڑتے تھے اور میدانِ کارزار کو اس طرح گرما دیتے تھے کہ جنگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے دشمن کو بھسم کر دیتے تھے۔ آپؑ کے جود و کرم کی یہ حالت تھی کہ فقر و افلاس کے زمانے میں بھی جو دن بھر مزدوری کرتے تھے اُس کی کمائی کا بیشتر حصّہ ناداروں اور فاقہ کشوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر میدانِ جنگ میں دشمن نے تلوار مانگ لی تو آپؑ نے اپنے زورِ بازو پر بھروسہ کرتے ہوئے تلوار اُس کے آگے پھینک دی اور شجاعت و بہادری کا یہ عالم تھا کہ فوجوں کے ریلے آپؑ کے ثباتِ قدم کو جنبش نہ دے سکتے تھے۔ جب بھی کسی نے آپؑ سے مبارزہ آرائی کی وہ اپنی جان کو آپؑ سے صحیح سالم بچا کر لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جنابِ ابن قتیبہ نے المعارف میں بیان کیا ہے: لَمْ یَصَارِعْ قَطُّ اَحَدٌ اِلَّا صَرَاعَہٗ "آپؑ جس سے بھڑے اُسے پچھاڑے بغیر نہیں چھوڑا"۔

بہادروں اور شجاعوں کی من چلی طبائع فکر و افکار کی عادی نہیں ہوا کرتی۔ نہ وہ مصلحت پسند اور مآل اندیش ہوتی ہیں لیکن جہاں آپؑ شجاعت کا محور و مرکز تھے وہاں سوجھ بوجھ، فکر و افکار اور عقل و دانش کا مصاف تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

امام شافعی نے اس منظر کو کتنے خوبصورت الفاظ میں ترجمانی کی ہے:

مَا اَقُوْلُ فِیْ شَخْصٍ اِجْتَمَعَتْ لَہٗ ثَلَاثَۃٌ مَعَ ثَلَاثَۃٍ لَا یَجْتَمِعْنَ قَطُّ لِاَحَدٍ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ: اَلْجُوْدُ مَعَ الْفَقْرِ وَالشَّجَاعَۃُ مَعَ الزَّادِ وَالْعِلْمُ مَعَ الْعَمَلِ

میں اُس ہستی کے بارے میں کیا کہوں جس میں تین صفتیں تین صفتوں کے ساتھ جمع تھیں، جو کسی بشیر میں جمع نہیں ہوتیں: ① فقر کے ساتھ سخاوت ② شجاعت کے ساتھ تدبر ③ رائے اور علم کے ساتھ عمل گزاریاں"۔

اسی فکر صحیح کا نتیجہ تھا کہ جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد کچھ لوگوں نے معرکہ کارزار گرم کرنے کا مشورہ دیا تھا تو آپؑ نے اُن کی رائے کو ٹھکرا دیا تھا۔ حالانکہ ایسے مواقع پر من چلے بہادروں کو ذرا سا سہارا بھی اُبھارنے کے لیے کافی ہوا کرتا ہے۔ مگر آپؑ کی دُور اندیشی اور فکر رسا نے فوراً یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس وقت میدانِ جنگ سج گیا تو اسلام کی آواز تیروں، تلواروں اور نیزوں کی ہنگامہ خیز آوازوں میں ہمیشہ کے لیے دب کر رہ جائے گی۔ لہٰذا آپؑ نے تلوار کو روک کر ایک طرف اسلام کی حفاظت کا سروسامان کیا اور دوسری طرف اپنے حق کو خون ریزیوں سے آلودہ ہونے سے محفوظ کرلیا۔

بعض اوقات انسان کو نازک ترین حالات سے گزرنا پڑتا ہے کہ انسان ذاتی اور اُصولی رنجشوں میں امتیاز پیدا نہیں کرسکتا۔ وہ بآسانی ایک کو دوسرے میں ضم کرکے یہ سمجھ لیتا ہے کہ میں نے حکمِ الٰہی کی تعمیل کرلی ہے اور ہوتا یہ ہے کہ اُس کے ساتھ ساتھ اپنے انتقامی جذبے کو بھی ٹھنڈا کرلیا جاتا ہے۔ لیکن اس ہستی کی سیرت کا مطالعہ کیجیے کہ اُن کی حدشناس نظریں کبھی فریب کھاتی تھیں اور نہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالتی تھیں۔ جنگِ خندق میں آپؑ اپنے دشمن کو پچھاڑ کر اُس کے سینہ پر سوار ہوئے تو اُس نے آپؑ کے چہرہ پر تھوک دیا تھا۔ آپؑ بشری تقاضا کی بنا پر مشتعل ہوئے اور نہ پریشان بلکہ اُس کے سینہ سے اُتر آئے کہ کہیں اس عمل میں خواہشِ نفس کی آمیزش نہ ہوجائے۔ آپؑ تحمل و بردباری کا پہاڑ تھے۔ غیض وغضب کی چنگاریاں آپؑ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی تھیں۔ آپؑ کے پاس اقتدار و اختیار تھا۔ جس دشمن نے جنگ کی آگ بھڑکائی تھی وہ خود اس جنگ کی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نذر ہوگیا تھا۔ اُس کے بچے ہوئے ساتھی جان بچانے کے لیے پناہیں ڈھونڈ رہے تھے۔ حق تو یہ تھا کہ ان ظالموں کو تلوار کے ذریعے پار کردیا جائے

Presented by Ziaraat.Com

کیونکہ ان لوگوں نے اسلام کے امن کو پارہ پارہ کر دیا تھا لیکن پھر بھی علی ولیؑ نے سحابِ رحمت بن کر عفو و بخشش کی بارش برسا کر انھیں سیراب کر دیا تھا۔ جنگ جمل میں مروان بن حکم اور عبداللہ بن زبیر ایسے دشمنوں کو بغیر انتقام و سرزنش کے چھوڑ دیا تھا۔

جنگ و پیکار اور زُہد و ورع میں کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ ایک سے مبارزہ و شجاعت کا مظاہرہ ہوتا ہے اور ایک سے آہ و زاری اور عجز و فروماندگی کا اظہار ہوتا ہے۔ مگر آپؑ میں یہ دونوں صفات جمع تھیں۔ آپؑ کے وہ ہاتھ جو وقفِ دُعا رہتے تھے وہی بعض اوقات مشغولِ کارزار بھی رہتے تھے۔ امامؑ کبھی گوشہ مسجد میں اور کبھی میدانِ جنگ میں، لیلۃ الہریر کا وہ منظر انسانی عقول کو حیرت و استعجاب کے بے کراں سمندر میں دھکیل دیتا ہے۔ جب آپؑ نے خوں آشام تلواروں سے آنکھیں بند کر کے انھیں خونی ہنگاموں میں مصلیٰ بچھا دیا تھا اور سکونِ خاطر اطمینانِ قلب سے نماز میں مشغول ہو گئے تھے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور تیر سنسناتے ہوئے کبھی دائیں سمت سے اور کبھی بائیں سمت سے گزر رہے تھے مگر آپؑ بغیر کسی خوف و ہراس کے ذکرِ خداوندی میں محو رہے۔ پھر جب نماز سے فرصت ملی اور قبضۂ تلوار پر ہاتھ رکھا تو پھر میدانِ جنگ میں وہ قیامت برپا کر دی کہ چشمِ فلک نے اس منظر کو کچھ اس طرح اپنے ہاں محفوظ کیا۔ میدان کارزار کا عالم یہ تھا کہ ہر طرف چیخ و پکار اور بھگدڑ مچی ہوئی تھی، جدھر جس کا منہ آیا وہ جان بچانے کے لیے بھاگ رہا تھا۔ لسانِ امامت پر تکبیر کی آوازیں بلند تھیں۔ میدان آپؑ کی تکبیر کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔ ہر تکبیر دشمن کے لیے پیغامِ اجل لے کر آتی تھی۔

جہاں نبرد آزمائی و مبارزہ طلبی کا شوق ہو وہاں علم و عرفان کا ذوق نہیں ہوا کرتا مگر علی ولیؑ جہاں رزم آرائیوں میں پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں وہاں آپؑ علم و معارف کی محفلوں میں بھی آراستہ و پیراستہ نظر آتے ہیں۔

تاریخ عالم گواہ ہے کہ جہاں آپؑ کے ہاتھوں کفار و مشرکین کی خون کی ندیاں جاری ہوئی تھیں وہاں آپؑ نے ان ہاتھوں کے ساتھ اسلام اور انسانیت کی آبیاری بھی کی۔ جس قدر آپؑ سے علوم کے چشمے پھوٹے اُسی قدر آپؑ نے اپنے علوم پر عمل کر کے دُنیا کو حقیقی زندگانی کا درس بھی دیا۔

خشک مزاجی و ترش رُوئی کو دُنیا زُہد و تورع تصور کرتی ہے۔ کسی پرہیزگار و پارسا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ جرم سمجھتی ہے۔ جی ہاں امامؑ جہاں تقویٰ و پرہیزگاری کا پیکر نظر آتے تھے

Presented by Ziaraat.Com

وہاں شگفتہ مزاجی اور خندہ رُوئی آپؑ کے خدوخال سے جھلکتی اور مسکراہٹ لبوں پر کھیلتی نظر آتی تھی۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جہاں زندہ دلی اور خوش طبعی ہوتی ہے وہاں رُعب و ہیبت نظر نہیں آتا۔ مگر امامؑ کے بشاش چہرے پر جلال و ہیبت کا یہ عالم تھا کہ نگاہیں اُن کے سامنے اُٹھ نہ سکتی تھیں۔

ایک دفعہ امیر شام نے اپنے دربار میں کہا تھا خدا ابوالحسنؑ پر رحم کرے وہ ایک خوش مذاق انسان تھے تو اُس وقت قیس بن سعد نے کہا تھا: "خدا کی قسم! وہ اس خوش مذاقی اور خندہ رُوئی کے باوجود بھوکے شیر سے بھی زیادہ پُرہیبت تھے اور یہ اُن کے تقویٰ کا رُعب تھا۔ نہ وہ جیسا شام کے چند اوباش تمھارا رعب مانتے ہیں۔

اپنے دورِ حکومت میں امام علیہ السلام فرماں روا تھے۔ اس دورِ فرماں روائی میں بھی آپؑ انتہائی سادگی کا نمونہ تھے۔ آپؑ نے کبھی شان و شوکت کو پسند نہیں کیا۔ آپؑ گھوڑے پر سوار تھے۔ ابن شرجیل گفتگو کرتا ہوا آپؑ کے ہم رکاب ہو لیا تو آپؑ نے فرمایا:

"پلٹ جاؤ کیونکہ تم ایسے شخص کا یوں میرے ساتھ پیادہ چلنا والی کے لیے فتنہ اور مومن کے لیے ذلت کا باعث ہے"۔

تاج سروری کی جگہ بوسیدہ عمامہ، حلہ خسروی کے بجائے پیوند سے بھرپور پیراہن، مسند و تخت کی جگہ فرشِ خاک کو اختیار کیا۔ غرض وہ جامع جمیع صفات تھے۔ آپؑ مختلف و متضاد شمائل و صفات کے پیکر تھے۔ تمام محاسنِ اخلاق اپنی تمام تابانیوں اور ضوفشانیوں کے ساتھ آپؑ میں جلوہ گر تھے۔

جی ہاں! ضرورت اس امر کی ہے جب ہمیں ایسا رہبر ملا ہے جو بے پناہ اَبعاد کا مالک ہے تو اُن کے ہر پہلو اور ہر بُعد پر اس قدر کام کرنا چاہیے کہ دُنیا خود بخود اسی طرف کھنچی چلی آئے۔ آپؑ کی سیرت کے پہلوؤں کو چُرا کر دوسرے لوگوں سے منسوب کیا جا رہا ہے لیکن ملتِ خیر البریہ میٹھی نیند کے مزے لے رہی ہے اور دشمن بڑی تیزی کے ساتھ اس کے خلاف عمل پیرا ہے۔

ادارہ دارالحدیث ایران نے اس نکتہ کا کافی عرصہ پہلے ادراک کر لیا تھا۔ اس نے ایک طویل عرصے سے کام شروع کر دیا ہے۔ موسوعہ امام علی علیہ السلام ایک تاریخی کارنامہ ہے اور اس صدی کا معجزہ ہے۔ اس مذکورہ کتاب میں امام علیہ السلام کی زندگی کے ہر پہلو پر بحث کی گئی ہے۔ چونکہ امام علیہ السلام کی ذات والا صفات کائنات کا بہت بڑا موضوع ہے، اس موضوع کو سمیٹنے کے لیے یہ کتاب بھی

Presented by Ziaraat.Com

ناکافی ہے حالانکہ یہ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ پھر بھی یہ ایک بہت بڑی کاوش ہے۔ اس موسوعہ کا فارسی زبان میں خلاصہ مرتب کیا گیا ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

اس منتخب موسوعہ کا ترجمہ میرے دیرینہ دوست حجۃ الاسلام علامہ محمد حسن جعفری صاحب نے کیا ہے۔ خداوند متعال اُن کی اس سعی کو دامنِ قبولیت میں جگہ عنایت کرے۔ علامہ جعفری قبلہ کی ذات محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ جن کا اُوڑھنا بچھونا قوم اور قومیات ہے۔ اُن کی سیکڑوں کتابیں دُنیا کے گوشے گوشے میں موجود ہیں۔ اُن کی زندگی کا مقصد دینِ خداوندی کی ترویج و تبلیغ ہے۔ وہ دن رات اس کام میں مصروف ہی مصروف بہ عمل ہیں۔ قوم کے اُن افراد کی خدمت میں التماس ہے کہ جن کے پہلو میں زندہ دل ہے اور وہ قوم و ملت اور دین و مذہب کے لیے دھڑکتا ہے وہ ادارہ منہاج الصالحین کو اپنے مالی تعاون سے مضبوط کریں تا کہ وہ سرمایہ جو عربی اور فارسی زبان میں محفوظ ہے وہ اُردو زبان میں تراجم کر کے اُردو خواں حضرات کے لیے سرمایۂ افتخار ثابت ہو۔

ادارہ منہاج الصالحین نے موسوعہ امام حسین علیہ السلام کا نو جلدوں پر کام شروع کر دیا ہے۔ اس کی دو جلدیں چھپ گئی ہیں اور باقی جلدیں کمپوزنگ کے مراحل میں ہیں، وہ ان شاء اللہ جلد منظرِ عام پر آجائیں گی۔ موسوعہ امام حسین علیہ السلام پر علامہ الطاف کلاچی کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آلِ اطہارؑ کے صدقہ میں میرے ان تمام احباب کو کتبِ اہلِ بیتؑ کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

والسلام مع الاکرام

طالبِ دُعا!

ریاض حسین جعفری، فاضل قُم

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

Presented by Ziaraat.Com

عرضِ مترجم

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی ذات والاصفات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے اور آپؑ کی مدح وثنا کا احاطہ کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ آپؑ کی ذات پاک متضاد صفات کی حامل ہے۔ جہاں آپؑ عالم علمِ لدُنی اور مالک قُل کفی ہیں وہاں آپؑ لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیؑ کے بھی مصداق ہیں۔ جہاں آپؑ شب زندہ دار اور صائم النہار ہیں وہاں آپؑ بہت بڑے فیلسوف بھی ہیں اور دُنیا کا ہر مفکر اور فلاسفر آپؑ کے دَر کا گدا دکھائی دیتا ہے۔ آپؑ کی ذات کے جملہ جہات پر احاطہ کرنا انسانی قوت وطاقت سے باہر ہے۔ آپؑ کے فضائل ومناقب بیان کرنے کے لیے سمندروں کی سیاہی ناکافی ہے، اس لیے خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

لَو اَنَّ الرِّیَاضَ اَقلَامٌ وَالْبُحُوْرُ مِدَادًا وَالْجِنُّ حُسَّابًا وَالْاِنْس کُتَّابًا مَا أَحصُوا فَضَائِلَ عَلِی بنِ اَبِی طَالِب

"اگر دنیا کے باغات کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی میں بدل جائیں اور جنات حساب کرنے لگیں اور انسان لکھنے کے لیے بیٹھ جائیں تو بھی علیؑ بن ابی طالبؑ کے فضائل ختم نہیں ہوں گے"۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ شقشقیہ میں یہ جملے ارشاد فرمائے:

یَنْحَدِرُ عَنِّی السَّیلُ وَلَا یَرقٰی اِلَیَّ الطَّیْر

"میں وہ (فکر بلند ہوں) جس سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک طائر پرواز نہیں کر سکتا"۔

کسی نے حضرت بہلولؒ سے کہا تھا کہ مولائے کائنات کی ذات ہمارے عقول وافہام میں کیوں نہیں سما سکتی؟ حضرت بہلولؒ اس وقت دریائے دجلہ کے کنارے کھڑے تھے

Presented by Ziaraat.Com

اُنھوں نے دریا کے قریب ایک گڑھا کھودا اور کہا گیا: اس گڑھے میں دجلہ کا پانی سما سکتا ہے؟

سائل نے کہا: ہرگز نہیں۔ اس گڑھے کی ظرفیت انتہائی کم ہے، لہٰذا اس میں دریا کو سمویا نہیں جاسکتا۔

حضرت بہلولؒ نے فرمایا: تمھارے عقول و افہام کی ظرفیت انتہائی محدود ہے، اس لیے علی علیہ السلام ان میں نہیں سما سکتے۔

قارئین کرام! یہ کتاب جو کہ منتخب انسائیکلوپیڈیا امام علی علیہ السلام کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہے یہ دراصل مَوسُوعَۃُ الاِمَام عَلِیؑ کی سات جلدوں کا جامع ترین خلاصہ ہے۔

ایران کے عظیم محقق اور مبارز عالمِ دین حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمدی رَی شہری کی طرف سے مَوسُوعَۃُ الاِمَام عَلِیؑ شائع کرائی گئی۔ اس کتاب کی تالیف و تحقیق میں مختلف محققین نے حصہ لیا اور حضرت علامہ محمدی رَی شہری کی اصلاحات کے بعد یہ موسوعہ منظرِ عام پر آیا۔ الغرض یہ انسائیکلوپیڈیا اس قدر تحقیقی مواد پر مشتمل ہے کہ پوری دنیا کے علماء و محققین نے اس خدمت کو سراہا ہے۔

موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کی کچھ بحثیں انتہائی گہرے فلسفے اور علمی اَکبار پر مشتمل ہیں۔ علماء نے ضرورت محسوس کی کہ کتاب کی اَبحاث صرف خواص تک محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ عوام الناس بھی اس سے استفادہ کرسکیں۔ الغرض اسی ضرورت کو مدنظر رکھ کر سات جلدوں کا جامع خلاصہ تیار ہوا، اور اس کی تلخیص کا شرف حجۃ الاسلام علامہ مہدی غلام علی دام ظلہ کو حاصل ہوا۔ فیصل آباد شہر کے ایک محترم ڈاکٹر عاشق اہلِ بیتؑ نے حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ ریاض حسین جعفری مدیر منہاج الصالحین لاہور سے درخواست کی کہ اس کتاب کا اُردو زبان میں ترجمہ ہونا چاہیے۔

علامہ ریاض حسین بالقابہ دین و مذہب کے اَن تھک مجاہد ہیں۔ اُنھوں نے قلیل عرصہ میں قوم و ملت کو معرفتِ آلِ محمدؐ کا جو سرمایہ عطا کیا ہے دوسرے افراد وسائل رکھنے کے باوجود ان کی گردِ راہ کو نہیں پاسکے۔

علامہ جعفری سے اس گناہ گار کی ۲۰ برسوں سے یادِ اللہ ہے۔ علامہ صاحب نے اس

Presented by Ziaraat.Com

گناہ گار کو دعوت دی کہ آپ آگے بڑھیں اور اس کتاب کا اُردو میں ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ میرے بہت سے قارئین جانتے ہیں کہ میری علمی مصروفیات اتنی زیادہ ہیں کہ ان سے وقت نکال کر اس عظیم کتاب کو لکھنے کے لیے میرے پاس وقت نہیں تھا لیکن حضرت علامہ جعفری صاحب کے مسلسل اصرار پر بندہ نے اپنے دوسرے علمی و فکری اور تحقیقی اُمور کو فی الحال روک کر اس کتاب کا ترجمہ شروع کر دیا ہے۔

اس سے قبل بندہ کی کم و بیش ستر کے قریب کتب شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔ اس پر بندہ توفیق ایزدی کے میسر آنے پر خدا کا شکر گزار ہے۔ میرے قارئین بخوبی جانتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ مطالب کو سہل انداز میں پیش کیا جائے، تاکہ ہر شخص ان سے استفادہ کر سکے۔

ترجمہ کرتے ہوئے بندہ نے ثقیل اصطلاحات سے ہمیشہ گریز کیا ہے۔ ثقیل اصطلاحات سے لکھنے والے کی علمیت تو ضرور واضح ہوتی ہے لیکن بہت سے لوگوں کے لیے مفہوم تشنۂ تکمیل رہ جاتا ہے۔

میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ اُردوئے معلّٰی کی بجائے اُردوئے محلہ میں بات کی جائے اور بھاری بھرکم الفاظ سے پرہیز کیا جائے۔ آخر میں آیت اللہ محقق لاثانی حضرت محمدی ری شہری اور اُن کے جملہ اراکین اور فیصل آباد کے ڈاکٹر عاشق اہلِ بیتؑ اور علامہ ریاض حسین جعفری اور اُن کے ہمکاروں کی توفیقاتِ خیر میں اضافہ کے لیے دُعا گو ہوں، اور رب العالمین سے ملتمسِ دُعا ہوں کہ بندہ کو غلامانِ امیر المومنینؑ میں شامل فرمائے اور اس کتاب کو میری اور میرے والدین کی خطاؤں اور لغزشوں کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔

آمین بِجَاہِ مُحَمَّدٍ وَّ اَھلِ بَیتِہِ الطَّاھِرِیْنَ

محمد حسن الجعفری

مورخہ ۹ فروری ۲۰۱۸ء

Presented by Ziaraat.Com

علیؑ کے پہلوؤں سے علم کے دریا بہتے تھے!

امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اس کائنات کی وہ پرجلال، پرجمال اور منفرد ہستی ہیں کہ جن کی عظمت و منزلت اور ہمہ گیریت و جامعیت اُفق و آفاق پر بھاری ہے۔ اللہ رب العزت نے آپؑ کو جو صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں اُن کے دوست اور دشمن سب ہی معترف ہیں۔ آپؑ کے امتیازات اور خصوصیات اس قدر تسلیم و مسلّم ہیں کہ جس کا کوئی انکاری نہیں ہے۔ آپؑ دُنیائے عرب کے ایک ممتاز ترین خانوادے میں پیدا ہوئے۔ آپؑ کی ولادت باسعادت اُس بیت میں ہوئی جو بیت اللہ ہے۔ آدمؑ سے لے کر آج تک کسی بشر کو یہ عظمت و سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ جوں ہی آپؑ نے اس معمورۂ عالم میں آنکھیں کھولیں تو علیؑ حیدرِ کرّار نبوت کی تجلیوں سے متجلّی ہوئے۔ پھر آپؑ کی رسالت کی ملکوتی و معنوی اور نورانی فضاؤں میں نشوونما پائی۔ آپؑ نے حصولِ کمال کے لیے نبیٔ رحمتؐ کے نقشِ قدم پر قدم رکھا۔ آپؑ سفر و حضر میں مثلِ سایہ آنحضورؐ کے ساتھ رہے۔ خلوت و جلوت میں سرچشمۂ نبوت سے فیض یاب ہوئے۔ آپؑ اَوج و عروج کے اس نقطۂ کمال تک پہنچے کہ مہ و پروین کی بلندیاں بھی پیچھے رہ گئی تھیں۔ جب اسلامی تحریک کا آغاز ہوا تو آپؑ پیغمبرِ آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناصر و معین بن کر کھڑے ہوئے۔ وہ دعوتِ ذوالعشیرہ جس کے میزبان پیغمبرؐ اسلام تھے اور اُس دعوت کے شرکائے صنادید قریش تھے۔ جب نبیٔ رحمتؐ نے انھیں دعوتِ اسلام دی تو اُن کے مجمع پر سناٹا چھا گیا تھا تو اُس وقت آپؑ بچے تھے۔ آپؑ بزرگانِ قریش کی قہر آلود آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اور بے جھجک رسالت کی تصدیق کر دی تھی۔ پھر اس تصدیقِ رسالتؐ کے ثبوت کے لیے پیغمبرؐ خدا کی تحریک کا علَم اُٹھا کر میدانِ عمل میں اُتر پڑے۔ ایک لمحے کے لیے بھی اُن سے علیحدگی گوارا نہ کی۔ شدید سے شدید تر آزمائشوں کا مقابلہ کیا، نہ ابتلاؤں کے ہجوم سے گھبرائے، نہ دشمن کی دھمکیوں سے مرعوب ہوئے جب کہ مصائب کے زلزلوں میں قدم جمتے گئے اور خطرات کے اُمنڈتے طوفانوں میں فداکاری و جان سپاری میں

Presented by Ziaraat.Com

آگے بڑھتے رہے اور عزم و استقامت کا ثبوت دیتے رہے۔ جب خطرات نے آپ کا رُخ کیا تو آپؑ کی پیشانی پر شکن نہ پڑی۔ مصائب کو اسی طرح جھیلا کہ تیوروں پر بل نہ آئے۔ پیغمبرؐ اسلام کی جہاں مکی زندگی پریشان حال تھی وہاں مدنی زندگی اُس سے زیادہ سنگین تھی۔ عرب کے باہم دست و گریبان قبائل اپنے باہمی اختلافات ختم کر کے پیغمبرؐ اسلام کی دشمنی پر متحد ہو چکے تھے اور مشرکین تیروں، تلواروں اور نیزوں سے مسلح ہو کر مقابلے پر اُتر آئے تھے۔

حضرت ابوطالبؑ کے یہ عظیم سپوت آہنی دیوار بن کر میدانِ حرب و ضرب میں سینہ تان کر کھڑے ہو گئے تھے اور غیر معمولی جرأت و استقلال کے ساتھ باطل کی یلغار کو روکتے اور سرکشاں طاغی و باغی قریش کے غرور و طنطنہ کو خاک میں ملاتے اور کفر و شرک کے فلک بوس ستونوں پر صاعقہ بن کر گرتے رہے۔ چشمِ فلک نے یہ تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جو قصرِ رسالتؐ کو گرانے اور اسلامی تحریک کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے دَرپے تھے۔ وہ خود ہی اس طرح گرے کہ پاش پاش ہو گئے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد اگرچہ فضا آپؑ کے حق میں نہ رہی تھی۔ شوقِ جہاں بانی نے مرکزِ اقتدار کو بدل دیا تھا۔ حالات و واقعات نے آپؑ کو عزلت گزینی و گوشہ نشینی پر مجبور کر دیا تھا لیکن جب بھی اسلامی مفادات کی نگہبانی و پاسبانی کا سوال پیدا ہوا تو آپؑ احساسِ فرض کے ماتحت غزوات اور ملکی مہمات کے سلسلہ میں آگے بڑھے اور روح افزا اور جان ساز مشورے دیئے۔

آپؑ کی جوانی گوشہ نشینی میں گزری۔ آپؑ جب ادھیڑ عمر میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو اُس وقت حالات دگرگوں ہو چکے تھے۔ اقوامِ عالم کے تاخت و تاراج اور دولت کی ریل پیل کے نتیجے میں عرب قومی مزاج بدل چکا تھا۔ فقر پسندی اور سادگی کی بجائے ثروت پسندی اور جاہ طلبی کے عناصر کارفرما ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود بھی آپؑ پوری تندہی و جانفشانی سے حالات کی سازگاری میں کوشاں رہے اور شورش پسندوں کے شور و شر اور باطل قوتوں کے ٹکراؤ کے باوجود اسلام اور اس کے اخلاقی، تہذیبی اور فکری نظریات کی حفاظت کرتے رہے۔ جس کا ثبوت ان حقائق و معارف کی صورت میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، جو آپؑ کے دانش و حکمت

Presented by Ziaraat.Com

سے لبریز کلمات وخطبات سے مقتبس ہیں۔

آپؑ کا تمام زمانۂ حیات اَدائے فرض کی تکمیل، دینِ اسلام کے اَحیاء اور پاسداری و استحکام میں گزرا۔ حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس کائنات کا وہ وسیع وعریض اور بیکران موضوع ہے جسے نہ ماپا جاسکتا ہے اور نہ تولا جاسکتا ہے۔ جس موضوع کے ہزاروں ابواب ہوں اُس تک انسان کہاں رسائی رکھ سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں آپؑ کی خدمات اور بے لوث جدوجہد اور اپنی عظمت وافادیت کے اعتبار سے تاریخِ اسلام کا ایک گراں بہا سرمایہ ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے رزم و بزم میں نصرتِ اسلام اور ہدایتِ خلق کا فریضہ انجام دیا۔ اسلام کے فروغ اور اِرتقاء کے سلسلہ میں ایک مثالی کردار ادا کیا۔ بدر واُحد ہو یا خیبر و خندق، ہر میدانِ جنگ میں عَلَمِ اسلام آپؑ کے ہاتھوں میں لہراتا رہا۔ آپؑ کے کارنامے تاریخِ اسلام کا زریں باب ہے۔ اگر اس باب سے چشم پوشی کی جائے تو اسلامی تاریخ کے واقعات کا ربط و تسلسل باقی نہیں رہتا۔ واقعاتی تسلسل کے بغیر نہ حقائق اپنی اصلی صورت میں سامنے آسکتے ہیں اور نہ تاریخ کے پس منظر اور اُس کے اسباب ومحرکات کو سمجھا جاسکتا ہے، باوجود حکومتی کوششوں کے آپؑ کے کارہائے نمایاں کو کہیں چھپایا نہ جاسکا اور آخرکار امامؑ کے علمی وعملی آثار اس طرح زندہ و پائندہ اور اُفقِ اسلام پر درخشندہ وتابندہ رہے کہ سپرۂ چشم بھی اُنھیں دیکھنے پر مجبور ہے۔

انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں: ایک علم ہے اور دوسرا عمل ہے۔ امیرالمومنینؑ نے ایک طرف علم کی سرپرستی فرمائی اور انسان کو علم کے مختلف ابواب سے روشن کرایا۔ اور دوسری طرف عمل کے وہ روشن ومنور نمونے پیش کیے جو ہر منزل میں شمعِ راہ کا کام دیتے اور حیات کی اعلیٰ و ارفع قدروں سے روشناس کرتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپؑ کی زندگی کے ہر پہلو پر جامع، کامل اور اکمل بحث کی جائے اور اُسے کتابی شکل میں اُمت کے سامنے پیش کیا جائے۔ پھر آپ کے عمل اور فرمودات کی روشنی میں کامیابی وکامرانی کی راہیں متعین کی جائیں۔ اس مصلحِ اعظم کی تابناک زندگی اس امر کی متقاضی ہے کہ آپؑ کی زندگی غیر متزلزل اُصولوں کی بنیادوں پر معاشرہ کی تعمیر وتشکیل کی جائے تاکہ انفرادی اور اجتماعی حیاتِ بشر دینی تقاضوں سے ہم آہنگ اور اخلاقی رفعتوں سے ہم کنار ہوسکے۔

Presented by Ziaraat.Com

بعد از رسولؐ اگر ایک کامل و اکمل انسان کو دیکھنا ہے تو امام علی بن ابی طالبؑ کو دیکھیں، آپؑ شگفتہ مزاج خلوص و اخلاص کے پیکر، غریبوں کے ہمدرد، یتیموں کے غم خوار، نبوت کے اخلاق کا ایک کامل نمونہ تھے۔ آپؑ اعلیٰ و ادنیٰ سے یکساں خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے، غلاموں سے عزیزوں کا سا سلوک کرتے، مزدوروں کو بوجھ اُٹھانے میں مدد دیتے، خود بینی اور خود نمائی سے نفرت کرتے، انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے؟ کھیتوں میں ایک مزدور کی طرح کام کرتے، اپنے ہاتھ سے چشمے کھودتے، درخت لگاتے، اُن کی آبیاری کرتے۔ آپؑ کے پاس جو مال آتا اُسے سمیٹ کر نہ رکھتے بلکہ ضرورت مندوں اور ناداروں میں تقسیم کر دیتے۔ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے۔ رات کا بیشتر حصّہ مناجات و نوافل میں گزارتے۔ صبح کے تعقیبات کے بعد قرآن و فقہ کی تعلیم دیتے۔ خوفِ خدا سے لرزاں اور ترساں رہتے۔

ایک دفعہ ضرار ابنِ ضمرہ ضبائی امیر شام کے پاس آئے۔ امیر شام نے کہا: تمھیں تو علیؑ کی صحبت میں رہنے اور اُنھیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے اُن کے متعلق کچھ بیان کرو۔ ضرار نے معذرت پیش کی۔ جب اصرار بڑھا تو ضبائی نے آپؑ کی شخصیت کو خوب صورت لفظوں میں کچھ اس طرح بیان کیا کہ امام علیہ السلام اپنے بھرپور جلال و جمال کے ساتھ آنکھوں کے سامنے جلوہ گر نظر آئے۔

''بخدا! آپؑ کے ارادے فلک بوس، قول و کلام مضبوط و مستحکم، آپؑ جب کوئی بات کرتے تو وہ فیصلہ کُن ہوتی۔ آپؑ کا حکم عدل و انصاف پر مشتمل ہوتا۔ آپؑ کے پہلوؤں سے علم کے سوتے پھوٹتے اور کلام کے گوشوں سے دانش و حکمت کے نغمے گونجتے تھے۔ دُنیا اور اُس کی رونقِ بہار سے دُور بہت دُور رہتے۔ رات اور اُس کے سناٹوں سے جی بہلاتے۔ جب اللہ کے خوف میں روتے تو ریشِ مقدس آنسوؤں سے بھیگ جاتی تھی۔ فکر و سوچ میں ڈوبے رہتے۔ لباس وہ پسند تھا جو مختصر ہوتا اور کھانا وہ بھاتا جو رُوکھا سوکھا ہوتا۔ آپؑ ہمارے درمیان ایک عام آدمی کی طرح رہتے۔ ہم کچھ پوچھتے تو جواب دیتے اور کچھ دریافت کرتے تو بتاتے۔ خدا کی قسم! باوجود قرب کے آپؑ کی ہیبت و جلال کے سامنے ہمیں لب کشائی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اُمرِ دین کی تعظیم کرتے، مسکینوں کو قرب کا شرف بخشتے، طاقت ور کو یہ توقع نہ ہوتی تھی کہ بے راہ روی

Presented by Ziaraat.Com

میں آپؑ کی ہمدردی حاصل کر سکے گا اور کمزور کو آپؑ کے انصاف سے مایوسی نہ ہوتی تھی۔ خدا شاہد ہے میں نے بعض مقامات پر جب کہ رات کے پردے آویزاں اور ستارے پنہاں ہوتے تھے، آپؑ کو دیکھا ہے کہ آپؑ اپنی ریش مبارک کو ہاتھوں میں پکڑے ہوئے اس طرح تڑپتے جس طرح کوئی مارگزیدہ تڑپتا ہے اور اس طرح روتے جیسے کوئی غمزدہ ہوتا ہے اور کہتے تھے:

"اے دُنیا! جا کسی اور کو فریب دے۔ کیا تو میرے سامنے سج دھج کر آئی ہے یا مجھ پر فریفتہ ہو کر آئی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے میں تو تین بار تجھے طلاق دے چکا ہوں۔ جس کے بعد رجوع کی کوئی صورت نہیں۔ تیری عمر چند روزہ اور تیری اہمیت بہت کم ہے۔ ہائے افسوس زادِ راہ کتنا تھوڑا ہے اور سفر دُور دراز ہے اور راستہ وحشت ناک ہے"۔

یہ وہ آواز حق تھی کہ جو امیر شام ایسے دشمن کے دربار میں گونجی، جہاں حکومت کے کاسہ لیس اور دولت کے پرستار جمع تھے۔ زبانیں گنگ تھیں، سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ہر آدمی حیرت و استعجاب کے سمندر میں ڈوبا ہوا تھا۔ کسی کی زبان تردید میں نہ کھل سکی بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ حاضرین اس طرح دھاڑیں مار مار کر روئے کہ گلے میں پھندے پڑ گئے۔ امیر شام کی آنکھیں بھی ڈبڈبا آئیں۔ یہ تھا حُسنِ سیرت و حُسنِ عمل کا مقناطیسی اثر، جس کے تذکرہ نے اغیار تک کے قلوب کو موم کر دیا تھا۔ ہنستی کھیلتی محفل کا رنگ بدل دیا۔ امام علیہ السلام ہیبت و صولت اور رحم و رافت کے امتزاج کا ایک دلنشین و دل کش پیکر، پہاڑ کی طرح سخت اور فضاؤں میں اُڑتے ہوئے بادلوں کی طرح نرم تھے۔

آپؑ کے ایک صحابی صعصعہ بن صوحان عبدی کا بیان ہے:

"آنحضرتؑ ہمارے درمیان ایک آدمی کی طرح رہتے تھے۔ خوش خلقی، انتہائی انکسار اور نرم روی کے باوجود ہم آپؑ کے سامنے اِس طرح خائف و ترساں رہتے جس طرح وہ جکڑا ہوا قیدی جس کے سر پر جلاّد تلوار لیے کھڑا ہو"۔

امام علیہ السلام کے اِسی دبدبہ و ہیبت اور جذبۂ محبت و عطوفت کو دیکھتے ہوئے مُلاّ علی آذر بائیجانی نے کیا خوب کہا ہے:

Presented by Ziaraat.Com

أَسَدُ اللهِ إِذَا صَالَ وَ صَاحَ
أَبُو الْأَيْتَامِ إِذَا جَادَ وَبَرَ

"دشمن کو للکارتے اور اُس پر حملہ آور ہوتے تو اللہ کے شیر اور بخشش و احسان کرتے تو یتیموں کے باپ نظر آتے"۔

اس کائنات کی ایک عظیم ہستی کا ہر قول اور ہر عمل درسِ ہدایت اور درسِ انقلاب ہے۔ اس دُنیا کی کامیابی بھی انہی کے دامن سے وابستگی میں ہے اور اُخروی کامیابی کا محور و مرکز بھی آنحضرتؑ کی ذات والاصفات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرکز دارالحدیث ایران نے شبانہ روز محنت کر کے آپؑ کی سیرت کو آٹھ جلدوں میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاریخی واقعات کو تاریخ ہی کی زبان میں دُہرایا گیا ہے۔ اختلافی مسائل کو صرف تجزیہ، تاریخ و نقد روایات تک ہی محدود رکھا ہے۔

مذکورہ آٹھ جلدوں کا عربی زبان میں انتخاب کیا گیا ہے جس کا نام "منتخب موسوعہ امام علی علیہ السلام" رکھا گیا ہے، کہ جس کا ترجمہ حجۃ الاسلام آقای محمد حسن جعفری قبلہ نے کیا ہے۔ علامہ جعفری قبلہ کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے، جن کا قلمی اور علمی کام ملک کے گوشے گوشے اور گھر گھر میں موجود ہے۔ موصوف نے تفسیر سے لے کر تاریخ تک، حدیث سے لے کر علمِ اَخلاق تک سیکڑوں موضوعات پر کام کیا ہے۔ شبانہ روز کی محنتِ شاقہ سے ملت خیرالبریہ کی معنوی اور روحانی غذا کا بہت بڑا دسترخوان بچھایا ہے۔ اس دسترخوان کی دعوت عام ہے۔ ملّت کی خدمت میں اپیل ہے کہ کتاب سے دوستی لگائیں۔ کتاب ایک عظیم سرمایہ ہے، عظیم ورثہ ہے۔ اگر اُسے اپنے گھر میں رکھا جائے، اُس کا مطالعہ کیا جائے اور اپنے گھر والوں کو مطالعہ کی دعوت دی جائے تو علمی انقلاب برپا ہوسکتا ہے۔ قرآنی عقیدے کو اپنایا جاسکتا ہے۔ رسولؐ، آلِ رسولؐ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی سیرت کو پڑھ کر دینی و دُنیاوی کامیابیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ گھر گھر میں چھوٹی سی لائبریری کی اشد ضرورت ہے۔ ہر ماہ ایک دو کتابیں خریدنے سے ایک خاطر خواہ لائبریری کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ حضرت علامہ محمد حسن جعفری صاحب نے منتخب موسوعہ امام علیؑ کا ترجمہ کر کے ملّت پر احسان کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ اُن کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔

ادارہ منہاج الصالحین ملکِ پاکستان کا وہ واحد منفرد اور عظیم ادارہ ہے کہ جس نے قوم کی علمی اور تعلیمی تشنگی کو دُور کرنے کا اہتمام کر رکھا ہے۔ اس ادارہ نے ملّت کو تقریباً ایک ہزار کتابیں

Presented by Ziaraat.Com

ودیعت کی ہیں۔ تمام کتابیں منتخب ہیں۔ ملت کی ضروریات کے عین مطابق ہیں۔ یہ وہ ادارہ ہے کہ جس کی شبانہ روز کوشش سے تقریباً ہر ماہ قوم کو ایک نئی کتاب ملتی ہے۔ خداوند متعال اس ادارہ کے بانی حجۃ الاسلام آقای علامہ ریاض حسین جعفری قمی قبلہ کی زندگی دراز فرمائے اور اُن کا سایہ ملت پر تاابد باقی رکھے جن کی کوشش و کاوش سے ملک میں ایک تعلیمی اور علمی انقلاب برپا ہے۔ یہ وہ عظیم سپوت ہیں جن کا ادارہ ہے لیکن ادارہ اُن کی ذات ہے اور ادارے کا دفتر اُن کے گھر کا ایک کمرہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ادارے کی عظیم الشان بلڈنگ ہو جس میں محققین، محدثین، متکلمین اسکالرز اور علمائے کرام بیٹھ کر ملت کے لیے کام کریں۔

علامہ موصوف کمال کے خوددار انسان ہیں۔ آپ کسی سے مالِ امامؑ لیتے ہیں اور نہ اُن کے کوئی ڈونرز (Donors) ہیں۔ وہ اپنی مدد آپ کے تحت ادارے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی کی منازل سے سرفراز فرما رہے ہیں۔ ایک فرد جو باصلاحیت اور قیمتی ہو اگر اُس کے تعاون کے لیے معاونین اُس کی طرف چل پڑیں تو اس ملک میں علمی سرمایہ بہت جلد اُردو زبان میں آسکتا ہے۔ عربی اور فارسی میں ہمارا کثیر سرمایہ موجود ہے اُسے اُردو زبان میں منتقل کرنے کے لیے افراد اور رقم چاہیے۔

ملت خیر البریہ کے صاحبانِ نظر کی خدمت میں اپیل ہے کہ وہ اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھیں اور اپنے دماغ کی قوت سے اُسے پرکھیں اور جانچیں۔ اس ملک میں ہمارے برادران نے اپنے تمام مصادر کو اُردو میں ڈھال دیا ہے لیکن ہمارے مصادر جوں کے توں عربی فارسی میں پڑے ہوئے ہیں۔ آئیں! ہم سب مل کر عزم کریں کہ ادارہ منہاج الصالحین اور ملک کے باقی اداروں کو اپنی مالی اور جانی معاونت سے مضبوط کریں تاکہ ہم اپنی نئی نسل کو تعلیماتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے روشناس کر سکیں اور اس طرح اپنی دُنیا اور دین کو سنوار سکیں۔ "منتخب انسائیکلوپیڈیا امام علیؑ" جو اس وقت آپؑ کے ہاتھوں میں ہے یہ اس ادارہ کی کاوش ہے۔ خداوند تعالیٰ قبول فرمائے۔

الطاف حسین کلاچی

مدرسہ باب العلم تونسہ شریف

Presented by Ziaraat.Com

ابتدائیہ

أعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ الّذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ
وصلی اللہ علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ الطیبین
الطاھرین لا سیما اخیہ ووزیرہ ووصیہ وخلیفتہ امیر
المومنین علی بن ابی طالب

موسوعۃ الامام علیؑ بن ابی طالبؑ امیر المومنینؑ کی حیاتِ طیبہ پر لکھی گئی ایک نئے انداز کی کتاب ہے۔ موسوعہ کی تشکیل میں کتاب وسنت اور تاریخ سے استفادہ کیا گیا ہے اور ایک اچھوتے اور نئے انداز سے اس ذات کی سوانح عمری مرتب کی گئی ہے جنھیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شہرِ علم کا دروازہ قرار دیا تھا۔

معارفِ علویہ کے تشنگان اور حق وحقیقت کے متلاشیوں کے لیے یہ کتاب نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئی اور تعلیم یافتہ طبقات میں اس کتاب کو خصوصی شہرت حاصل ہوئی۔

موسوعہ حسب ذیل خصوصیات کی حامل ہے:

ا: یہ ایک جامع اور مانع کتاب ہے۔

ب: اس کتاب میں شیعہ اور سُنّی مصادر کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔

ج: حوالہ جات کے لیے مستند اور معتبر مآخذ کا انتخاب کیا گیا ہے۔

د: موسوعہ کی تحقیق وتالیف میں سات ہزار کتب سے استفادہ کیا گیا ہے اور جہاں تجزیہ وتحلیل کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں پر بھرپور تجزیہ کیا گیا ہے۔

ہ: عصرِ حاضر کے حقائق، ضروریات اور عملی پہلوؤں کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

و: تالیف اور مطالب کی تقدیم وتاخیر کے لیے بالکل نیا انداز اختیار کیا گیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اشخاص و مقامات کی ضروری تشریح کی گئی ہے اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی تو اُس کے نقشہ جات بھی پیش کیے گئے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا میں موجود نقشہ جات ماہرین کے مرتب کردہ ہیں۔

الغرض یہ انسائیکلوپیڈیا ہر لحاظ سے گہری علمی کتاب ہے۔ اس سے خواص مستفید ہو رہے تھے لیکن کتاب کے مؤلفین نے سوچا کہ یہ عظیم کتاب صرف خواص کے لیے محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ عام قارئین اس سے استفادہ نہیں کر سکتے اس لیے فیصلہ کیا گیا کہ اس کتاب کی آسان انداز میں تلخیص کی جائے، تاکہ متوسط درجہ کے قارئین بھی اس سے پوری طرح مستفید ہو سکیں اور سیرتِ علویہ کو اچھی طرح سے سمجھ سکیں۔

اس کتاب کی تلخیص کا ایک اور مقصد یہ ہے کہ دنیا کی دوسری زندہ زبانوں میں اس کا ترجمہ آسان ہو سکے، کیونکہ سات ضخیم کتابوں کا ترجمہ انتہائی مشکل کام ہے۔ جب کہ ایک جامع کتاب کو دوسری زبان میں ڈھالنا آسان ہے۔

ترجمہ کے لیے یہ خاص خیال رکھا گیا ہے کہ کوئی ضروری مطلب ضائع نہ ہونے پائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خدمت فاضل محترم مہدی غلام علی زید شرفہ کے مقدر میں لکھی تھی اور اس توفیق خداوندی کے حصول پر میں انھیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ موسوعہ کی تدوین میں محقق فاضل سیّد محمد کاظم طباطبائی اور سیّد فاضل محمود طباطبائی نژاد کی مساعی جمیلہ کا عمل دخل ہے تو اس کے خلاصہ میں بھی دونوں ساتھیوں نے بھرپور حصّہ لیا ہے۔ اس کارِ خیر میں ان کی شرکت کا میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور بارگاہِ احدیت میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُنھیں اس کام کی جزائے خیر عنایت فرمائے۔

خدایا! تجھے لیلۃ القدر کی عظمت کی قسم دے کر ہم یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری اس عاجزانہ کوشش کو قبول فرما اور ہمیں حضرت مہدی عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی عالمی حکومت کی زمینہ سازی کی توفیق عطا فرما، اور ہمیں آلِ رسولؐ کی محبت پر موت دے اور آلِ محمدؐ کے مخلص پیروکاروں کے زمرہ میں محشور فرما۔ آمین رب العالمین!

محمد محمدی ری شہری

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ

Presented by Ziaraat.Com

منتخب موسوعہ کا ابتدائیہ

مَوسُوعَةُ الإمَام عَلِي بنِ أبِي طَالِب فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کی عظیم الشان دستاویز ہے اور محققین کی ایک جماعت نے آٹھ برس کی محنت و تحقیق کے بعد اسے مرتب کیا ہے۔

جیسے ہی یہ کتاب منظرِ عام پر آئی تو طالبانِ تحقیق نے اُسے اپنے لیے نعمتِ عظمیٰ کا درجہ دیا اور کتاب کو مختلف انعامات اور میڈلز سے نوازا گیا ہے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ موسوعہ سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ پھر یہ فیصلہ کیا گیا کہ اتنی ضخیم کتاب کو ہر شخص پڑھ نہیں سکتا، لہٰذا اس کا ایک جامع خلاصہ ہونا چاہیے جو کہ صرف ایک ہی جلد پر مشتمل ہو۔ اور یوں یہ کتاب خواص کے دائرہ سے نکل کر عوام تک پہنچ سکے۔ چنانچہ ہم نے خدا پر توکل کرتے ہوئے کتاب کا جامع خلاصہ ترتیب دیا ہے اور تلخیص کے دوران حسبِ ذیل اُمور کا پورا خیال رکھا گیا ہے:

① کتاب کے تمام مرکزی مضامین اور فروعی عناوین کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔

② معتبر مآخذ و مصادر سے مضامین کا انتخاب کیا گیا ہے۔

③ حاشیہ جات کی وضاحتوں کو حذف کیا گیا ہے۔

④ حاشیہ میں ایک ہی واقعہ کے لیے بہت سے مصادر کے حوالے دیے گئے تھے۔ ہم نے صرف ایک ہی مصدر کے حوالے کو باقی رکھا ہے۔

چنانچہ اب یہ کتاب منتخب "موسوعہ" کے حقیقی آئینہ کا درجہ رکھتا ہے اور موسوعہ کے ہر مضمون کو بطورِ اختصار اس میں دیکھا جاسکتا ہے۔

کتابِ ہذا حسبِ ذیل عناوین پر مشتمل ہے:

Presented by Ziaraat.Com

۱- امیر المومنین علی علیہ السلام کا نسب

اس میں امیر کائنات ؑ کے آباء و اجداد کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا کہ آپ ؑ نے کس گھرانے میں آنکھ کھولی اور کس ماحول میں جوان ہوئے اور پروان چڑھے تھے اور اسی باب میں آپ ؑ کی زوجات اور اولاد اُمجاد کی وضاحت کی گئی ہے۔

۲- امام علیہ السلام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

اس عنوان میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کس انداز سے پیروی کی تھی اور بعثتِ رسول ؐ سے رحلتِ رسول ؐ تک آپ ؑ کا کردار کیا رہا تھا۔

۳- پیغمبر ؐ اسلام کی طرف سے آپ ؑ کی خلافت کے اعلانات

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کی سعادت و خوش بختی کے لیے یہ خواہش رکھتے تھے کہ ان کے مشن کو حضرت علی علیہ السلام لے کر آگے بڑھیں اور اُن کے بعد آپ ؑ کی حکومت و قیادت حضرت علی علیہ السلام کے معصوم ہاتھوں میں ہونی چاہیے۔

اس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مقامات پر مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت و امامت کا اعلان کیا تھا۔ آنحضرت ؐ نے ریوڑ کے لیے نگہبان مقرر کیا تھا اور آپ ؐ نے اُمت کے مستقبل کو اقتدار پسندوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا تھا۔ آنحضرت ؐ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی بھی طالع آزما اُمت کے مستقبل کو ہائی جیک کر لے، اس لیے آپ ؐ نے متعدد مواقع پر اپنے خلیفہ اور وصی کا اعلان کیا تھا۔ کہیں اشاروں کے ساتھ کہیں وضاحت کے ساتھ۔

۴- رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ ؑ پر کیا گزری؟

ہم نے اس بحث میں ان علل و اسباب کو واضح کیا ہے جن کے تحت امیر المومنین ؑ کے حق سے چشم پوشی کی گئی تھی اور اس طویل عرصہ میں آپ ؑ نے کس طرح کی حکیمانہ پالیسی کو اپنایا تھا۔

۵- سیاستِ علویہ

حضرت علی علیہ السلام نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد وہ کیا اصلاحات کی تھیں اور اسلامی

Presented by Ziaraat.Com

معاشرے پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے تھے؟

۶-شیرِ خدا کے دور کی جنگیں

اس باب میں ہم نے ظہورِ فتن کے علل و اسباب پر بحث کی ہے اور ناکثین، قاسطین اور مارقین کا مکمل تعارف کرایا ہے اور واضح کیا ہے کہ ان لوگوں نے امیر المومنینؑ کے خلاف بغاوت کیوں کی تھی؟

۷-اذیت کا دور

اُمت کی طرف سے مولائے کائناتؑ پر جو مظالم ڈھائے گئے تھے اور آپؑ اقتدار کے باوجود تنہا رہ گئے تھے۔ لوگ جنگوں میں جانے پر آمادہ نہ ہوتے تھے اور آپؑ کی دعوت پر لبیک نہیں کہتے تھے۔ آپؑ نے لوگوں کی غیر ذمہ داریوں کا شکوہ کیوں کیا تھا۔ اس کے علل و اسباب پر اسی باب میں بحث کی گئی ہے۔

۹-امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شہادت

پیغمبرؐ اسلام نے آپؑ کی شہادت کی پیشن گوئی فرمائی تھی اور آپؑ نے متعدد بار اپنی شہادت کی خبر دی تھی۔ آپؑ کے قتل کی سازش کن لوگوں نے ترتیب دی تھی۔ ضربت کے وقت سے لے کر شہادت کی آخری گھڑی تک کے آپؑ کے اقوالِ حکیمانہ کیا تھے؟ ان تمام اُمور کو اسی باب میں بیان کیا گیا ہے۔

۹-آپؑ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالی گئی ہے۔ قرآنِ کریم، احادیثِ رسولؐ، اہلِ بیت طاہرینؑ، اَزواجِ رسولؐ، اصحابِ رسولؐ اور خود آپؑ کے اصحاب نے آپؑ کے متعلق کن نظریات کا اظہار کیا تھا، اور موافق اور مخالف شعراء نے آپؑ کی شخصیت کے متعلق کیا کچھ کہا ہے؟

۱۰-اس باب میں ہم نے آپؑ کی شخصیت کے اعتقادی، اخلاقی، عملی، سیاسی، اجتماعی اور فکری ابعاد و خصوصیات کی وضاحت کی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

۱۱-علمِ امامؑ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

آپؑ مکتبِ رسولؐ کے افضل ترین شاگرد تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کی روح کو علم سے بھر دیا تھا اور آپؑ کے سامنے حقائق کے آفاق کو کھولا تھا اور آپؑ کو اپنے شہرِ علم کا دروازہ قرار دیا تھا۔

۱۲-امیر المومنینؑ کے فیصلے

آپؑ کو اقضی الامت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپؑ اُمتِ اسلامیہ کے سب سے بڑے قاضی تھے۔ آپؑ نے رسولِ اکرمؐ کے عہد میں جو فیصلے کیے تھے اور جو آنحضرتؐ کے بعد میں فیصلے کیے تھے ان میں سے چند فیصلے اس باب میں بیان کیے گئے ہیں۔

۱۳-آپؑ کی کرامات

اس باب میں آپؑ کی قوتِ روحانی اور ولایتِ تکوینی کی کرامات کا ذکر کیا گیا ہے اور آپؑ کی اجابتِ دُعا اور اُمورِ غیبیہ کی اطلاع کے چیدہ چیدہ واقعات نقل کیے گئے ہیں۔

۱۴-علی مولاؑ کی محبت

آپؑ کی محبت دراصل خدا و رسولؐ کی محبت ہے۔ خدا نے آپؑ کی محبت کو فرض قرار دیا ہے۔ آپؑ کی محبت خدا کی مضبوط رسی ہے اور افضل ترین عمل ہے۔ آپؑ کی محبت گناہوں کی مغفرت کا وسیلہ ہے۔

۱۵-آپؑ سے عداوت

اس باب میں فریقین کی احادیثِ متواترہ پیش کی گئی ہیں کہ آپؑ کے دشمن خدا کی رحمت سے دُور ہوں گے اور اُن کی ہلاکت یقینی ہے۔ آپؑ کی عداوت نفاق، بدبختی اور فسق کی علامت ہے۔

۱۶-آپؑ کے اَصحاب اور عمّال

اس باب میں آپؑ کے اصحاب اور عمّال کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے اور آپؑ کا اپنے

Presented by Ziaraat.Com

اصحاب وعمال سے طرزِ عمل کیا تھا اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

ہم امیر المومنین علی علیہ السلام کی شخصیت کی اس خدمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کیونکہ ؎

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور اس کے بعد ہم مؤلف جلیل آیت اللہ محمدی ری شہری مدظلہ العالی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُنھوں نے اس تلخیص میں ہماری قدم قدم پر رہنمائی فرمائی ہے۔

اس کارِ خیر میں جن جن احباب نے ہماری مدد کی ہے ہم ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں بالخصوص حجۃ الاسلام والمسلمین جناب عبدالہادی مسعودی اور حجۃ الاسلام والمسلمین سیّد محمود طباطبائی نژاد کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے مراحلِ تلخیص میں ہماری مدد کی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

آخر میں ہم ناشر کتاب محترم محمد باقر نجفی اور اُن کے ساتھیوں کے شکرگزار ہیں کہ اُنھوں نے رضائے حق کے لیے کتابِ ہذا کو خوب صورتی اور فنی مہارت سے شائع کیا ہے۔

والحمد للہ رب العالمین

مہدی غلام علی

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

Presented by Ziaraat.Com

پہلا باب

امیرالمومنین علی علیہ السلام کا خاندان

پہلی فصل : ولادتِ باسعادت

دوسری فصل : نشوونما

تیسری فصل : اَزدواجی زندگی

چوتھی فصل : اَولادِ اَمجاد

Presented by Ziaraat.Com

پہلی فصل

ولادتِ باسعادت

نسب

نشانِ راہ سے لوگوں کی شخصیت، فکر اور اُن کی ثقافت کا پتہ چلتا ہے۔ انسان کا عمومی مشاہدہ یہ ہے کہ عقل وحکمت اور عظمت وصلاحیت کے حامل افراد نے عام طور پر پاکیزہ اور مہذب خاندانوں میں جنم لیا ہے اور گھٹیا اور بُرے افراد عمومی طور پر غلط خاندانوں میں جنم لیتے ہیں۔

آپ انبیائے کرامؑ کی زندگانی اور خاندانوں پر نگاہ کریں گے تو آپ یہ دیکھیں گے کہ اُنھوں نے عزت وکرامت والے گھرانوں میں جنم لیا تھا۔ خدا نے کسی بھی نبیؑ کو بدنام گھرانے میں پیدا نہیں کیا ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کو خدا نے وہ خاندان عطا کیا ہے جس کی عظمت وشرافت پورے جزیرۃ العرب میں مسلّم تھی۔ وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے کے ہی چشم و چراغ تھے۔ آپؑ کے مورثِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ آپؑ نے ہی بت کدوں کی سرزمین پر عقیدۂ توحید کا پرچم لہرایا تھا اور آپؑ نے ہی اپنے فرزند اسماعیلؑ کے ساتھ بیت اللہ کے حج کا رواج ڈالا تھا۔

الغرض جو نسب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے وہی نسب حضرت علی مرتضیٰؑ کا ہے۔ رسولِ اکرمؐ نے اپنے خاندان کی عظمت وبلندی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا:

اِنَّ اللّٰهَ اَصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ وَاَصْطَفٰى مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِيْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفٰى بَنِيْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ

"اللہ تعالیٰ نے نسلِ ابراہیمؑ میں سے اسماعیلؑ کا انتخاب کیا اور نسلِ اسماعیلؑ سے بنی کنانہ کا انتخاب کیا اور بنی کنانہ میں سے قریش کا انتخاب کیا اور

Presented by Ziaraat.Com

قریش میں سے بنی ہاشم کا انتخاب کیا اور بنی ہاشم میں سے میرا انتخاب کیا"۔(سنن ترمذی: جلد ۲، ص ۵۸۳، حدیث ۳۶۰۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے تمام خاندانوں میں سے بنی ہاشم کا انتخاب کیا اور اس منتخب کردہ خاندان میں سے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولائے کائنات امیر المومنین علی علیہ السلام کو منتخب فرمایا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے خاندانِ پیغمبرؐ کی عظمت کو اپنے ایک خطبہ میں یوں فرمایا:

عِتْرَتُهُ خَيْرُ الْعِتْرَةِ وَأُسْرَتُهُ خَيْرُ الْأُسَرِ وَشَجَرَتُهُ خَيْرُ الشَّجَرِ نَبَتَتْ فِي حَرَمٍ وَبَسَقَتْ فِي كَرَمٍ لَهَا فُرُوعٌ طِوَالٌ وَثَمَرَةٌ لَا يُنَالُ (نہج البلاغہ، خطبہ ۹۴ سے اقتباس)

"آپؐ کی عترت بہترین عترت ہے، آپؐ کا قبیلہ بہترین قبیلہ ہے اور آپؐ کا شجرہ بہترین شجرہ ہے، جو سرزمین حرم میں اُگا اور بزرگی کے سائے میں بڑھا، جس کی شاخیں دراز ہیں اور پھل دسترس سے باہر ہیں"۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے شجرۂ پیغمبرؐ کی جو توصیف کی ہے وہ خود آپؐ کی ذات والاصفات پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

أَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ شَجَرَةٍ وَّاحِدَةٍ (الخصال، ص ۲۱)

"میں اور علیؑ ایک ہی شجرہ سے تعلق رکھتے ہیں"۔

سیّد المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَحْمُهُ لَحْمِي وَدَمُهُ دَمِي (امالی مفید، ص ۲۹۴)

"اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے"۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سیّد العالمین اور سیّد الاولیا علیہما السلام کا گھر نبوت کا گھر ہے اور اُن کے قدموں کے نشانات سراسر نور و کرامت ہیں۔ ان دونوں شخصیات کو خدا نے نسلِ ابراہیمؑ اور بنی ہاشم سے منتخب کیا ہے۔

رب العالمین نے کائنات کے ان دو سرداروں کو خصوصیات عطا کی ہیں چنانچہ خدا نے

Presented by Ziaraat.Com

انھیں طہارت، فصاحت، سخاوت، شجاعت، ذکاوت، حیا، عفت، علم، حلم، عفت اور صبر جیسی صفاتِ عالیہ سے نوازا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے تمام قبائلِ عرب سے اپنے حبیب اور بابِ مدینۃ العلم کا انتخاب کیا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

خُلِقتُ اَنَا وَعَلِیٌّ مِن نُورٍ وَاحِدٍ۔ فَلَم یَزَل یَنقلنَا اللهُ عَزَّ وَجَل مِن اَصلَابِ طَاهِرَةٍ اِلی اَرحَامٍ طَاهِرَةٍ حَتّٰی اِنتَهٰی بِنَا اِلی عَبدِالمُطَّلِب (معانی الاخبار، ص ۵۶، ص حدیث ۴)

"میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ خدا ہمیں پاکیزہ اصلاب سے طاہر اَرحام کی طرف منتقل کرتا رہا، یہاں تک کہ ہمیں عبدالمطلب کی صُلب تک پہنچایا"۔

مولودِ کعبہ کے والدِ بزرگوار

مولودِ حرم کے والد ماجد کا نام عبد مناف اور آپؑ کے دادا کا نام عبدالمطلب تھا۔ آپؑ کے والد حضرت ابوطالبؑ کے نام سے مشہور تھے۔ خدا نے حضرت عبدالمطلب کو دس بیٹے عطا کیے تھے جن میں ایک ابوطالبؑ بھی تھے۔ [1] عبدالمطلب کو قریش میں ممتاز مقام حاصل تھا۔ ان کی وفات کے بعد وہی مقام حضرت ابوطالبؑ کو نصیب ہوا تھا۔ [2] حضرت ابوطالبؑ پہلے ہاشمی ہیں جن کی شادی ہاشمیہ خاتون سے ہوئی تھی۔ [3] رسولِ خدا کی کفالت آپؑ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کی تھی اور حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد آنحضرتؐ کی کفالت کا حضرت ابوطالبؑ کو شرف حاصل ہوا تھا۔ [4]

جب آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی اور پورا عرب آپؐ کا دشمن بن چکا تھا تو حضرت

---

[1] تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۱

[2] تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۳

[3] الکافی: جلد اوّل، ص ۴۵۲

[4] طبقات الکبریٰ: جلد اوّل، ص ۱۱۹

Presented by Ziaraat.Com

ابوطالبؑ ہی تھے جنھوں نے اہلِ عرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حبیبِ خدا کی حفاظت کی تھی۔ حضرت ابوطالبؑ مضبوط ایمان کے مالک تھے [1] اور آپؑ نے اپنے ایمان و اسلام کا اظہار اپنے اشعار میں کیا تھا۔ [2]

آپؑ کو قریش میں خصوصی اہمیت و منزلت حاصل تھی اور آپؑ رسولِ خدا کے پروانے تھے۔ آپؑ نے ڈھال بن کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشمنوں کے شر سے بچایا تھا۔ [3]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لیے آپؑ کو ایک گھاٹی میں پناہ لینا پڑی تھی اور پیرانہ سالی میں ہر طرح کے بائیکاٹ کا مردانہ وار مقابلہ کیا تھا۔ آپؑ نے شعب ابی طالب میں پتے کھا کر گزارا کیا تھا، لیکن آپؑ رسولِ اکرمؐ کی حمایت و نصرت سے پیچھے نہ ہٹے تھے۔ [4]

الغرض کفیلِ رسولؐ نے انتہائی کٹھن حالات کا مقابلہ کر کے اسلام اور مسلمانوں پر عظیم احسان کیا تھا۔ پھر جب آپؑ کا بائیکاٹ ختم ہوا تو آپؑ رسولِ خدا کو ساتھ لے کر سرخرو ہو کر شعب ابی طالب سے باہر آئے۔

مسلسل تین برس کی غذائی کمی کی وجہ سے شیخ البطحا نحیف ہو چکے تھے اور اس طرح سے اسلام کی محسنہ اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام بھی شعب ابی طالب میں انتہائی کمزور ہو چکی تھیں۔ جب شعب ابی طالب کی قید و صعوبت ختم ہوئی تو اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کے یہ دونوں مددگار باری باری خدا کو پیارے ہو گئے۔

ان دو ہستیوں کی وفات کے بعد اہلِ ایمان پر قریش کی سختیوں میں اضافہ ہو گیا، کیونکہ اب قریش کے ہاتھ کو پکڑنے والا کوئی نہیں رہا تھا۔ (طبقاتِ کبریٰ، جلد اوّل، ص ۲۱۱)

کمال الدین میں اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ میں نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے یہ سنا کہ آپؑ نے فرمایا:

---

[1] الکافی: جلد اوّل، ص ۴۴۸، حدیث ۲۸-۳۳

[2] الکافی، جلد اوّل، ص ۴۴۸، حدیث ۲۹

[3] سیرت ابن ہشام: جلد ۲، ص ۵۷

[4] طبقات الکبریٰ: جلد اوّل، ص ۲۰۹

Presented by Ziaraat.Com

وَاللهِ مَا عَبَدَ اَبِي وَلَا جَدِّيْ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ وَلَا هَاشِمٌ وَلَا عَبْدُ مُنَافٍ صَنَمًا قَطُّ ، قِيْلَ لَهُ فَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ قَالَ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ اِلَى الْبَيْتِ عَلٰى دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ مُتَمَسِّكِيْنَ بِهٖ

"اللہ کی قسم! میرے والد اور نہ ہی میرے دادا عبدالمطلب نے اور نہ ہی ہاشم نے اور نہ ہی عبدمناف نے کبھی کسی بت کی عبادت کی تھی۔ پوچھا گیا: آخر وہ کس کی عبادت کرتے تھے؟ فرمایا: وہ بیت اللہ کی طرف رُخ کر کے دینِ ابراہیمؑ کے مطابق نماز پڑھتے تھے اور دینِ ابراہیمؑ سے وابستہ تھے"۔ (کمال الدین، ص ۱۷۴، حدیث ۳۲)

الکافی میں اسحاق بن جعفر سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کسی نے کہا:

اِنَّ اَبَا طَالِبٍ كَانَ كَافِرًا فَقَالَ كَذَبُوْا كَيْفَ يَكُوْنُ كَافِرًا وَهُوَ يَقُوْلُ:

اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا ۔۔۔ نَبِيًّا كَمُوْسٰى خُطَّ فِيْ اَوَّلِ الْكُتُبِ

وَفِيْ حَدِيْثٍ اٰخَرَ: كَيْفَ يَكُوْنُ اَبُوْ طَالِبٍ كَافِرًا وَهُوَ يَقُوْلُ:

لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذَّبٌ ۔۔۔ لَدَيْنَا وَلَا يَعْبَأُ بِقِيْلِ الْاَبَاطِلِ

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ۔۔۔ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

"ابوطالبؑ (نعوذ باللہ) کافر تھے۔ حضرت صادق آلِ محمدؑ نے فرمایا: وہ لوگ جھوٹے ہیں، بھلا وہ کافر کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ اُنھوں نے یہ اشعار کہے تھے:

"کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمدؐ کو موسیٰؑ کی طرح سے نبیؐ پایا ہے جس کا ذکر سابقہ کتابوں میں لکھا گیا ہے"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ اس سوال کے جواب میں آپؑ نے فرمایا: وہ کافر کیسے ہو سکتے ہیں اُنھوں نے تو یہ اشعار کہے تھے:

Presented by Ziaraat.Com

"وہ تمام لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں ہمارے فرزند کی تکذیب نہیں کی جاتی اور نہ ہی وہ خرافات کی طرف پرواہ کرتے ہیں۔ وہ ایسے سفید چہرے والا ہے کہ اس کے چہرے کو دیکھ کر بادل برسنے لگ جاتے ہیں۔ وہ یتیموں کا سہارا اور بیوگان کے لیے پناہ گاہ ہے"۔ [1]

گُلِ ایمان کی والدہ ماجدہ

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نامِ نامی فاطمہ بنت اسد تھا۔ آپؑ نہایت عاقلہ اور مضبوط عقیدہ کی مالک تھیں۔ آپؑ انتہائی نیک اور پاک باز خاتون تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کی گود میں پرورش پائی تھی [2] اور سیّد المرسلینؐ بھی آپؑ سے بے پناہ محبت کیا کرتے تھے۔ رسولِ خداؐ نے ان کے متعلق یہ ارشاد فرمایا تھا:

أُمِّي بَعْدَ أُمِّي الَّتِي وَلَدَتْنِي [3]

"وہ مجھے جنم دینے والی ماں کے بعد میری ماں تھیں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بی بیؑ کی شفقتوں کو یاد کرتے تھے اور فرماتے تھے:

إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ بَعْدَ أَبِي طَالِبٍ أَبَرَّ بِي مِنْهَا [4]

"حضرت ابوطالبؑ کے بعد آپؑ کی زوجہ محترمہ سے زیادہ مجھ پر کوئی شفیق اور مہربان نہیں تھا"۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کا شرف انھیں سب سے پہلے حاصل ہوا تھا۔ [5] اور اُنھوں نے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ پیدل چل کر مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی اور جب اس عظیم خاتون کی وفات ہوئی تو پیغمبرؐ اسلام نے اُنھیں اپنی قمیص کا کفن

---

[1] الکافی، جلد اوّل، ص ۴۴۸، حدیث ۲۹

[2] تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۴

[3] کنز العمال: جلد ۱۳، ص ۶۳۶ و جلد ۷، ص ۳۷۶

[4] سیر اعلام النبلاء: جلد ۲، ص ۱۱۸، نمبر شمار ۱۷

[5] شرح الاخبار: جلد ۳، ص ۲۱۵، حدیث ۱۱۴۱

Presented by Ziaraat.Com

دیا تھا۔[1] اور ان کے جنازہ کی مشایعت کی تھی اور ان کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔

حضرت بی بی فاطمہ بنت اسدؑ کی تدفین سے پہلے رسولِ ثقلینؐ خود اُن کی لحد میں اُتر کر لیٹے تھے۔[2]

امیر کائناتؑ اپنے والدین کے چوتھے فرزند تھے۔ آپؑ کے بڑے بھائیوں کے نام طالبؑ، جعفرؑ اور عقیلؑ تھے۔[3]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

ان فاطمة بنت اسد ام امیرالمومنین کانت اوّل امرأة هاجرت الی رسول الله صلی الله علیه وآله من مکة الی المدینة علی قدمیها وکانت من ابر الناس برسول الله. فسمعت رسول الله وهو یقول: ان النّاس یحشرون یوم القیامة عراة کما ولدوا فقالت واسوأتاه فقال لها رسول الله فانی اسأل الله ان یبعثكِ کاسیة. وسمعته یذکر ضغطة القبر فقالت واضعفاه فقال لها رسول الله فانی اسأل الله ان یکفیك ذلك

''امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسدؑ وہ پہلی خاتون تھیں، جنھوں نے مکہ سے مدینہ تک کی ہجرت پیدل کی تھی اور وہ آنحضرتؐ پر بہت زیادہ شفقت کیا کرتی تھیں۔ ایک بار اُنھوں نے رسولِؐ خدا سے یہ سنا کہ قیامت کے دن لوگ اسی طرح سے بے لباس ہوکر اُٹھیں گے جیسا کہ وہ پیدا ہوئے ہیں۔ بی بیؑ نے یہ سنا تو آپؐ نے فرمایا: ہائے میری بے پردگی؟ رسولِؐ خدا نے فرمایا: میں اللہ سے یہ سوال کرتا

---

[1] الکافی: جلد اوّل، ص ۴۵۳، حدیث ۲

[2] المستدرک علی الصحیحین، جلد ۳، ص ۱۱۷، حدیث ۴۵۷۴

[3] اسد الغابہ، جلد ۷، ص ۲۱۲، حدیث نمبر ۷۱۷۶

Presented by Ziaraat.Com

ہوں کہ وہ آپؑ کو لباس میں محشور کرے گا۔ ایک مرتبہ بی بیؑ نے رسولِ اکرمؐ کی زبانی فشارِ قبر کا حال سنا تو کہا: ہائے میری کمزوری۔ رسولِؐ خدا نے فرمایا: میں اللہ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھے اس سے محفوظ رکھے"۔

ایک دن بی بی فاطمہؑ بنت اسدؑ نے شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: میں چاہتی ہوں کہ اپنی اس کنیز کو راہِ خدا میں آزاد کروں۔

آپؐ نے فرمایا: اگر آپؑ ایسا کریں گی تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے عوض آپؑ کے اعضاء کو دوزخ سے آزاد کردے گا۔

جب بی بیؑ بیمار ہوئیں تو آپؑ نے رسولِ اکرمؐ کو وصیت کی کہ آپؐ میرے وصی بن کر میرے خادم کو آزاد کردیں۔ اس کے بعد بی بیؑ کی زبان بند ہوگئی اور آپؑ رسولِ اکرمؐ کی طرف اشارہ کرنے لگی۔ رسولِ اکرمؐ نے بی بیؑ کی وصیت کو قبول کیا۔

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ حضرت علی علیہ السلام روتے ہوئے آئے۔ رسولِ اکرمؐ نے آپؑ سے رونے کا سبب پوچھا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا: میری والدہ فاطمہؑ کی وفات ہوگئی ہے۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا: خدا کی قسم! وہ میری بھی ماں تھیں۔

پھر رحمۃ للعالمینؐ تیزی سے اُٹھے اور گھر تشریف لائے اور آپؐ بی بی کی میت دیکھ کر رونے لگے۔ پھر آپؐ نے خواتین کو حکم دیا کہ وہ آپؑ کو غسل دیں اور فرمایا: جب تم غسل مکمل کرلو تو پھر مجھے اس کی اطلاع دو۔ چنانچہ جب عورتیں غسل دے چکیں تو انھوں نے آنحضرتؐ کو اطلاع دی۔ تو آپؐ نے اپنے استعمال کی ایک قمیص ایک عورت کے سپرد کی اور حکم دیا کہ اسے اس کا کفن پہنایا جائے۔

رسولِؐ خدا نے اپنے اصحاب سے یہ کہا ہوا تھا کہ تم جب مجھے کوئی نیا کام کرتا ہوا پاؤ تو مجھ سے اس کی وجہ دریافت کرلیا کرو۔ جب غسل و کفن مکمل ہوگیا تو آپؐ گھر میں داخل ہوئے تو آپؐ نے اپنے پالنے والی ماں کے جنازے کو کندھا دیا۔ آپؐ مسلسل جنازے کے ساتھ ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ آپؐ کے جنازہ کو قبر تک لے آئے اور بی بیؑ کو لحد میں داخل کرنے سے

Presented by Ziaraat.Com

پہلے آپؑ خود قبر میں اُترے اور لحد میں لیٹ گئے۔ پھر آپؑ نے بی بی کی میت اپنے ہاتھوں پر لی اور قبر میں رکھا۔ پھر آپؑ جھک کر کافی دیر تک بی بی پاکؑ سے سرگوشیاں کرتے رہے۔ [1]

مقامِ ولادت

کسے را میسر نہ شد این سعادت
بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی ولادت باسعادت ۱۳ رجب بروز جمعہ [2] ۳۰ عام الفیل [3] کو کعبہ مکرمہ میں ہوئی۔ [4]

علامہ امینیؒ ولادتِ امیر المومنین علی علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں:

"امیر المومنین علی علیہ السلام کی ولادت باسعادت کعبہ بیت اللہ میں ہوئی اور یہ وہ حقیقت ہے جس پر فریقین کے علماء کا اجماع ہے اور کتبِ تاریخ و حدیث اس سے بھری ہوئی ہیں۔ فریقین کے عظیم القدر علماء کے بعد اگر کوئی شخص اس میں اختلاف کرے تو اُس کا قول قابلِ قبول نہیں ہے، اور یہ آپؑ کی ایسی فضیلت ہے کہ اس میں دنیا کا کوئی بھی فرد شریک نہیں ہے"۔ [5]

امام حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَسَدٍ وَلَدَتْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِي بن اَبِي طَالِب فِيْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ [6]

"متواترہ روایات بیان کرتی ہیں کہ بی بی فاطمہؑ بنت اسدؑ نے امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کو وسطِ کعبہ میں جنم دیا تھا"۔

---

[1] الکافی: جلد اوّل، ص ۴۵۳، حدیث ۲
[2] تہذیب الاحکام، جلد ۶، ص ۱۹
[3] الکافی: جلد اوّل، ص ۴۵۲
[4] تہذیب الاحکام: جلد ۶، ص ۱۹
[5] الغدیر: جلد ۶، ص ۲۲
[6] مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۵۵۰، حدیث ۶۰۴۴

Presented by Ziaraat.Com

اسمائے علی علیہ السلام

جب حضرت علی علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپؑ کی والدہ ماجدہ نے آپؑ کا نام حیدر [1] رکھا۔ 'حیدر' شیر کو کہا جاتا ہے اور بی بیؑ کے والد ماجد کا نام اسد تھا اور 'اسد' شیر کو کہا جاتا ہے۔ گویا بی بی اس مولودِ مسعود کا یہ نام رکھ کر اپنے والد کے نام کو زندہ رکھنا چاہتی تھیں۔ بعدازاں الہامِ ربانی کے تحت آپؑ کے والدین کریمینؑ نے اپنے فرزند کا نام علی رکھا۔ موسومہ میں اس کے علاوہ بھی آپؑ کے اور نام بھی مرقوم ہیں۔

حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ایک دن حبیبِ خداؐ بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ کے پاس حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ بھی موجود تھے۔ رسولِ خدا نے فرمایا:

> وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا مَا عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ خَلْقٌ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا اَکْرَمَ عَلَیْهِ مِنَّا اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی شَقَّ لِیْ اِسْمًا مِنْ اَسْمَائِهٖ فَهُوَ مَحْمُوْدٌ وَاَنَا مُحَمَّدٌ وَشَقَّ لَكَ یَا عَلِیُّ اِسْمًا مِنْ اَسْمَائِهٖ فَهُوَ الْعَلِیُّ الْاَعْلٰی وَاَنْتَ عَلِیٌّ [2]
>
> ''اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بشیر بنا کر بھیجا ہے۔ روئے زمین پر ہم سے زیادہ پیاری مخلوق اللہ تعالیٰ کی نظر میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ وہ ''محمود'' ہے اور میں ''محمدؐ'' ہوں۔ علیؑ! تمھارے نام کو بھی خدا نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ وہ علی الاعلیٰ ہے اور اُس نے تیرا نام علیؑ رکھا ہے''۔

مولودِ حرم کی کنیتیں

قسیم النار والجنہ کی بہت سی کنیتیں ہیں۔ ان میں مشہور ترین کنیت ابوالحسن [3]

---

[1] مقاتل الطالبین: ص ۳۹

[2] معانی الاخبار: ص ۵۵، حدیث ۳

[3] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۳، ص ۱۹

Presented by Ziaraat.Com

ہے اور آپ کی دوسری کنیات یہ ہیں: ابوالحسین، ابوالسبطین [1]، ابوالریحانین اور ابوتراب۔ اگرچہ ان میں سے بعض یعنی ابوتراب پر کنیت کی اصطلاحی تعریف منطبق نہیں ہوتی۔

روایات بیان کرتی ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کو ابوتراب کی کنیت بے حد پسند تھی اور جب آپؑ کو ابوتراب کہہ کر پکارا جاتا تو آپؑ بہت خوش ہوتے تھے اور اس خوشی کے پس منظر میں کچھ اسبابِ کارفرما ہیں:

① اس کنیت میں ایک طرح کی تواضع اور خدا کے حضور عاجزی کا تصور پیدا ہوتا ہے۔

② اس کنیت سے آپؑ کو غزوۂ ذات العشیرہ کے موقع کی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت یاد آتی تھی۔

واقعہ یہ ہے کہ آپؑ مسجد نبوی کے فرش پر حضرت عمار یاسرؓ کے ساتھ خاک کا تکیہ لگائے ہوئے لیٹے تھے اور آپؑ کے جسمِ اطہر پر کچھ خاک لگی ہوئی تھی۔ رسولِ اکرمؐ نے آپؑ کے جسم سے خاک صاف کی اور فرمایا: ابوتراب! اُٹھو۔

اسی لفظ سے آپؑ کو رسولِ خداؐ کی شفقت یاد آتی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں حسنِ مجتبیٰؑ مجھے ابوالحسینؑ کہہ کر مخاطب کرتے تھے اور حسینؑ مجھے ابوالحسنؑ کہہ کر پکارتے تھے اور دونوں شہزادے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بابا جان کہہ کر پکارتے تھے۔ جب رسولِ خداؐ کی وفات ہوئی تو دونوں شہزادے مجھے بابا جان کہہ کر پکارنے لگے تھے۔ [2]

صحیح بخاری میں ابوحازم سے منقول ہے کہ ایک شخص سہل بن سعد صحابی کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں امیرِ مدینہ حضرت علی علیہ السلام کو بُرے نام سے یاد کر رہا تھا۔

سہل بن سعد نے کہا: اُس نے کیا کہا تھا؟

جواب ملا کہ اُس نے حضرت علیؑ کو ابوتراب کے لفظ سے یاد کیا تھا۔

سہل بن سعد نے یہ سنا تو آپ مسکرانے لگے اور فرمایا: خدا کی قسم! یہ نام تو اُن کو خود

---

[1] الفصول المہمہ: ص ۱۲۹

[2] مقاتل الطالبین: ص ۳۹

Presented by Ziaraat.Com

رسولؐ خدا نے دیا تھا اور حضرت علی علیہ السلام کو اس سے زیادہ کوئی دوسرا نام پسند نہیں تھا۔ [1]

ابوحازم (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے سہل بن سعد سے پوچھا کہ کیا واقعہ ہوا تھا؟

سہل بن سعد نے جواب دیا کہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام حضرت فاطمہ علیہا السلام کے پاس گئے پھر وہاں سے باہر آئے اور مسجد میں آکر لیٹ گئے۔

رسولؐ خدا نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے پوچھا: میرے ابنِ عم کہاں ہیں؟

بی بیؑ نے عرض کیا: وہ مسجد میں ہیں۔

رسولؐ خدا مسجد میں آئے اور دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام سوئے ہوئے ہیں اور ان کی چادر پشت سے ہٹی ہوئی ہے اور پشت خاک آلودہ ہو چکی ہے۔

رسولؐ خدا نے ان کی پشت سے مٹی دُور کی اور دو بار یہ کہا:

اِجْلِسْ اَبَاتُرَابٍ "ابوتراب! اُٹھ بیٹھو"۔

القابات

امیر کائنات حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت ایسا گہرا سمندر ہے جس کی گہرائی کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ آپؑ کی ذات بہت سے منفرد پہلوؤں کی حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؑ کے بہت سے القابات و اوصاف بیان کیے جاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک لفظ آپؑ کے علمی، عملی، ثقافتی، اجتماعی، معنوی اور آپؑ کی عظیم شخصیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ان میں سے زیادہ تر القابات کا تعلق عصرِ پیغمبرؐ سے ہے۔

آپؑ کے القابات میں اَعلَمُ الاُمَّة ، اَقضی الاُمَّة ، اَوَّلُ المُسلِمِین ، اَوَّلُ المُصَلِّیْنَ ، خَیْرُ الْبَشَر ، اَمِیْرُ المُؤْمنین ، امَامَ الْمُتَّقِینَ ، قَائد الغُر المُحَجَّلِیْن ، سَیِّد الْمُسلِمِینَ ، سیِّدُ المُؤمِنِینَ ، یَعسُوبُ الدِّینَ ، الاَنزعُ السبطین ، عَمُودُ الدِّین ، سَیِّدُ الشُّهدَاء ، سَیِّدُ العربَ ، رَأیَةُ الهُدیٰ ، بَابُ الهُدیٰ ، حَیدر ، مُرتَضیٰ ، ولی اور وصی جیسے القابات شامل ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری: جلد ۳، ص ۳۵۸، حدیث ۳۵۰۰

Presented by Ziaraat.Com

شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ آپؑ کے ان القابات کو بیان کیا کرتے تھے اور اس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؑ کی قیادت و زعامت کے لیے زمین ہموار کرتے تھے۔ رسولؐ خدا آپؑ کے مقامات کو بیان کر کے اُمتِ اسلامیہ کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ علیؑ ہی وہ واحد شخصیت ہیں جو اُمتِ اسلامیہ کے مستقبل کو محفوظ رکھ سکتے ہیں اور اُمت کی رہنمائی کر سکتے ہیں اور اس حقیقت کی وضاحت اس وقت ہوتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دوسرے لوگ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپؑ کو امیر المومنین اور الوصی کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

علیؑ کے شمائل

تاریخ کے اوراق میں حضرت علی علیہ السلام کے بچپن کا حلیہ مبارک کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ مورخین نے آپؑ کا جو حلیہ مبارک بیان کیا ہے اس کا تعلق آپؑ کی خلافت و امامت کے ایام سے ہے۔ آپؑ کا قد درمیانہ تھا۔ آپ کا قد قدرے چھوٹا تھا اور آپؑ کا وجودِ اقدس تھوڑا سا فربہ تھا۔ آپؑ کا چہرہ انتہائی حسین تھا۔ آپؑ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ آپؑ کے چہرے پر تبسم جاری رہتا تھا۔ خدا نے آپؑ کو گندمی رنگت عطا کی تھی۔ آپؑ کی آنکھیں موٹی تھیں، سر پر بال کم تھے۔ آپؑ کی گردن چاندی کی صراحی کی مانند تھی۔ آپؑ کی داڑھی گھنی تھی۔ آپؑ خضاب نہیں کرتے تھے۔ آپؑ کے کندھے عریض تھے۔ ہتھیلیاں بھری بھری تھیں۔ ہاتھ اور بازو مضبوط تھے۔ سینہ کشادہ تھا۔ سر کی ہڈیاں مضبوط تھیں۔ جب آپؑ چلتے تھے تو آگے کی طرف جھک کر چلتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

دوسری فصل

علیؑ کی نشوونما

حضرت علی علیہ السلام کا ابھی بچپنا ہی تھا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اٹھا کر اپنے گھر لے آئے تھے۔ گویا خدا کے گھر میں پیدا ہونے والے نے اللہ کے رسولؐ کے گھر میں پرورش پائی تھی۔ واقعات اس طرح سے ہوئے کہ کثرتِ سخاوت کی وجہ سے حضرت ابوطالبؑ کے مالی حالات کمزور ہو چکے تھے۔

رسولِ خداؐ نے اپنے چچا عباسؓ سے کہا: ہمیں چاہیے کہ ہم ابوطالبؑ کا معاشی بوجھ کم کریں۔ ازل سے مشیتِ پروردگار یہ تھی کہ علیؑ رسولؐ کے گھر میں پرورش پائیں۔ رسولِ اکرمؐ اور حضرت عباسؓ شیخ البطحاء حضرت ابوطالبؑ کے پاس آئے اور کہا: ہم آپؑ کے بچوں کی پرورش کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا: تم لوگ عقیلؑ کو میرے پاس رہنے دو، دوسرے بچوں کو بے شک لے جاؤ۔

عباس بن عبدالمطلبؓ نے جعفر بن ابی طالبؑ کو ساتھ لیا اور رسولِ اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے سینۂ مبارک سے لگایا اور آپؐ انھیں اپنے گھر لے آئے۔ رسولِ اکرمؐ ننھے علیؑ سے بے حد پیار کرتے تھے۔ آپؐ ہمیشہ انھیں سینے سے لگائے رہتے تھے اور انھیں اپنی خوشبو سونگھایا کرتے تھے اور روٹی کا لقمہ بنا کر علیؑ کے منہ میں دیتے تھے اور لمحہ بہ لمحہ بچے کی خبر گیری کرتے تھے اور آپؐ علیؑ کو انوارِ الٰہیہ کا مشاہدہ کراتے تھے۔

رسولِ اعظمؐ نے امام العالمینؑ کی اس انداز سے تربیت کی کہ آپؑ آسمانی وحی پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے، کیونکہ آپؑ معرفتِ الٰہی سے مانوس ہو چکے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ قاصعہ میں اپنی پرورش کی مکمل تصویر کشی کی ہے، آپؑ نے فرمایا:

اَنَا وَضَعْتُ فِي الصِّغَرِ بِكَلَاكِلِ الْعَرَبِ وَ كَسَرْتُ نَوَاجِمَ قُرُوْنِ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ وَقَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِيْ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالْقَرَابَةِ الْقَرِيْبَةِ وَالْمَنْزِلَةِ الْخَصِيْصَةِ وَضَعَنِيْ فِيْ حِجْرِهٖ وَاَنَا وَلَدٌ يَضُمُّنِيْ اِلٰى صَدْرِهٖ وَيَكْنُفُنِيْ اِلٰى فِرَاشِهٖ وَيُمِسُّنِيْ جَسَدَهٗ وَيُشِمُّنِيْ عَرْفَهٗ وَكَانَ يَمْضَغُ الشَّيْءَ ثُمَّ يُلْقِمُنِيْهِ وَمَا وَجَدَ لِيْ كَذْبَةً فِيْ قَوْلٍ وَلَا خَطْلَةً فِيْ فِعْلٍ. وَلَقَدْ قَرَنَ اللهُ بِهٖ مِنْ لَّدُنْ اَنْ كَانَ فَطِيْمًا اَعْظَمَ مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَتِهٖ. يَسْلُكُ بِهٖ طَرِيْقَ الْمَكَارِمِ، وَمَحَاسِنَ اَخْلَاقِ الْعَالَمِ. لَيْلَهٗ وَنَهَارَهٗ. وَلَقَدْ كُنْتُ اَتَّبِعُهٗ اتِّبَاعَ الْفَصِيْلِ اَثَرَ اُمِّهٖ. يَرْفَعُ لِيْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِنْ اَخْلَاقِهٖ عَلَمًا، وَيَاْمُرُنِيْ بِالْاِقْتِدَاءِ بِهٖ. وَلَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ بِحِرَاءَ، فَاَرَاهٗ وَلَا يَرَاهُ غَيْرِيْ، وَلَمْ يَجْمَعْ بَيْتٌ وَاحِدٌ يَوْمَئِذٍ فِي الْاِسْلَامِ غَيْرَ رَسُوْلِ اللهِ وَخَدِيْجَةَ وَاَنَا ثَالِثُهُمَا، اَرٰى نُوْرَ الْوَحْيِ وَالرِّسَالَةِ، وَاَشُمُّ رِيْحَ النُّبُوَّةِ

"میں نے تو بچپن ہی میں عرب کا سینہ پیوند زمین کر دیا تھا اور قبیلہ ربیعہ و مضر کے اُبھرے ہوئے سینگوں کو توڑ دیا تھا۔ تم جانتے ہی ہو کہ رسولؐ اللہ سے قریب کی عزیز داری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام اُن کے نزدیک کیا تھا۔ میں بچہ ہی تھا کہ رسولؐ اللہ نے مجھے گود میں لے لیا تھا۔ آپؐ مجھے اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے۔ بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے۔ اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مَس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سونگھاتے تھے۔ پہلے آپ کسی چیز کو چباتے، پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ اُنھوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا

Presented by Ziaraat.Com

شائبہ پایا، نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔ اللہ نے آپ کی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپ کے ساتھ لگا دیا تھا جو انھیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے چلتا تھا۔ اور میں اُن کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اُونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپؑ ہر روز میرے لیے اخلاقِ حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال (کوہ) حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انھیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسولؐ اللہ اور (اُم المومنین) حضرت خدیجہؑ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا۔ البتہ تیسرا اُن میں میں تھا۔ میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا"۔

Presented by Ziaraat.Com

تیسری فصل

شیرِ خدا علی علیہ السلام کی شادی

خدا کے خانہ زاد کی دُختر رسولؐ سے شادی

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے بعد تیرہ برس کا عرصہ انتہائی مشکلات میں بسر کیا۔ ان برسوں میں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی عقائد کی بنیادوں کو مضبوط کیا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام اعلانِ نبوت کے روزِ اوّل سے نبی خاتم الانبیاءؐ کے مؤید، ناصر اور مددگار تھے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے بھی ہجرت کی تھی۔ آپؑ کی مدینہ منورہ پہنچنے پر عمر چوبیس برس کی تھی اور یہ نکاح کا صحیح وقت تھا اور عائلی زندگی آپؑ کی ضرورت تھی۔ بنتِ رسولؐ کی عمر اس وقت نو برس کی تھی۔ [1] حضرت سیّدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بلند تر فضائل و مناقب کی حامل تھیں اور آپؑ انسانی فضائل کا زندہ مجسمہ شمار ہوتی تھیں۔ آپؑ ملکوتی صفات رکھنے والی خاتون تھیں۔ پیغمبرؐ اسلام اکثر اپنی صاحبزادی کے مناقب و فضائل بیان کیا کرتے تھے اور آپؐ انھیں اپنے وجود کا ٹکڑا قرار دیتے تھے۔

عظیم باپ کی عظیم بیٹی کا رشتہ کسی بھی شخص کے لیے بلندی کی معراج کہلا سکتا تھا اسی لیے بہت سے صحابہ کی یہ فطری خواہش تھی کہ یہ شرف انھیں نصیب ہو۔ چنانچہ صحابہ میں سے متعدد صحابہ نے آپؐ سے رشتہ کی خواستگاری کی تھی اور جب بھی کوئی آنحضرتؐ سے یہ درخواست کرتا تو آپؐ یہ جواب دیتے کہ مجھے خدا کے فیصلے کا انتظار ہے۔ [2]

شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو کچھ مخلص صحابہ نے انھیں مشورہ دیا کہ وہ پہل کریں اور رسولِ خداؐ سے آپؐ کی صاحبزادی کا رشتہ طلب کریں۔ آپؑ کا دل ایمان سے لبریز تھا اور

---

[1] الکافی: ج ۸، ص ۳۴۰، حدیث ۵۳۶

[2] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۸، ص ۱۹

Presented by Ziaraat.Com

آپؑ کا سینہ محبتِ خداوندی کا خزینہ تھا لیکن مادی طور پر آپؑ کا ہاتھ درہم و دینار سے خالی تھا۔ چنانچہ آپؑ نے رسولِ خداؐ کے بیت الشرف کا رُخ کیا اور آپؑ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن جلالِ نبویؐ کی وجہ سے آپؑ خاموش تھے اور شرم و حیا کی نگاہوں سے پیغمبرِ اسلام کو دیکھ رہے تھے۔

رسولِ خدا نے تمہیدی گفتگو کے بعد آپؑ سے آنے کا مطلب دریافت کیا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے شرم و حیا سے آنکھیں جھکا کر اپنی حاضری کا مدعا بیان کیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یا علیؑ! آپؑ کے پاس میری صاحبزادی کے حق مہر کے لیے کیا ہے؟

اس کا جواب صاف واضح تھا لیکن کیا سیدۃ النساء کا ہمسر سیّد اولیاءؑ کے علاوہ کوئی اور ہو سکتا تھا؟

فرمانِ پروردگار جاری ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا [1] اور یوں عصمت و امامت کے دو دریا آپس میں آملے اور معمولی سے مہر کے ساتھ [2] ہجرت کے پہلے سال سادہ سے مراسم [3] اور معمولی سے جہیز [4] کے ساتھ ملکۂ جنت شوہر کے گھر تشریف لائیں اور اسی طرح سے تاریخِ انسانیت کے عظیم گھر کی عائلی زندگی کا آغاز ہوا۔

رسولِ اعظمؐ کے گھر کے پہلو میں ایک چھوٹا سا گھر آباد ہو گیا۔ دیکھنے میں وہ گھر انتہائی چھوٹا سا تھا، مگر اسی گھر نے پوری دنیا کی رہنمائی کی اور یہ گھر اہلِ آسمان و زمین کے لیے باعثِ رشک ثابت ہوا۔ دُنیا کی نظروں میں یہ چھوٹا سا گھر فضائل، مکارمِ اَخلاق، عشق، ایمان، ایثار، جہاد اور سادہ زندگی کا مرقع تھا۔ اس کی بلندی آسمانوں سے بھی کہیں بلند تھی۔ [5]

---

[1] معجم الکبیر: جلد ۱۰، ص ۱۵۶، حدیث ۱۰۳۰۵

[2] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۸، ص ۲۲

[3] مسند احمد بن حنبل: جلد اوّل، ص ۱۷۴، حدیث ۶۰۳

[4] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۸، ص ۲۳

[5] سنن نسائی، جلد ۶، ص ۱۳۵

Presented by Ziaraat.Com

اِدھر داماد رسولؐ کی کیفیت یہ تھی کہ وہ شب زندہ دار تھے۔ رات عبادت میں بسر ہوتی تھی اور آپؑ میدانِ جنگ کے شیر تھے۔ ابھی آپؑ کے پرانے زخم مندمل نہیں ہونے پاتے تھے کہ انھیں نئی جنگ میں حصّہ لینا پڑتا تھا۔ وہ تمام رزم آراؤں سے بڑے رزم آرا تھے اور اتنے بڑے بہادر و شجاع تھے کہ مقابلے میں آنے والوں کے خاندان اس بات پر فخر کرتے تھے کہ ہمارے قبیلہ کا فرد اتنا دلیر تھا کہ وہ شیر خدا کے مقابلے پر آیا تھا۔

شیر خدا کی زوجہ صبر و رضا کی ملکہ تھیں۔ بی بی پاکؑ نے زندگی کا بوجھ اپنے کندھوں پر لیا تھا اور قلیل ترین معاشی اَحوال پر قناعت کی تھی۔ سیّدہ سلام اللہ علیہا اپنے والد اور شوہر کے زخموں پر مرہم لگاتی تھیں۔ [1]

رسولِ خدا نے انھیں اپنی ماں کے قائم مقام قرار دیا تھا اور ہمیشہ فرماتے تھے:

فَاطِمَةُ اُمُّ اَبِيْهَا [2]

"فاطمہؑ اپنے والد کی ماں ہیں"۔

علیؑ و بتولؑ کے شجرِ طیب سے پہلا ثمر وجود میں آیا جس کا نام حسنؑ ہے۔ آپؑ کی ولادت ۳ ہجری میں ہوئی [3] اور اس شجرۂ طیبہ کے دوسرے ثمر کو امام حسین علیہ السلام کہا جاتا ہے۔ آپؑ کی ولادت ۴ ہجری میں ہوئی۔ [4]

ان دو بھائیوں کے بعد خدا نے گلشنِ علوی میں دو کلیاں حضرت زینبؑ اور حضرت اُمِ کلثومؑ عطا فرمائیں۔ اس پاکیزہ گھرانے کا آخری بچہ محسنؑ ہے جس کا اسقاط کیا گیا تھا۔ [5]

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

---

[1] ارشاد مفید: جلد اوّل، ص ۸۹

[2] بعض اوقات اس وجہ سے آپ کو "اُمِ ابیہا" کہا جاتا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں: تہذیب الکمال: جلد ۳۵، ص ۲۴۷، حدیث ۷۸۹۹

[3] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۳۷

[4] مروج الذہب: جلد ۲، ص ۲۹۵

[5] معانی الاخبار: ص ۲۰۶

Presented by Ziaraat.Com

إِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَتَزَوَّجُ فِيكُمْ وَأُزَوِّجُكُمْ إِلَّا فَاطِمَةَ فَإِنَّ تَزْوِيجَهَا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ ①

"میں تمھاری طرح کا انسان ہوں، میں تم سے رشتہ بھی لیتا ہوں اور رشتہ دیتا بھی ہوں بجز فاطمہؑ کے، اس کی شادی کا حکم آسمان سے نازل ہوا ہے"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

لَوْلَا اَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى خَلَقَ اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لِفَاطِمَةَ مَا كَانَ لَهَا كُفُوٌ عَلَى ظَهْرِ الْاَرْضِ مِنْ آدَمَ وَمَنْ دُونَهُ ②

"اگر اللہ تعالیٰ نے امیرالمومنینؑ کو فاطمہؑ کے لیے پیدا نہ کیا ہوتا تو روئے زمین پر فاطمہؑ کا کوئی ہمسر نہ ہوتا، خواہ وہ آدمؑ ہو یا کوئی اور ہو"۔

شیخ طوسیؒ نے امالی میں ضحاک بن مزاحم سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ سے سنا، اُنھوں نے کہا: میرے پاس ابوبکر اور عمر آئے اور اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ آپؑ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائیں اور ان سے ان کی شہزادی کا رشتہ طلب کریں۔

میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب آنحضرتؐ نے مجھے دیکھا تو وہ مسکرا دیے اور فرمایا: علیؑ کیسے آئے ہو؟ اور آپؑ کی حاجت کیا ہے؟

میں نے جواب میں اپنی قرابت، سبقتِ اسلام اور نصرت و جہاد کا ذکر کیا۔

سیّدالمرسلینؐ نے فرمایا: یا علیؑ! آپؑ نے سچ کہا ہے۔ آپؑ نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے آپؑ کہیں افضل ہیں۔

پھر میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں آپؐ سے آپؐ کی شاہزادی فاطمہؑ کا رشتہ طلب کرنے آیا ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ! آپؑ سے پہلے بھی کچھ لوگوں نے فاطمہؑ کی خواستگاری کی تھی اور میں نے اپنی بیٹی کو ان کے متعلق بتایا تھا۔ میں نے اپنی بیٹی کے چہرے پر ناگواری

---

① الکافی: جلد اوّل، ص ۴۶۱، حدیث ۱۰

② الکافی: ایضاً

Presented by Ziaraat.Com

کے آثار محسوس کیے تھے۔ اے علیؑ! آپؑ یہاں رُکے رہیں میں گھر سے ہو کر آتا ہوں۔

سیّد کائناتؐ گھر میں تشریف لے گئے تو سیّدۃ النساءؑ نے اُٹھ کر آپؐ کا استقبال کیا اور آپؐ کی ردا لی اور نعلین اُتاری اور لوٹے میں پانی لائیں اور اپنے ہاتھوں سے رسولؐ خدا کے پیر دہلائے۔ پھر سکون سے بیٹھ گئیں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: فاطمہؑ! عرض کیا: لبیک بابا جان! آپؐ کیا چاہتے ہیں؟

سیّد العالمینؐ نے فرمایا: اے فاطمہؑ! آپؐ علی بن ابی طالبؑ کو بخوبی جانتی ہیں اور آپؐ اُن کی قرابت، فضیلت اور اسلامی خدمات کو بھی جانتی ہیں اور میں نے خدا سے یہ دُعا کی تھی کہ وہ آپؐ کی شادی اسی سے کرے جو اُس کی مخلوق میں سے سب سے بہتر ہو اور جو خدا کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔ علیؑ نے آپؐ کی خواستگاری کی ہے آپؐ کی کیا مرضی ہے؟

سیّدہؑ خاموش رہیں۔ آپؐ نے پہلے کی طرح سے منہ دوسری طرف نہ پھیرا، اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپؐ کے چہرے پر بھی ناگواری کے آثار ظاہر ہوتے نظر نہ آئے۔

رسولِ اعظم اللہ اکبر کہتے ہوئے اُٹھے اور فرمایا: اس کی خاموشی اس کی رضامندی ہے۔

اس وقت آپؐ پر جبریل امینؑ نازل ہوئے اور یہ پیغام دیا کہ آپؐ شہزادی عصمت کی شادی علیؑ بن ابی طالبؑ سے کر دیں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی بیٹی کے لیے علیؑ کو پسند کیا ہے اور علیؑ کو آپؐ کی بیٹی کے لیے پسند کیا ہے۔ (امالی طوسی، ص ۳۹، حدیث ۴۴)

سنن ابن ماجہ میں حضرت عائشہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم فاطمہ زہراءؑ کی تیاری کرائیں اور علیؑ کے گھر روانہ کریں۔

ہم نے گھر کی صفائی کی اور وہاں اَرضِ بطحا کی نرم ریت بچھائی۔ پھر ہم نے لیفِ خُرما سے دو تکیے بھرے۔ پھر آپؐ نے ہمیں کھجوریں اور مشکی کھلایا اور ہم نے میٹھا پانی پیا۔ ہم نے گھر کی ایک سمت میں ایک لکڑی کو گاڑا تاکہ اس پر کپڑا ڈالا جائے اور اس پر مشک لٹکائی جائے۔

ہم نے فاطمہؑ کی شادی سے بہتر کوئی شادی نہیں دیکھی۔ (سنن ابن ماجہ، جلد اوّل، ص ۶۱۶، حدیث ۱۹۱۱)

Presented by Ziaraat.Com

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: پھر سیّد العالمینؐ نے مجھے آواز دی، میں نے لبیک یا رسولؐ اللہ! کہہ کر جواب دیا۔

آپؐ نے فرمایا: یا علیؑ! اپنے گھر چلے جاؤ اور اپنی بیوی سے نرمی کا سلوک روا رکھنا، کیونکہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔ جو چیز فاطمہؑ کو المناک کرتی ہے وہ مجھے المناک کرتی ہے اور جو چیز فاطمہؑ کو خوش کرتی ہے وہ مجھے خوش کرتی ہے۔ میں تم دونوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور اُسے تمھارا نگہبان قرار دیتا ہوں۔ (مناقب خوارزمی: ص ۳۵۳، حدیث ۳۶۴)

حضرت علیؑ کی دیگر اَزدواج

خاتونِ جنّت حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام نے نو برس کا عرصہ شیرِ خدا کی رفاقت میں گزارا۔ آپؑ کی زندگی میں امیر المومنینؑ نے کسی دوسری خاتون سے شادی نہیں کی تھی۔ سیّدہ سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد آپؑ نے متعدد خواتین سے شادی کی تھی اور ان کے نام یہ ہیں:

① اُمامہ بنت ابی العاص ② اسماء بنت عمیس
③ فاطمہ اُم البنینؑ ④ اُم سعید بنت عمرو بن مسعود ثقفی
⑤ خولہ بنت جعفر بن قیس ⑥ صہباء بنت ربیعہ
⑦ لیلیٰ بنت مسعود ⑧ مُحیاۃ بنت امرء القیس

ان کے علاوہ آپ کے پاس سترہ سرایا[1] بھی تھیں ان میں سے کچھ اُمہات الولد بھی تھیں۔ ان اَزواج میں سے شہادت کے وقت اُمامہ، اُم البنین، اسماء بنت عمیس اور لیلیٰ بنت مسعود زندہ تھیں۔ (تاریخ موالید الائمہ: ص ۱۷۲)

---

[1] "سرایا" یعنی گھر میں رہنے والی کنیزیں۔ (تاج العروس: جلد ۶، ص ۵۱۴)

Presented by Ziaraat.Com

چوتھی فصل

حضرت علی علیہ السلام کی اَولادِ اَمجاد

حضرت علی علیہ السلام کی اَولادِ اَمجاد کے متعلق مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بیٹے بیٹیوں سمیت آپؑ کی اولاد کی کُل تعداد ستائیس تھی۔ [1]

ابنِ سعد نے آپؑ کی اولاد کی تعداد چونتیس بیان کی ہے۔ [2] مزی لکھتے ہیں کہ آپؑ کی اولاد کی تعداد انتالیس تھی۔ [3]

آپؑ کی اولاد کی تعداد کے متعلق اختلاف کی اصل وجہ یہ ہے کہ کچھ کہانیاں ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوگئی ہیں، جب کہ ہماری تحقیق کے مطابق آپؑ کی اولاد کی تعداد چونتیس ہے اور ان کے نام حسب ذیل ہیں:

① حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ② حضرت امام حسین علیہ السلام

③ حضرت زینب الکبریٰ علیہا السلام ④ حضرت اُم کلثوم علیہا السلام

⑤ حسنؑ [4]۔ (تہذیب الکمال: جلد ۲۰، ص ۴۷۹)

مذکورہ پانچوں بچے خاتونِ جنت حضرت فاطمہ علیہا السلام کے بطنِ اطہر سے پیدا ہوئے تھے۔ رحلتِ پیغمبرؐ کے بعد جب اربابِ سقیفہ نے بیتِ وحی پر حملہ کیا تھا تو اس وقت محسنؑ شکمِ مادر میں جنین تھے، لیکن اُن کا اسقاط ہوگیا تھا۔

---

① ارشاد: جلد اوّل، ص ۳۵۴

② طبقاتِ کبریٰ: جلد ۳، ص ۳۰

③ تہذیب الکمال: جلد ۲۰، ص ۴۷۹، نمبر شمار ۴۰۸۹

④ الاصابہ میں محسن کی سین کی شد لکھی ہے اور اُسے ''محسّن'' لکھا گیا ہے جب کہ تہذیب الکمال، انساب الاشراف اور تاریخ طبری میں اس لفظ پر شد موجود نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

⑥ عباسؑ ⑦ عبداللہؑ ⑧ عثمانؑ ⑨ جعفرؑ۔

یہ چاروں بچے حضرت اُم البنینؑ بنت حزام کے بطنِ اطہر سے پیدا ہوئے تھے اور چاروں بھائی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

⑩ محمد بن حنفیہؒ: آپؒ کی والدہ خولہ بنت جعفر بن قیس تھی۔

⑪ ابوبکر: آپؒ کی والدہ کا نام لیلیٰ ہے اور یہ احتمال ہے کہ وہ لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ ہو۔ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ [1]

⑫ عبیداللہ: آپؒ کی والدہ کا نام لیلیٰ ہے۔ آپؒ بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ [2]

⑬ محمد اصغرؒ: آپؒ کی والدہ اُم ولد تھی۔ آپؒ بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ [3]

⑭ یحییٰ: آپؒ کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں۔ آپؒ امام علیہ السلام کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ [4]

⑮ عونؒ: آپؒ کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں۔ [5]

⑯ محمدؒ اوسط: آپؒ کی والدہ اُمامہ بنت ابی العاص تھیں۔ [6]

⑰ عمر: آپؒ کی والدہ صہبا تغلبیہ، اُم حبیب تھیں۔

⑱ رقیہ: ان کی والدہ صہبا تغلبیہ، اُم حبیب تھیں اور یہ حضرت مسلمؒ بن عقیلؒ کی زوجہ تھیں۔ [7] ان کے تین بیٹے تھے [8] اور ان میں سے عبداللہ کی کربلا میں شہادت واقع ہوئی تھی۔ [9]

---

[1] طبقات الکبریٰ: جلد ۳، ص ۱۹

[2] تاریخ طبری: جلد ۵، ص ۱۵۴

[3] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۳، ص ۲۰

[4] اعلام الوریٰ: جلد اوّل، ص ۳۹۶

[5] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۳، ص ۲۰

[6] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۳، ص ۲۰

[7] انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۴۱۳

[8] نسب قریش: ص ۴۵

[9] تاریخ طبری: جلد ۵، ص ۴۶۹

Presented by Ziaraat.Com

(۱۹) اُمِ الحسنؑ: ان کی والدہ کا نام اُمِ سعید [1] تھا۔ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد ان کا نکاح امیر المومنینؑ کے بھانجے جعدہ بن ہبیرہ سے ہوا تھا۔ (جعدہ کی والدہ اُمِ ہانی دختر ابوطالبؑ تھیں)

کچھ عرصہ بعد جعدہ کی وفات ہوئی تو ان کی شادی جعفرؑ بن عقیلؑ سے ہوئی تھی اور جعفر میدانِ کربلا میں شہید ہو گئے تھے [2]

اور اُمِ الحسن کربلا کی قیدی بیبیوں میں شامل تھیں۔ [3]

(۲۰) اُمِ ہانی: ان کی شادی حضرت عقیلؑ کے فرزند عبداللہ اکبرؑ سے ہوئی تھی [4] اور وہ کربلا میں اپنے فرزند محمدؑ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ [5]

(۲۱) فاطمہؑ: آپؑ کی شادی محمد بن ابی سعید بن عقیلؑ سے ہوئی تھی [6] اور وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ [7]

(۲۲) زینب الصغریٰ: [8] ان کی شادی محمد بن عقیلؑ سے ہوئی تھی۔ [9]

(۲۳) میمونہ: ان کی شادی عبداللہ بن عقیلؑ سے ہوئی تھی۔ [10]

(۲۴) نفیسہ: ان کی شادی عبداللہ بن عقیلؑ سے ہوئی تھی۔ [11]

---

[1] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۳، ص ۲۰

[2] انساب الاشراف: جلد ۲، ص ۴۱۴

[3] شرح الاخبار: جلد ۳، ص ۱۹۸

[4] نسب قریش: ص ۴۵

[5] تاریخ طبری: جلد ۵، ص ۴۶۹؛ نسب قریش: ص ۴۵

[6] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۸، ص ۴۶۵

[7] تاریخ طبری: جلد ۵، ص ۴۶۹

[8] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۳، ص ۲۰

[9] انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۴۱۴

[10] انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۴۱۴

[11] نسب قریش: ص ۴۵

Presented by Ziaraat.Com

(۲۵) خدیجہ: ان کی شادی عبدالرحمٰن بن عقیلؒ سے ہوئی تھی۔ [1]

(۲۶) اُمامہ: ان کی شادی صلت بن عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلبؓ [2] سے ہوئی تھی اور ان کی وفات امیرالمومنین علیہ السلام کی زندگی میں ہوئی تھی۔ [3]

(۲۷) رملۃ الکبریٰ: ان کی والدہ اُم سعید [4] تھیں۔ ان کی شادی عبداللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب سے ہوئی تھی۔ [5]

(۲۸) جُمانہ: [6] ان کی وفات امام علیہ السلام کی زندگی ہی میں ہوئی تھی۔ [7]

(۲۹) اُم سلمہ [8]

(۳۰) رقیہ صغریٰ [9]

(۳۱) اُم کلثوم صغریٰ [10]

(۳۲) رملۃ الصغریٰ [11]

(۳۳) اُم الکرام [12]

(۳۴) اُم جعفر [13]

---

[1] انساب الاشراف: جلد ۲، ص ۴۱۵

[2] نسب قریش: ص ۴۶

[3] المناقب ابن شہر آشوب، جلد ۳، ص ۳۰۵

[4] طبقات کبریٰ: جلد ۳، ص ۲۰

[5] نسب قریش: ص ۴۵

[6] طبقات کبریٰ: جلد ۳، ص ۲۰

[7] المناقب ابن شہر آشوب: جلد ۳، ص ۳۰۵

[8] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۳، ص ۲۰

[9] ارشاد: جلد اوّل: ص ۳۵۴

[10] طبقات کبریٰ، جلد ۳، ص ۲۰

[11] ایضاً [12] ایضاً [13] ایضاً

Presented by Ziaraat.Com

دوسرا باب

علی علیہ السلام اور پیغمبر اکرمؐ کی معیت

پہلی فصل : دعوتِ رسولؐ پر مدد کا اعلان

دوسری فصل : بت شکنی

تیسری فصل : شبِ ہجرت کا ایثار

چوتھی فصل : دو غزوات میں جواں مردی کی انتہا

پانچویں فصل : دشمن کو سر جھکانے پر مجبور کرنا

چھٹی فصل : غزوۂ خندق کی فیصلہ کُن ضربت

ساتویں فصل : حدیبیہ میں شجاعت اور ادب کا بیک وقت مظاہرہ

آٹھویں فصل : فتح خیبر میں فیصلہ کُن کردار

نویں فصل : فتح مکہ میں آپؑ کا کردار

دسویں فصل : غزوۂ حنین میں ثابت قدمی

گیارہویں فصل : غزوۂ تبوک میں رسولؐ خدا کی جانشینی

بارہویں فصل : چند اہم سفر

تیرھویں فصل : آپؑ کے لیے رسولِ اکرمؐ کی دُعائیں

چودھویں فصل : علیؑ کے سینہ سے رفیقِ اعلیٰ کی طرف روانگی

Presented by Ziaraat.Com

پہلی فصل

دعوتِ رسولؐ پر مدد کا اعلان

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت کا آغاز بڑی خاموشی سے کیا تھا اور پھر یہ دعوت ہر سُو پھیلتی گئی اور بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو خدا نے یہ شرف عطا کیا تھا کہ آپؑ نے سب سے پہلے نبوتِ مصطفیٰؐ کی گواہی دی تھی۔ باقی لوگوں کو قبولیتِ اسلام کا شرف بعد میں نصیب ہوا تھا۔

مسلم اوّل شہ مرداں علیؑ
عشق را سرمایہ ایماں علیؑ

پورے تین برس تک اسلام کی خفیہ دعوت جاری رہی، پھر خدا کی مشیت یہ ہوئی کہ اب کھل کر اسلام کا اعلان کیا جائے اور اس کا آغاز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں سے کیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ (سورۂ شعراء: ۲۱۴)

"آپؐ اپنے قریبی ترین رشتہ داروں کو تبلیغِ دین کریں"۔

اس آیت کے نزول کے بعد رحمۃ للعالمینؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ کھانا تیار کرائیں اور اس دعوت پر خاندانِ عبدالمطلب کو مدعو کریں۔

الغرض لوگ جمع ہوئے۔ ابھی رسولِ اکرمؐ نے اپنا پیغام پہنچایا ہی نہ تھا کہ ابولہب نے مداخلت کی اور اُس نے کہا: لوگو! تم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ تم سب معمولی سے طعام سے سیر و سیراب ہوئے ہو۔ اس پر مجمع اُٹھ کر چلا گیا۔

دوسرے دن دعوت کا پھر اہتمام ہوا اور جب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو آنحضرتؐ نے حمدِ خداوندی سے کلام کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

Presented by Ziaraat.Com

اِنَّ الرَّائِدَ لَا یَکْذِبُ اَھْلَہٗ

"رہنما اپنے خاندان سے جھوٹ نہیں بولتا"۔

لوگو! میں تمھارے پاس دنیا و آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں۔ تم میں سے کون ہے جو اس معاملہ میں میری مدد کرے؟

آپؐ کی آواز پر سارا مجمع خاموش ہو گیا مگر حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور آپؐ نے اپنی نصرت کا اعلان کیا۔

رسولِ اکرمؐ نے آپؑ کو بٹھا دیا اور پھر وہی الفاظ دُہرائے لیکن دوسری بار بھی حضرت علیؑ کے علاوہ کسی نے مدد کا وعدہ نہ کیا۔ الغرض رسولِ اکرمؐ نے تین بار پورے مجمع سے نصرت طلبی کی لیکن تیسری بار بھی کسی نے مدد کا وعدہ نہ کیا۔ اس بار بھی حضرت علیؑ ہی نے پوری قوت سے چلّا کر کہا: یارسولؐ اللہ! میں ہر مقام پر آپؐ کا ناصر رہوں گا۔

اس وقت رسولِ اکرمؐ نے فرمایا:

اِجْلِسْ فَاَنْتَ اَخِیْ وَ وَزِیْرِیْ وَوَصِیِّیْ وَخَلِیْفَتِیْ مِنْ بَعْدِیْ فَاسْمَعُوْا لَہٗ وَاَطِیْعُوْہُ [1]

"بیٹھ جائیں! آپؑ ہی میرے بھائی ہیں اور میرے وزیر ہیں اور میرے وصی ہیں اور میرے بعد میرے جانشین ہیں۔ تم ان کے فرمان کو سنو اور ان کی اطاعت کرو"۔

مجمع میں موجود اندھی آنکھوں اور بہرے کان والوں نے آوازِ حق کا کوئی اثر نہ لیا، اس کی بجائے کفیلِ پیغمبرؐ حضرت ابوطالبؑ کو یہ طعنے دیے گئے کہ تم نے سنا ہے کہ تمھارے بھتیجے نے تمھیں حکم دیا ہے کہ اب تم اپنے فرزند کا فرمان سنو اور اُن کی اطاعت کرو۔

دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر بلند ہونے والی آواز پوری دنیا پر چھا گئی اور حضرت علیؑ کے اس وعدہ کی صدا پوری دنیا میں گونجی اور ناصرِ نبوتؐ کا یہ اعلانِ نصرت اُن کے فضائل کا ایک

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: موسوعۃ الامام علی بن ابی طالبؑ، جلد اوّل، القسم الثالث/ الفصل الاوّل/ وصی خاتم الانبیاء

Presented by Ziaraat.Com

جزو لاینفک بن کر لوگوں کے سامنے آیا اور آپؑ کی ولایت کے اثبات میں جہاں اور احادیث موجود ہیں وہاں حدیث ذوالعشیرہ بھی اپنا پورا وزن رکھتا ہے۔

رسولِ اسلام نے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْهُ کے جملے ارشاد فرمائے: "یعنی لوگو! تم ان کے فرمان کو سنو اور ان کی اطاعت کرو"۔

مجمع میں تو کوئی بھی ایسا نہ تھا جو فرمانِ رسولؐ کو درست مانتا ہو تو پھر ایسے لوگوں کو آپؐ نے علیؑ کی اطاعت کا کیوں حکم دیا تھا؟

اصل بات یہ ہے کہ آپؐ نے یہ حکم مستقبل کے اہلِ ایمان کو دیا تھا اور یہ پیغام ان لوگوں کے لیے تھا، جنھوں نے مستقبل میں کفر کو چھوڑ کر نورِ ایمان میں آنا تھا۔

شرح نہج البلاغہ میں مرقوم ہے: ابوجعفر اسکافی کا قول ہے کہ حدیث صحیح میں یہ بات وارد ہے کہ مکہ کی سرزمین پر دعوتِ اسلام کے ابتدائی ایام میں رسولِ رحمت نے حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ کھانا تیار کرائیں اور اولادِ عبدالمطلب کو کھانے کی دعوت دیں۔

حسبِ فرمان آپؐ نے کھانا تیار کرایا اور اولادِ عبدالمطلب کو کھانے کی دعوت دی۔ پہلے دن رسولِ خدا اعلان کرنا چاہتے تھے، لیکن ابولہب کی مداخلت پر آپؐ گفتگو نہ کر سکے تھے۔ پھر دوسرے دن دعوت کا اہتمام کیا گیا اور کھانا تیار کرایا گیا اور قریبی رشتہ داروں کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ جب لوگ کھانا کھا چکے تو رسولِ اکرم نے اُن سے گفتگو کی اور اُنھیں دین قبول کرنے اور اپنا ساتھ دینے کی دعوت دی، کیونکہ آپؐ کا تعلق خود ان کے خاندان سے تھا اور آنحضرتؐ نے یہ بھی ضمانت دی تھی کہ جو بھی ان کی اس کام میں مدد کرے گا وہ ان کا بھائی ہوگا اور اُن کی وفات کے بعد وہ ان کا وصی ہوگا اور ان کا خلیفہ ہوگا۔

اس اعلان پر حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ سب کے سب خاموش رہے تھے، صرف حضرت علی علیہ السلام ہی تھے جنھوں نے بھرے مجمع میں یہ اعلان کیا تھا کہ میں اس کام میں آپؐ کی مدد کروں گا اور آپؐ کا بوجھ ہلکا کروں گا اور میں اس کام کے لیے آپؐ کی بیعت کرتا ہوں۔

جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے مجمع کی لاتعلقی اور حضرت علی علیہ السلام کی نصرت اور

Presented by Ziaraat.Com

مجمع کی معصیت اور حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت اور مجمع کے انکار اور حضرت علی علیہ السلام کے اقرار کا مشاہدہ کیا تو آپؐ نے فرمایا:

هٰذَا أَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ مِنْ بَعْدِيْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَأَطِيْعُوْهُ

"یہ میرا بھائی ہے اور میرا وصی ہے اور میرے بعد میرا جانشین ہے۔ تم ان کا فرمان سنو اور ان کی اطاعت کرو"۔

اس پر لوگ مذاق کرتے ہوئے اُٹھے اور ابوطالبؑ سے کہنے لگے: اب تم اپنے فرزند کی اطاعت کرو۔ تمھارے بھتیجے نے تمھارے بیٹے کو تم پر حاکم مقرر کر دیا ہے۔ [1]

---

[1] شرح نہج البلاغہ، علامہ ابن ابی الحدید، جلد ۱۳، ص ۲۴۴

Presented by Ziaraat.Com

دوسری فصل

بُت شکنی

کعبہ ہر دور میں عقیدۂ توحید کا استعارہ رہا ہے، لیکن جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس وقت حالت یہ تھی کہ جاہل لوگوں نے اپنی کج فکری کی وجہ سے مرکزِ توحید کو بتوں کی ناپاکی سے ملوث کر دیا تھا۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ اس ناپاکی کو صاف کیا جائے، تاکہ مظہرِ توحید کو مظاہرِ شرک پر غالب کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے آپؐ نے مولودِ حرم کو ساتھ لیا، تاکہ حرم کو مولودِ حرم کے ذریعے سے پاک کیا جائے۔

حضرت علی علیہ السلام دوشِ رسولؐ پر سوار ہوئے اور آپؑ نے قریش کے بڑے بُت کو کعبہ کی چھت سے زمین پر گرایا۔

کچھ مورخ لکھتے ہیں کہ یہ بُت بنی خزاعہ کا تھا۔ اس سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی بُت توڑے تھے، مگر ان کے قدم زمین پر تھے اور مولودِ حرم نے بھی بت توڑے۔ آپؑ کے قدم زمین کے بجائے دوشِ نبوت پر تھے۔ اس طرح کی بُت شکنی میں حضرت علی علیہ السلام کا کوئی بھی شریک اور سہیم نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جب رسولِ خداؐ نے مکہ سے ہجرت کا ارادہ کیا اور آپؐ نے مجھے اپنے بستر پر لیٹنے کا حکم دیا تو پہلے مجھے ساتھ لے کر کعبہ گئے اور میں دیوارِ کعبہ کے ساتھ بیٹھ گیا اور رسولِ خداؐ میرے کندھے پر چڑھے اور مجھے کھڑا ہونے کا حکم دیا۔ میں کھڑا ہوا۔ آپؐ نے میری کمزوری کو بھانپ لیا اور فرمایا: یا علیؑ! اب تم بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ آپؐ میرے کندھوں سے اُتر آئے۔ پھر مجھے حکم دیا کہ میں آپؐ کے کندھے پر سوار ہو جاؤں۔

حکمِ رسولؐ کے تحت میں آپؐ کے کندھے پر سوار ہوا۔ آپؐ مجھے لے کر کھڑے ہوئے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس وقت مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ میں اتنا بلند ہوگیا ہوں اگر چاہوں تو آسمان کو بھی چھو سکتا ہوں۔ میں کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا۔ آنحضرتؐ ہٹ گئے۔ میں نے بڑے بت کو گرا دیا۔ وہ بت تانبے کا بنا ہوا تھا اور وہ فولادی تاروں سے بندھا ہوا تھا اور فولادی تاریں زمین میں گڑی ہوئی تھیں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ! زور لگاؤ۔ میں مسلسل زور لگاتا رہا اور رسولؐ خدا ایہ ایہ کہہ کر میرا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ آخرکار میں نے اُسے اُکھاڑ دیا۔ میں نے اُسے زمین پر پھینکا تو وہ ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا۔ پھر میں کعبہ سے اُتر آیا۔ [1]

بت شکنی کی روایات دو طرح سے وارد ہوئی ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے اور ٹوٹے ہوئے بتوں کو دیکھ کر بت پرست لرز گئے تھے۔ جب کہ کچھ روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے وقت پیش آیا تھا۔ عین ممکن ہے کہ بت شکنی کا واقعہ دو بار پیش آیا ہو اور پہلی بار اس وقت پیش آیا جب مکہ پر بت پرستوں کا راج تھا اور فرزندانِ خلیل نے رات کی تاریکی میں بتوں کو توڑا تھا، لیکن اس کے بعد مشرکین نے دوبارہ بنا دیے تھے کیونکہ اس وقت مسجد الحرام بت پرستوں کے تصرف میں تھا۔

اور پھر جب رسولؐ خدا فاتح مکہ بن کر آئے تو آپؐ نے وہ بت دن دیہاڑے تڑوا دیے۔

---

[1] مستدرک حاکم، جلد ۳، ص ۶، حدیث ۴۲۶۵

Presented by Ziaraat.Com

تیسری فصل

شبِ ہجرت کا بے مثال ایثار

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ (البقرہ:۲۰۷)

"اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی رضا جوئی میں اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے"۔

خدا کا دین جزیرۃ العرب میں پھیلنے لگا اور صدائے محمدیؐ پورے عرب پر چھا گئی۔ شہر یثرب میں حق کی ندا احسن انداز میں پہنچی اور اہلِ یثرب ایامِ حج میں آتے تھے اور اسلام قبول کرتے تھے اور آنحضرتؐ سے خفیہ معاہدے قائم کرتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام: جلد ۳، ص ۳۰۱)

اور اسلام کی آواز جس قدر بلند ہو رہی تھی کہ کفار و مشرکین میں اتنا ہی غم و غصہ بڑھتا جا رہا تھا اور اُن کے مظالم میں روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ان حالات کے پیشِ نظر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو مدینہ ہجرت کا حکم دیا۔

مسلمان کفار و مشرکین کے ظلم سے نجات کے لیے یثرب روانہ ہونے لگے۔ مشرکین نے مسلمانوں کو ہجرت سے باز رکھنے کی بڑی کوششیں کی تھیں، لیکن اس کے باوجود بہت سے افراد ہجرت کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

مسلمانوں نے اتنی عجلت سے ہجرت کی کہ بھرے ہوئے گھروں میں سے کچھ بھی نہ اُٹھا سکے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر مشرکین کو خطرات کا احساس ہونے لگا اور سوچنے لگے کہ اگر یہ

Presented by Ziaraat.Com

تمام مسلمان مدینہ پہنچ گئے تو وہ اہلِ مدینہ کی مدد سے بہت بڑی قوت کا رُوپ دھار لیں گے اور ان کے تجارتی سفروں کے لیے خطرہ بن جائیں گے۔

مشرکین مکہ جمع ہوئے تاکہ خدا کے نُور کو بجھا دیا جائے اور مختلف تجاویز کے بعد سب نے اس اَمر پر اتفاق کیا کہ اس مسئلے کا حل صرف قتلِ محمدؐ ہی ہے۔ اور اپنے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے ایک رات مقرر کردی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کے ناپاک ارادوں سے مطلع کیا اور فرمایا:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ (سورۂ انفال: آیت ۳۰)

"اس وقت کو یاد کریں جب کافر آپؐ کے متعلق تدبیریں کر رہے تھے کہ آپؐ کو گرفتار کرلیں یا قتل کردیں یا آپؐ کو جلاوطن کردیں۔ وہ مکر کر رہے تھے اور خدا تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے"۔

اس موقع پر خدا نے اپنے حبیبؐ کو ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ مقررہ شب کو کفار کے جوانوں نے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کیا اور کہا کہ صبح تک محاصرہ کیے رہے، پھر جیسے ہی وہ گھر سے باہر آئیں تو اُنھیں قتل کردیں۔

رسولؐ خدا نے شیرِ خدا سے مشورہ کیا اور فرمایا: آج رات میری جان کو یہاں خطرہ ہے، لہٰذا اے علیؑ! آپؑ میرے بستر پر سو جائیں۔

ابوطالبؑ کے فرزند نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! کیا میرے سونے سے آپؐ کی جان بچ جائے گی؟

نبی اکرمؐ نے اثبات میں جواب دیا۔ شیرِ خدا نے اس تجویز کو پسند کیا اور شہادت کے لیے پوری طرح سے آمادہ ہوکر سجدۂ شکر بجالائے کہ خدایا! تیرا احسان ہے کہ تُو نے مجھے اپنے رسولؐ کا فدیہ مقرر کیا ہے۔ (طبقاتِ کبریٰ: جلد اوّل، ص ۲۲۷)

حضرت علی علیہ السلام نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سبز رنگ کی یمنی ردا اُوڑھی جسے اس سے

Presented by Ziaraat.Com

قبل نبی اکرمؐ اوڑھ کر سویا کرتے تھے۔ علی حیدر کرارؑ قتل گاہ کو پھولوں کی سیج سمجھ کر سو گئے۔ علیؑ شیر خدا نے اپنے جسم کو تلواروں کے سپرد کر کے شجاعت کی ایسی لازوال داستان رقم کی جس کی کائنات میں مثال نہیں ملتی۔ آپؑ کے اسی ایثار کو ملائکہ مقربین نے انتہائی تعجب سے دیکھا۔

خداوند عالم نے آپؑ کے اس ایثار کی وجہ سے ملائکہ پر مباہات کی تھی۔ [1] رب العالمین نے آپؑ کے ایثار کی تعریف میں یہ آیت مجیدہ نازل فرمائی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۰۷)

"اور انسانوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو خدا کی رضا جوئی میں اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے"۔

قیامت تک قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی جائے گی اور اس سے آپؑ کے ایثار کی داستان بیان ہوتی رہے گی۔

اس رات کے بعد آپؑ کا معمول تھا کہ آپؑ روزانہ غار ثور جاتے تھے اور نبی اکرمؐ اور آپؑ کے رفیق سفر کی ضروریات کا سامان لے جاتے تھے۔ [2]

رسولؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو امانتوں کی واپسی تک مکہ میں رہنے کا حکم دیا تھا۔ [3] الغرض جب آپؑ امانتیں واپس کر چکے تو آپؑ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا اور آپؑ نے اپنے ساتھ اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ بنت اسد اور دختر رسولؐ حضرت فاطمہ زہراؑ اور فاطمہ دختر زبیر بن عبدالمطلبؓ کو ساتھ لیا اور مکہ سے روانہ ہوئے۔ قریش کو آپؑ کی ہجرت کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے گھڑسوار افراد آپؑ کے پیچھے روانہ کیے تاکہ آپؑ کو ہجرت سے روکا جائے۔ حضرت علی علیہ السلام نے شیر خدا بن کر اُن کا مقابلہ کیا اور وہ ناکام ہو کر واپس مکہ آ گئے۔ [4]

---

[1] مجمع البیان: جلد ۳، ص ۵۳۵

[2] تاریخ دمشق: جلد ۴۲، ص ۶۸

[3] سنن کبریٰ: جلد ۶، ص ۴۷۲، حدیث ۱۲۶۹۷

[4] امالی طوسی: ص ۴۷۰، حدیث ۱۰۳۱

Presented by Ziaraat.Com

پیغمبرؐ اسلام ''قبا'' میں حضرت علی علیہ السلام کا انتظار کرتے رہے۔ جب حضرت علی علیہ السلام آئے تو آنحضرتؐ نے مدینہ کا رُخ کیا۔

تاریخ دمشق میں ابورافع سے منقول ہے کہ جب تک رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار میں رہے تو حضرت علی علیہ السلام آپؐ کی دیکھ بھال کرتے تھے اور روزانہ وہاں کھانا پہنچاتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے تین اُونٹ کرائے پر لیے۔ایک رسولِ اکرمؐ کے لیے اور ایک حضرت ابوبکرؓ کے لیے اور ایک اُن کے رہنما ابن اریقط کے لیے۔

حبیبِ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو مکہ میں ٹھہرایا، تاکہ وہ بعد میں اپنے افرادِ خاندان کو مکہ سے مدینہ لے آئیں۔آپؐ نے اس پر عمل کیا تھا۔رسولِ اکرمؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کی امانتوں کو واپس کریں اور وصیتوں کی تکمیل کریں۔حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کی تمام امانتیں اُن کے سپرد کیں۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ آپؑ اس رات اُن کے بستر پر سو جائیں، کیونکہ قریش جب تک بستر پر اُنھیں دیکھتے رہیں گے تو وہ ان کی تلاش میں نہیں نکلیں گے۔

فرمانِ رسولؐ کے مطابق حضرت علی علیہ السلام بستر رسولؐ پر سو گئے اور باہر کھڑے ہوئے خون کے پیاسے بستر کو آباد دیکھ کر یہ سمجھتے رہے کہ رسولِؐ خدا گھر میں موجود ہیں۔ جب صبح ہوئی تو اُنھوں نے دیکھا تو اُنھیں حضرت علی علیہ السلام نظر آئے۔ وہ کہنے لگے کہ اگر محمدؐ گیا ہوتا تو علیؑ کو بھی ساتھ لے جاتا۔ حضرت علی علیہ السلام کی وجہ سے ان لوگوں نے رات کے وقت رسولِؐ خدا کو تلاش نہ کیا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ مکہ کے معاملات نمٹا کر مدینہ آجائیں۔ چنانچہ فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اپنے افرادِ خاندان کو ساتھ لیا اور مکہ سے ہجرت کی۔ آپؑ رات کو سفر کرتے تھے اور دن کو چھپ جاتے تھے اور اس طرح سے سفر کرتے ہوئے آپؑ مدینہ پہنچے۔

جب رسولِؐ خدا کو حضرت علی علیہ السلام کی آمد کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا: انھیں میرے پاس

Presented by Ziaraat.Com

بلا لاؤ۔ لوگوں نے کہا: وہ چلنے کے قابل نہیں ہیں۔

رسولؐ خدا بذاتِ خود تشریف لائے اور اُنھیں گلے سے لگایا۔ اس وقت حضرت علی علیہ السلام کے پاؤں متورّم تھے اور اُن سے خون ٹپکتا تھا۔

رسولؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کی ہتھیلی پر اپنا لعابِ دہن ڈالا اور فرمایا:

اے علیؑ! اسے اپنے قدموں پر لگاؤ اور آپؐ نے عافیت کے لیے دُعا کی۔ آپؐ کے لعابِ دہن اور دُعا کا اثر یہ ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام کو پاؤں میں زندگی بھر کوئی تکلیف نہ ہوئی تھی۔ (تاریخ دمشق: جلد ۴۲، ص ۶۸، حدیث ۸۴۱۶)

Presented by Ziaraat.Com

چوتھی فصل

دو جنگوں (بدر و اُحد) میں جواں مردی کی اِنتہا

الف: جنگِ بدر

زمانے اور فوجی قوت کے توازن کے اعتبار سے جنگِ بدر انتہائی مشکل جنگ تھی، کیونکہ مسلمانوں کے پاس حرب وضرب کے آلات کی سخت قلت تھی اور لڑاکا افراد کی بے تحاشا کمی تھی اور اسلام اور کفر کے لشکر کا آپس میں کوئی تقابل ہی نہیں تھا۔ مسلمان بنیادی طور پر جنگ کے لیے گئے ہی نہیں تھے۔ وہ صرف قریش کے تجارتی قافلہ کے تعاقب میں گئے تھے، مگر اتفاق یہ ہوا کہ قافلہ بچ گیا اور مکہ سے لشکرِ جرار مقابلہ کے لیے آ گیا۔

جنگِ بدر ہر لحاظ سے غیر متوازن جنگ تھی، اسی لیے بدری صحابہ کا عالمِ اسلام میں احترام کیا جاتا تھا۔ اسلام اور کفر کی یہ باقاعدہ جنگ بدر کے مقام پر واقع ہوئی تھی۔ یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں واقع ہے۔ یہ جنگ ہجرت کے دوسرے سال ماہِ رمضان میں لڑی گئی تھی۔ [1]

اس جنگ میں بھی امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام شریک تھے اور یہ آپؑ کی زندگی کی پہلی جنگ تھی مگر آپؑ نے بے جگری سے یہ جنگ لڑی تھی کہ اسلام ہمیشہ کے لیے سرخرو ہو گیا تھا اور عالمِ کفر کے مقدر میں رُسوائی آئی تھی:

① اس جنگ میں حضرت علی علیہ السلام اسلامی لشکر کے علَم دار تھے۔ [2]

② حضرت علی علیہ السلام چند صحابہ کو ساتھ لے کر دشمن کی فوج کا اندازہ کرنے کے لیے گئے تھے۔ یہ انتہائی حساس مرحلہ تھا، جس میں آپؑ پوری طرح سے کامیاب ہوئے تھے۔ [3]

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۴۱۸، ۴۴۶

[2] مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۱۲۰، حدیث ۴۵۸۳

[3] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۴۳۶

Presented by Ziaraat.Com

③ لڑائی کی شب کو جب نصف شب کے وقت رسولؐ خدا نے پانی طلب کیا تو حضرت علی علیہ السلام اس تاریک اور خطرات کی شب میں بدر کے کنویں پر گئے تھے اور آپؑ نے وہاں سے پانی بھرا تھا اور رسولؐ خدا کو سیراب کیا تھا۔ [1]

④ اس جنگ میں دوبدو مقابلہ کے دوران شیر خدا نے ولید بن عتبہ کو جہنم واصل کیا تھا اور اُس کے بیٹے عتبہ کو تہ تیغ کیا تھا۔ [2]

آپؑ نے یہی بات معاویہ کے نام اپنے ایک خط میں یوں بیان کی تھی:

فَاَنَا اَبُوحَسَنَ قَاتِلُ جَدِّكَ وَاُخِيكَ وَخَالِكَ شَدخًا يَومَ بَدرٍ وَ ذٰلِكَ السَّيفُ مَعِي وَبِذٰلِكَ القَلبِ القَى عَدُوِي [3]

"(میں کوئی اور نہیں) میں وہی ابوالحسنؑ ہوں جس نے تمھارے نانا اور تمھارے ماموں اور تمھارے بھائی کے پرخچے اُڑا کر بدر کے دن مارا تھا۔ وہی تلوار اب بھی میرے پاس ہے اور اُسی دل گردے کے ساتھ اب بھی دشمن سے مقابلہ کرتا ہوں"۔

⑤ اس جنگ میں شیر خدا نے قریش کے مشہور شاہ سوار عاص بن سعید اور رسولِ اکرمؐ کے بدترین دشمن نوفل بن خویلد کو قتل کیا تھا۔ [4]

⑥ پھر جب عمومی جنگ شروع ہوئی اور متحارب گروہ آپس میں گتھم گتھا ہوئے اور جنگ کے شعلے بلند ہوئے تو حضرت علی علیہ السلام نے غضب ناک شیر بن کر کفر کے ریوڑ پر حملہ کیا اور دشمنانِ اسلام کو گاجر مولی کی طرح سے کاٹنا شروع کیا۔ جنگ بدر میں مجموعی طور پر ستر مشرکین قتل ہوئے تھے، جب کہ شیر خدا نے تن تنہا پینتیس کفار کو قتل کیا تھا۔ [5]

⑦ آپؑ نے اُٹھتی ہوئی جوانی ہی میں لَا سَيفَ اِلَّا ذُو الفِقَار وَلَا فَتٰى اِلَّا عَلِي کا

---

[1] فضائل الصحابہ از احمد بن حنبل: جلد ۲، ص ۶۱۳، حدیث ۱۰۴۹

[2] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۴۴۵

[3] نہج البلاغہ، مکتوب ۱۰

[4] ارشاد مفید: جلد ۱، ص ۷۰

[5] ارشاد مفید: جلد ۱: ص ۷۲

Presented by Ziaraat.Com

ابدی تحفہ حاصل کیا تھا۔ [1]

⑧ امام حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگِ بدر میں پرچمِ اسلام حضرت علی علیہ السلام کے سپرد کیا تھا۔ اس وقت حضرت علی علیہ السلام کی عمر بیس برس کی تھی۔ [2]

⑨ ابن ہشام نے ابن اسحاق سے روایت کی کہ (جنگِ بدر میں) اسود بن عبدالاسد مخزومی جو کہ حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا کے بعد عتبہ بن ربیعہ اپنے بیٹے ولید بن عتبہ اور اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ کے ہمراہ مبارز طلبی کے لیے صفوں کے درمیان آیا اور مبارز طلبی کی۔ ان کے مقابلہ میں تین انصاری میدان میں گئے اور ان میں حارث کے دو فرزند عوف اور معوذ تھے۔ اُن کی والدہ کا نام عفرا تھا۔ تیسرا شخص عبداللہ بن رواحہ تھا۔ قریش کے پہلوانوں نے کہا کہ پہلے اپنا تعارف کراؤ۔

اُنھوں نے کہا: ہم انصار سے تعلق رکھتے ہیں۔ قریش کے پہلوانوں نے کہا: ہمیں تم سے لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بعدازاں اُنھوں نے ندا دے کر کہا: محمدؐ! ہمارے مقابلے میں ہمارے ہمسروں کو بھیج۔

رسولِ خداؐ نے عبیدہ بن حارث، حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ اور حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ سے فرمایا: آپ حضرات ان کے مقابلہ کے لیے جائیں۔

تینوں مجاہدینِ اسلام ان کے مقابلہ پر گئے۔ مشرکین کے پہلوانوں نے کہا: آپ اپنا تعارف کرائیں۔ عبیدہ، حمزہ اور حضرت علیؑ نے اپنا اپنا تعارف کرایا۔ مشرکین کے پہلوانوں نے کہا کہ مدمقابل بہت اچھے ہیں۔

اسلامی مجاہدین میں عبیدہ بوڑھے تھے۔ اُنھوں نے عتبہ بن ربیعہ پر حملہ کیا اور حضرت حمزہؓ نے شیبہ بن ربیعہ اور حضرت علیؑ نے ولید بن عتبہ پر حملہ کیا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؑ نے چشمِ زدن میں اپنے مقابلہ پر آنے والوں کو قتل کر دیا جب کہ عبیدہ اور

---

[1] تاریخ دمشق: جلد ۲، ص ۷۱

[2] مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۲۰، حدیث نمبر ۴۵۸۳

Presented by Ziaraat.Com

عتبہ میں تلواریں چل رہی تھیں اور اس مقابلہ میں عبیدہ شدید زخمی ہوئے۔ اتنے میں حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؑ نے آگے بڑھ کر عتبہ کا کام بھی تمام کر دیا اور عبیدہ کو میدان سے زخمی حالت میں اُٹھا کر لائے۔ [1]

⑤ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جنگِ بدر کے دن منادی نے آسمان سے ندا دی۔ اس منادی کا نام رضوان ہے: لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفِقَارِ وَلَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ۔ [2]

"ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں ہے اور علیؑ کے علاوہ کوئی جواں مرد نہیں ہے"۔ [3]

ب: جنگِ اُحد

جنگِ بدر میں مشرکین کے اکابرین مارے گئے جس کی وجہ سے قریش کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی اور وہ زخمی سانپ کی طرح سے بے قرار ہو کر تڑپنے لگے۔ قریش نے اس جنگ میں مسلمانوں کے عشقِ شہادت کو دیکھا تو وہ بدر کا انتقام لینے کی سوچنے لگے۔ اکابرین قریش نے اطراف کے قبائل کے دورے کیے اور ان سے مالی اور افرادی قوت طلب کی اور وہ تین ہزار کا لشکرِ جرار بنا کر مدینہ کی طرف چل پڑے۔ [4]

اس جنگ میں تین ہزار اُونٹ اور دو سو گھوڑے شامل تھے۔ [5]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کی اس حرکت کا علم ہوا تو آپؐ نے جنگ کے لیے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا اور نمازِ جمعہ کے بعد آپؐ مدینہ سے باہر آئے۔ آپؐ کے ساتھ ایک ہزار جنگ جو تھے۔ آپؐ نے اُحد کا رُخ کیا جہاں دشمن نے ڈیرہ لگا رکھا تھا۔ [6]

---

[1] سیرتِ نبویہ ابن ہشام: جلد ۲، ص ۲۷۷

[2] عرض مترجم: بیسویں روایت میں منقول ہے کہ رضوان فرشتہ نے لَا فَتٰی کی صدا جنگِ بدر میں بلند کی تھی، جب کہ تاریخ طبری میں ہے کہ ذوالفقار نامی تلوار رسولِ خدا نے حضرت علیؑ کو جنگِ اُحد میں دی تھی۔ ذاتی طور پر ہم جنگِ اُحد کو ترجیح دیتے ہیں۔

[3] تاریخ دمشق: جلد ۴۲، ص ۷۱

[4] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۰۴-۵۰۷

[5] المغازی: جلد اوّل، ص ۲۰۳-۲۰۴ و ۲۰۶

[6] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۰۳

Presented by Ziaraat.Com

یہ جنگ تین ہجری سات شوال کی صبح کے وقت شروع ہوئی۔ [1] مسلمانوں کا ابتدا میں پلہ بھاری رہا۔ لشکرِ کفار میدان چھوڑ کر بھاگا۔ مسلمان مالِ غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے اور درّہ پر کھڑے ہوئے تیر اندازوں نے یہ منظر دیکھا تو اُنھوں نے درہ خالی کر دیا اور وہ مالِ غنیمت کی لوٹ مار میں مصروف ہو گئے۔ جب دشمنوں نے درّہ کو خالی دیکھا تو اُنھوں نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور درّہ سے وہ لشکر طوفان بن کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔

مسلمانوں کی صفیں پہلے ہی منتشر ہو چکی تھیں۔ لشکرِ کفار نے انھیں بے دریغ مارنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی جنگ کا پانسہ پلٹا تو مسلمان رسولِ خدا کو تنہا چھوڑ کر میدانِ جنگ سے دوڑ پڑ گئے۔ [2] اس معرکہ دار و گیر میں رسولِ خدا کے ساتھ حضرت علیؑ اور چند دیگر مخلصین کے علاوہ اور کوئی باقی نہ بچا تھا۔ دشمن ننگی تلواریں لے کر رسولِ خدا کو قتل کرنے کے لیے آگے بڑھ رہے تھے اُدھر شیرِ خدا ہر آنے والے قاتل کو تلوار کے ذریعے سے ہٹا رہے تھے۔ جنگِ اُحد نبی اکرمؐ کی زندگی کی سخت ترین اور عبرت ناک جنگ تھی۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سی تنبیہات کی گئی تھیں۔ اس جنگ میں شیرِ خدا نے مرکزی اور قائدانہ کردار ادا کیا تھا۔ [3]

اس جنگ کے علمدار [4] بھی حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہی تھے اور یہ پرچم مہاجرین کا پرچم تھا۔ [5] مشرکین کا پرچم بردار طلحہ بن ابی طلحہ [6] ہی تھا۔ اسے حضرت علی علیہ السلام نے واصلِ جہنم کیا تھا۔ اس کے بعد اسی قبیلہ کے سات افراد نے پرچم اُٹھایا لیکن حضرت علی علیہ السلام نے یکے بعد دیگرے سب کو قتل کر دیا۔ جب آٹھ افراد مسلسل قتل ہوئے تو مشرکین کا جھنڈا اُٹھانے والا کوئی بھی نہیں بچا تھا۔ [7]

---

[1] المغازی، جلد اوّل، ص ۲۲۶

[2] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۴۳

[3] تاریخ دمشق: جلد ۴۲، ص ۷۲۱

[4] ارشاد: جلد اوّل، ص ۸۰

[5] المغازی: جلد اوّل، ص ۲۲۶

[6] ارشاد: جلد اوّل، ص ۸۸

[7] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۱۸

Presented by Ziaraat.Com

اس جنگ میں مسلمانوں نے کوئی قابلِ فخر کارنامہ سرانجام نہیں دیا تھا اور پیغمبرؐ اسلام کو نرغۂ اعدا میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ تاریخ کی اس حساس گھڑی میں حضرت علی علیہ السلام نے وفا کا حق ادا کیا تھا۔ [1]

اس جنگ کے اختتام پر جبریل امینؑ نے یہ ملکوتی صدا دی تھی:

لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفِقَارِ وَلَا فَتٰی اِلَّا عَلِی [2]

اس جنگ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو ستر سے زیادہ زخم آئے تھے۔ [3] اور اسی جنگ میں آپؑ کا یدِ اللہی ہاتھ بھی ٹوٹا تھا۔ [4]

جب دشمن شدید نقصان پہنچا کر میدان سے واپس گیا تو رسولِ خدا یہ تصدیق کرنا چاہتے تھے کہ دشمن واقعی چلا گیا ہے یا وہ کوئی جنگی چال چل رہا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے زخمی حضرت علی علیہ السلام کو اس کام کے لیے منتخب کیا تھا کہ وہ پتہ چلائیں کہ دشمن واپس جا چکا ہے یا کوئی دوسرا حملہ کرنا چاہتا ہے۔ [5]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب مسلمان جنگِ اُحد میں رسولِ اکرمؐ کو چھوڑ کر بھاگے تو رسولِ خداؐ نے اُن کی طرف منہ کر کے فرمایا تھا:

"اے لوگو! میں محمدؐ ہوں، میں اللہ کا رسولؐ ہوں۔ میں نہ تو مرا ہوں اور نہ ہی قتل ہوا ہوں....."

اس دوران مشرکین کا میمنہ رسولِ خداؐ پر حملہ آور ہوتا تھا تو حضرت علیؑ اُنھیں وہاں سے ہٹاتے تھے۔ پھر ان کی جگہ دشمنوں کا میسرہ حملہ آور ہوتا تو حضرت علیؑ اُنھیں دُور کرتے تھے۔ آپؑ مسلسل لڑتے رہے یہاں تک کہ آپؑ کی تلوار تین حصوں میں تقسیم ہوگئی۔

---

[1] سیرت ابن ہشام: جلد ۳، ص ۳۵

[2] ارشاد: جلد اوّل، ص ۹۱

[3] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۱۴

[4] تفسیر قمی: جلد اوّل، ص ۱۱۶

[5] مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۳ ؛ تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۲۷

Presented by Ziaraat.Com

آپؑ ٹوٹی ہوئی تلوار لے کر حبیبِ خدا کے پاس آئے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میری تلوار ٹوٹ گئی ہے۔ رسولِ خدا نے آپؑ کو ذوالفقار عطا کی۔

رسولِ خدا نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام کی ایڑیاں خون سے لت پت ہیں تو آپؐ نے آسمان کی طرف سر بلند کر کے اور رو رو کر بارگاہِ خداوندی میں یہ دُعا کی:

"بارِ الٰہا! تُو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ تو اپنے دین کو غالب کرے گا۔
اگر تو چاہے تو تیرے لیے یہ بات مشکل بھی نہیں ہے"۔

اتنے میں شیرِ خدا رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں نے اُقْدِمْ حَیْزُوْمُ [1] کی زوردار آوازیں سنی ہیں (یعنی حیزوم! آگے بڑھ)۔ میں جس بھی کافر کو مارنے کے لیے آگے بڑھا تو وہ میرے حملہ سے پہلے ہی مرا ہوا تھا۔

رسولِ خدا نے فرمایا: یہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور اسرافیلؑ ہیں وہ فرشتوں کے ساتھ آئے ہیں۔ پھر جبرئیلؑ رسولِ اکرمؐ کے پاس آئے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ نے دیکھا کہ علیؑ کیسے ہمدردی کر رہے ہیں۔ یہ ہے ہمدردی۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا کیوں نہ ہو۔

اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ

"علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں"۔

جبرئیلِ امینؑ نے کہا: وَاَنَا مِنْكُمَا "اور میں آپ دونوں سے ہوں"۔

پھر دشمنوں کو شکست ہوگئی۔ [2]

شیخ مفیدؒ ارشاد میں لکھتے ہیں: جب صحابہ میدانِ جنگ سے بھاگ گئے اور امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام ثابت قدم رہ گئے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے علیؑ! تم اور لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟

امیرالمومنینؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں آپؐ کو دشمنوں میں چھوڑ

---

[1] حیزوم: حضرت جبرئیلؑ کے گھوڑے کا نام ہے۔ (النہایہ، جلد اوّل، ص ۴۶۷)

[2] الکافی: جلد ۸، ص ۳۱۸، حدیث ۵۰۲

Presented by Ziaraat.Com

کر چلا جاؤں؟! خدا کی قسم! میں مسلسل لڑتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ آج میدان میں قتل ہو جاؤں گا یا پھر آپؐ کے دین کو زندہ کر کے جاؤں گا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! تمھیں مبارک ہو، اللہ اپنے وعدے کو پورا کرے گا اور آج کے بعد کفار ہم پر کبھی غلبہ نہیں کر پائیں گے۔ پھر رسولؐ خدا نے دیکھا کہ کافروں کا ایک ٹولہ آگے بڑھ رہا ہے۔ آپؐ اُن پر حملہ کر کے اُنھیں منتشر کر دیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے حملہ کیا اور ہشام بن اُمیہ مخزومی کو قتل کیا، اس کے ساتھ ہی وہ بھاگ گئے۔ پھر ایک اور ٹولہ نمودار ہوا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علیؑ! ان پر حملہ کر کے انھیں بھگا دو۔

حضرت علی علیہ السلام نے حملہ کیا اور عمرو بن عبداللہ جمحی کو قتل کر دیا۔ اُس کے ساتھی بھاگ گئے۔ پھر کفار کا تیسرا ٹولہ ظاہر ہوا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! ان پر حملہ کرو اور انھیں میدان سے بھگا دو۔

حضرت علیؑ شیرِ خدا نے اُن پر حملہ کیا اور اُن کے سالار بشر بن مالک عامری کو قتل کیا۔ اس کے ساتھی میدان سے بھاگ گئے۔ اس کے بعد کسی کو حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

جو مسلمان میدان سے بھاگے تھے وہ بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور مشرکین مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ رسولِ اکرمؐ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے آپؐ کا استقبال کیا۔ آپؐ کے پاس پانی کا ایک برتن تھا۔ اُس سے اُنھوں نے اپنے والد گرامی قدر کے چہرے کو دھویا تھا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام واپس آئے۔ آپؑ کے ہاتھوں سے خون ٹپک رہا تھا اور آپؑ کے پاس ذوالفقار تھی۔ آپؑ نے وہ تلوار حضرت فاطمہؑ کے پاس رکھی اور فرمایا: فاطمہؑ! اسے اپنے پاس رکھو، آج اس نے مجھ سے پوری وفا کی ہے۔ پھر آپؑ نے یہ اشعار پڑھے:

أَفَاطِمُ هَاكِ السَّيْفَ غَيْرَ ذَمِيمِ ... فَلَسْتُ بِرَعْدِيدٍ وَلَا بِمُلِيمِ

لَعَمْرِي لَقَدْ أَعْذَرْتُ فِي نَصْرِ أَحْمَدَا ... وَطَاعَةِ رَبٍّ بِالْعِبَادِ عَلِيمِ

أَمِيطِي دِمَاءَ الْقَوْمِ عَنْهُ فَإِنَّهُ ... سَقَى آلَ عَبْدِ الدَّارِ كَأْسَ حَمِيمِ

Presented by Ziaraat.Com

"فاطمہؑ! یہ لائق تعریف تلوار ہے۔ میں دشمن کو دیکھ کر کانپنے والا نہیں ہوں اور نہ ہی قابلِ ملامت ہوں۔ میں نے آج نصرتِ احمدؐ اور رب العزت کی اطاعت کا حق ادا کیا ہے۔ اس سے دشمنوں کا خون صاف کردو۔ اس تلوار نے عبدالدار کے خاندان کو دوزخ کا پیالہ پلایا ہے"۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاطمہؑ! تلوار لے لو۔ تمھارے خاوند نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ خدا نے اس کی تلوار سے صنادیدِ قریش کو قتل کیا ہے۔ [1]

کتاب اسدالغابہ میں سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ جنگِ اُحد میں حضرت علی علیہ السلام کو سولہ زخم لگے تھے۔ ہر زخم کے وقت آپؑ زمین کے ساتھ لگ جاتے تھے۔ انھیں زمین سے جبرئیل امینؑ بلند کرتے تھے۔ [2]

---

[1] ارشاد مفید: جلد اوّل، ص ۸۹

[2] اسدالغابہ: جلد ۴، ص ۸۳، نمبر ۳۷۸۹

Presented by Ziaraat.Com

پانچویں فصل

دشمن کو جھکنے پر مجبور کرنا

الف: غزوۂ بنی النضیر

بنونضیر مدینہ میں رہنے والا ایک یہودی قبیلہ تھا۔ اُنھوں نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، لیکن اُنھوں نے معاہدے کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کا پروگرام مرتب کیا۔ جنگِ اُحد کے بعد رسولِ خدا اُن کی خفیہ حرکات کو دیکھ رہے تھے۔ آپ حقیقتِ حال معلوم کرنے کی غرض سے اُن کے قلعہ کی طرف گئے، جب کہ اس کا ظاہری سبب یہ تھا کہ آپؐ بنی عامر کے دو افراد کی دیت دینا چاہتے تھے۔

بنی نضیر نے منافقانہ انداز سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا۔ آپؐ قلعہ کے سائے میں اپنے اصحاب کے ساتھ سوئے تھے تو وہ آپؐ کے قتل کے منصوبے بنانے لگے۔ ابھی اُنھوں نے عمل نہ کیا تھا کہ آنحضرتؐ اُن کے مکر کو سمجھ گئے اور آپؐ نے انھیں کچھ بتائے بغیر مدینہ کا قصد کیا۔ (تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۵۱)

اس کے بعد ان لوگوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا ہوا عہد توڑ ڈالا اور عہد شکنی کی۔ رسولِ اکرمؐ نے اُنھیں جلاوطن ہونے اور گھروں کو چھوڑنے کا حکم دیا لیکن اُنھوں نے آپؐ کے حکم کی پرواہ نہ کی۔ اس کے بعد چار ہجری ماہ ربیع الاوّل میں آپؐ نے اُن کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ (تاریخ اسلام ذہبی، جلد ۳، ص ۲۴۵)

کچھ تاریخی معلومات کی روشنی میں اُنھوں نے ذلیل و خوار ہو کر اپنے گھروں کو چھوڑ دیا تھا اور ان کے قبیلہ کے دس ہزار افراد بھی قتل ہوئے تھے۔

شیخ مفیدؒ ارشاد میں لکھتے ہیں: جب رسولِ خداؐ نے بنی نضیر کا رُخ کیا اور ان کا محاصرہ کیا۔ آپؐ نے بنی حظمہ کے آخر میں ریت پر اپنا خیمہ نصب کرایا۔ جب رات ہوئی تو بنی نضیر

Presented by Ziaraat.Com

کے ایک شخص نے آپؐ پر تیر سے حملہ کیا۔ رسولِ اکرمؐ محفوظ رہے لیکن وہ تیر آپؐ کے خیمے میں آگرا تھا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ آپؐ کا خیمہ اُکھاڑ کر سطح کے مقام پر لگایا جائے اور مہاجرین وانصار نے خیمے کا پہرہ دینا شروع کیا۔ جیسے ہی اندھیرا چھایا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت علیؑ موجود نہ تھے۔ اُنھوں نے رسولِ خدا سے کہا کہ ہمیں علیؑ دکھائی نہیں دیتے؟!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ تمھارے فائدے کے لیے کسی کام میں ہی ہوں گے۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شیرِ خدا آگئے اور اُن کے ہاتھ میں ایک یہودی کا کٹا ہوا سر تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے وہ سر رسولِ خدا کے سامنے پھینک کر کہا: یہ غرور یہودی کا سر ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپؐ نے یہ سب کچھ کیسے کیا؟

شیرِ خدا نے عرض کیا: یہ خبیث بڑی جرأت و جسارت والا تھا اور مجھے یقین تھا کہ یہ شخص اندھیرے کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہم پر حملہ کرے گا۔ میں ایک جگہ جا کر چھپ گیا۔ اتنے میں میں نے اُسے دیکھا کہ یہ ننگی تلوار لیے آگے چل رہا تھا اور اس کے ساتھ نو یہودی بھی تھے۔ (ارشاد مفید، جلد اوّل، ص ۹۲)

میں آگے بڑھا اور اُس پر اچانک حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ اس کے ساتھی بھاگ نکلے لیکن وہ ابھی قلعہ میں نہیں گئے ہوں گے۔ آپؐ اُن کی تلاش کرائیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس صحابہ کو ان کی تلاش میں بھیجا۔ ان میں ابودجانہ، سماک بن حرشہ اور سہل بن حنیف بھی شامل تھے۔ چنانچہ رسولِ اکرمؐ کے صحابہ نے ان شرپسندوں کو پکڑ لیا اور ان کو قتل کر دیا اور ان کے سر رسولِ اکرمؐ کے پاس لے آئے۔ رسولِ خدا نے حکم دیا کہ ان کے سر بنی حطمہ کے ایک کنوئیں میں ڈال دیے جائیں۔ اس طرح سے بنی نضیر کے قلعے فتح ہوئے۔ (تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۷۱)

ب: غزوۂ بنی قریظہ

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پہنچنے کے بعد وہاں کے یہودیوں سے ایک معاہدہ کیا جسے تاریخ میں میثاقِ مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی ایک شرط یہ تھی کہ مسلمان اور یہودی

Presented by Ziaraat.Com

برادرانہ تعلقات قائم رکھیں گے اور اگر باہر سے کوئی قوم مدینہ پر حملہ آور ہوئی تو مسلمان اور یہودی مدینہ کا مشترکہ دفاع کریں گے۔

لیکن غزوۂ اَحزاب کے موقع پر یہودیوں نے عہد شکنی کی تھی اور مشرکین سے نصرت کا وعدہ کیا تھا۔ الغرض کفار کا دس ہزار کا لشکر مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آیا لیکن مدینہ کے گرد خندق کھدی ہوئی تھی جس کی وجہ سے وہ شہر میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ ایک ماہ بعد بیرونی حملہ آور واپس چلے گئے۔ اس کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی قریظہ کو سزا دینے کا فیصلہ کیا کیونکہ اُن کا قلعہ تخریب کاری کا آخری گھونسلا تھا۔

سیّد العالمینؐ نے مدینہ میں نمازِ ظہر پڑھائی اور یہ اعلان کیا کہ تمام مسلمان پوری فوجی شان وشوکت کے ساتھ بنی قریظہ کی طرف چلیں اور عصر کی نماز وہیں ادا کی جائے گی۔ [1]

اس روانگی میں بھی امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت سب سے نمایاں تھی، کیونکہ:

① اسلام کا پرچم آپؑ کے ہاتھ میں تھا۔ [2]

② آپؑ مقدمۃ الجیش کے امیر تھے۔ [3]

③ بنو قریظہ آپؑ کی شہرت سے آگاہ ہو چکے تھے۔ جب اُنھوں نے آپؑ کو اپنی سمت بڑھتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے چلّا کر کہا: عمرو بن عبدود کا قاتل آرہا ہے۔

ابن ہشام لکھتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام نے یہ کہا تھا کہ میں حمزہؓ کی طرح سے شہادت حاصل کروں گا یا پھر اُن کے قلعے کو ویران کر دوں گا۔ [4] اسی لیے بنی قریظہ نے سعد بن معاذ کے فیصلے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا۔

④ یہودیوں نے سعد بن معاذ کے فیصلے کو قبول کیا تھا، کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ سعد کے ساتھ ان کے قدیمی تعلقات ہیں، لہٰذا وہ ان سے نرمی کا سلوک کریں گے۔

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۸۱

[2] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۲، ص ۷۴

[3] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۸۲

[4] سیرت ابن ہشام: ج ۳، ص ۲۵۱

Presented by Ziaraat.Com

جب سعد بن معاذ سے فیصلہ کرایا گیا تو اُنھوں نے کہا: ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے مال کو مالِ غنیمت سمجھنا چاہیے اور ان کی عورتوں کو قید کیا جائے۔ [1]

سیرت ابن ہشام میں مرقوم ہے کہ جب مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا تو اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے چیخ کر کہا:

"خدا کی قسم! میں حمزہؓ کی طرح سے جامِ شہادت نوش کروں گا یا اُن کے قلعہ کو تباہ و برباد کر دوں گا اور ان کے قلعہ کو فتح کروں گا"۔

بنی قریظہ نے کہا: ہم سعد بن معاذ کے فیصلے کو قبول کرتے ہیں۔ [2]

---

[1] ارشاد مفید: جلد اوّل، ص ۱۱۱

[2] سیرت ابن ہشام: جلد ۳، ص ۲۵۱

Presented by Ziaraat.Com

چھٹی فصل

جنگِ خندق میں حضرت علیؑ کی فیصلہ کُن ضربت

اسلام کے دامن میں بس دو ہی تو چیزیں ہیں
اِک ضربِ یدُ اللہی ، اِک سجدۂ شبیریؑ

جب بنونضیر مدینہ سے جلاوطن ہوئے تو اُن کے کچھ افراد خیبر میں جا کر آباد ہوئے اور کچھ لوگ شام جا بسے۔ یہودیوں کے سربراہوں نے عرب مشرکین کو مشورہ دیا کہ وہ یہود کے حلیف بن جائیں اور عرب کے جملہ قبائل مدینہ پر مل کر چڑھائی کریں اور مدینہ کے یہود اُن کی مدد کریں گے۔ (تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۶۵)

بہرنوع ابوسفیان نے جزیرۃ العرب کے دورے کیے اور قبائل کے شیوخ سے ملاقاتیں کیں اور بڑی جدوجہد سے دس ہزار افراد کا لشکر تیار کیا اور پھر یہ لشکر مدینہ کو تاراج کرنے کے لیے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ (مصدر سابق: جلد ۲، ص ۵۷۰)

اس جنگ میں چونکہ مختلف گروہ اور قبائل شامل تھے اور گروہ کو عربی زبان میں 'حزب' کہا جاتا ہے۔ جنگ میں گروہ زیادہ تھے، اس لیے اس جنگ کو جنگِ اَحزاب کہا جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجلس مشاورت طلب کی اور صحابہ سے اس کے لیے مشورہ طلب کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے کہا: ہمارے یہاں ایران کا رواج ہے کہ اگر دشمن زیادہ ہوں تو شہر کے گرد خندق کھودی جاتی ہے اور خندق کے مختلف مقامات پر جوانوں کو متعین کر دیا جاتا ہے جو کہ دشمن کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیتے اور باہر سے حملہ کے لیے آنے والا دشمن تنگ آ کر واپس چلا جاتا ہے۔

فخر سلیمانؓ کو سلمانؓ کی تجویز پسند آئی۔ آپؐ نے اپنے صحابہ کو مدینہ کے گرد خندق

Presented by Ziaraat.Com

کھودنے کا حکم دیا اور اس عمل میں آنحضرتؐ نے بنفسِ نفیس بھی شرکت کی تھی۔ [1] دشمن بڑی کرّوفر سے مدینہ کے قریب آیا اور یہاں اُنھیں خندق دکھائی دی۔ جس کی وجہ سے دشمن کا طوفان رُک گیا اور قریباً ایک ماہ تک وہ لشکر ہاتھ پر ہاتھ دھرے مدینہ سے باہر بیٹھا رہا اور ہر روز اس لشکر کی مصیبت میں اضافہ ہوتا گیا۔ [2]

پھر ایک دن عمرو ابن عبدود اس کے چند گھڑسوار دوست خندق پار کرنے میں کامیاب ہوگئے اور مسلمانوں کے سامنے آن کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے مسلمانوں سے مبارزطلبی کی، لیکن کسی نے ان کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ [3]

عمرو بن عبدود نے اپنی خوفناک آواز نکالی، جس سے لوگوں کے دہل دہل گئے اور سانسیں سینوں میں اُٹک گئیں اور کسی کو بھی جواب کا یارا نہ رہا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کا جواب دیا جائے اور اس کے شر کا قلع قمع کیا جائے۔ اس کے جواب میں شیرِ خدا کے علاوہ کسی کو کھڑا ہونے کی توفیق نہ ہوئی۔ [4]

یہی وہ موقع تھا جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تاریخی جملہ فرمایا تھا:

بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ اِلَی الشِّرْکِ کُلِّہٖ [5]

"کُلِ ایمان، کُلِ شرک کے مقابلے پر جا رہا ہے"۔

مقابلہ شروع ہوا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اُس پر ایسا دلیرانہ وار کیا کہ وہ سنبھل نہ سکا اور زمین چاٹنے لگا۔ شیرِ خدا نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا جو آسمان کی بلندیوں تک جا پہنچا۔ عمرو بن عبدود کے ساتھی دوڑ گئے اور یوں احزاب کی شوکت و رُعب کا خاتمہ ہوا۔

جب عمرو بن عبدود اور اس کے ساتھیوں نے کسی تنگ دل شخص کی کھودی ہوئی تنگ

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۶۶

[2] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۷۲

[3] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۷۴

[4] سنن کبریٰ: جلد ۹، ص ۲۲۳، حدیث ۱۸۳۵

[5] شرح نہج البلاغہ: جلد ۱۹، ص ۶۱

Presented by Ziaraat.Com

خندق کو عبور کیا تو حیدرِ کرّار نے اُس کے سرغنہ کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد کسی کو خندق پار کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ [1]

عمرو بن عبدود کا قتل اتنا فیصلہ کن تھا کہ رسولِ ثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَمُبَارَزَةُ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ لِعُمرو بْنِ عَبْدِوُدٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِي اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ [2]

"خندق کے دن علیؑ کی عمرو بن عبدود سے لڑائی قیامت تک کے لیے میری اُمت کے اعمال سے افضل ہے"۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں:

لَضَرْبَةُ عَلِيٍّ لِعَمْرٍو يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَعْدِلُ عِبَادَةَ الثَّقَلَيْنِ [3]

"خندق کی دن کی وہ ضربت جو علیؑ نے عمرو پر چلائی تھی وہ جن و انس کی عبادات کے برابر ہے"۔

اَز علیؑ آموز اخلاصِ عمل

اسی جنگ کا مشہور واقعہ ہے کہ جب عمرو بن عبدود زمین پر گرا اور شیر خداؑ اُسے مارنے کے لیے اُس کے سینہ پر چڑھے تو اُس نے آپؑ کے وجہ اللہ چہرے کی بے ادبی کی اور آپؑ کے چہرے پر تھوک دیا۔

علی حیدرِ کرّارؑ رُک گئے اور میدان میں ٹہلنے لگے۔ پھر کافی وقت کے بعد آپؑ نے اُسے دوبارہ پچھاڑا اور اس کا سر قلم کیا۔

جب حضرت علی علیہ السلام سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: میرے اور عمرو کے درمیان کوئی دشمنی نہیں تھی، وہ میرے خدا کا منکر تھا میں اُسے اپنے رب کی رضا کے لیے قتل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جب اُس نے میرے چہرے کی بے ادبی کی تو مجھے ذاتی غصہ آ گیا۔ میں نے

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۷۴

[2] مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۳۴، حدیث ۴۳۲۷

[3] عوالی اللئالی: جلد ۴، ص ۸۶، حدیث ۱۰۲

Presented by Ziaraat.Com

سوچا کہ اگر اس حال میں مَیں نے اُسے قتل کر دیا تو ممکن ہے کہ قیامت کے دن خدا مجھ سے یہ کہے: اے علیؑ! تو نے جب عمرو بن عبدود کو قتل کیا تھا تو میری رضا کے ساتھ تمھاری اپنی دشمنی بھی شامل تھی۔

میں اپنے عمل کو خدا کے لیے انجام دینا چاہتا تھا اور خدا کے لیے کیے جانے والے عمل میں مَیں اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کو داخل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی لیے میں نے اُسے چھوڑ دیا اور جب میرا ذاتی غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو میں نے اُسے خدا کی رضا کے لیے قتل کیا۔

عمرو بن عبدود کے قتل کے ساتھ ہی اس کے دوست بھاگ نکلے۔ [1] حیدرِ کرارؑ نے اُن کا پیچھا کیا اور نوفل بن عبداللہ کو قتل کیا۔ [2]

جب شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام نے عمرو بن عبدود کو قتل کیا تو مشرکین کی کمر ٹوٹ گئی اور اُنھیں شکست کے علاوہ اور کوئی راستہ سجھائی نہ دیا۔ [3]

حضرت علی علیہ السلام نے عمرو کو کافر سمجھ کر قتل کیا تھا لیکن آپؑ نے اُس کی قیمتی زرہ نہیں اُتاری تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپؑ کی جنگ اعلائے کلمۃ الحق کے لیے تھی۔ آپؑ مالِ غنیمت کے شیدائی نہیں تھے۔ آپؑ کے اس استغنا اور بلند چشمی کی اپنوں کے علاوہ اغیار نے بھی تعریف کی تھی۔ حد یہ ہے کہ عمرو بن عبدود کی بہن نے بھی آپؑ کے اس عمل کو سراہا تھا۔ [4]

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَمُبَارَزَةُ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ لِعُمرو بْنِ عَبْدِوُدٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِي اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ [5]

"خندق کے دن کی علیؑ کی عمرو سے جنگ میری اُمت کے قیامت تک کے

---

[1] ارشاد: جلد اوّل، ص ۱۰۲

[2] تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۷۴

[3] کنز الفوائد: جلد اوّل، ص ۲۹۸

[4] ارشاد مفید: جلد اوّل، ص ۱۰۷

[5] مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۳۴، حدیث ۴۳۲۷

Presented by Ziaraat.Com

اعمال سے افضل ہے"۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں:

لَضَرْبَةُ عَلِيٍّ لِعَمْرٍو يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَعْدِلُ عِبَادَةَ الثَّقَلَيْنِ [1]

"خندق کے دن کی عمرو پر علیؑ کی ضربت جن و انس کی عبادت کے برابر ہے"۔

---

[1] عوالی اللئالی: جلد ۴، ص ۸۶، حدیث ۱۰۲

Presented by Ziaraat.Com

ساتویں فصل

حدیبیہ میں شجاعت اور اَدب کا بہ یک وقت مظاہرہ

ہجرت کے چھٹے سال حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کی ادائیگی کے لیے مکّہ کا سفر کیا۔ آپؐ مکہ کے قریب جب مقامِ حدیبیہ پر پہنچے تو آپؐ کو معلوم ہوا کہ قریش نے جنگ کی تیاری کر رکھی ہے اور وہ آپؐ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ لیکن خدا نے جنگ سے فریقین کو محفوظ رکھا۔ فریقین کے قاصد ایک دوسرے کے پاس آئے اور باہمی مذاکرات ہوئے اور یہ طے پایا کہ رسولِؐ خدا اس برس واپس چلے جائیں اور مکہ میں داخل نہ ہوں۔ اور اس کے بجائے آیندہ سال رسولِؐ خدا اور اُن کے ساتھیوں کو عمرہ کی اجازت ہوگی۔ چنانچہ فریقین میں صلح نامہ مرتب ہوا۔ صلح نامہ کے کاتب حضرت علی علیہ السلام تھے۔ [1]

ارشاد مفیدؒ میں قابد مولیٰ عبداللہ بن سالم سے منقول ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کی ادائیگی کے لیے حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو وہاں پانی ختم ہوگیا۔ آنحضرتؐ نے سعد بن مالک کو مشکیں دے کر بھیجا۔ تھوڑی دیر سفر کرنے کے بعد وہ واپس آگیا اور اُس نے کہا:

یارسولؐ اللہ! مشرکین کے خوف سے میرے پاؤں سفر کرنا چھوڑ گئے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: تو بیٹھ جا۔

بعدازاں آپؐ نے ایک اور شخص کو پانی لانے کے لیے بھیجا اور جب وہ اس جگہ پہنچا جہاں تک پہلا گیا تھا تو وہ بھی واپس آگیا۔

رحمۃ للعالمینؐ نے اُس سے واپسی کی وجہ پوچھی تو اُس نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں ڈر کے مارے چلنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس وقت رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور مشکیزے اُن کے حوالے کیے۔

---

[1] طبقات کبریٰ: جلد ۲، ص ۹۵

Presented by Ziaraat.Com

آپؑ کے ساتھ جانے والوں کو خدشہ تھا کہ آگے کفار و مشرکین ہیں۔ وہ آپؑ کو شہید کر دیں گے، لیکن اسد اللہ پوری جرأت کے ساتھ کنوئیں پر پہنچے اور وہاں سے پانی بھر لائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی اور دُعائے خیر دی۔ [1]

صحیح بخاری میں براء بن عازب سے منقول ہے کہ جب صلح حدیبیہ ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام نے صلح نامہ کی عبادت لکھی اور اُنھوں نے صلح نامہ میں ''محمد رسولُ اللہ'' کے الفاظ لکھے۔

مشرکین نے اس عبارت پر اعتراض کیا اور کہا: ''محمد رسول اللہ'' کا جملہ نہ لکھیں۔ اگر ہم آپؐ کو رسول مانتے تو آپؐ سے جنگ نہ کرتے۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا: علیؑ! اس جملہ کو مٹا دو۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: میں ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ کو اپنے ہاتھوں سے نہیں مٹا سکتا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ صلح نامہ لیا اور اپنے ہاتھ سے اس جملہ کو مٹا دیا۔ [2]

---

[1] ارشاد: جلد اوّل، ص ۱۲۱

[2] صحیح بخاری: جلد ۲، ص ۹۶۰، حدیث ۲۵۵۱

Presented by Ziaraat.Com

آٹھویں فصل

جنگِ خیبر میں فیصلہ کُن کردار

دورِ نبوت کی غزوات میں جنگِ خیبر کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اس جنگ میں یہودیوں کو شکست فاش ہوئی اور وہ پھر جزیرۃ العرب میں اپنا مرکز قائم نہ کر سکے۔ خیبر یہودیوں کے مضبوط قلعہ جات پر مشتمل تھا اور یہاں دینِ اسلام کی بیخ کنی کے لیے مشورے ہوتے تھے۔

خیبر مدینہ سے مغرب میں زرخیز خطہ ہے اور یہ مدینہ کے شمال مغرب میں دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ (معجم البلدان: جلد ۲، ص ۴۰۹)

ان قلعہ جات میں رہائش پذیر یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دینِ اسلام سے سخت عداوت رکھتے تھے اور ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ جنگِ احزاب میں بھی ان کی مالی اور فوجی مدد شاملِ حال تھی۔ الغرض یہ لوگ ہر لحاظ سے دینِ اسلام کے بدترین دشمن تھے۔ (تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۵۶۵)

صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان قریش سے بے فکر ہو گئے۔ قریش سے مطمئن ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے خیبر کے سازشی مرکز کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ (المغازی: جلد ۲، ص ۶۳۷)

خیبر فتح کرنا انتہائی مشکل کام تھا کیونکہ وہاں دس ہزار جنگجو یہودی رہتے تھے اور وہاں ناقابلِ تسخیر قلعے تھے۔

فتح خیبر میں حضرت علی علیہ السلام نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ اس کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

① دوسری غزوات کی مانند اس غزوہ میں بھی لشکرِ اسلام کا پرچم حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ میں تھا۔ (طبقاتِ کبریٰ: جلد ۲، ص ۱۰۶)

② مسلمانوں نے خیبر کے باقی قلعے فتح کر لیے، لیکن "وطیح" اور "سلالم" نامی قلعے محکم اور

Presented by Ziaraat.Com

مضبوط تھے۔ مسلمانوں نے دوبارہ ان پر چڑھائی کی۔ پہلی بار حضرت ابوبکرؓ کی قیادت میں حملہ کیا گیا اور دوسری بار حضرت عمرؓ کی زیر قیادت حملہ کیا گیا، لیکن یہ دونوں بزرگوار فتح کے بغیر واپس آ گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مہم کے لیے حضرت علی علیہ السلام کو بلایا۔ اس وقت آپؑ بیمار تھے اور جنگ کے قابل نہ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کے لیے دُعا کی اور خدا نے آپؑ کے ہاتھوں پر خیبر فتح کیا اور اسلامی لشکر ان قلعہ جات میں داخل ہوا۔ حضرت علی علیہ السلام کے حملہ سے پہلے کوئی شخص یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ یہ قلعے بھی فتح ہو سکیں گے۔ (مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۳۹-۴۱)

② اس جنگ میں آپؑ نے یہودیوں کے مشہور اور مغرور پہلوان حارث کو خاک و خون میں ملا دیا جب کہ رسولِ اکرمؐ کے تمام فوجی اس کے نام سے بھی کانپتے تھے۔ اس جنگ میں علی حیدرِ کرّارؑ نے یہودیوں کے مشہور پہلوان مرحب کا بھی خاتمہ کیا۔ یہ وہ پہلوان تھا کہ جس کے مقابلہ میں جانے کی کسی کو ہمت تک نہ ہوتی تھی۔ (مسند احمد بن حنبل: جلد ۹، ص ۲۸، حدیث ۹۳۲۳)

③ جب یہودیوں کے دو مشہور قلعے مسلمانوں سے فتح نہ ہوئے تو رسولِ خدا نے اپنا یہ مشہور اعلان کیا تھا:

لَأُعْطِيَنَّ الرَّأْيَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ

"کل میں ضرور بالضرور اس مرد کو علَم عطا کروں گا جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کا محب ہوگا اور وہ بھی اللہ اور اُس کے رسولؐ کا محبوب ہوگا"۔ (سیرت ابن ہشام: جلد ۳، ص ۳۴۹)

ایک اور روایت میں کَرَّارًا غَيْرَ فَرَّارٍ (آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا ہوگا اور بھاگنے والا نہیں ہوگا" کے الفاظ بھی موجود ہیں"۔ (الکافی: جلد ۸ ص ۳۵۱، حدیث ۵۴۸)

حدیث کے الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشارہ حضرت علی علیہ السلام کی طرف تھا۔ اس سے مسلمانوں کے دلوں میں اُمید کا چراغ روشن ہو گیا۔

⑤ شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام نے تن تنہا قلعہ قموص کے دروازے کو اُکھاڑا تھا۔ یہ قلعہ اتنا

Presented by Ziaraat.Com

وزنی تھا کہ چالیس افراد بھی اُسے حرکت نہیں دے سکتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ: جلد ۷، ص ۵۰۷، حدیث ۷۶)

ارشاد مفیدؒ میں عبدالملک بن ہشام اور محمد بن اسحاق جیسے مغازی نویس علماء کے حوالے سے یہ لکھا ہے:

"حبیبؐ خدا نے خیبر میں بیس سے کچھ زیادہ راتیں بسر کی تھیں۔اس جنگ میں اسلام کا پرچم حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ میں تھا لیکن خیبر پہنچ کر امیر کائناتؑ کو آشوبِ چشم کا عارضہ لاحق ہوگیا جس کی وجہ سے آپؑ جنگ میں شرکت سے معذور ہو گئے تھے۔

مسلمانوں نے کچھ قلعے فتح کیے۔پھر ایک دن خیبری اپنی خندق پار کر کے آگے بڑھے اور مرحب نے لڑائی کا چیلنج دیا۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو بلا کر فرمایا: تم پرچم اُٹھاؤ اور فوج کو لے کر ان کا مقابلہ کرو۔

حضرت ابوبکرؓ میدان میں آئے لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔وہ واپس آئے۔وہ فوج پر الزام عائد کر رہے تھے اور فوج اُن پر الزام عائد کر رہی تھی۔دوسرے دن حضرت عمرؓ میدان میں گئے۔تھوڑا سا چل کر وہ واپس آئے اور وہ اپنے ساتھیوں کو بزدل کہتے تھے اور ساتھی اُنھیں بزدل کہتے تھے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ پرچم کے قابل ہی نہیں ہیں۔تم میرے پاس علیؑ بن ابی طالبؑ کو لے کر آؤ۔

لوگوں نے عرض کیا: آپؑ کو آشوبِ چشم لاحق ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تم اُنھیں میرے پاس لے آؤ۔اس صورت میں تم میں ایسا انسان دکھائی دے گا جو خدا اور رسولؐ سے محبت کرنے والا ہے اور خدا اور رسولؐ اُس سے محبت کرتے ہیں۔وہ پرچم کا حق ادا کرے گا۔وہ بھاگنے والا نہیں ہے۔

لوگ گئے اور حضرت علی علیہ السلام کو ہاتھوں سے پکڑ کر رسولِ اعظمؐ کے پاس لے آئے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: آپ کو کیا تکلیف ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آشوبِ چشم کی وجہ سے مجھے کچھ دکھائی نہیں

Presented by Ziaraat.Com

دیتا اور سر میں شدید درد ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپؑ بیٹھ جائیں اور اپنا سر میری آغوش میں رکھیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے حضورؐ کے فرمان پر عمل کیا۔ رسولِ اکرمؐ نے آپؑ کے حق میں دُعا کی اور حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ پر اپنا لعاب دہن لگایا، جسے حضرت علی علیہ السلام نے اپنی آنکھوں اور سر پر لگایا۔ اس سے اُن کی آنکھیں کھل گئیں اور دردِ سر دُور ہو گیا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے حق میں یہ دُعا فرمائی تھی:

اَللّٰھُمَّ قِہِ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ

"خدایا! اسے گرمی اور سردی سے محفوظ رکھ"۔

اس کے بعد حضورؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو پرچم عطا کیا۔ وہ سفید رنگ کا پرچم تھا۔

آپؐ نے فرمایا: علیؑ! یہ پرچم پکڑو اور اسے لے کر آگے بڑھو۔ جبریلؑ تمھارے ساتھ ہے، نصرتِ خداوندی تمھارے آگے ہے۔ مخالفین کے دلوں میں تمھارا رُعب ڈال دیا گیا ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: علیؑ! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ لوگ اپنی کتاب میں یہ بات پڑھتے ہیں کہ جو ان کو تباہ کرے گا اس کا نام "ایلیا" ہوگا۔ جب تم ان کے مقابلہ میں جاؤ تو کہنا کہ "میں علیؑ ہوں"۔ وہ ان شاء اللہ ناکام ہوں گے۔

حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے جب یہ فرمایا کہ "میں علیؑ بن ابی طالب ہوں" تو اس وقت ایک یہودی عالم نے کہا: مجھے اس دین اور کتاب کی قسم جو موسیٰؑ پر نازل ہوئی ہے تم لوگ مغلوب ہو چکے ہو۔ یہودیوں کے دلوں میں خدا نے اتنا رُعب ڈالا کہ وہ اسے چھپا نہیں سکتے تھے۔ (ارشاد: جلد اوّل، ص ۱۲۵)

صحیح بخاری میں سہل بن سعد سے منقول ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزِ خیبر فرمایا تھا:

لَاُعْطِیَنَّ ھٰذِہِ الرَّأْیَۃَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ

"کل میں ضرور بالضرور علَم ایسے مرد کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح

Presented by Ziaraat.Com

عطا کرے گا۔ وہ اللہ اور رسولؐ کا محب ہوگا اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کا محبوب ہوگا"۔

راوی کا بیان ہے کہ لوگ ساری رات انتظار کرتے رہے کہ ان میں سے علَم کس کو دیا جائے گا؟ صبح ہوئی تو لوگ رسولِؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کو علَم ملنے کی اُمید تھی۔

رسولِؐ خدا نے فرمایا: علیؑ بن ابی طالبؑ کہاں ہے؟

آپؐ سے کہا گیا کہ علیؑ کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔

حضورؐ نے فرمایا: علیؑ کو بلا لاؤ۔

حضرت علیؑ کو لایا گیا۔ رسولِ اکرمؐ نے اُن کی آنکھوں پر لعابِ دہن لگایا اور اُن کے لیے دُعا کی۔ حضرت علی علیہ السلام صحت یاب ہوگئے اور یوں لگتا تھا کہ اُنھیں کوئی درد ہی نہیں تھا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علَم حضرت علی علیہ السلام کو دیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں ان سے اُس وقت تک جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ ہم جیسے ہوجائیں؟

رسولِؐ خدا نے فرمایا: انھی قدموں پر جاؤ یہاں تک کہ ان کے صحن میں جا اُترو۔ پھر اُنھیں اسلام کی دعوت دو اور اُنھیں بتاؤ کہ خدا نے اُن پر کیا حق واجب کیا ہے۔ خدا کی قسم! اگر اللہ تمھاری بدولت ایک بھی انسان کو ہدایت کردے تو وہ تمھارے لیے سرخ رنگت والے اُونٹوں سے بہتر ہے"۔ (صحیح بخاری: جلد ۴، ص ۱۵۴۲، حدیث ۳۹۷۳)

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ ارشاد میں لکھتے ہیں:

"جب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے مرحب کو قتل کیا تو اُس کے ساتھی واپس آئے اور اُنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کے سامنے قلعہ کا دروازہ بند کردیا۔ حضرت علی علیہ السلام دروازے کی طرف بڑھے اور دروازے کو اس کے مقام سے اُکھیڑ دیا۔ حضرت علی علیہ السلام کے لشکر نے اندر آنا چاہا لیکن وہ راستے کی خندق کو پار نہ کرسکے۔ فاتح خیبر نے قلعہ کے دروازے کو پکڑا اور اُسے خندق پر رکھ دیا اور وہ دروازہ لوگوں کے لیے پُل بن گیا۔ حضرت علی علیہ السلام کا لشکر اس پُل سے

Presented by Ziaraat.Com

گزر کر قلعہ میں داخل ہوا اور قلعہ کو فتح کر لیا اور جی بھر کر مالِ غنیمت لوٹا۔ جب لوگ قلعہ سے باہر آئے تو فاتح خیبر نے اپنے ہاتھ سے دروازے کو کئی ہاتھ کے فاصلے پر پھینک دیا۔ یہ دروازہ اتنا وزنی تھا کہ بیس افراد مل کر اُسے بند کیا کرتے تھے۔ (ارشاد مفید: جلد اوّل، ص ۱۲۷)

فاتح خیبر نے فرمایا:

وَاللهِ مَا قَلَعْتُ بَابَ خَيْبَرٍ وَدَكَدَكْتُ حِصْنَ يَهُودٍ بِقُوَّةٍ جِسْمَانِيَّةٍ بَلْ بِقُوَّةٍ إِلٰهِيَّةٍ [1]

"خدا کی قسم! میں نے خیبر کے دروازے کو اپنی جسمانی قوت سے نہیں اُکھاڑا تھا اور یہود کے قلعہ کو زیر زبر نہیں کیا تھا بلکہ قوتِ الٰہیہ کے ساتھ کیا تھا"۔

---

[1] شرح نہج البلاغہ، معتزلی: جلد ۲۰، ص ۳۱۶، حدیث ۶۲۶

Presented by Ziaraat.Com

نویں فصل

حضرت علی علیہ السلام کا فتح مکہ میں کردار

سرکارِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلِ مکہ کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر جو معاہدہ ہوا تھا اُس میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ فریقین آپس میں جنگ نہیں لڑیں گے اور اپنے حلیف قبائل کو بھی جنگ پر آمادہ نہیں کریں گے اور اس دوران اگر ایک کا حلیف قبیلہ دوسرے کے حلیف قبیلے پر حملہ کرے تو کوئی بھی فریق اپنے حلیف قبیلہ کا ساتھ نہ دے گا۔ صلح حدیبیہ کے بعد قبیلہ بنی خزاعہ نے مسلمانوں کے حلیف ہونے کا اور بنی بکر نے قریش کے حلیف ہونے کا اعلان کیا تھا، لیکن قریش نے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور اپنے حلیف قبیلہ بنی بکر کو مسلمانوں کے حلیف قبیلہ خزاعہ کے خلاف بھڑکایا اور رات کی تاریکی میں خود قریش کے افراد نے بنی بکر کے ساتھ مل کر خزاعہ کے خلاف چڑھائی کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش کی خلاف ورزیوں کی اطلاع ملی اور آپؐ کو معلوم ہوا کہ اس جنگ میں کچھ بے گناہ مسلمان مارے گئے ہیں اور قبیلۂ خزاعہ کا رئیس عمرو بن سالم قریش کی جفاکاری کی شکایت کرنے رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اُس نے اپنے قبیلہ کی مظلومیت کے متعلق کچھ مؤثر اشعار بھی پڑھے تھے۔

ان حالات میں ضروری ہوگیا تھا کہ مسلمان مکہ پر چڑھائی کر کے اس شہر کا نظام اپنے ہاتھوں میں سنبھالیں اور قریش مکہ کی قوت کو پاش پاش کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو مکہ کی فتح کی صورت میں فتح مبین سے ہمکنار کیا تھا اور مکہ کی فتح انسانی تاریخ کی عجیب ترین فتح ہے، کیونکہ اس فتح میں فریقین میں سے ایک فرد بھی قتل نہیں ہوا تھا، جب کہ آنحضرتؐ کے پاس دس ہزار افراد کی فوج بھی تھی مگر اس دوران کسی کی

Presented by Ziaraat.Com

نکسیر تک نہ پھوٹی تھی۔ (طبقاتِ کبریٰ: جلد ۱۲، ص ۱۳۴-۱۳۵، ۱۳۶)

فتح مکہ میں حضرت علی علیہ السلام نے بے مثال کردار ادا کیا تھا۔

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کرنے کا ارادہ کیا تو آنحضرتؐ کے ایک صحابی حاطب بن ابی بلتعہ نے اہلِ مکہ کو پیشگی خبردار کرنے کے لیے ایک خط تحریر کیا تھا اور اُنھیں خبردار کیا تھا کہ وہ جنگ کے لیے اپنی تیاریاں مکمل کرلیں، کیونکہ عنقریب ان پر حملہ ہونے والا ہے۔

اس نے یہ خط لکھ کر ایک عورت کے سپرد کیا اور اُسے نصیحت کی کہ وہ اس خط کو چھپا کر مکہ لے جائے۔ عورت نے وہ خط لیا اور اپنی چوٹیوں میں چھپا کر وہ مکہ کی طرف روانہ ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو اس غداری سے آگاہ کیا اور رسولِ خداؐ نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؑ کو اس عورت کے تعاقب میں روانہ کیا۔ الغرض یہ حضرات اس عورت کے پاس پہنچے اور شیخین نے کئی بار اس کی تلاشی لی لیکن وہ خط برآمد نہ کرسکے۔

پھر حضرت علی علیہ السلام آگے بڑھے اور اُس عورت سے فرمایا: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تمھارے بارے میں بتایا ہے جب کہ آج تک آپؐ کی زبان پر جھوٹ کا ایک لفظ تک نہیں آیا۔ تم وہ خط ہمارے حوالے کردو، ورنہ میں تجھے قتل کرکے تیرا سر رسولِ خداؐ کی خدمت میں پیش کردوں گا۔

حضرتِ علی علیہ السلام کی یہ دھمکی کارگر ثابت ہوئی اور عورت نے اپنے بالوں کی چوٹیوں سے وہ خط نکال کر آپؑ کے سامنے رکھ دیا۔ (صحیح بخاری: جلد ۴، ص ۱۵۵، حدیث ۴۰۲۵)

فتح مکہ کے دن جب اسلامی فوج مکہ میں داخل ہو رہی تھی تو سعد بن عبادہ نے اسلامی پرچم اُٹھایا ہوا تھا اور اُنھوں نے یہ رجز پڑھا:

اَلیَومُ یَومَ الملحَمَۃ..... ''آج بدلے کا دن ہے''۔

رسولِ رحمت کو اس کا یہ جملہ پسند نہ آیا۔ آپؐ نے فرمایا:

اَلیَومُ یَومَ المَرحَمَۃ.....

''آج رحمت کا دن ہے''۔ [1]

---

[1] اسد الغابہ: جلد ۲، ص ۴۴۲، نمبر شمار ۲۰۱۲؛ تاریخ الاسلام ذہبی: جلد ۲، ص ۵۳۲

Presented by Ziaraat.Com

پھر آپؐ نے فاتح خیبر سے فرمایا: آپؐ سعد سے پرچم اسلام لے لیں۔

فتح مکہ کے بعد رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام معافی کا اعلان کیا، البتہ کچھ بدترین دشمنانِ اسلام کے خون کو ہدر قرار دیا۔ ان میں ایک حویرث تھا۔ یہ شخص آپؐ کو مکہ میں بہت زیادہ ایذائیں دیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک گانے بجانے والی عورت کا خون بھی آپؐ نے مباح قرار دیا تھا۔ یہ عورت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں گانے گایا کرتی تھی۔

حضرت علیؑ نے دونوں کو پکڑ کر قتل کر دیا تھا۔ (انساب الاشراف: جلد ۱، ص ۴۵۶-۴۵۷)

مخبر عورت کا واقعہ صحیح بخاری میں عبیداللہ بن ابی رافع سے یوں منقول ہے کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کی زبانی سنا کہ رسولِ رحمتؐ نے مجھے، زبیر اور مقداد کو حکم دیا کہ تم روضہ خاخ [1] کے مقام پر جاؤ اور وہاں تمہیں ایک ہودج دکھائی دے گا۔ اس میں ایک عورت موجود ہوگی۔ اس کے پاس ایک خط ہے تم اس سے وہ خط واپس لے آؤ۔

ہم گھوڑے دوڑاتے ہوئے مقامِ روضہ پر پہنچے۔ وہاں ایک ہودج موجود تھا اور اس میں عورت بھی موجود تھی۔ ہم نے عورت سے کہا کہ خط نکال کر ہمارے سپرد کر دے۔

عورت نے جواب دیا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔

ہم نے کہا: خط ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اُتار دیں گے۔

بالآخر عورت نے وہ خط اپنی چوٹیوں میں سے نکال دیا۔ ہم وہ خط لے کر رسولِ اکرمؐ کے پاس واپس لے آئے۔ (صحیح بخاری: جلد ۴، ص ۱۵۵۷، حدیث ۴۰۲۵)

تاریخ طبری میں عبداللہ بن ابی نجیح سے منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کرنے کی غرض سے شہر مکہ سے باہر مقامِ ذی طوی پر اپنے لشکر کو تقسیم کیا۔ آپؐ نے زبیر بن العوام سے فرمایا: تم فوجی دستہ لے کر مقامِ کداء سے داخل ہو جاؤ۔ اس وقت زبیر میسرہ میں تھے۔ رسولِ اسلامؐ نے سعد بن عبادہ کو حکم دیا کہ وہ فوجی دستہ لے کر مقامِ کداء سے مکہ میں داخل ہو جائے۔

---

[1] یہ جگہ حرمین کے درمیان مدینہ اور حمراء الاسد کے قریب واقع ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

کچھ اہلِ علم بیان کرتے ہیں کہ جب سعد مکہ میں داخل ہوئے تو انھوں نے یہ رجز پڑھا:

اَلیَومُ یَومَ الملحَمَة.....اَلیَوم تَستَحِلُّ الحُرمَة

"آج انتقام اور آزمائش کا دن ہے۔ آج حرمت کعبہ زائل ہوگی"۔

ایک مہاجر نے یہ رجز سنا تو رسولِ خدا سے عرض کیا: سعد کے اس رجز کی وجہ سے قریش کہیں لڑنے پر آمادہ نہ ہو جائیں۔

اس وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اس کے پاس جاؤ اور اس سے علَم لے لو اور آپؑ ہی یہ پرچم لے کر مکہ میں داخل ہوں۔ [1]

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۳، ص ۵۶

Presented by Ziaraat.Com

دسویں فصل

غزوۂ حنین میں ثابت قدمی

مکہ کی فتح سے مشرکین عرب کے کلیجے دہل گئے تھے۔ اسلام کی برق رفتاری کو روکنے کے لیے طائف کے دو اہم قبائل ہوازن اور ثقیف کے کچھ اور قبائل سے مشورہ کیا اور اُنھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں آگے بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کر دینا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے اُنھوں نے بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ اس لشکر کا سالار ایک دلیر جوان تھا جس کا نام مالک بن عوف النصری تھا۔ وہ لشکر مسلمانوں کی طرف چل پڑا۔ (سیرت ابنِ ہشام: جلد ۵، ص ۸۰)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ ان کی طرف پیش قدمی کی۔ اس میں دس ہزار افراد وہ تھے جو مدینہ سے آنحضرتؐ کے ساتھ آئے تھے اور دو ہزار مکہ کے نومسلم تھے۔ الغرض اس سے قبل اسلامی لشکر کی اتنی بڑی تعداد کبھی کسی نے نہ دیکھی تھی اور لشکر کی کثرت اور شان و شوکت کو دیکھ کر کچھ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ آج ہمیں کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ تجربہ کار سالار نے اپنے لشکر کو پہاڑی گھاٹیوں، چٹانوں اور درختوں کے پیچھے چھپا دیا تھا اور جب اسلامی لشکر آگے جانے لگا اور حنین کی گھاٹی میں پہنچا تو اُنھوں نے اسلامی لشکر پر تیروں سے شدید ترین حملہ کر دیا۔ مسلمان فوج اس اچانک افتاد کے لیے ذہنی طور پر تیار نہ تھی۔ تیروں کی بارش کو دیکھ کر مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے اور بہت سے صحابہ میدان سے بھاگ گئے۔ [1]

اتفاق سے اس جنگ میں ابوسفیان بھی شامل تھا۔ اُس نے اسلامی لشکر کا تمسخر اُڑاتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اب مسلمانوں کا لشکر سمندر تک دوڑتا ہی جائے گا۔ [2]

---

[1] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۲، ص ۱۵۰-۱۵۱

[2] تاریخ طبری: جلد ۳، ص ۷۴

Presented by Ziaraat.Com

آزمائش کی اس گھڑی میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف دس عدد جانثار باقی رہ گئے تھے اور ان مجاہدین نے آنحضرتؐ کے دفاع کے لیے سردھڑ کی بازی لگا دی تھی۔ اس جنگ میں شیر خدا حضرت علی علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع کا حق ادا کیا اور جو لوگ آپؐ کو شہید کرنے کے لیے آگے بڑھتے تو وہ حضرت علی علیہ السلام کی تلوار کا لقمہ بن جاتے تھے۔ الغرض شیر خدا نے انھیں بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ (طبقاتِ کبریٰ: جلد ۲، ص ۱۵۱)

اس جنگ کی شدت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زور زور سے آواز دی اور فرمایا:

يَا أَنْصَارُ اللهِ وَأَنْصَارَ رَسُوْلِهِ أَنَا عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلِهِ

"اے خدا اور اس کے رسولؐ کے مددگارو! میں اللہ کا عبد ہوں اور اُس کا رسولؐ ہوں"۔

پھر رسولِ خدا نے اپنے خچر کو دشمن کی طرف حرکت دی۔ آپؐ کے ساتھ گنتی کے چند صحابی تھے۔ آپؐ نے اپنے چچا عباس سے فرمایا: بلند آواز سے لوگوں کو ہماری نصرت کے لیے پکاریں۔ اس طرح سے مسلمانوں کا منتشر لشکر ایک بار پھر منظم ہو گیا۔ (تاریخ طبری: جلد ۳، ص ۷۵)

اس جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کے ثبات اور جہاد کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹا تھا۔ اس حملہ میں آپؑ نے قبیلہ ہوازن کے چالیس سورماؤں کو موت کے گھاٹ اُتارا تھا۔ [1] اس حملہ میں شیر خدا نے ہوازن کے سب سے بڑے دلیر "ابوجرول" کو قتل کیا تھا۔ جیسے ہی وہ قتل ہوا تو ان کے لشکر کے فرار کی ابتدا ہو گئی۔ [2]

بھاگنے والے آکر آنحضرتؐ سے ملحق ہوئے اور رسولِ اکرمؐ نے ان کے طائف کے قلعے کا محاصرہ کیا۔ اس حصار کے دوران شیرِ خدا نافع بن غیلان سے گتھم گتھا ہوئے اور آپؑ نے اسے قتل کر دیا۔ اس وجہ سے مشرکین کی جماعت بھاگ گئی اور کچھ دوسرے اسلام لائے۔ [3]

---

[1] الکافی: جلد ۸، ص ۳۷۶، حدیث ۵۶۶

[2] ارشاد مفید: جلد اوّل، ص ۱۴۳-۱۵۰

[3] ارشاد مفید: جلد اوّل: ص ۱۵۳

Presented by Ziaraat.Com

اس واقعہ کے ساتھ دوسرا واقعہ بھی متصل ہے اور وہ یہ ہے کہ محاصرہ کے دوران طائف کے گردوپیش کے تمام بتوں کا آپؑ نے صفایا کر دیا تھا اور یوں یہ مہم خیر و عافیت سے تمام ہوئی۔ [1]

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس غزوہ کے حالات و واقعات پر نگاہ ڈالیں تو اس میں تمہیں امیر المومنین علی علیہ السلام کے ایسے مناقب دکھائی دیں گے جن میں کوئی بھی شریک و سہیم نہیں ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے کردار کو حسب ذیل نکات میں واضح کیا جا سکتا ہے:

① آپؑ نے مہاجرین کا پرچم اُٹھایا تھا۔

② مشکل اور کٹھن لمحات میں جب پورا لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اس وقت رسولِ اسلامؐ کی حفاظت حضرت علی علیہ السلام نے ہی کی تھی۔

③ حضرت علی علیہ السلام نے ابو جرول کو قتل کیا، جس کی وجہ سے ہوازن کا لشکر میدان سے بھاگنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

④ حضرت علی علیہ السلام نے تن تنہا ہوازن کے چالیس جوانوں کو قتل کیا تھا۔

⑤ حضرت علی علیہ السلام نے بت شکن پارٹی کی قیادت کی تھی۔

⑥ آپ نے قبیلہ خثعم کے جری پہلوان شہاب کو قتل کیا تھا۔ اس سے قبل اسے ناقابلِ شکست پہلوان تصور کیا جاتا تھا اور کسی کو بھی اس سے پنجہ آزمائی کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔

⑦ اس جنگ میں حضرت علی علیہ السلام نے نافع کو قتل کیا جس کے بعد لوگوں کے لیے اسلام قبول کرنا آسان ہو گیا تھا۔

ارشاد مفیدؒ میں مذکور ہے کہ قبیلہ ہوازن کا ایک شخص سرخ اُونٹ پر بیٹھ کر آیا۔ اس کے ہاتھ میں لمبا نیزہ تھا اور نیزے کی اَنی پر سیاہ جھنڈا تھا۔ جب وہ مسلمانوں کے دستے کو دیکھتا تو وہ اُسے نیچے کر لیتا اور جب دستہ گزر جاتا تو وہ اپنے پیچھے آنے والے مشرکین کے لیے اُسے بلند کر لیتا۔ (ارشاد مفید: جلد اوّل، ص ۱۴۹)

مسلمانوں نے اُس کا تعاقب کیا تو وہ رجز پڑھ کر یہ کہہ رہا تھا:

---

[1] ارشاد مفید: جلد اوّل، ص ۱۵۲

Presented by Ziaraat.Com

انا ابوجرول لابراح حتی نبیح القوم او بناح

"میں بلاشک ابوجرول ہوں، ہم مخالفین کو قتل کریں گے یا خود قتل ہوں گے"۔

علیؑ حیدرِ کرّار نے اس کی گھات لگائی اور اس کے اُونٹ کے پچھلے حصّے پر وار کیا تو وہ اُونٹ سے گر پڑا۔ حضرت علی علیہ السلام نے آگے بڑھ کر اُس کا سر قلم کر دیا۔ پھر آپؑ نے یہ رجز پڑھا:

قد علم القوم لدی الصباح انی فی الھیجاء ذو نصاح

"لوگ جانتے ہیں کہ صبح کے وقت میں میدانِ جنگ میں ہمدردی کرنے والا ہوں"۔

جیسے ہی ابوجرول لعین قتل ہوا تو مشرکین نے بھاگنا شروع کر دیا۔

ارشاد میں مذکور ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے ابوجرول کو قتل کیا تو اس کے قتل کی وجہ سے مشرکین کے حوصلے پست ہو گئے تو مسلمانوں نے ان پر تلواروں سے حملہ کر دیا۔ اس لشکر کی قیادت علی علیہ السلام کر رہے تھے۔ آپؑ نے مشرکین کے چالیس افراد کو قتل کیا۔ اس کے بعد وہ لوگ میدان سے بھاگ نکلے اور کچھ کو قیدی بنا لیا گیا۔ (ارشاد: جلد اوّل، ص ۱۴۲-۱۴۴)

Presented by Ziaraat.Com

گیارہویں فصل

جنگِ تبوک میں رسولؐ خدا کی جانشینی

عہد پیغمبرؐ کی غزوات میں سے تبوک سب سے دُور ترین جگہ تھی۔ عیسائیوں کے متوقع حملے کی روک تھام کے لیے سرکار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک کا رُخ کیا۔

مدینہ کے منافق بہانے کر کے مدینہ ہی میں ٹھہر گئے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ رسولؐ خدا جیسے ہی اس طویل سفر پر روانہ ہوں گے ہم مدینہ کی جدید اسلامی ریاست کا تختہ اُلٹ دیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین سے یہ خطرہ لاحق تھا کہ وہ ان کی عدم موجودگی سے فائدہ اُٹھائیں گے، اس لیے آں حضورؐ نے چاہا کہ مدینہ میں ایسی شخصیت کو چھوڑ جاؤں جو منافقین کی سازشوں کا بھرپور انداز میں دفاع کر سکے۔

سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محمد بن مسلمہ کو امیر مدینہ مقرر کیا۔ پھر آپؐ نے محسوس کیا کہ یہ شخص مدینہ کا دفاع نہیں کر سکے گا اور جدید اسلامی حکومت کو تحفظ فراہم نہیں کر سکے گا۔ اس لیے آنحضرتؐ نے اُسے امارتِ مدینہ سے معزول کر کے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کیا اور فرمایا:

اَنَا لَا بُدَّ مِنْ اَنْ اُقِیْمَ اَوْ تُقِیْمَ [1]

"مدینہ میں میرا یا تمہارا رہنا انتہائی ضروری ہے"۔

آپؐ نے یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے:

اِنَّ الْمَدِیْنَةَ لَا تَصْلُحُ اِلَّا بِیْ اَوْ بِكَ [2]

"مدینہ کے حالات کو میں ٹھیک رکھ سکتا ہوں یا آپ ٹھیک رکھ سکتے ہیں"۔

---

[1] المعجم الکبیر: جلد ۵، ص ۲۰۳، حدیث ۵۰۹۴

[2] الارشاد: جلد اوّل، ص ۱۵۵

Presented by Ziaraat.Com

جب منافقین کو معلوم ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حاکمِ مدینہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں تو اُن کی سازشوں پر اُوس پڑ گئی۔ اور وہ کسی بھی طرح کی ضد انقلاب حرکت سے مایوس ہو گئے تھے۔

انھوں نے حضرت علی علیہ السلام کو بددل کرنے کے لیے اس طرح کی باتیں پھیلائیں کہ رسولِ خدا حضرت علی علیہ السلام سے تنگ آ چکے ہیں، اسی لیے وہ انھیں عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر خود تشریف لے گئے ہیں۔

شیرِ خداؑ کو ان لوگوں کی باتوں سے سخت اذیت محسوس ہوئی۔ [1] آپؑ رسولِ خدا کے پاس گئے اور عرض کیا: لوگ کہتے ہیں کہ آپؐ مجھ سے تنگ آ چکے ہیں اس لیے آپؐ نے مجھے بچوں اور عورتوں کا حاکم بنایا ہے؟

اس وقت رسولِ خدا نے آپؑ کی منزلت کے لیے یہ کلمات ارشاد فرمائے:

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ [2]

"اے علیؑ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھیں مجھ سے ہی منزلت حاصل ہو جو کہ ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب حضرت علی علیہ السلام نے یہ فرمان سنا تو آپؑ مطمئن ہو کر مدینہ تشریف لائے اور یوں منافقین کی سازش ابتداء ہی میں ناکام ہو گئی اور تاریخ نے حضرتؑ کی عظیم منقبت لوگوں کے سامنے پیش کی۔

---

[1] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۳، ص ۲۳

[2] خصائص نسائی، ص ۱۰۷، حدیث ۴۵

Presented by Ziaraat.Com

بارہویں فصل

چند اہم واقعات و اشعار

الف: بُت شکنی

شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں جنگِ حنین کے بعد کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

بعدازاں رسولِ رحمت طائف تشریف لے گئے اور کئی دنوں تک آپؐ نے طائف کا محاصرہ کیا۔ آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو کچھ گھڑسواروں کا دستہ دیا اور فرمایا: اے علیؑ! آپؑ کو جہاں بھی کوئی بُت اور مظاہرِ شرک دکھائی دیں تو انھیں توڑ ڈالیں۔

حضرت علی علیہ السلام روانہ ہوئے کہ راستے میں آپ کو قبیلہ خثعم کی ایک بڑی جماعت ملی۔ ان میں سے ایک شخص نے مبارز طلبی کی اس کا نام شہاب تھا۔ یہ عین صبح کا وقت تھا۔ اس نے پکار کر کہا:

هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ

"ہے کوئی جو مقابلہ میں آئے؟"

حضرت علی علیہ السلام آگے بڑھے تو ابوالعاص بن ربیع نے کہا کہ آپؑ اس کے مقابلے پر مت جائیں، مجھے مقابلہ کرنے دیں۔

شیرِ خداؑ نے فرمایا: میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ اگر میں اس کے ہاتھوں مارا گیا تو اس دستہ کی قیادت تم کرنا۔ الغرض حضرت علی علیہ السلام اس کے مقابلہ پر روانہ ہوئے اور آپؑ نے یہ شعر پڑھے:

اِنَّ عَلٰی کُلِّ رَئِیْسٍ حَقًّا اَنْ یُّرْوِیَ الصَّعْدَۃَ اَوْ تُرَقًّا

"سربراہ کا حق ہے کہ وہ نیزوں کو سیراب کرے یا خود نیزے کھائے"۔

الغرض شیرِ خداؑ نے اُسے قتل کر دیا اور اپنے دستہ کو لے کر آگے بڑھے۔ راستے میں

Presented by Ziaraat.Com

جہاں جہاں بھی بت نصب تھے آپؑ نے ان تمام بتوں کو توڑا اور پھر خیر و عافیت سے رسولؐ خدا کے پاس واپس آئے۔ اس وقت آپؐ نے اہلِ طائف کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ رسولؐ خدا نے اپنے شیر خدا بھائی کو دیکھا تو تکبیر کہی اور انھیں علیحدگی میں لے گئے جہاں بڑی دیر تک ان سے سرگوشی کی۔ (ارشاد: جلد اوّل، ص ۱۵۲)

مشرکین سے بیزاری کا اعلان

مشرکین سے برأت کی آیات کا مقصد یہ تھا کہ سرزمین وحی کو مظاہر شرک سے پاک کیا جائے اور یہ تاریخ اسلام کا اہم ترین اعلان ہے۔ واقعات یہ ہیں کہ ۹ ہجری میں سورۂ برأت (توبہ) نازل ہوئی اور یہ حج کے ایام تھے۔ رسولؐ خدا نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ یہ آیات لے جائیں اور حج کے عمومی اجتماع میں انھیں پڑھ کر سنائیں۔

حضرت ابوبکر آیاتِ پروردگار لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے، لیکن ابھی اُنھوں نے تھوڑا سا فاصلہ ہی عبور کیا تھا کہ جبریل امینؑ آئے اور اُنھوں نے آپؐ کو خدا کا یہ پیغام پہنچایا:

لَا يُؤَدِّيْ عَنْكَ اِلَّا اَنْتَ اَوْ رَجُلٌ مِّنْكَ

"اس پیغام کو آپ بنفسِ نفیس پہنچائیں یا وہ شخص پہنچائے جو آپؐ میں سے ہو"۔

رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور انھیں حکمِ خداوندی سے آگاہ کیا اور یہ ہدایت کی کہ جلدی سے جائیں اور ابوبکر سے سورہ لے لیں اور ۱۰ ذی الحجہ کے دن لوگوں کے مجمع عام میں اسے پڑھ کر سنائیں۔

اس فرمان پر شیر خدا نے حرف بہ حرف عمل کیا اور اس طرح سے یہ عمل آپ کے باقی مناقب کی طرح سے درخشاں منقبت قرار پایا۔

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ ارشاد میں رقم طراز ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سورۂ برأت کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ آیات حضرت ابوبکرؓ کے حوالے کیں تاکہ حج کے اجتماع میں مشرکین سے معاہدہ کی برأت کا

Presented by Ziaraat.Com

اعلان کیا جائے۔

حضرت ابوبکرؓ نے تھوڑا سا سفر کیا تھا کہ جبریل امینؑ نازل ہوئے اور رسولؐ خدا سے کہا: اللہ تحفہ درود و سلام کے بعد فرما رہا ہے کہ آپؐ کی طرف سے یہ پیغام آپؐ پہنچائیں یا وہ مرد پہنچائے جو آپؐ میں سے ہو۔

رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو بلایا اور ان سے فرمایا: آپؑ میری ناقہ عضبا پر سوار ہو جائیں اور ابوبکرؓ سے جا ملیں اور اُن سے سورۂ برأت کی آیات لے لیں اور مکہ چلے جائیں اور مشرکین سے کیے ہوئے معاہدہ کی منسوخی کا اعلان کریں اور ابوبکرؓ کو اختیار دیں چاہے تو وہ واپس آجائے یا آپؐ کے ساتھ مکہ جائے۔

الغرض حضرت علی علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقہ عضبا پر سوار ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ سے جا ملے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا تو وہ گھبرا گئے اور حضرت علیؑ سے پوچھا: ابوالحسنؑ! آپؑ کیوں آئے ہیں؟ کیا آپؑ میرے ساتھ چلنا چاہتے ہیں یا کوئی اور مقصد ہے؟

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اُن سے فرمایا: رسولؐ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ سے ملاقات کر کے برأت کی آیات آپ سے وصول کروں اور مشرکین کے معاہدہ کی منسوخی کا اعلان کروں۔ رسولؐ خدا نے آپ کو اختیار دیا ہے چاہیں تو میرے ساتھ چلیں یا یہیں سے واپس مدینہ چلے جائیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا: میں واپس چلا جاتا ہوں۔ الغرض حضرت ابوبکرؓ رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ نے مجھے اس امر کا اہل قرار دیا ہے جس کی طرف لوگوں کی گردنیں بلند ہوتی ہیں اور جب میں روانہ ہو گیا تھا تو آپؐ نے مجھے واپس طلب کر لیا کیا میرے متعلق قرآن کی کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ میرے پاس جبریل امینؑ خدا کی طرف سے آئے ہیں اور اُنھوں نے مجھے یہ پیغام دیا ہے کہ یہ پیغام آپؐ خود پہنچائیں یا وہ مرد پہنچائے جو کہ آپؐ میں سے ہو۔ جب کہ علیؑ مجھ سے ہے، لہٰذا میری طرف سے صرف علیؑ ہی یہ پیغام پہنچا سکتا ہے۔ (ارشاد: جلد اوّل، ص ۶۵)

Presented by Ziaraat.Com

تاریخ دمشق میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک دن میں اور عمر بن الخطابؓ مدینہ کی ایک سڑک پر چل رہے تھے۔ اس وقت میرا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں تھا۔ اچانک اُنھوں نے مجھ سے کہا: اے ابن عباسؓ! میرا خیال ہے کہ تمھارا ساتھی (علیؑ) مظلوم ہے۔

میں نے کہا: امیر المومنین! آپ انھیں ان کا حق واپس کر دیں۔

اس پر اُنھوں نے میرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور مجھ سے دُور ہو کر اپنے منہ ہی منہ میں باتیں کرنے لگے۔ پھر وہ رُک گئے اور میں چلتا ہوا اُن کے پاس جا پہنچا تو اُنھوں نے کہا: ابن عباسؓ! میں سمجھتا ہوں کہ قریش نے دیکھا کہ علیؑ ابھی کمسن ہیں اسی لیے اُنھوں نے ان کو خلافت سپرد نہ کی تھی۔

میں نے کہا: خدا کی قسم! جب رسولِ خداؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے سورۂ برأت لے کر علیؑ کے حوالے کی تھی تو اُنھوں نے تو علیؑ کو کمسن نہیں سمجھا تھا۔

میرا یہ جواب سن کر وہ خاموش ہو گئے۔ (تاریخ دمشق: جلد ۴۲، ص ۳۴۹)

تبلیغ اسلام کے لیے یمن روانگی

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ فتح کر چکے اور حنین میں ہوازن کی قوت ختم کر چکے تو آپؐ نے چاہا کہ دعوتِ اسلام کو مزید توسیع دی جائے۔ آپؐ نے اس مقصد کے لیے معاذ بن جبل کو یمن روانہ کیا۔ وہاں معاذ کو ایسے مسائل کا سامنا کرنا پڑا جن سے وہ عہدہ برآ نہ ہو سکے اور وہ واپس مدینہ آ گئے۔ ان کے بعد سرورِ کائناتؐ نے خالد بن ولید کو بھیجا۔ انھوں نے یمن میں چھے ماہ قیام کیا لیکن انھیں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ چنانچہ مذکورہ صحابیوں کی ناکامی کے بعد آپؐ نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو تبلیغ اسلام کے لیے یمن روانہ کیا اور ایک خط لکھ کر دیا۔

چنانچہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سرزمینِ یمن میں داخل ہوئے اور اُن لوگوں کے سامنے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوب کو پڑھا اور آپؑ نے اُن لوگوں کو اَحسن انداز سے عقیدۂ توحید کی دعوت دی۔ آپؑ کی تبلیغ پر ہمدان کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے اُن کے اسلام سے رسولِ خداؐ کو مطلع کیا۔ آپؐ کو بے حد خوشی محسوس

Presented by Ziaraat.Com

ہوئی اور آپؐ نے اُن لوگوں کے حق میں دُعائے خیر فرمائی۔ (تاریخ طبری: جلد ۳، ص ۱۲۱)

کچھ اور مصادر میں بیان ہوا ہے کہ قیامِ یمن کے دوران آپؑ نے قبیلہ مذحج سے لڑائی کی اور اُنھیں شکست دی اور غنائم جنگ اور صدقات نجران کو جمع کیا اور ایامِ حج میں رسولؐ خدا کے ساتھ آ کر مکہ میں ملے۔ (طبقاتِ کبریٰ: جلد ۲، ص ۱۶۹)

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا اور آپؐ کے لیے دُعا کی تھی: خدایا! انھیں فیصلہ کرنے میں ثابت قدم رکھنا۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد ۱، ص ۱۹۰، حدیث ۶۶۶)

کتبِ تاریخ میں حضرت علی علیہ السلام کے بہت سے ایسے فیصلے بھی مذکور ہیں جو آپؑ نے یمن میں کیے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ ایک ہی سفر میں واقع ہوا تھا یا حضرت علی علیہ السلام کو کئی بار یمن جانا پڑا تھا؟

ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ آپؑ دو مرتبہ یمن تشریف لے گئے تھے اور قبیلہ مذحج سے لڑائی کا واقعہ دوسرے سفر میں پیش آیا تھا۔ (طبقاتِ کبریٰ: جلد ۲، ص ۱۶۹)

حضرت علی علیہ السلام کا بیان ہے کہ جب رسولؐ خدا نے مجھے یمن بھیجا تو مجھے یہ نصیحت کی:

اے علیؑ! دعوتِ اسلام سے پہلے کسی سے جنگ نہ کرنا۔ اگر آپؑ کے ہاتھ پر ایک بھی شخص کو خدا ہدایت دے تو وہ آپؑ کے لیے روئے زمین کی دولت سے بہتر ہے، اور جو تمھارے ہاتھ پر اسلام قبول کرے تو اس پر تمھاری ولایت بھی فرض ہوگی۔ (الکافی: جلد ۵، ص ۲۸، حدیث ۴)

Presented by Ziaraat.Com

تیرہویں فصل

رسولِ اکرمؐ کی حضرت علیؑ کے لیے دُعائیں

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ وَزِیْرًا مِنْ اَھْلِیْ عَلِیًّا اَخِیْ

"خدایا! میرے لیے میرے اہل میں سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر مقرر فرما"۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہِ اَحدیت میں حضرت موسیٰؑ کی طرح سے یہ دُعا مانگی تھی:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ وَزِیْرًا مِنْ اَھْلِیْ عَلِیًّا اَخِیْ اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِیْ وَاَشْرِكْهُ فِیْ اَمْرِیْ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا وَنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا [1]

"خدایا! میرے لیے میرے اہل میں سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر مقرر فرما۔ اس کے ذریعے سے میری کمر کو مضبوط فرما اور اُسے میرے معاملات میں شریک بنا تاکہ ہم تیری زیادہ تسبیح کرسکیں اور تیرا زیادہ ذکر کرسکیں۔ بے شک تو ہمیں دیکھ رہا ہے"۔

اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهٗ حَیْثُ دَارَ

"خدایا! حق کو اُدھر پھیر دے جدھر علیؑ پھرے"۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ عَلِیًّا. اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهٗ حَیْثُ دَارَ [2]

"اللہ علیؑ پر رحم کرے۔ خدایا! حق کو اُدھر پھیر دے جدھر علیؑ پھر جائے"۔

صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] فضائل الصحابہ، ابن حنبل: جلد ۲، ص ۶۷۸، حدیث ۱۱۵۸

[2] سنن ترمذی: جلد ۵، ص ۶۳۳، حدیث ۳۷۱۴

Presented by Ziaraat.Com

اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَ عَلِیٍّ حَیْثُمَا دَارَ

"خدایا! حق کو اُدھر پھیر جدھر علیؑ پھر جائے"۔ (الجمل: ص ۸۱)

اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ

"خدایا! جو علیؑ سے دوستی رکھے تو بھی اُس سے دوستی رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے تو بھی اُس سے دشمنی رکھ"۔

سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا:

مَنْ یَکُنِ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مَوْلَیَاہُ فَاِنَّ ھٰذَا مَوْلَاہُ. اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ. اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحَبَّہٗ مِنَ النَّاسِ فَکُنْ لَہٗ حَبِیْبًا، وَمَنْ اَبْغَضَہٗ فَکُنْ لَہٗ مُبْغِضًا [1]

"خدا اور رسولؐ جس کے مولا ہیں تو یہ اس کا مولا ہے۔ خدایا! جو اُس سے دوستی رکھے تو اُس سے دوستی رکھ اور جو اُس سے دشمنی رکھے تو بھی اُس سے دشمنی رکھ۔ خدایا! لوگوں میں سے جو بھی اُس سے محبت رکھے تو اُس سے محبت رکھ اور جو اُس سے بُغض رکھے تو بھی اُس سے بُغض رکھ"۔

حبیبؐ خدا کی امام علیہ السلام کے لیے جامع دُعائیں

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے درد محسوس ہوا۔ میں نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کیا اور نماز پڑھنے لگے اور میرے اُوپر اپنے کپڑے کا ایک حصّہ ڈالا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! تم تندرست ہو چکے ہو۔ اب تمھیں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے جو کچھ طلب کیا وہی کچھ آپؐ کے لیے بھی طلب کیا ہے اور میں نے خدا سے جو کچھ بھی طلب کیا اُس نے مجھے عطا کیا۔ البتہ مجھے یہ کہا گیا کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (معجم اوسط، جلد ۸، ص ۴۷، حدیث ۷۹۱۷)

---

[1] المعجم الکبیر: جلد ۲، ص ۳۵۷، حدیث ۲۵۰۵

Presented by Ziaraat.Com

چودھویں فصل

حضرت علی علیہ السلام کے سینہ سے رفیق اعلیٰ کی طرف روانگی

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام انتہائی عجیب تھے اور یہ ایام امیر علیہ السلام کے لیے بھی غم و الم سے بھرے ہوئے تھے۔ یہ وہ دن تھے جب کچھ افراد منصب خلافت و ریاست پر قبضہ کرنے کی منصوبہ بندی میں مصروف تھے اور اپنے مستقبل کے لیے نقشے تراش رہے تھے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رومیوں سے جنگ کے لیے ایک لشکر ترتیب دیا تھا۔ اس لشکر میں آپؐ نے نامور صحابہ کو بھی شامل کیا تھا اور اس مہم کے لیے آپؐ نے اپنے ہاتھ سے پرچم باندھ کر اُسے اسامہ بن زید کے سپرد کیا تھا جب کہ وہ کمسن تھے۔

"سیاست مدار" افراد نے اپنے عزائم کو چھپانے کے لیے اس کی سالاری پر اعتراضات کرنے شروع کر دیے تھے، جب کہ حقیقت یہ تھی کہ اُنھیں رسولِؐ خدا کی بعض اَزدواج کی طرف سے لمحہ بہ لمحہ یہ خبریں مل رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت زیادہ نحیف ہے اور آپؐ کی زندگی کا چراغ گُل ہونے والا ہے۔ اگر تم لوگ لشکر کے ساتھ چلے گئے تو تمھارے منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔

جب رسولِؐ خدا نے یہ محسوس کیا کہ یہ لوگ لشکر اُسامہ کے ساتھ جانے میں لیت و لعل سے کام لے رہے ہیں تو آپؐ بخار کی حالت میں مسجد میں آئے اور آپؐ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور آپؐ نے لوگوں کو اس نافرمانی کے مذموم نتائج سے آگاہ کیا اور فرمایا:

اَنْفِذُوْا جَيْشَ اُسَامَةَ

"اُسامہ کے لشکر کو روانہ کرو"۔

Presented by Ziaraat.Com

لیکن سیاست مداروں نے اسی لیت ولعل میں پندرہ دن اور گزار دیے۔ [1]

رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی کے آخری ایام بسر کر رہے تھے۔ انھی ایام میں آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنی زرہ اور پرچم عطا کیا اور انھیں اپنا وصی مقرر کیا۔ اور ایک طویل سرگوشی کر کے آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو لاتعداد علوم منتقل کیے۔ [2]

آپؐ کی زندگی کے آخری الفاظ یہ تھے:

لَا مَعَ الرَّفِيقِ الْأَعلى

"نہیں، رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ"۔

اس وقت رسولِ خداؐ نے شیرِ خدا کے سینہ کا سہارا لیا ہوا تھا کہ آپؐ کی روح نے رفیقِ اعلیٰ کی طرف پرواز کی۔ (طبقاتِ کبریٰ: جلد ۲، ص ۲۶۲)

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے حضرت علی علیہ السلام پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ آپؑ کی آنکھوں سے اشکوں کی زم زم بہہ رہی تھی اور فراقِ رسولؐ کے صدمہ سے دل کی یہ حالت تھی کہ پھٹنے کے قریب آچکا تھا۔ پھر آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا اور غسلِ میت میں ملائکہ اور فضل بن عباسؓ نے آپؑ کی مدد کی۔ (نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۷)

بعد ازاں آپؑ نے پیغمبرِ اسلامؐ کو کفن دیا اور چہرۂ اطہر سے کپڑا ہٹایا۔ آپؑ کے آنسوؤں کی وجہ سے آپؑ کا چہرہ بھرا ہوا تھا۔ آپؑ نے دردناک اور غمگین لہجہ اور تڑپتے ہوئے دل سے یہ الفاظ کہے:

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا

"میرے والدین آپؐ پر نثار! آپؐ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور مرنے کے بعد بھی پاکیزہ ہیں"۔

پھر آپؑ نے رسولِ مختار کے ظاہری جسم پر نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر صحابہ نے گروہ در گروہ آپؐ کی نمازِ جنازہ پڑھی اور آپؐ کو اسی جگہ دفن کیا جہاں آپؐ کی روح نے قفسِ عنصری سے

---

[1] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۲، ص ۱۸۹-۱۹۱

[2] ارشاد: جلد اوّل، ص ۱۸۵-۱۸۶

Presented by Ziaraat.Com

پرواز کی تھی۔(ارشاد مفید: جلد اوّل، ص ۱۸۷)

تدفینِ رسولؐ میں صحابہ کی ایک جماعت نے حضرت علی علیہ السلام کی مدد کی تھی اور تدفین میں مدد کی سعادت حاصل کرنے والوں میں اَوس بن خولی اور فضل بن عباس شامل تھے۔(طبقاتِ کبریٰ: جلد ۲، ص ۲۹۱ و ص ۳۰۱)

وفاتِ رسولؐ کی کیفیات کو شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے "ارشاد" میں یوں تحریر فرمایا ہے:

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کے ایام میں ایک لمحہ کے لیے بھی رسولِ خدا سے جدا نہ ہوتے تھے۔ ایک بار آپؑ کسی ضرورت کے لیے گھر سے باہر گئے اور رسولِ اکرمؐ کو افاقہ ہوا تو آپؐ نے دیکھا کہ علیؑ موجود نہیں ہیں۔ اُس وقت آپؐ کی اَزواج آپؐ کے گرد جمع تھیں۔ آپؐ نے اپنی اَزواج سے فرمایا: میرے بھائی اور میرے ساتھی کو بلاؤ۔

یہ کہا تو آپؐ پر کمزوری چھا گئی جس کی وجہ سے آپؐ خاموش ہو گئے۔

بی بی عائشہ نے کہا: ابوبکر کو بلاؤ۔ ابوبکر آئے اور آنحضرتؐ کے سرہانے بیٹھ گئے۔ آپؐ کی آنکھ کھلی اور اُنھیں دیکھا تو منہ پھیر لیا۔

حضرت ابوبکرؓ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: اگر آنحضرتؐ کو میری ضرورت ہوتی تو مجھ سے بیان کرتے۔ پھر ان کے جانے کے بعد رسولِ خداؐ نے دوبارہ فرمایا: میرے بھائی اور میرے ساتھی کو بلاؤ۔

اس بار بی بی حفصہؓ نے کہا: حضرت عمرؓ کو بلاؤ۔

حضرت عمرؓ آئے اور جب رسولِ اکرمؐ نے اُنھیں دیکھا تو آپؐ نے منہ پھیر لیا۔ وہ بھی اُٹھ کر چلے گئے۔

آنحضرتؐ نے پھر فرمایا: میرے بھائی اور میرے ساتھی کو بلاؤ۔

حضرت اُمِ سلمہؓ نے کہا: علیؑ کو بلاؤ۔ اس وقت رسولِ اکرمؐ صرف اُنھیں ہی طلب کر رہے ہیں۔ الغرض امیر المومنینؑ کو بلایا گیا۔ جب حضرت علیؑ آپؐ کے قریب ہوئے تو آپؐ نے اُنھیں اشارہ کیا اور اُن پر جھک گئے اور ایک لمبا عرصہ تک ان سے سرگوشی کرتے رہے۔ پھر حضرت علیؑ کھڑے ہوئے اور کچھ دیر کے بعد بیٹھ گئے۔ اتنے میں آنحضرتؐ پر غشی طاری ہو گئی۔

Presented by Ziaraat.Com

لوگوں نے امیر المومنینؑ سے پوچھا: نبیؐ نے آپؑ کو کیا دیا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اُنھوں نے مجھے علم کے ایک ہزار دروازوں کی تعلیم دی اور ہر دروازے سے ہزار دروازہ کھلا اور آپؐ نے مجھے وصیتیں کی ہیں جن پر میں ان شاء اللہ عمل کروں گا۔

اس کے بعد رسولؐ خدا کی طبیعت مزید بوجھل ہوگئی اور آپؐ پر موت کے آثار طاری ہونے لگے۔ اس وقت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام آپؐ کے پاس موجود تھے۔ جب پرواز روح کا وقت قریب آیا تو آپؐ نے فرمایا: علیؑ! میرا سر اپنی گود میں رکھ لو۔ خدا کا حکم آچکا ہے۔ جب میری روح پرواز کرے تو اپنے ہاتھ آگے بڑھا لینا۔ پھر ہاتھوں کو اپنے چہرے پر مل لینا اور مجھے رُو بقبلہ لٹا دینا اور میری تجہیز و تکفین کے معاملات سنبھالنا اور تمام لوگوں سے پہلے میری نماز جنازہ پڑھنا اور میری تدفین سے پہلے مجھ سے جدا نہ ہونا اور تمام معاملات میں خدا سے مدد طلب کرنا۔

حضرت علی علیہ السلام نے حسب الحکم آنحضورؐ کے سرِ اقدس کو اپنی گود میں لیا۔ آپؐ بے ہوش ہوگئے۔ سیّدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اپنے والد کے چہرے کو دیکھ رہی تھیں اور مسلسل گریہ کر رہی تھیں اور حضرت ابوطالبؑ کا یہ شعر پڑھ رہی تھیں:

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

"وہ ایسے سفید چہرے والا ہے کہ اس کے چہرے کو دیکھ کر بادل برسنے لگ جاتے ہیں۔ وہ یتامیٰ کا سرپرست اور بیوگان کا سہارا ہے"۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھ کھولی اور اپنی دُختر سے فرمایا:

اے میری پیاری بیٹی! یہ تمھارے چچا ابوطالبؑ کا شعر ہے۔ اس وقت یہ نہ پڑھو اس کی جگہ یہ آیت پڑھو:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَائِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ (آل عمران: آیت ۱۴۴)

Presented by Ziaraat.Com

"محمدؐ بس ایک رسولؐ ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟"

سیّدہ زہراؑ نے جب یہ آیت سنی تو آپؑ دیر تک روتی رہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنھیں قریب آنے کا اشارہ کیا۔ سیّدہ زہراؑ والد ماجد کے قریب گئیں۔ آپؐ نے اپنی دُختر سے سرگوشی کی جس کی وجہ سے بی بیؑ کا چہرہ کھل اُٹھا۔ پھر آپؐ کی روح نے قفسِ عنصری سے مفارقت اختیار کی۔ اس وقت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ آپؐ کی ٹھوڑی کے نیچے تھا۔ جیسے ہی آپؐ کی روح نے پرواز کی تو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھ آپؐ کے چہرے کی طرف بڑھائے۔ پھر اُنھیں اپنے چہرے پر مل لیا اور آپؐ پر چادر ڈال دی اور تجہیز و تکفین کے معاملات میں مصروف ہو گئے۔ (ارشاد: جلد اوّل، ص ۱۸۵)

کنز العمال میں حذیفہ بن الیمان سے منقول ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرض الموت کے کے ایام میں اُن کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ علیؑ بن ابی طالبؑ کے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے چاہا کہ علیؑ کو ہٹاؤں اور یہ خدمت میں کروں۔

میں نے کہا: ابوالحسنؑ! آپؐ رات کے تھکے ہوئے ہیں اگر آپؐ ہٹ جائیں تو میں آپؐ کی مدد کروں؟

رسولِ خداؐ نے فرمایا: اُنھیں چھوڑ دو۔ وہ تمھاری نسبت اس خدمت کا زیادہ حق دار ہے۔ [1]

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَقَدْ قُبِضَ رَسُولُ اللهِ وَ اِنَّ رَأْسَهُ لَعَلٰى صَدرِي ، وَلَقَد سَالَت نَفسُهُ فِي كَفِي فَأَمرَرتُهَا عَلٰى وَجهِي ، وَلَقَد وُلِّيتُ غُسلَهُ وَالْمَلَائِكَةُ أَعوَانِي ، فَضَجَّتِ الدَّارُ وَالأَفنِيَةُ ، مَلَاءٌ يَهبِطُ وَمَلَاءٌ يَعرُجُ ، وَمَا فَارَقَت سَمعِي هَينَمَةٌ مِنهُم ، يُصَلُّونَ عَلَيهِ حَتّٰى وَارَينَاهُ فِي ضَرِيحِهِ

---

[1] کنز العمال: جلد ۱۱، ص ۲۲۸، حدیث ۴۴۲۶۶

Presented by Ziaraat.Com

"جب رسولؐ خدا نے رحلت فرمائی تو اُن کا سر اقدس میرے سینے پر تھا اور جب میرے ہاتھوں میں اُن کی روح طیب نے مفارقت کی تو میں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیے۔ میں نے آپؐ کے غسل کا فریضہ انجام دیا اس عالم میں کہ ملائکہ میرا ہاتھ بٹا رہے تھے (آپؐ کی رحلت کی وجہ سے) گھر اور اُس کے اطراف و جوانب، نالہ و فریاد سے گونج رہے تھے۔ (فرشتوں کا تانتا بندھا ہوا تھا)۔ ایک گروہ اُترتا تھا اور ایک گروہ چڑھتا تھا۔ وہ آں حضورؐ پر نماز پڑھتے تھے۔ اُن کی دھیمی آوازیں برابر میرے کانوں میں آرہی تھیں یہاں تک کہ ہم نے ان کو قبر میں چھپا دیا"۔ [1]

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۹۷۔ واضح رہے کہ مفتی جعفر حسین مرحوم کے اُردو ترجمہ کے مطابق اس خطبہ کا نشان ۱۹۵ ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تیسرا باب

پیغمبر اکرمؐ کی علیؑ کی قیادت کے لیے جدوجہد

آنحضورؐ کی رسالت کے مستقبل کے لیے حساسیت

پہلی فصل : احادیث وصایت

دوسری فصل : احادیث وراثت

تیسری فصل : احادیث خلافت

چوتھی فصل : احادیث منزلت

پانچویں فصل : احادیث امارت

چھٹی فصل : احادیث امامت

ساتویں فصل : احادیث ولایت

آٹھویں فصل : احادیث ہدایت

نویں فصل : احادیث عصمت

دسویں فصل : حدیث غدیر

گیارہویں فصل : اپنے جانشین کی تقرری کے لیے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبردست جدوجہد

Presented by Ziaraat.Com

آنحضورؐ کی رسالت کے مستقبل کے لیے حساسیت

دین اسلام آخری دین ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور قرآن آخری آسمانی کتاب ہے اسی لیے اسلام ہر زمان و مکان پر مشتمل ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عظیم دین کا پرچم بلند کیا تھا، جس میں اَبدیت کا رنگ پایا جاتا ہے اور آپؐ کا پیش کردہ دین کسی خاص زمانے کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ آپؐ کی تعلیمات اور سیرت کو کسی مخصوص عرصہ کے لیے محدود نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ قانونِ وجود ہمیں یہ بتاتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی باقی انسانوں کی مانند ایک انسان ہی تھے۔ آپؐ کی ظاہری زندگی کے لمحات بھی محدود تھے اور قرآن یہ بیان کرتا ہے کہ موت نے آپؐ پر بھی وارد ہونا ہے جیسا کہ دوسرے لوگوں پر وارد ہوتی ہے۔

فرمانِ خداوندی ہے:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ (سورۂ زمر: آیت ۳۰)

"آپ نے بھی مرنا ہے اور ان لوگوں نے بھی مرنا ہے"۔

آپؐ دینی تعلیمات اور آسمانی ہدایت کا مرکز تھے اور آپؐ پر معاشرہ کی قیادت و امامت کی ذمہ داریاں بھی تھیں، اس لیے آپ اُمت کی فکری مرجعیت اور سیاسی قیادت کے جامع تھے۔ اس مقام پر ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے اور اس سے پہلوتہی کرنا ناممکن ہے اور اسی سوال نے روزِ اوّل سے ہی اسلامی مفکرین کی توجہات کو اپنی جانب مبذول کیا ہوا ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ کائنات کے اس عظیم مدبر اور مفکر نے کیا کبھی یہ نہ سوچا ہوگا کہ آخر انھیں بھی دُنیا سے کوچ کرنا ہے تو ان کی وفات کے بعد اسی دین کا مستقبل کیا ہوگا؟

اگر جواب اثبات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین اسلام کے مستقبل کی شدید فکر

Presented by Ziaraat.Com

تھی تو پھر سوال یہ ہے کہ آپؑ نے اپنی دعوت کی بقا کے لیے کون سے اقدامات کیے تھے؟

کیا حبیبؐ خدا نے مستقبل کے لیے کوئی لائحہ عمل تجویز کیا تھا یا آپؐ اس سے لاپرواہ تھے اور سارا بوجھ اُمت کے ناتواں کندھوں پر ڈال کر دنیا سے رخصت ہوئے تھے؟

مسلمان علماء و محدثین اور مؤرخین نے اس عنوان پر بہت زحمات اُٹھائی ہیں اور اس غور و خوض کے نتیجے میں متعدد نظریات وجود میں آئے ہیں۔

اس سلسلہ کا حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ حالات و واقعات پہلے پیش آئے پھر ان حالات کو زعامت و امامت کا معیار تسلیم کر لیا گیا۔

آیئے حقیقت کی جستجو کریں اور سچ یہ ہے کہ یہ موضوع اتنا گہرا ہے کہ اس پر عمیق فکر و نظر کی ضرورت ہے اور اس کے لیے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے ہمیں تین احتمالات میں سے ایک احتمال کو ماننا ہوگا:

① نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمت کے مستقبل کی کوئی فکر نہ تھی اور آپؐ نے امامت و قیادت کے متعلق ایک حرف تک نہ کہا تھا؟

② آپؐ کو اُمت کا مستقبل عزیز تھا۔ آپؐ نے یہ ذمہ داری بزرگ صحابہ پر عائد کی تھی کہ وہ اُمت کے مستقبل کا فیصلہ اپنی صوابدید پر کریں؟

③ آپؐ کو اُمت کے مستقبل کی فکر لاحق تھی اور پہلی آسمانی وحی کے ساتھ ہی آپؐ نے مستقبل کی قیادت و امامت کے خدوخال کی نشان دہی کی تھی اور ہر مناسب موقع پر ہدایت و اُمت کے ذمہ داروں کا تعارف کرایا تھا، بالخصوص آپؐ نے ہر مرحلہ پر اسی شخصیت کا تعارف کرایا جس پر اُمت کی ہدایت کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی اور جس نے اسلامی معاشرے کی قیادت کرنا تھی۔

ہم ذیلی سطور میں مذکورہ تینوں مفروضوں پر بحث کرتے ہیں:

پہلا مفروضہ: اُمت کے مستقبل کے متعلق خاموشی

اگر کوئی شخص اس مفروضہ کو اپناتا ہے تو پھر اُس سے یہ پوچھا جائے گا کہ آخر وہ کیا

Presented by Ziaraat.Com

وجوہات تھیں جن کی وجہ سے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کے مستقبل سے تغافل برتا تھا؟ اور کیا آنحضرتؐ کے سکوت کی نشان دہی مستند مآخذ اور مصادر سے ہو سکتی ہے؟ اور پھر یہ کیا تفکر ہے جس کی کوکھ سے اس طرح کا سلبی نتیجہ برآمد ہوتا ہے؟ اور کیا اُمتِ اسلامیہ کی امن عامہ کی حالت اس امر کی اجازت دیتی تھی کہ نبی اکرمؐ اس حساس مسئلے سے اپنے آپؐ کو جدا رکھیں اور تمام عقلی تقاضوں پر چار حرف بھیج کر فکرِ فردا سے غافل رہیں؟

احساسِ اَمن اور خطرات کی نفی

آئیں اس مفروضہ کے مطابق سوچیں کہ دعوتِ اسلامیہ کے عظیم الشان قائد کو مستقبل کے خطرات دکھائی نہ دیتے تھے اور اُنھیں اطمینان تھا کہ شیطان مر چکا ہے اور دشمنانِ اسلام کا خاتمہ ہو چکا ہے، لہٰذا لوگوں کے ایمان کے لیے کوئی خطرہ باقی نہیں رہا۔ اور اُمتِ اسلامیہ کے تمام افراد قانون سازی کے قابل ہو چکے ہیں، لہٰذا ان کے مستقبل کے لیے سوچنا ہی عبث ہے۔

اب اگر سب کچھ اس طرح سے نہیں ہے تو پھر یہ نظریہ اور مفروضہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صدرِ اوّل کے واقعات اس تھیوری کو باطل کرنے کے لیے کافی ہیں۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ صدرِ اسلام میں اسلام کی جڑوں کو خشک کرنے والے عناصر اندر اور باہر پوری قوت سے موجود تھے اور وہ عناصر اتنے طاقتور تھے کہ وہ اسلام کے پورے محل کو ملیامیٹ کر سکتے تھے۔

کیا قیادت مطمئن تھی؟

حبیبِ خدا نے قرآنِ مجید کی رہنمائی میں جو اسلامی انقلاب برپا کیا تھا ابھی وہ پوری طرح سے مضبوط نہ ہوا تھا اور اس کے سیاسی، ثقافتی اور اجتماعی ابعاد پختہ نہیں ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ مؤسس انقلاب تھے وہ اس معاشرے کی سیاسی، ثقافتی اور عدالتی معاملات کو خود اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔

دوسری طرف کیفیت یہ تھی کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بہت سی جنگیں ہو چکی تھیں اور مستقبل میں ایسی جنگوں کے امکانات بھی موجود تھے۔ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح کے مدینہ فاضلہ کے قیام کے خواہش مند تھے ابھی تک اس کے قیام کے آثار دکھائی نہ دیتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ بالخصوص مدنی زندگی میں ایسے افراد کی کمی نہ تھی جو کہ بظاہر مسلمان اور صحابی بھی کہلاتے تھے لیکن اسلام کے زندگی بخش اُصول اُن کے قلوب و اَذہان پر پوری طرح سے حکومت نہیں کرتے تھے اور اسلام کے عمیق تصور اور نبی اکرمؐ کی شخصیت کی پوری طرح سے معرفت نہیں رکھتے تھے۔

اور کیا ان حالات میں یہ تصور کرنا صحیح ہوگا کہ یہ اجتماع ہر طرح کے زلزلوں کا مقابلہ کرے گا اور اپنے عظیم قائد کی رحلت کے بعد ہر طرح کے اضطراب سے محفوظ رہے گا۔ اس طرح کے خام معاشرے کے متعلق ہر وقت یہ خطرہ رہتا ہے کہ یہ معاشرہ کسی بھی وقت کسی بھی صیاد کے دام ہم رنگِ زمین میں پھنس سکتا ہے اور طواغیتِ عصر کی تبلیغات پر اَوجِ ثریا سے فرشِ خاک پر گر سکتا ہے۔

انصاف پسند قارئین سے سوال ہے کہ ان حالات کے باوجود رسولِ اعظم کوئی سلبی نظریہ قائم کر سکتے تھے اور پوری اُمت کو مجہول اور تاریک مستقبل کے سپرد کر سکتے تھے؟

ب: معاشرے کی ناپختگی

ہر کامیاب انقلاب کا بانی ہمیشہ سوچتا ہے کہ اس انقلاب کو مستقبل کے خطرات سے کیوں کر محفوظ رکھا جائے اور ایسے کون سے اقدامات کیے جائیں کہ مخالفین انقلاب ہمارے اس انقلاب کو سبوتاژ نہ کرنے پائیں اور معاشرہ سابقہ قبائلی تعصبات میں دوبارہ گرفتار نہ ہو جائے۔

رسولِ رحمت کے دور کے تمام افراد ذہنی بلوغت تک نہیں پہنچے تھے اور تمام افراد کو پوری طرح سے معرفتِ رسولؐ بھی حاصل نہیں تھی۔ بہت سے کلمہ گو ایسے بھی تھے جو کہ رسولِ خدا کو ایک عام انسان سمجھتے تھے۔ جو رضا و غضب میں بہک جاتا ہے۔ [1]

اور کچھ ایسے بھی تھے جنھیں خدا کے نازل کردہ احکام گراں محسوس ہوتے تھے۔ اس طرح کے حالات میں کیا یہ بات عقل و منطق کے قرین ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستقبل کے خطرات سے آنکھیں بند کر کے تمام معاملات کو عوام الناس کے حوالے کر دیں اور خود مطمئن ہو کر

---

[1] مستدرک حاکم: جلد اوّل، ص ۱۸۷، حدیث ۳۵۹

Presented by Ziaraat.Com

دُنیا سے رخصت ہو جائیں!!

ج: منافق اور اندرونی مخالفین کی موجودگی

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مفاد پرست عناصر ایسے بھی تھے جنھوں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے کلمہ پڑھا تھا، لیکن وہ دل میں کافر تھے۔ ایسے افراد کو اصطلاحِ دین میں منافق کہا جاتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں ان افراد کی کوئی کمی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بار بار ان کی شرارتوں سے بچنے کی ترغیب دی تھی۔

الغرض آستین کے ان سانپوں نے اسلام کے مفادات کو ڈسنے میں کوئی بھی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا اور ان کی شرارتوں سے اسلام کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان حالات میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستقبل کی تدبیر سے چشم پوشی کر کے اُمت کو ایسے ریوڑ کی شکل میں چھوڑ سکتے تھے جس کا کوئی چرواہا تک موجود نہ ہو؟! مدینہ کے منافقین کے ساتھ فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کو بھی شامل کرنا چاہیے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں ابھی اسلام و ایمان نے پوری طرح سے گھر نہیں کیا تھا۔ اور ان کی دل کی دُنیا میں حقائقِ دین ابھی راسخ نہیں ہوئے تھے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد ان عناصر کے بھٹکنے کے امکانات بے حد قوی تھے اور بعد کے واقعات سے بھی ان خدشات کی صداقت ظاہر ہوئی تھی۔

د: یہود اور دیگر بیرونی خطرات کی موجودگی

اسلام عظیم انقلابی دعوت ہے جو کہ طاغوت کے نقشِ کہن کو مٹاتا ہے اور وحی الٰہی کے مطابق معاشرے کو تشکیل دیتا ہے۔ سیّد المرسلینؐ ایسا پیغام لے کر مبعوث ہوئے جو پوری دنیا کی قیادت کر سکتا تھا اور انسان کی زندگی کے ہر موڑ پر اس کی رہنمائی کر سکتا تھا۔

جب طاغوت کے پجاریوں نے یہ دیکھا تو اُنھیں اپنے مفادات خطرے میں دکھائی دیئے اور اُنھوں نے پوری قوت کے ساتھ اسلام اور رسولِ اسلامؐ کے خلاف مزاحمت کی تھی۔ ان کی مزاحمت صرف میدانِ جنگ تک ہی محدود نہ تھی۔ اس کے علاوہ انھوں نے بزدل دشمنوں

Presented by Ziaraat.Com

کی طرح سے سازشوں کا جال بچھایا اور مسلسل سازشوں پر سازشیں کرتے رہے۔ چنانچہ یہ وہ حقیقت ہے جس سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے۔

کیا ایسے حالات میں جہاں بیرونی قوتیں مزاحمت کر رہی ہوں اور منافقین کی صورت میں اندرونی دشمن اپنی سازشوں میں مصروف ہوں تو پیغمبرؐ اسلام سے ہٹ کر کیا کوئی سیاسی لیڈر مستقبل کے خطرات سے لاپرواہ ہوسکتا ہے کہ وہ مستقبل سے بے خطر ہوکر اپنے پیروکاروں کے لیے ان خطرات سے تحفظ کی فکر نہ کرے؟

نبی اکرم ﷺ اپنی آنکھوں سے مستقبل کے خطرات کو دیکھ رہے تھے اور آپؐ اندرونی اور بیرونی سازشوں سے آگاہ تھے اور اُنھیں اُمت انتہائی عزیز بھی تھی اور وہ اُمت کو تکالیف سے محفوظ رکھنا بھی چاہتے تھے تو کیا ان کے متعلق یہ مفروضہ قائم کیا جاسکتا ہے کہ انھیں مستقبل کی کوئی فکر نہ تھی؟

اس کے برعکس ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپؐ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک فکر اُمت میں مصروف تھے اور شدید علالت کے باوجود لشکر اُسامہ کو روانہ کرنا چاہتے تھے اور زندگی کے آخری لمحات میں بھی انھیں اُمت کی ہدایت کی فکر تھی اسی لیے تو اُنھوں نے فرمایا:

"کاغذ دوات لاؤ میں تمھیں ایسی دستاویز لکھ کر دوں کہ تم قیامت تک کی گمراہی سے محفوظ ہوجاؤ"۔

لہٰذا اتنی ذمہ دار شخصیت کے متعلق اس طرح کا مفروضہ قائم کرنا کسی طور پر بھی صحیح نہیں ہے کہ اُنھوں نے فکرِ فردانہ کی تھی اور اُمت کی رہنمائی کا کوئی انتظام نہ کیا تھا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ پہلا مفروضہ باطل ہے۔

دوسرا مفروضہ: کیا آنحضرتؐ نے مستقبل اُمت صحابہ کے سپرد کردیا تھا؟

اس سلسلے کا دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ خاتم الانبیاءؐ نے کسی فرد کو امامت وزعامت کے لیے مقرر نہیں کیا تھا؟ آپؐ اُمت کے مستقبل کو اکابر اور اُجلہ صحابہ کے سپرد کر گئے تھے، تاکہ وہ شوریٰ کے ذریعے سے جسے چاہیں اپنا رہبر مقرر کرلیں؟

Presented by Ziaraat.Com

اب سوال یہ ہے کہ کیا اس مفروضہ کو ماننا درست ہے؟ اور مزید یہ کہ یہ مفروضہ حقائق کے کس قدر قریب ہے؟

اس سوال کے جواب کے لیے ہمیں حسب ذیل نکات کو مدنظر رکھنا ہوگا:

الف: اگر رسولؐ خدا یہ چاہتے تھے کہ شوریٰ کے ذریعے سے رہبر کا انتخاب ہونا چاہیے تو پھر کیا آپؐ نے شوریٰ کے حدود و قیود مقرر کیے تھے؟ اور کیا اس کے ضوابط کو تشکیل دیا تھا؟

اور کیا قائد اور رہبر کے انتخاب کے لیے تمام اُمت کے افراد کی رضامندی ضروری قرار دی تھی یا یہ حق صرف سابقین اوّلین کو تفویض کیا گیا تھا؟

یہاں اس حقیقت کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس وقت کے عرب معاشرے میں اس طرح کے الیکشن کا بھی کوئی رواج نہ تھا۔ اسی لیے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوریٰ کا نظام تشکیل دینا ہوتا تو اس کے لیے اُمت سے اس کی ریہرسل بھی کرائی جاتی۔ اگر آپؐ نے اس طرح کا کوئی اہتمام نہیں کرایا تھا تو پھر یہ مفروضہ خود بخود باطل ہوجائے گا کہ آنحضرتؐ نے قائد کے انتخاب کو شوریٰ کے سپرد کیا تھا اور خیر سے شوریٰ بھی ایسی جس کے لیے نہ تو کوئی ضابطہ تھا اور نہ ہی چناؤ کے لیے کوئی قاعدہ قانون۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ رسولؐ خدا نے قائد کے انتخاب کو شوریٰ کے سپرد کیا تھا تو پھر خلافتِ راشدہ کا پورا نظام ہی زمین بوس ہوجائے گا کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کا سلیکشن کیا تھا اور اس کے لیے کسی سے مشورہ تک نہیں کیا تھا۔

اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے لیے ایک نام نہاد شوریٰ تشکیل دی گئی تھی جس میں قائد و رہبر کے انتخاب کا حقیقی حق صرف عبدالرحمٰن بن عوف کو دیا گیا تھا۔ اس خلافت کو کسی حقیقی شوریٰ کی طرف سے منتخب کردہ خلافت قرار نہیں دیا جائے گا۔

الغرض اسلامی تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ کسی بھی خلیفہ نے اپنے متعلق کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ اس کی خلافت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش کردہ شوریٰ کی بنیاد پر قائم ہے اور اگر شوریٰ کی کوئی اہمیت ہوتی تو حضرت عمرؓ بسترِ مرگ پر یہ کیوں کہتے کہ "اگر آج سالم مولیٰ، ابی حذیفہ یا ابوعبیدہ بن جراح میں سے کوئی ایک زندہ ہوتا تو میں اُسے اپنا جانشین مقرر

Presented by Ziaraat.Com

کرتا"۔(مسند احمد بن حنبل: جلد اوّل، ص ۵۴، حدیث ۱۲۹)

اور اگر خلافت کے لیے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفارش کی ہوتی تو حضرت عمرؓ یہ کیوں کہتے:

لَوْ كَانَ سَالِمٌ حَيًّا مَا جَعَلْتُهَا شُورٰى [1]

"اگر سالم زندہ ہوتے تو میں شوریٰ ہی قائم نہ کرتا"۔

اس طرح سے انھوں نے ابوعبیدہ بن جراح کے متعلق اپنی حسرت کا اظہار یوں کیا تھا:

لَوْ اَدْرَكْتُ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ لَاسْتَخْلَفْتُهُ وَمَا شَاوَرْتُ [2]

"اگر ابوعبیدہ بن جراح مجھے مل جاتے تو میں انھیں ہی خلیفہ مقرر کرتا اور کوئی مشورہ نہ کرتا"۔

الغرض خلفاء کے اس طرح کے فرمودات سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائد کے انتخاب کے لیے شوریٰ کی کوئی سفارش نہیں کی تھی۔

ب: ذرا غور فرمائیں کہ اگر رسولِ اعظم صلوات اللہ علیہ وآلہ اُمت کے مستقبل کو شوریٰ کے سپرد کرنے کے خواہش مند ہوتے تو آپؐ اصحابِ شوریٰ کی فکری اور ذہنی تربیت کا بھی ضرور اہتمام کرتے، تاکہ وہ مستقبل کی ذمہ داریوں کو اُٹھانے کے قابل ہو سکیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا تمام صحابہ علم و درایت میں یکساں درجہ رکھتے تھے اور وہ مستقبل کی عظیم ذمہ داریوں کو اُٹھانے کی برابر کی صلاحیت رکھتے تھے؟

آخر حقیقت کیا ہے؟ کیا ہم تمام صحابہ کو یکساں قابلیت کے حامل قرار دے سکتے ہیں؟

اس سوال نے بہت سے ذہین افراد کو اپنی جانب متوجہ کیا ہے اور اس سوال کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسے نظر انداز کرنا ایک طرح کی سادگی اور غیر ذمہ داری قرار پائے گا۔

مروان خلیفات ایک عرب محقق ہیں۔ انھوں نے اسی سوال پر توجہ دی اور کتبِ حدیث

---

[1] اسد الغابہ: جلد ۳، ص ۴۸۳، نمبر شمار ۱۸۹۲

[2] مستدرک حاکم، جلد ۳، ص ۳۰۰، حدیث ۵۱۶۵

Presented by Ziaraat.Com

وتاریخ کا گہرا مطالعہ کیا اور حاصلِ مطالعہ کو اپنی کتاب کی فصل ثالث میں درج کیا۔ ان کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے:

① صحابہ بہت ہی کم سوال کرتے تھے اور احادیث کو بھی انتہائی کم بیان کرتے تھے۔

② صحابہ نے ابتدائی اَدوار میں پوری کوشش کی تھی کہ تدوینِ حدیث کو روکا جائے اور اس کی نشر واشاعت کو ممنوع قرار دیا جائے، جب کہ ذاتی طور پر بھی اُنھوں نے رسولِ اکرمؐ سے تھوڑے سے حقائق کی ہی تعلیم حاصل کی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انھیں اپنے ذاتی کاروبار سے فرصت ہی کم ملتی تھی اور وہ دن کا زیادہ تر حصّہ بازاروں میں بسر کرتے تھے، جس کی وجہ سے وہ بہت سے حقائقِ حدیث سے محروم تھے۔

③ نقلِ حدیث میں بھی صحابہ سے اکثر غلطیاں واقع ہوا کرتی تھیں۔ بعض اوقات وہ حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کرتے تھے اور بعض اوقات وہ اپنے علاوہ کسی اور مخبر سے حدیث سنا کرتے تھے اور پھر اسے حبیبِ خدا کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے تھے اور اس اَمر کی تصریح خود صحابہ سے منقول ہے۔ بعض اوقات صحابہ سے جواب میں غلطی واقع ہوجاتی تھی اور جب دوسرے انھیں اس غلطی کی طرف متوجہ کرتے تو وہ اپنی اصلاح کرلیا کرتے تھے۔

④ جماعت صحابہ میں سے کچھ منافق بھی تھے جیسا کہ قرآنِ کریم میں اس کی وضاحت موجود ہے اور کچھ ایسے بھی تھے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد مرتد ہوگئے تھے اور کچھ صحابہ ایسے بھی تھے جن کے متعلق صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث پائی جاتی ہیں کہ روزِ قیامت اُنھیں حوضِ کوثر سے ہٹا کر دوزخ میں بھیجا جائے گا۔

ان حقائق کی موجودگی میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کی قیادت اور مسلمانوں کا مستقبل اُن کے سپرد کر دیا تھا اور اُنھیں اپنی رسالت کا نگہبان اور کتابِ خدا کا امین مقرر کیا تھا؟!

لہٰذا خلافت و قیادت کے متعلق یہ مفروضہ سراسر غلط ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ذمہ داری صحابہ پر ڈالی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

تیسرا مفروضہ: رسولِ اکرمؐ نے حکمِ خداوندی سے خلافت پر نص کی تھی

تیسرا مفروضہ یہ ہے کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رسالت کے مستقبل کے لیے ایجابی موقف اختیار کیا تھا اور آپؐ نے اپنی رسالت کے تسلسل کے لیے کسی اہل فرد کو خلافت کے لیے نامزد کیا تھا۔

غدیر خم کے مقام پر سیّد المرسلینؐ نے مجمع عام میں اپنے جانشین اور اُمت کے امام پر نص قطعی فرمائی تھی۔ آپؐ نے واقعۂ غدیر سے بھی قبل بہت سے مواقع پر اسلام کے مجاہد اعظم حضرت علی علیہ السلام کی ولایت وخلافت کا اعلان کیا تھا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی صغرسنی ہی میں آپؑ کا انتخاب کیا تھا۔ حضرت علیؑ نے رسولِ اکرمؐ کے گھر میں اور آپؐ کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔ آپؑ کی پوری زندگی شرک کی نجاست سے پاک تھی۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی پرورش کی یوں تصویر کشی کی ہے:

وَقَد عَلِمْتُم مَوضِعِي مِن رَسُولِ اللهِ بِالْقَرَابَةِ القَرِيبَةِ ، وَالْمَنزِلَةِ الخَصِيصَةِ وَضَعَنِي فِي حِجرِهِ وَأَنَا وَلَدٌ . يَضُمُّنِي إِلَى صَدرِهِ وَيَكنُفُنِي فِي فِرَاشِهِ . وَيُمِسُّنِي جَسَدَهُ . وَيُشِمُّنِي عَرفَهُ . وَكَانَ يَمضَغُ الشَّيءَ ثُمَّ يُلقِمُنِيهِ . وَمَا وَجَدَ لِي كَذبَةً فِي قَولٍ . وَلَا خَطلَةً فِي فِعلٍ . وَلَقَد قَرَنَ اللهُ بِهِ مِن لَدُن أَن كَانَ فَطِيمًا أَعظَمَ مَلَكٍ مِن مَلَائِكَتِهِ يَسلُكُ بِهِ طَرِيقَ المَكَارِمِ . وَمَحَاسِنَ أَخلَاقِ العَالَمِ . لَيلَهُ وَنَهَارَهُ . وَلَقَد كُنتُ أَتَّبِعُهُ اتِّبَاعَ الفَصِيلِ أَثَرَ أُمِّهِ . يَرفَعُ لِي فِي كُلِّ يَومٍ مِن أَخلَاقِهِ عَلَمًا وَيَأمُرُنِي بِالِاقتِدَاءِ بِهِ . وَلَقَد كَانَ يُجَاوِرُ فِي كُلِّ سَنَةٍ بِحِرَاءَ . فَأَرَاهُ وَلَا يَرَاهُ غَيرِي . وَلَم يَجمَع بَيتٌ وَاحِدٌ يَومَئِذٍ فِي الْإِسلَامِ غَيرَ رَسُولِ اللهِ وَخَدِيجَةَ وَأَنَا ثَالِثُهُمَا أَرَى نُورَ الوَحيِ وَالرِّسَالَةِ . وَأَشُمُّ رِيحَ النُّبُوَّةِ . وَلَقَد سَمِعتُ رَنَّةَ الشَّيطَانِ حِينَ

Presented by Ziaraat.Com

نَزَلَ الْوَحْیُ عَلَیْهِ. فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللهِ! مَا هٰذِهِ الرَّنَّةُ؟ فَقَالَ: هٰذَا الشَّیْطَانُ قَدْ أَیِسَ مِنْ عِبَادَتِهِ. إِنَّكَ تَسْمَعُ مَا أَسْمَعُ وَتَرٰی مَا أَرٰی. إِلَّا أَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِیٍّ. وَلٰكِنَّكَ لَوَزِیْرٌ. وَإِنَّكَ لَعَلٰی خَیْرٍ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲ سے اقتباس)

"تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کی عزیز داری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا۔ میں بچہ ہی تھا کہ رسولؐ نے مجھے گود میں لے لیا تھا اور آپؐ اپنے سینے سے مجھے چمٹائے رکھتے تھے۔ بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے اور اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کیا کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سونگھاتے تھے۔ آپ پہلے کسی چیز کو چباتے پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ انھوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا اور نہ میرے کسی کلام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔ اللہ نے آپ کی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپ کے ساتھ لگا دیا تھا جو انھیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے چلتا ہے اور میں ان کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اُونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپؐ ہر روز میرے لیے اخلاقِ حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال (کوہ) حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انھیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسولؐ اللہ اور (ام المومنین) خدیجۃ الکبریٰؑ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا البتہ تیسرا ان میں میں تھا۔ میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ جب آپؐ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی جس پر میں نے پوچھا کہ یارسولؐ اللہ! یہ آواز کیسی ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

آپؐ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے جو کہ اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے۔ اے علیؑ! جو کچھ میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو۔ فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور تم یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو"۔ (ترجمہ: مفتی جعفر حسین)

سیّدالاوصیاء کی امامت و ولامت کے متعلق اتنی احادیث وارد ہوئی ہیں کہ ان میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

سیّدالعالمینؐ نے حضرت علی علیہ السلام کی امامت کا اپنی زندگی میں ایک آدھ مرتبہ اعلان نہیں کیا تھا۔ اس کے بجائے آپؐ نے دسیوں بار ان کی امامت و ولایت کا اعلان کیا تھا۔ اس طرح سے آپؐ نے افرادِ اُمت کو اس شخصیت کا تعارف کرایا جس نے ان کے مستقبل کو تحفظ دینا تھا۔

رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مناسب موقع پر حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و امامت کا اعلان کرتے رہے اور سب سے بڑا اور کھلا اعلان مقامِ غدیر میں کیا گیا۔ چنانچہ ہر وہ شخص جو کہ ایسے تمام مواقع کے اعلانات پر توجہ کرے تو اسے اس حقیقت کے اِدراک میں ذرّہ برابر بھی شک نہیں ہوگا کہ اُمت کی امامت اور مستقبل کی قیادت سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں رہے۔ آپؐ نے ہر مناسب موقع پر ولایتِ علیؑ کا اعلان کیا تھا۔

ہم نے اس فصل میں کتبِ فریقین سے مستند اور موثق روایات نقل کی ہیں اور ہم نے اعلانِ نبوت کے آغاز سے لے کر مقامِ غدیر تک کی ایسی احادیث کو جمع کیا ہے جو آپؐ کی امامت و ولایت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور حدیث غدیر کے بعد ان احادیث کا تجزیہ و تحلیل پیش کریں گے۔

اس فصل میں ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلانِ ولایت کے لیے جدوجہد کا جائزہ لیں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہم ترین کوششیں

① دعوت ذوالعشیرہ کا اعلان

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ (سورۂ شعراء: آیت ۲۱۴)

"آپؐ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذابِ خداوندی سے) ڈرائیں"۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان کو جمع کیا اور اُن سے اپنی رسالت و نبوت کے متعلق گفتگو کی اور پھر یہ فرمایا: یہ مرحلہ انتہائی کٹھن ہے۔

فَاَيُّكُمْ يُوَازِرُنِيْ عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ عَلٰى اَنْ يَكُوْنَ اَخِيْ وَ وَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ فِيْكُمْ ①

"تم میں سے ایسا کون ہے جو اس معاملہ میں میری مدد کرے۔ وہ میرا بھائی اور میرا وصی اور تمھارے اندر میرا خلیفہ ہوگا"۔

بعض روایات میں وَخَلِيْفَتِيْ کے الفاظ ہیں اور فِيْكُمْ کے الفاظ نہیں ہیں۔

تمام مجمع پر خاموشی چھا گئی اور کسی نے بھی آپؐ کی مدد کا وعدہ نہ کیا۔ اس مجمع میں کھڑا ہونے والا فرد صرف علیؑ بن ابی طالبؑ تھا۔ آپؑ نے سرکارِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کا وعدہ کیا تھا۔ اس پر رسولِ اکرمؐ نے مجمع عام میں یہ اعلان کیا:

اِنَّ هٰذَا اَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ فِيْكُمْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْهُ ②

"یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تمھارے درمیان میرا خلیفہ ہے۔ اس کا حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو"۔

---

① مناقب ابن شہر آشوب: جلد اوّل، ص ۳۰۶

② ایضاً

Presented by Ziaraat.Com

اس طرح سے دعوتِ اسلام کے ابتدائی اعلانیہ مرحلہ پر رسولؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و امامت کا اعلان کر دیا تھا۔ لطف یہ ہے کہ وہاں پر موجود مجمع کے ہر فرد نے اس اعلان کے مفہوم کو اچھی طرح سے سمجھا تھا اس لیے تو اُنھوں نے حضرت ابوطالبؑ سے مذاق کرتے ہوئے کہا تھا:

"تمھارے بھتیجے نے تجھے تیرے بیٹے کی سمع و طاعت کا حکم دیا ہے"۔ [1]

(۲) احادیث و وصایت

جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام اس دنیا میں آئے اُنھوں نے اپنے بعد اپنے کسی نہ کسی وصی کی وصایت کا اعلان ضرور کیا تھا۔ باقی انبیاءؑ کی مانند رسولِ اسلام نے بھی متعدد مواقع پر حضرت علی علیہ السلام کی وصایت و وراثت کا اعلان کیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَصِيًّا وَ وَارِثًا وَاِنَّ عَلِيًّا وَصِيِّي وَ وَارِثِي [2]

"ہر نبیؑ کا وصی اور وارث ہوتا ہے اور علیؑ میرا وصی اور وارث ہے"۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے لیے اتنی بار لفظ "وصی" ارشاد فرمایا کہ یہ لفظ آپؑ کے نام کا حصہ بن گیا اور جب بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے تو اس سے آپؑ کی ذات بابرکات کا ہی تصور پیدا ہوتا ہے۔

عربی لغت کی مشہور کتاب تاج العروس میں لکھا ہوا ہے:

اَلوَصِی کَغَنِی لقَب عَلِی [3]

"لفظ وصی بروزن غنی، یہ حضرت علیؑ کا لقب ہے"۔

اور احادیث و اشعار میں جب بھی لفظ وصی کا اطلاق ہوتا ہے تو صدرِ اوّل سے لے کر

---

[1] اس واقعہ کی تفصیل کے لیے تاریخ طبری: جلد ۲، ص ۳۱۹ کے علاوہ الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم جلد ۳، ص ۶۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

[2] تاریخ دمشق: جلد ۴۲، ص ۳۹۲، حدیث ۹۰۰۵

[3] تاج العروس: جلد ۲۰، ص ۲۹۷

Presented by Ziaraat.Com

آج تک اس سے حضرت علی علیہ السلام کی ذات ہی اذہان میں آتی ہے۔

جب وصیِ رسولؐ علیؑ ہی ہیں تو پھر خلافت و امامت کا حق دار کوئی اور کیسے ہو سکتا ہے؟ [1]

جب بنی اُمیہ کا دور آیا تو انھوں نے سرتوڑ کوششیں کیں کہ کسی طرح سے اس لفظ کو حضرت علی علیہ السلام سے جدا کیا جائے اور اس مقصد کے لیے حدیث ساز افراد کی خدمات حاصل کی گئیں۔ [2] لیکن چراغِ حق اُن کی پھونکوں سے بجھایا نہ جا سکا۔

(۳) احادیثِ وراثت

ہر انسان "اِرث، میراث اور وارث" کے الفاظ سے مانوس ہے۔ وراثت میں مادی جاگیر اور معنوی جائیداد بھی شامل ہوتی ہے۔ آیئے چند لمحات کے لیے یہ دیکھیں کہ پیغمبر اسلامؐ جو کہ اللہ کے آخری نبی تھے اور تمام انبیاءؑ کی رسالت کے وارث تھے اور آپؐ کی نبوت نے قیامت تک جاری رہنا ہے تو آپؐ نے دینِ مبین کی باگ ڈور کس کے سپرد کی تھی؟ کیا خدا نے آنحضورؐ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ مخصوص شخص کو اپنا وارث مقرر کریں؟

وراثت کی احادیث و نصوص اس اہم سوال کا عملی جواب ہیں۔

آنحضرتؐ نے اپنی اُمت کو بتایا تھا کہ خدا نے انبیائے سابقین کے وارث مقرر کیے تھے اور میری وراثت جو کہ امامت و علم کی شکل میں ہے اس کا بھی خدا نے وارث مقرر کیا ہے۔ پیغمبرؐ خدا نے متعدد مقامات پر یہ نص فرمائی کہ "علیؑ میرا وارث ہے"۔

روایات میں مرقوم ہے کہ عبدالرحمٰن بن خالد نے قثم بن عباس سے یہ سوال کیا کہ آخر علیؑ رسولِ خدا کے وارث کیوں کر ہوئے ہیں؟

---

[1] ملاحظہ فرمائیں: منہاج البراعہ، فی شرح نہج البلاغہ، جلد ۱۶، ص ۱۹

[2] لفظ وصی کی تفصیلی بحث کے لیے محقق عسکری کی کتاب معالم المدرستین، جلد اوّل، ص ۴۸۳ کا مطالعہ فرمائیں۔ محقق علامہ مرتضیٰ عسکریؒ کی کتاب معالم المدرستین کا اُردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے، جس کا نام کتب امامت و خلافت ہے۔ ترجمہ کا شرف بھی خدا نے مجھے عطا کیا ہے اور اشاعت کا شرف ادارہ منہاج الصالحین کو حاصل ہوا ہے۔ ہم ہر تحقیق کے طلب گار سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرے۔

Presented by Ziaraat.Com

قثم بن عباس نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے نبوت کی تصدیق کی تھی اور پوری قوت کے ساتھ پیغمبرؐ اسلام سے وابستہ رہے تھے۔

کتبِ فریقین میں ایسی احادیث وراثت موجود ہیں جن میں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ علیؑ آپؐ کے وارث ہیں۔ آپؐ کے علم کے وارث ہیں۔ اور یہ کہ علی علیہ السلام علومِ نبوت کے خزینہ دار ہیں اور معارفِ رسالتؐ کے امین ہیں اور یہ کہ علیؑ امامِ اُمت ہیں اور علیؑ ہی اسلام کی فکری اور سیاسی مرجعیت کی رمز ہیں۔

④ اَحادیثِ خلافت

لفظ "خلافت" دینی اور قرآنی اصطلاح ہے اور اس لفظ سے مختلف اَبعاد کی جانشینی مراد لی جاتی ہے۔ اسلامی حکمرانوں نے ہر دور میں اس لفظ کی جلالت و عظمت کو کم کرنے کی بڑی کوششیں کی ہیں تاکہ ردائے خلافت اُن پر فٹ آسکے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعوت کے آغاز پر ہی حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا اِعلان کر دیا تھا اور آپؐ نے اس طرح کا اعلان متعدد بار اور متعدد مواقع پر کیا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس جدوجہد سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپؐ کو اپنی اُمت کا مستقبل انتہائی عزیز تھا، اسی لیے آپؐ نے اپنے جانشین کا متعدد بار تعارف کرایا تھا۔

⑤ احادیثِ منزلت

پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اور اپنے برحق جانشین کے لیے کئی بار لفظ "منزلت" ادا کیا اور اپنی اُمت کو یہ سمجھایا کہ علیؑ مجھ سے وہی منزلت رکھتے ہیں جو کہ سر کو باقی جسم سے ہوتی ہے اور قیادت و رہبری کے میدان میں ہماری اور اُن کی منزلت ایک ہے اور کتبِ اسلام میں احادیثِ منزلت بکثرت دکھائی دیتی ہیں۔

اس سلسلے میں سرکارِ کائناتؐ کی مشہور حدیث ہے:

اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

"تمھیں مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، لیکن

Presented by Ziaraat.Com

میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان اُس وقت کیا تھا جب آپؐ غزوۂ تبوک کے لیے جانے لگے تھے۔ تبوک مدینہ منورہ سے کافی فاصلے پر واقع ہے۔ منافقین نے حیلے بہانے کیے اور یوں جنگِ تبوک میں شرکت سے دُور رہے تھے۔ ان کی سازش یہ تھی کہ رسولؐ خدا بہت دُور جا رہے ہیں ان کی عدم موجودگی میں ہم اسلامی حکومت کے مرکز مدینہ پر قبضہ کر لیں گے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے نجس ارادوں سے مطلع ہوئے تو آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: "اس جنگ میں آپؑ ہمارے ساتھ نہ چلیں۔ آپؑ میرے جانشین بن کر مدینہ میں رہیں کیونکہ مدینہ کے حالات غیر یقینی ہیں اور ضد انقلاب حرکت سے بچنے کا بس یہی ایک طریقہ ہے کہ میں خود مدینہ میں رہوں یا آپؑ مدینہ میں رہیں"۔

جب منافقین نے دیکھا کہ رسولؐ خدا نے اپنے بھائی کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا ہے تو اُنھیں اپنے تمام تر منصوبے خاک میں ملتے ہوئے دکھائی دیے۔

اس کے بعد اُنھوں نے یہ مشہور کر دیا کہ رسولؐ خدا علیؑ سے ناراض ہیں اور وہ اُنھیں اپنے لیے بوجھ تصور کرتے ہیں، اسی لیے وہ اُنھیں بچوں اور عورتوں میں اپنا جانشین بنا کر جا رہے ہیں۔

یہی باتیں حضرت علی علیہ السلام نے سنیں تو آپؑ رسولؐ خدا کے ساتھ جا ملے اور عرض کیا: لوگ اس طرح کی باتیں بنا رہے ہیں۔

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی شفقت سے فرمایا:

اِرْجِعْ يَا اَخِي اِلَى مَكَانِكَ فَاِنَّ الْمَدِينَةَ لَا تَصْلُحُ اِلَّا بِي اَوْ بِكَ، فَأَنْتَ خَلِيفَتِي فِي اَهْلِي وَدَارِ هِجْرَتِي وَقَوْمِي أَمَا تَرْضَى اَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى اِلَّا اَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي؛ [1]

"بھائی! آپؑ اپنی جگہ واپس چلے جائیں۔ مدینہ کے حالات میرے ذریعے سے درست رہ سکتے ہیں یا آپؑ کے ذریعے سے ٹھیک رہ سکتے ہیں۔ آپؑ میرے خاندان اور میرے اور میری قوم کے دارالہجرت میں

---

[1] الکافی: جلد ۸، ص ۱۰۷، حدیث ۸۰

Presented by Ziaraat.Com

میرے جانشین ہیں۔ کیا آپؑ اس پر راضی نہیں ہیں کہ آپؑ کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہو جو کہ ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی"۔

رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ہارونؑ کے تمام منازل کا اپنے بھائی کے لیے اثبات کیا ہے۔ البتہ حضورؐ نے اگر استثنا کیا ہے تو صرف نبوت کا کیا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرما کر تمام عالمِ اسلام کو یہ پیغام دیا تھا کہ میرے خلا کو اگر تسلسل مل سکتا ہے تو صرف مثیلِ ہارونؑ کے ذریعے سے مل سکتا ہے۔

کچھ تاریخی نصوص میں یہ جملہ بھی ملتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مثیلِ ہارونؑ سے یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے:

إِنَّهُ لَابُدَّ مِنْ إِمَامٍ وَأَمِيرٍ فَأَنَا الْإِمَامُ وَأَنْتَ الْأَمِيرُ

"لوگوں کے لیے امام اور امیر کا ہونا ضروری ہے۔ میں امام ہوں اور تو امیر ہے"۔

⑥ احادیثِ اَمارت

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اُولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ

"اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور اُولی الامر کی اطاعت کرو"۔ (النساء: آیت ۵۹)

اللہ نے اُولی الامر کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اُولی الامر سے مراد کون ہے؟

کیا تمام ظالم و جابر حکام "اُولی الامر" ہیں؟ کیا ایسے افراد بھی اُولی الامر ہیں جنھوں نے بے گناہوں کو ناحق قتل کیا اور اُنھیں قتل کر کے حکومت کے سنگھاسن تک رسائی حاصل کی؟

کیا اس طرح کے درندے حکمرانوں کی اطاعت کا قرآنِ مجید نے حکم دیا ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

اس حقیقت میں کوئی شک نہیں ہے کہ خدا کے مقرر کردہ اُولی الامر صرف وہ ہیں جن کی زندگی سیرتِ نبویؐ کا آئینہ دار تھی اور جن کی پوری زندگی اعلائے کلمۃ الحق میں بسر ہوئی تھی اور جن کی پوری زندگی عدل و انصاف کی ترویج میں گزری۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی زندگی سیرتِ نبویؐ کا عملی نمونہ تھی اور آپؑ انسانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اس کی وضاحت احادیث نبویہؐ سے ہوتی ہے۔

آیئے! ہم اس سے بھی بڑے قدم کی نشان دہی کرتے ہیں:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو امیر المومنین کے لقب سے نوازا تھا اور یہ لقب آپؑ کے لیے ہی مخصوص ہے۔ آپؑ کے علاوہ یہ لقب کسی بھی دوسرے کو زیب نہیں دیتا۔ ہمارے پاس اس مضمون کی بہت سی احادیث ہیں اور حد یہ ہے کہ سیّد ابن طاوسؒ نے اسی عنوان پر پوری کتاب لکھی ہے جس کا نام اَلْیَقِیْنُ بِاخْتِصَاصِ مَوْلَانَا عَلِیٍّ بِاَمْرَۃِ الْمُؤْمِنِیْنَ ہے۔

اس کتاب میں عظیم مؤلف نے یہ ثابت کیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو امیر المومنین کا لقب دیا تھا۔ پھر آنحضرتؐ نے آپؑ کو "امیر البررۃ" کا لقب دیا تھا اور پھر آپؐ نے حضرت امیر کو اَمِیْرُ کُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِ وَفَاتِیْ کے الفاظ سے یاد کیا تھا۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے معاویہ سے جن شرائط پر مصالحت کی تھی ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ معاویہ اپنے آپ کو امیر المومنین نہیں کہلوائے گا۔ [1]

⑦ احادیثِ امامت

امام پیشوا اور رہبر کو کہا جاتا ہے۔ اسی طرح سے کسی قوم کے قائد اور قبیلہ کے رئیس کو بھی امام کہا جاتا ہے۔ (العین: جلد ۸، ص ۴۲۸)

قرآنِ مجید اور دین کی ثقافت میں بھی امام علیہ السلام کا کم و بیش یہی مفہوم مراد لیا گیا ہے۔ امامت کے اس مفہوم کو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ بن ابی سفیان کے دو خطوط سے

---

[1] علل الشرائع: ص ۲۷۲، حدیث ۲

Presented by Ziaraat.Com

بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک طویل خط میں اپنے اور اپنی اہل بیتؑ کی واقعیت کو بیان کیا ہے اور اپنی وصایت وخلافت کا ذکر کیا ہے۔ اس کے جواب میں معاویہ بن ابی سفیان نے یہ لکھا: ''محمدؐ باقی رسولوں کی طرح سے ایک رسول تھے اور خدا نے اُنھیں تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا تھا۔ اُنھوں نے اپنے پروردگار کے پیغامات کو لوگوں تک پہنچایا۔ اس کے علاوہ وہ کسی چیز کے مالک نہیں تھے''۔

معاویہ نے اپنے خط میں اپنے اس عقیدہ کا اظہار کیا کہ نبی کا وظیفہ فقط تبلیغ تک محدود ہے۔ وہ پیغامِ الٰہی کے مبلغ تھے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھے۔ وہ امام تھے اور نہ ہی زعیم اور قائد تھے اور نہ ہی وہ سیاست مدار تھے اور اس کے علاوہ وہ اور کچھ بھی نہ تھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کے اس نظریہ کی بھرپور تردید کی۔ آپؑ نے اپنے جوابی خط میں یہ لکھا:

وَالَّذِیْ اَنْکَرْتَ مِنْ اِمَامَةِ محمد زَعَمْتَ اَنَّهٗ کَانَ رَسُوْلًا وَلَمْ یَکُنْ اِمَامًا فَاِنَّ اِنْکَارَكَ عَلٰی جَمِیْعِ النَّبِیِّیْنَ الْاَئِمَّةِ وَلٰکِنَّا نَشْهَدُ اَنَّهٗ کَانَ رَسُوْلًا نَبِیًّا اِمَامًا [1]

''تم نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کا انکار کیا ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ آنحضرتؐ صرف رسول تھے وہ امام نہ تھے، اس طرح سے تم نے صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ جملہ انبیاءؑ کی امامت کا بھی انکار کیا ہے۔ جب کہ ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ رسول، نبی اور امام تھے''۔

مذکورہ خطوط سے فکر اسلامی میں امامت کے مفہوم کی پوری وضاحت ہوتی ہے اور معاویہ نے امامت کی نفی کر کے بنی اُمیہ کے نظریات کی ترجمانی کی تھی۔ اس وضاحت کے بعد رسولِ

---

[1] الغارات: جلد اوّل، ص ۲۰۳

Presented by Ziaraat.Com

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان احادیث کو ملاحظہ فرمائیں جن میں آپؐ نے امامت علیؑ کی تاکید کی تھی۔
امام الانبیاءؐ نے امامِ اُمت کے متعلق فرمایا:

یَاعَلِی! اَنْتَ وَصِیِّی وَخَلِیفَتِی وَاِمَامُ اُمَّتِی بَعْدِی

"اے علیؑ! تم میرے وصی اور میرے خلیفہ ہو اور میرے بعد میری اُمت کے امام ہو"۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنْتَ اِمَامُ کُلِّ مُومِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ وَوَلِی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ بَعْدِی

"تو ہر مومن مرد اور مومن عورت کا امام ہے اور میرے بعد ہر مومن مرد اور مومن عورت کا سرپرست ہے"۔

اس کے علاوہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس عنوان کی اور بھی احادیث منقول ہیں۔

⑧ احادیثِ ولایت

قرآنِ مجید میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو مومنین کا ولی قرار دیا گیا ہے اور احادیث و روایات میں ان کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ لفظ "ولی" کا اِطلاق سرپرست، قیم، قائد، زعیم اور اُولی بالتصرف پر ہوتا ہے۔ عربی ادب میں بھی یہی مفہوم رائج ہے۔

ہم حدیثِ غدیر کی بحث میں اس کی تفصیل بیان کریں گے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مواقع پر حضرت علی علیہ السلام کو "ولی" فرمایا تھا۔ رسولِ اسلام نے حضرت علی علیہ السلام سے یہ فرمایا:

یَاعَلِی! اَنْتَ وَلِیُّ النَّاسِ بَعْدِی فَمَنْ اَطَاعَكَ فَقَدْ اَطَاعَنِی وَمَنْ عَصَاكَ فَقَدْ عَصَانِی

"اے علیؑ! تو میرے بعد لوگوں کا سرپرست ہے۔ جس نے تیری اطاعت کی تو اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی تو اُس نے

Presented by Ziaraat.Com

میری نافرمانی کی"۔(امالی مفید: ص ۱۱۳، حدیث ۵)

الغرض اس طرح کی احادیث سے کتبِ اہلِ سنت بھری پڑی ہیں۔ ہم نے اسی مفہوم کی احادیث کو "احادیثِ ولایت"[1] کے زیرِ عنوان جمع کیا ہے۔

اس طرح کی احادیث میں مِن بَعدِی کے الفاظ دکھائی دیتے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کی سیاسی قیادت کی طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا ہے: "میرے بعد میری اُمت کے جملہ اُمور کو چلانے والا علیؑ ہے"۔

⑨ احادیثِ ہدایت

امامتِ اُمت سے مراد لوگوں کو منزلِ مقصود کی ہدایت ہے اور لوگوں کو اعلیٰ مقصد کی طرف متوجہ کرنا اور انسانی کمال کی طرف ملتفت کرنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہدایت کے منصب پر کون فائز ہوسکتا ہے؟ آیا وہ شخص ہادی ہوسکتا ہے جو خود پوری طرح سے ہدایت یافتہ نہ ہو اور جس کے وجود میں پوری طرح سے دینِ اسلام نہ سمایا ہوا ہو۔

قرآنِ مجید میں استفہامی انداز سے یہی سوال پوچھا گیا ہے:

اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ (سورۂ یونس: آیت ۳۵)

"کیا وہ جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ اتباع کے قابل ہے یا وہ جو خود راہ نہیں پاتا، اِلّا یہ کہ اُس کی رہنمائی کی جائے؟ آخر تمھیں کیا ہوگیا ہے کیسے اُلٹے اُلٹے فیصلے کرتے ہو؟"

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افرادِ اُمت کے سامنے کئی بار یہ واضح کیا کہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہی اُمت کے حقیقی رہنما اور ہادی ہیں اور ان میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ وہ اُمت کو صراطِ مستقیم پر چلا سکتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

---

[1] مزید تفصیل کے لیے موسوعة الامام علی کی جلد اوّل، قسم ثالث، مدخل، جهود النبي لقيادة الامام علی/الفصل السابع احادیث الولایة کی طرف رجوع فرمائیں۔

Presented by Ziaraat.Com

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (سورۂ رعد: آیت ۷)

"بے شک آپؐ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کا ہادی ہوتا ہے"۔

تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُنْذِرُ اَنَا وَالْهَادِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ

"ڈرانے والا میں ہوں اور ہدایت کرنے والا علیؑ بن ابی طالب ہے"۔

(۱۰) احادیثِ عصمت

"عصمت" کا مفہوم یہ ہے کہ انسان گناہ، خطا اور جہل سے پاک ہو اور انحرافی خطوط سے بچنے والا ہو۔ انبیاء و رُسل کے لیے عصمت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا ہر فرقہ انبیاء و رسل کی عصمت کا قائل ہے۔ انبیائے کرامؑ نصِ قرآن سے معصوم ہیں اور اس پر تمام متکلمین اور علماء کا اجماع ہے۔ چنانچہ اصل عصمت اور اس کی ضرورت پر کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ بعض متکلمین نے حدودِ عصمت کے تعین پر بحث کی ہے۔

شیعی عقیدہ کے مطابق امام کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ امامت نصوصِ ثابتہ کی اساس پر قائم ہے اور اس کے مطابق یہ ایمان رکھا جاتا ہے کہ نبوت کے علاوہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ خصائص کا امام حامل ہوتا ہے اور عصمتِ امام کا عقیدہ بہت سے عقلی دلائل اور نصوصِ کثیرہ پر مبنی ہے۔ شیعوں کے علاوہ عصمتِ امام کا کوئی بھی فرقہ قائل نہیں ہے اور یہ عقیدہ مذہبِ شیعہ سے ہی مخصوص ہے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی امامت کی نصوص بیان کرنے سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ شیعہ متکلمین اور مفسرین آیتِ تطہیر سے عصمتِ ائمہ اور طہارتِ اہلِ بیتؑ کا استدلال کرتے ہیں اور یہ انتہائی مضبوط اور پختہ استدلال ہے۔

محدثین کا متفقہ بیان ہے کہ آیتِ تطہیر کے نزول کے بعد پیغمبرِ خداؐ کا دستور یہ تھا کہ آپؐ جیسے ہی نماز کے لیے مسجد کی طرف جاتے تو حضرت فاطمہ زہراؑ کے دروازے پر کھڑے ہو کر آیتِ تطہیر کی تلاوت کرتے تھے:

Presented by Ziaraat.Com

اَلصَّلَاۃُ یَا اَھلَ الْبَیْتِ [1]

"اے اہلِ بیتؑ! نماز کا وقت ہے"۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اصحابِ کساء ہی لفظ اہلِ بیتؑ کے مصداق ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام اصحابِ کساء کے سردار تھے اس لیے رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار آپؑ کی امامت کا اعلان کیا اور کئی بار یہ فرمایا:

"جو آپؑ سے جنگ کرے گا میری اُس سے جنگ ہے۔ اور جو آپؑ سے صلح رکھے گا میری بھی اُس سے صلح ہے"۔

قارئین کرام! یہاں کچھ دیر کے لیے رُک جایئے اور سوچئے کہ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طہارتِ اہلِ بیتؑ پر اتنا زور کیوں دیا تھا؟ اور اس کے پس منظر میں کیا حقیقت کارفرما تھی؟

اصل بات یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ڈراؤنا خواب دکھایا گیا تھا اور یہ خواب اتنا ہیبت ناک تھا کہ محدثین کے بقول حبیبِ خداؐ اس کے بعد کبھی مسکرائے نہیں تھے۔ اور وہ خواب یہ تھا کہ آپؐ نے دیکھا کہ میرے منبر پر بندر ناچ رہے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس خواب کے سچا ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمادیا تھا:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل: آیت ۶۰)

"اور ہم نے آپؐ کو جو خواب دکھایا ہے اور وہ شجرہ جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے ہم نے اُسے لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے۔ ہم اُنھیں تنبیہ پر تنبیہ کیے جارہے ہیں مگر ہر تنبیہ سے ان کی سرکشی میں اضافہ ہورہا ہے"۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خواب اور قرآن کی اس آیتِ مجیدہ سے یہ سمجھ لیا تھا کہ اُمتِ اسلامیہ کے مستقبل پر بندر قابض ہوجائیں گے اور وہ اُمتِ اسلامیہ کو سخت اذیتیں دیں

---

[1] اھل البیت فی آیۃ التطھیر، ص ۴۰-۴۵

Presented by Ziaraat.Com

گے اور دینِ اسلام میں تحریفات کریں گے۔ اسی لیے آنحضورؐ نے ان بندروں سے بچنے کے لیے اُمت کو ہادی اور معصوم گھرانے کا تعارف کرایا تھا، تاکہ اُمت مستقبل کی تاریکی سے محفوظ رہ سکے۔

آیتِ تطہیر صداقتِ اہلِ بیتؑ کی خدائی دستاویز ہے اور یہ اہلِ بیتؑ کی عظیم شان کو واضح کر رہی ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے گمراہ حکام و سلاطین سے محفوظ رہنے کے لیے اُمت کو اپنی اہلِ بیتؑ سے وابستگی کا بار بار حکم دیا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے آیتِ تطہیر کے مصادیق کو جتنے شد و مد سے بیان کیا تو مخالفین نے اہلِ بیتؑ کے مفہوم کو مشکوک بنانے کے لیے ایڑی چوڑی کا زور لگایا اور اس کے لیے جھوٹی احادیث تک وضع کرنے سے بھی گریز نہ کیا۔

سرکارِ محمد مصطفیٰ ﷺ نے جہاں آیتِ تطہیر کے مصادیق کو بیان کیا تو اُس کے ساتھ عظمتِ علیؑ کو بھی واضح کرنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو مظہرِ صدق و صفا کہا اور اُنھیں وارثِ تطہیر کہا اور یہ فرمایا:

"علیؑ ہمیشہ حق اور قرآن کے ساتھ رہے گا اور حق اور قرآن بھی علیؑ کے ساتھ ہوں گے"۔

آپؐ نے اُمت کو باور کرایا کہ علیؑ کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے اور یہ کہ علیؑ طاہر الفطرت ہے۔ مزید یہ کہ علیؑ عدیلِ قرآن ہے اور علیؑ معیارِ حق ہے اور علیؑ ہی وہ میزان ہے جو حق و باطل کے فرق کو واضح کرتا ہے اور ہدایت اور گمراہی کی سرحدوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ اور علیؑ ہی فصل الخطاب اور قولِ ناطق ہے اس لیے تمھیں چاہیے کہ علیؑ کو ہی اپنا رہبر و رہنما بناؤ اور اسی کی پیروی کرو اور اُس کی زندگی کو اپنے لیے اُسوۂ حسنہ کا درجہ دو۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ حسبِ ذیل احادیث کو توجہ سے پڑھیں۔

مولائے کُل دانائے سُبلؑ نے فرمایا:

عَلِیٌ مَعَ القُرآن وَالْقُرآنُ مَعَ عَلِی، عَلِیٌ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِی ،

Presented by Ziaraat.Com

وَمَنِ اتَّبَعَهُ اِتَّبَعَ الحَقَّ ، وَمَن تَرَكَهُ تَرَكَ الحَقَّ ، عَلِيٌ مَعَ الحَقِّ وَالقُرآنِ وَالحَقُّ وَالقُرآنُ مَعَ عَلِي

"علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ جس نے اس کی پیروی کی تو اُس نے حق کی پیروی کی اور جس نے اُسے چھوڑ دیا تو اُس نے حق کو چھوڑ دیا۔ علیؑ حق اور قرآن کے ساتھ ہے۔ اور قرآن اور حق علیؑ کے ساتھ ہیں"۔

ان احادیث کا مقصد کیا ہے؟ اس طرح کی احادیث سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کو بتایا:

"علیؑ ثابت قدم ہے۔ وہ باطل کی آندھیوں میں جھکنے والا نہیں ہے۔ اور علیؑ وہ جبلِ استقامت ہے کہ اُنھیں حق سے ہٹایا نہیں جاسکتا۔ علیؑ ہمیشہ صراطِ مستقیم کے راہی رہیں گے اور جب تک اُمت اُن کی قیادت میں سفر کرتی رہے گی تب تک وہ جادۂ حق پر قائم رہے گی"۔

احادیثِ علم

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات جہاں اُمت کے فکری مرجع اعظم تھے وہاں آپؐ ایک جدید اسلامی ریاست کے سربراہ بھی تھے۔ اُمت کو مستقبل میں بہت سے فکری، انفرادی اور اجتماعی مشکلات پیش آنی تھیں۔ آخر ان مشکلات و مصائب میں اُمت کی رہنمائی کون کرے؟

اور وہ کون ہے جو معرفت کی مشکلات کو دُور کر کے حقیقت کے چہرے کو عیاں کرسکتا ہے اور قرآنی آیات کی تفسیر و توجیہہ کرسکتا ہے اور اُمت کو احکامِ دین کی تعلیم دے سکتا ہے اور رحلتِ پیغمبرؐ کے بعد اُمت کی رہنمائی کون کرسکتا ہے؟

اسلامی مصادر یہ گواہی دیتی ہیں کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علمی اور فکری مرجعیت کے لیے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کا انتخاب کیا تھا اور آپؐ نے یہ فرمایا تھا:

Presented by Ziaraat.Com

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ میرا دروازہ ہے"۔

حضرت علی علیہ السلام روزِ اوّل سے ہی علم کے حریص تھے۔ یہاں ظرف قابل تھا اور رسولؐ خدا کی شکل میں مبداء فیاض تھا۔ لہٰذا رسولِ اعظمؐ نے علم عطا کرنے میں کوئی بخل نہیں کیا تھا اور حضرت علیؑ نے اُسے یاد رکھنے میں کوئی خطا نہیں کی تھی۔ چنانچہ آپؑ نے ابوالائمہ کے سینہ میں اسی طرح سے علم بھرا جیسا کہ کوئی پرندہ اپنے بچوں کو دانہ بھراتا ہے۔ یہ علم علیؑ کی وسعت ہی تھی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ میرا دروازہ ہے اور جسے بھی علم کی ضرورت ہو تو وہ میرے دروازے پر آئے"۔

اس فرمان کے ذریعے سے جہاں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے علم کی وسعت کو بیان کیا تو اس کے ساتھ یہ اشارہ بھی کیا کہ علیؑ کے پاس خالص علم ہے۔ اس میں کسی طرح کی ملاوٹ اور ملمع گری کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے پوری زندگی میں رسولِ اعظمؐ سے علم حاصل کیا اور آپؑ کے اشتیاق کی حد یہ تھی کہ وقاتِ پیغمبرؐ کے لمحات میں بھی آپؑ نے اُن سے علم کے کئی دروازے وا کیے تھے اور آپؑ ہمیشہ یہ فرماتے تھے:

حَدَّثَنِی اَلْفَ بَابٍ یَفْتَحُ کُلُّ بَابٍ اَلْفَ بَابٍ

"امام الانبیاءؐ نے مجھے ایک ہزار علم کے دروازوں کی تعلیم دی۔ پھر ہر دروازے سے ہزار دروازہ کھلا ہے"۔

اسی حقیقت کو رسولِ رحمت نے ان الفاظ میں بیان کیا تھا:

اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

"میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے"۔

یہ کمالِ علم تھا کہ علیؑ نے منبر پر یہ اعلان کیا:

سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ

Presented by Ziaraat.Com

"تم نے جو کچھ پوچھنا ہے، مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ"۔

قارئین کرام! پوری تاریخ انسانی پر نگاہ دوڑائیں، یہ دعویٰ رسولِ خدا نے کیا ہے یا ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰؑ نے کیا ہے۔ ان دو ہستیوں کے علاوہ یہ دعویٰ آج تک کسی نے نہیں کیا۔

تمام صحابہ کا اجماع ہے کہ علیؑ سب سے بڑے عالم ہیں۔ جب بھی کسی پر کوئی مشکل پیش آتی تھی تو وہ مشکل کشائی کے لیے علی مرتضیٰؑ کے دروازے پر حاضری دیتا تھا۔

سیّدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے یہ فرمایا تھا:

اَفْضَلُنَا عَلِی

"علیؑ ہم سب سے افضل ہیں"۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے وسعتِ علم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا:

فَوَاللهِ مَا نَزَلَتْ اٰيَةٌ اِلَّا وَقَدْ عَلِمْتُ فِيْمَ نَزَلَتْ وَاَيْنَ وَعَلٰى مَنْ نَزَلَتْ اِنَّ رَبِّيْ وَهَبَ لِيْ قَلْبًا عَقُوْلًا وَلِسَانًا نَاطِقًا

"خدا کی قسم! میں ہر نازل ہونے والی آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ یہ کس مسئلہ میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی اور کس کے متعلق نازل ہوئی۔ میرے رب نے مجھے عقل والا دل دیا ہے اور بولنے والی زبان عطا کی ہے"۔

جب امیر کائناتؑ کی شہادت ہوئی تو حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

لَقَدْ فَارَقَكُمْ رَجُلٌ بِالْاَمْسِ لَمْ يَسْبِقْهُ السَّابِقُوْنَ بِعِلْمٍ وَلَا يُدْرِكُهُ الْاٰخِرُوْنَ

"کل کے دن تم سے وہ مردِ خدا جدا ہوا ہے کہ جس کے علم کا مقابلہ سابقین کر سکتے ہیں اور نہ ہی آخرین کر سکتے ہیں"۔

حیدرِ کرّار کے علم کی گواہیوں سے کتابیں چھلک رہی ہیں۔ الغرض رسولِ اعظمؐ نے حضرت علیؑ کی تربیت کر کے اور انھیں علم و حکمت کی دولت عطا کر کے اُمت کی رہنمائی کا منصب

Presented by Ziaraat.Com

عطا کیا، تاکہ اُمت اسلامیہ جاہلوں کی پیروی کر کے جہالت کے اندھیروں میں نہ بھٹکتی پھرے بلکہ نبوت و امامت کے علم کی روشنی میں مستقبل کا سفر کرے۔ [1]

بارہ خلفاء کی احادیث

اسلامی مصادر میں ایک ایسی حدیث بھی موجود ہے جس کا تعلق اُمت کے مستقبل سے ہے اور اس حدیث میں رحمۃ للعالمینؐ کے خلفا کی تعداد بیان کی گئی ہے۔ یہ حدیث مختلف صحیح السند ذرائع سے منقول ہے۔

اسی مفہوم کی بہت سی احادیث میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفا کی تعداد بیان کی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ آپؐ کے جانشین بارہ ہوں گے۔

حدیث مختلف الفاظ سے وارد ہوئی ہے۔ چند احادیث کو یہاں نقل کیا جاتا ہے:

لَا يَزَالُ الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ اَوْ يَكُوْنُ عَلَيْكُمُ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ [2]

"دین قائم رہے گا، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے یا تم پر بارہ خلفا گزر جائیں جو کہ سب کے سب قریش میں سے ہوں گے"۔

اسی مفہوم کو ایک اور نص میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

جابر بن سمرہ راوی ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا کو یہ کہتے ہوئے سنا:

بَعْدِيْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً

"میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے"۔

پھر آپؐ نے آواز مدہم کر لی۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپؐ نے مدہم آواز میں کیا فرمایا تھا؟

---

[1] بعنوان مثال صحیح مسلم: جلد ۳، ص ۱۴۵۱، باب ۳۳، الناس تبع لقریش والخلافة فی قریش کے باب کا مطالعہ فرمائیں۔

[2] صحیح مسلم: جلد ۳، ص ۱۴۵۳، حدیث ۱۸۲۲

Presented by Ziaraat.Com

میرے والد نے فرمایا:

كُلُّهُمْ مِنْ بَنِي هَاشِم [1]

"ان سب کا تعلق بنی ہاشم سے ہوگا"۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

يَكُونُ بَعْدِي اِثْنَا عَشَرَ اَمِيْرًا [2]

"میرے بعد بارہ حکمران ہوں گے"۔

قارئین کرام! کچھ دیر کے لیے توجہ فرمائیں کہ آخر ان احادیث سے آپؐ کیا چاہتے تھے؟ کیا اس طرح سے آپؐ نے مستقبل کی عمومی پیشین گوئی کی تھی یا آپؐ نے اس حقیقت کا اظہار کیا تھا جسے وقوع پذیر ہونا چاہیے؟

کیا یہ حدیث صرف مستقبل کی ایک خبر پر مبنی ہے؟ یا آپؐ نے پوری صراحت سے بارہ خلفاء پر نص بیان کی تھی اور اُمت کو یہ باور کرایا تھا کہ میرے اصلی جانشین صرف بارہ ہی ہوں گے۔ ان کے علاوہ میرا کوئی جانشین نہیں ہوگا؟ حقیقت یہی ہے کہ امام الانبیاءؐ نے ان احادیث کے ذریعے سے اپنے حقیقی خلفاء کی تعداد کو بیان کیا ہے۔

کچھ لوگوں نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ فرمانِ پیغمبرؐ درست ہے اور بارہ خلفاء سے مراد یہ افراد ہیں: چار ابتدائی خلفاء ــــ ⑤ معاویہ ⑥ یزید۔ [3]

اگر ان لوگوں کی تفسیر و تعبیر کو درست مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پیغمبر اکرمؐ نے خود ہی ان سفاک افراد کو اپنا جانشین بنایا تھا۔

خدارا! سوچئے کیا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یزید اور عبدالملک بن مروان جیسے افراد کو اپنا خلیفہ بنا سکتے تھے؟ ایسا سوچنا اور کہنا یقیناً دریدہ دہن کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

یہ تصور کرنا ہی جرم ہے کہ پوری کائنات کا نجات دہندہ پیغمبر اپنی خلافت کے لیے

---

[1] ینابیع المودۃ: جلد ۳، ص ۲۹۰، حدیث ۴

[2] سنن ترمذی، جلد ۴، ص ۵۰۱، حدیث نمبر ۲۲۲۳

[3] شرح عقیدہ طحاویہ، جلد ۲، ص ۷۳۶

Presented by Ziaraat.Com

یزید اور عبدالملک جیسے بدترین ظالموں کو اپنی خلافت کے لیے منتخب کرے؟ اور انھیں اُولی الامر کا عنوان دے کر اُمت کو ایسے بدکاروں کی اطاعت کا حکم دے۔ [1]

ہر وہ شخص جو اصل روایت پر توجہ کرتا ہے وہ حتمی طور پر اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے جس پر شیعہ پہنچے ہیں اور وہ نتیجہ یہ ہے کہ خلفائے رسول حضرت علیؑ اور آلِ علیؑ ہیں۔ جیسا کہ حبیبِ خدا سے منقول چند روایات میں ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے نام بھی بیان کیے گئے ہیں۔

① خلفائے رسولؐ کی تعداد بارہ ہے اور حدیث کے مطابق ان کی تعداد بھی بارہ ہے۔ اور جو نام بیان کیے گئے ہیں ان کے نام بھی وہی ہیں۔

② کچھ احادیث میں بیان ہوا ہے کہ ان کا تعلق قریش سے ہوگا اور شیعوں کے بارہ ائمہ کا تعلق بھی قریش سے ہے۔

③ کچھ روایات میں یہ بیان ہوا ہے کہ ان خلفاء کا تعلق بنی ہاشم سے ہوگا تو یہ الفاظ بھی ائمہ اثنا عشر پر مطابقت رکھتے ہیں۔

نسلِ بنی ہاشم کی خلافت کا نظریہ حضرت علی علیہ السلام کے اس قول کے عین مطابق ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

إِنَّ الْأَئِمَّةَ مِنْ قُرَيْشٍ غُرِسُوا فِي هٰذَا الْبَطْنِ مِنْ هَاشِمٍ لَا تَصْلُحُ عَلٰى سِوَاهُمْ وَلَا تَصْلُحُ الْوُلَاةُ مِنْ غَيْرِهِمْ

"بلاشبہ امام قریش میں سے ہوں گے جو اسی قبیلہ کی ایک شاخ بنی ہاشم کی کشت زار سے اُبھریں گے۔ نہ امامت کسی اور کو زیب دیتی ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اس کا اہل ہوسکتا ہے؟ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۴)

④ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کا تعلق اہل بیت رسولؐ سے ہے اور بعض روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خلفاء کا تعلق اہل بیت رسولؐ سے ہوگا۔

---

[1] الامامة واهل البيت: جلد ۲، ص ۵۶۔۵۷ میں اسکندریہ یونی ورسٹی کے محقق پروفیسر نے مستند روایات سے معاویہ، یزید اور عبدالملک وغیرہ کے مظالم کو دل کھول کر بیان کیا ہے۔ بعدازاں اُنھوں نے قارئین سے یہ سوال کیا ہے کہ کیا اس طرح کے افراد کو خلفائے پیغمبر ماننا صحیح ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

⑤ بہت سی روایات میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ قیامت سے قبل امام مہدیؑ کی امامت وخلافت قائم ہوگی اور شیعی نقطۂ نظر کے مطابق امام مہدیؑ ائمہ اثنا عشریہ کے حلقہ کے آخری امام ہوں گے۔

⑥ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہدی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بہت سی احادیث ارشاد فرمائی ہیں جن میں سے چند احادیث یہ ہیں:

اَلْمَهْدِيُّ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ يُصْلِحُهُ اللهُ فِي لَيْلَةٍ [1]

"مہدیؑ! ہم اہل بیتؑ میں سے ہوں گے، ایک ہی رات میں خدا اُن کے لیے حالات سازگار بنا دے گا"۔

اَلْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِي مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ [2]

"مہدیؑ میری عترت یعنی اولادِ فاطمہؑ میں سے ہوں گے"۔

لَوْلَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمٌ لَبَعَثَ اللهُ عَزَّوجَل رَجُلًا مِنَّا يَمْلَأُهَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا [3]

"اگر اختتامِ دُنیا میں سے صرف ایک ہی دن بچتا ہوگا تو اللہ ضرور اس میں ہم میں سے ایک مرد کو بھیجے گا جو کہ زمین کو عدل سے ایسے بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی"۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَلِيَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اِسْمُهُ اِسْمِي [4]

"اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری اہل بیتؑ میں سے وہ شخص حاکم نہ بنے جس کا نام میرے نام سے ملتا ہوگا"۔

---

[1] سنن ابن ماجہ: جلد ۲، ص ۱۳۶۷، حدیث ۴۰۸۵

[2] سنن ابی داؤد: جلد ۴، ص ۱۰۷، حدیث ۴۲۸۴

[3] مسند احمد بن حنبل: جلد اوّل، ص ۲۱۳، حدیث ۷۷۳

[4] مسند احمد بن حنبل: جلد ۲، ص ۱۰، حدیث ۳۵۷۱

Presented by Ziaraat.Com

اَلْاَئِمَّةُ بَعْدِیْ اِثْنَا عَشَرَ. تِسْعَةٌ مِّنْ صُلْبِ الْحُسَیْنِ وَالتَّاسِعُ مَهْدِیُّهُمْ (کفایۃ الاثر، ص ۲۳)

"میرے بعد امام بارہ ہوں گے۔ نو امام حسینؑ کی نسل سے ہوں گے اور ان کا نواں مہدی ہوگا"۔

اسی حدیث کی تکمیل کے لیے ہم حسب ذیل نکات پیش کرتے ہیں:

① بارہ خلفاء یا بارہ امیروں کی حدیث کا مرکزی راوی جابر بن سمرہ ہے۔ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور جن علمائے اعلام نے اس حدیث کی توثیق کی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حجۃ الوداع کے موقع پر بیان ہوئی تھی جب کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حدیث دو مقامات پر بیان کی گئی تھی:

الف: مسجد نبویؐ

امام مسلم اور امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے کہ حضرت جابرؓ نے کہا کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جمعہ کے دن یہ بات سنی تھی جب کہ اسلمی کو رجم کیا گیا تھا۔ اس شام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

لَا یَزَالُ الدِّیْنُ..... اِلٰی آخِرِهٖ [1]

اور یہ بات مسلّم ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی کو مدینہ ہی میں رجم کی سزا دی گئی تھی۔ [2]

علاوہ ازیں ایسے شواہد موجود ہیں کہ راوی نے یہ حدیث مسجد نبویؐ میں سنی تھی جیسا کہ روایت کے الفاظ ہیں:

جِئْتُ مَعَ اَبِیْ اِلَی الْمَسْجِدِ وَالنَّبِیُّ یَخْطُبُ..... الی آخر الحدیث [3]

"میں اپنے والد کے ہمراہ مسجد نبویؐ میں آیا جب کہ نبی اکرمؐ اُس وقت خطبہ دے رہے تھے"۔

---

① صحیح مسلم: جلد ۳، ص ۱۴۵۳، حدیث ۱۰

② صحیح بخاری: جلد ۵، ص ۲۰۲۰، حدیث ۴۹۶۹-۴۹۷۰

③ المعجم الکبیر: جلد ۲، ص ۱۹۷، حدیث ۱۷۹۹

Presented by Ziaraat.Com

اس حدیث میں لفظ مسجد موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے یہ حدیث مسجد نبویؐ میں ارشاد فرمائی تھی۔

ب: حجۃ البلاغ

بارہ خلفاء کی احادیث کا مرکزی راوی جابر بن سمرہ بن جندب ہے۔ اس نے بیان کیا ہے کہ اُس نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان حجۃ البلاغ یا حجۃ الوداع کے موقع پر سنا تھا۔ [1]

اور آپؐ نے یہ حدیث عرفات کے میدان میں ارشاد فرمائی تھی۔ [2]

(۲) امام الانبیاء علیہ التحیہ والثنا نے عرفات کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ وہاں اُمت اسلامیہ کا عظیم اجتماع تھا اور دُور دراز سے مسلمان حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے جمع تھے، اس لیے آپؐ نے بارہ خلفاء کا اعلان بھی اسی مجمع عام میں کیا تھا اور حدیث ثقلین بھی اس وسیع و عریض مجمع میں بیان کی تھی۔

ان دونوں احادیث کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ آنحضرتؐ نے اُمت کو پہلے تو یہ بتایا کہ ان کی روانگی کا وقت قریب آچکا ہے اور وہ اُمت کو بے سہارا نہیں چھوڑ رہے۔ وہ اُمت کی ہدایت کے لیے دو گراں قدر چیزیں قرآن و عترت کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو یہ یقین دلایا کہ اگر وہ ان دونوں سے متمسک رہے تو پھر وہ گمراہی سے محفوظ رہیں گے۔

اس کے بعد یہ مرحلہ باقی رہتا تھا کہ عترت کے کتنے افراد ہیں جنھوں نے اُمت اسلامیہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینا ہے اور وہ کتنے افراد ہیں جو دین کا سہارا بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟

اس کا جواب آپؐ نے بارہ خلفاء کی حدیث کے ذریعے اُن کی تعداد مقرر فرمائی اور واضح کیا کہ میرے دین کے لنگر بارہ ہیں اور جب تک یہ بارہ رہیں گے تب تک دین محترم و مکرم رہے گا۔ (انتہیٰ بقدر الحاجۃ)

---

[1] مسند احمد حنبل: جلد ۷، ص ۴۰۵، حدیث ۲۰۸۴۰-۲۰۸۴۳

[2] مسند احمد بن حنبل: جلد ۷، ص ۴۱۸، حدیث ۲۰۹۲۲

Presented by Ziaraat.Com

حدیثِ سفینہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کے تمام حقوق وفرائض کا خیال رکھتے تھے، اگرچہ اس وقت مسلم معاشرہ قلیل افراد پر مشتمل تھا، لیکن آگے چل کر اسی معاشرے میں توسیع ہونا تھی۔ اس کے ساتھ آپ کو یہ فکر لاحق تھی کہ اُمت کی نجات کے لیے کس طرح کا سفینہ ہونا چاہیے جو گمراہی کی سربفلک موجوں میں سفینۂ نوحؑ کی مانند چل سکے اور اُنھیں جنت کے ساحل پر اُتار سکے۔

الغرض آپؐ نے حکمِ خداوندی سے اس سفینۂ نجات کی نشان دہی کی اور اُمت کو یہ بتایا کہ ہلاکت خیز موجوں سے صرف وہی محفوظ رہے گا جو اس سفینہ پر سوار ہوجائے گا اور جو کشتیٔ نجات پر سوار نہ ہوا تو وہ ہلاک ہوجائے گا۔

چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ فِيْكُمْ كَسَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَّكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ غَرِقَ

"میری اہلِ بیتؑ کی مثال کشتیٔ نوحؑ کی سی ہے جو اس میں سوار ہوگیا تو وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوجائے گا"۔

یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اُمت کے پاس نجات کا واحد ذریعہ "کشتی" پر سوار ہونا ہے اور اہلِ بیتؑ کی پناہ میں آنا ہے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔

یہ حدیث اطاعتِ اہلِ بیتؑ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ ہر عاقل انسان غرقابی سے بچنے کے لیے کشتی کا سہارا لیتا ہے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "سفینہ" کے استعارہ سے اُمت کو باور کرایا کہ نجات صرف دامنِ اہلِ بیتؑ سے تمسک ہی میں مضمر ہے۔ اور جو شخص دامنِ اہلِ بیتؑ سے متمسک نہ ہوا تو وہ ہدایت سے محروم رہے گا اور گمراہی کی لہروں میں ڈوب جائے گا۔

حدیثِ ثقلین

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمت کے مستقبل کی بڑی فکر لاحق تھی اور آپؐ نے پوری

Presented by Ziaraat.Com

کوشش کی تھی کہ اُمت اسلامیہ جہالت اور گمراہی سے محفوظ رہے، اس لیے آپؐ نے اُمت کو فکری مرجعیت عطا کی اور اس مرجعیت کا واضح اعلان حدیث ثقلین میں کیا۔

آپؐ نے متعدد مرتبہ اور متعدد مقامات پر یہ حدیث ارشاد فرمائی۔ آپؐ نے کبھی میدانِ عرفات میں یہ حدیث ارشاد فرمائی اور کبھی 'مسجد خیف' میں اس کا اعلان کیا اور کبھی غدیر خم کے میدان میں پالانوں کے منبر پر اُسے بیان کیا اور پھر زندگی کے آخری لمحات میں اپنے بستر مرض پر اس کا اعلان کیا۔ اس حدیث کو بہت سے صحابہ کرام نے روایت کیا ہے اور تابعین اور علمائے اَعلام کی کثیر تعداد نے اس کے صحیح السند ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ [1]

یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ ایک مقام پر یہ حدیث ان الفاظ سے منقول ہے:

اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ وَلَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰى یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا كَیْفَ تُخَلِّفُوْنَ فِیْهِمَا [2]

"میں تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک اُن سے وابستہ رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک چیز دوسری سے بڑی ہے۔ اللہ کی کتاب آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی رسّی ہے اور میری عترت اہلِ بیتؑ۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوض پر نہ پہنچ جائیں۔ دیکھنا! تم میرے بعد ان دونوں سے کیا سلوک روا رکھتے ہو"۔

بلاشبہ یہ عظیم کلام اور لاجواب منقبت ہے اور یہ ایسی بلند ترین فضیلت ہے کہ کائنات میں اس کی نظیر نہیں ملتی اور یہ سراسر ہدایت و سعادت ہے اور گمراہی سے بچنے کا مجرب نسخہ ہے۔ اس حدیث میں اہلِ بیتؑ کی مرجعیت اور اُن کی پیروی کے وجوب کو بیان کیا گیا ہے۔

---

[1] مزید تفصیل کے لیے نفحات الازھار، جلد ۲، ص ۹۰ کی طرف رجوع فرمائیں۔

[2] سنن ترمذی، جلد ۵، ص ۶۶۳، حدیث ۳۷۸۸

Presented by Ziaraat.Com

آقائے نامدارؐ نے اپنی اُمت کو حکم دیا ہے کہ قرآن کی طرح سے اہلِ بیتؑ کے اقوال و افعال کی پیروی فرض ہے۔ علمائے اسلام نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی نے یہ کہا ہے:

"رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عترت اہلِ بیتؑ کو کتاب اللہ کے ساتھ شامل کیا ہے اور ان کی اتباع کو گمراہی سے بچنے کا ذریعہ قرار دیا ہے جس طرح سے کتاب اللہ سے تمسک کا مطلب یہ ہے کہ کتاب کے علم و ہدایت کی پیروی کی جائے۔ اسی طرح سے عترت سے تمسک کا بھی یہی مطلب ہے کہ اُن کی اتباع کی جائے"۔ [1]

اس حدیث کے ذریعے سے حبیبِ خدا نے ہدایت کے حصول اور گمراہی سے بچنے کا طریقہ بیان کیا ہے۔ آپؐ چاہتے تھے کہ اُمت ہدایت سے وابستہ رہے اور گمراہی سے دُور رہے۔

مَا اِن تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَن تَضِلُّوا

"جب تک تم ان سے وابستہ رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے"۔

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ قرآن و عترت سے تمسک ہدایت کا ذریعہ ہے اور ان سے دُوری اور علیحدگی گمراہی کا سبب ہے۔

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ

"حق کے بعد گمراہی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے"۔

اسی حدیث کا اندرونی پیغام یہ ہے کہ عترتِ طاہرہ معصوم ہے، کیونکہ آنحضرتؐ نے اپنی عترت کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اگر عترتِ طاہرہ غیر معصوم ہوتی تو رسولِ اکرمؐ اُن کی غیر مشروط اطاعت کا حکم نہ دیتے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عترت کو عدیلِ قرآن قرار دیا ہے اور قرآن کی شان یہ ہے:

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ

---

[1] شرح مقاصد، جلد ۵، ص ۳۰۳۔ علمائے اہلِ سنت کی مزید آرا سے آگاہی کے لیے: کتاب عبقات الانوار، جلد ۲، ص ۲۴۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

Presented by Ziaraat.Com

حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ (سورۂ فصلت: آیت ۴۲)

"باطل اُس کے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ ہی پیچھے سے آسکتا ہے"۔

جب قرآن میں باطل نہیں آسکتا تو عترتِ طاہرہ بھی عدیلِ قرآن ہے۔ ان کے قول و فعل میں بھی باطل کا گزر نہیں ہوسکتا۔

حدیثِ ثقلین میں واضح الفاظ سے یہ پیغام دیا گیا ہے کہ عترت سے تمسک ہی گمراہی سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اگر خدانخواستہ عترت کی گمراہی کا اندیشہ ہوتا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنھیں گمراہی سے بچانے والوں کا کبھی درجہ نہ دیتے۔

حدیثِ غدیر

ہم نے سابقہ اَوراق میں یہ بیان کیا ہے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رسالت کے اعلان کے ساتھ ہی امامت و قیادت کا اعلان کیا تھا اور جہاں بھی موقع مناسب دکھائی دیا تو آپؐ نے امامت و قیادت کا اعلان کیا۔

تیئس برس کی محنت کے بعد آپؐ کی زندگی کا سورج ڈھلنے لگا تھا۔ آپؐ نے آخری حج کیا جسے تاریخ میں حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ یہاں خدا کی طرف سے تبلیغِ ولایت کا حکم نازل ہوا۔ اسی لیے اس حج کو "حجۃ البلاغ" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

آیئے حجۃ الوداع کے واقعات سے کچھ تعارف حاصل کریں۔

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے دسویں برس حج کا ارادہ کیا اور آپؐ کی طرف سے پورے جزیرۃ العرب میں اعلان کرایا گیا کہ جسے حبیبِ خداؐ کے ساتھ حج کرنا ہو تو وہ آکر آپؐ کے قافلہ میں شریک ہوجائے اور مناسکِ حج کی تعلیم حاصل کرے۔

اس اعلان کے بعد پوری سرزمینِ عرب سے مسلمان حج کے لیے جمع ہوئے۔

آپؐ نے حج کیا اور مسلمانوں کو مناسکِ حج کی تعلیم دی اور حج کے اعمال سے فارغ ہوکر آپؐ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حجاج کے قافلے آگے پیچھے چل رہے تھے۔ کچھ قافلے آپؐ سے آگے جارہے تھے اور کچھ قافلے آپؐ کے پیچھے رواں دواں تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

۱۸ ذی الحجہ کو آپؑ کا قافلہ "وادی جحفہ" میں غدیر خم کے مقام پر پہنچا۔ یہ جگہ چوراستہ تھی۔ یہاں سے ہی شام، مصر اور عراق و مدینہ کے راستے جدا ہوتے تھے۔ سورج پورے نصف النہار پر تھا۔ اس کی گرم شعاعوں کی حدت اور شدت سے زمین بھن رہی تھی کہ پیغمبر اکرمؐ پر وحی کے آثار طاری ہوئے۔ آپؐ نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ آپؐ کے منادی نے ندا دی کہ جو قافلے آگے جا چکے ہیں وہ پیچھے آجائیں اور جو پیچھے ہیں وہ یہاں جمع ہو جائیں۔

تمام قافلے جمع ہو گئے لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہاں جمع ہونے کا کیا مقصد ہے؟ عین دوپہر کا وقت تھا، ہر طرف چلچلاتی دھوپ کا راج تھا اور گرمی کی شدت و حدت اتنی شدید تھی کہ لوگ اپنی چادریں قدموں کے نیچے رکھنے لگے اور کچھ افراد اپنے ہودج اور محمل کے سائے میں بیٹھے ہانپ رہے تھے۔ سب کی نظریں رحمۃ للعالمینؐ کے چہرے پر لگی ہوئی تھیں۔ آپؐ کے لیے پالانوں کا منبر بنایا گیا۔ آپؐ پالانوں کے منبر پر تشریف لائے اور مجمع عام سے خطاب کیا۔ حضورؐ نے سب سے پہلے خدا کی حمد و ثنا کی۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

> "اے لوگو! میری رحلت کا وقت قریب ہے کیونکہ موت سے مفر نہیں ہے۔ سابقہ انبیاء و مرسلین بھی دُنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ پھر آپؐ نے سامعین سے فرمایا: کیا تم خدا کے ہاں یہ گواہی دو گے کہ میں نے پروردگار کے تمام احکام تم تک پہنچا دیے ہیں؟"

تمام حاضرین نے بلند آواز سے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے ہم تک خدا کے اَحکام پہنچائے ہیں اور آپؐ نے پوری خیر خواہی کے ساتھ دین کی تبلیغ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

آپؐ نے لوگوں کو اس ابتدائی اور تمہیدی گفتگو کے لیے جمع نہیں کیا تھا۔ آپؐ اپنے اصلی مقصد کے لیے لوگوں کے اَذہان کو تیار کر رہے تھے اسی لیے آپؐ نے اُن سے پیغام پہنچانے کی تصدیق کرائی اور جب سرورِ کائناتؐ نے حدیثِ ثقلین ارشاد فرمائی تو اُس وقت بھی آپؐ نے یہی وطیرہ اختیار کیا تھا۔ پھر آپؐ نے اپنی اُولویت کا تذکرہ کیا اور سب سے دریافت کیا کہ کیا میں تمھاری جانوں پر تم سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا؟

Presented by Ziaraat.Com

سب نے اقرار کیا کہ یارسولؐ اللہ! آپؐ ہی ہمارے اولیٰ بالتصرف ہیں اور ہمارے آقا و مولا ہیں۔ پھر آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے قریب کیا اور ان کے بازو کو پکڑ کر بلند کر کے مجمع سے فرمایا:

مَنْ کُنتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ

''جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے''۔

آپؐ نے تین مرتبہ اس جملے کو دُہرایا۔ پھر آپؐ نے دُعا مانگی:

''خدایا! جو علیؑ سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر اور جو علیؑ کی مدد کرے تو بھی اُس کی مدد کر اور جو علیؑ سے دشمنی کرے تو بھی اُس سے دشمنی کر اور جو علیؑ کو بے یارومددگار چھوڑ دے تو بھی اُسے بے یارومددگار چھوڑ دے''۔

غدیر خم میں دسیوں ہزار افراد کا مجمع تھا۔ ان سب کے سامنے رسولؐ خدا نے اپنے بھائی اور ناصر کی خلافت و ولایت کا اعلان کیا تھا۔ اتنے بڑے اہتمام و انصرام کے بعد بھی کوئی یہ شک کر سکتا ہے کہ یہ اجماع خلافت و جانشینی کے لیے نہ تھا؟

الغرض مقام غدیر خم میں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و امارت کا تاج پہنایا گیا تھا اور صحابہ نے آگے بڑھ کر حضرت علی علیہ السلام کو جوق در جوق مبارک دی اور مبارک دینے والوں میں حضرت عمر بن الخطاب بھی شامل تھے۔ اُنھوں نے ان الفاظ سے آپؑ کو مبارک دی تھی:

هَنِيئًا لَّكَ يَابْنَ اَبِي طَالِبٍ اَصْبَحْتَ الْيَوْمَ وَلِيَّ كُلِّ مُؤْمِنٍ

''اے فرزند ابوطالبؑ! آپؑ کو مبارک ہو۔ آج کے دن آپؑ ہر مومن کے ولی بن گئے''۔

ابھی اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی حالات بدل گئے اور واقعات نے نیا رُخ اختیار کیا اور خلافت کی ردا ان لوگوں نے پہنی جو کہ اس منصب کے اہل نہ تھے۔ الغرض لوگوں نے خودساختہ خلافتیں قائم کر لیں لیکن عوام الناس کو نہ تو غدیر کا واقعہ بھولا تھا اور نہ ہی رسولِ اکرمؐ کا فرمان ذہنوں سے محو ہوا تھا۔

حکام کے زرخرید درباری علماء کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ حدیثِ غدیر کے مفہوم کو مشتبہ

Presented by Ziaraat.Com

بنانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ چنانچہ حکام کے حاشیہ نشین علماء نے دو طرح کے اقدامات کیے:

پہلا کام تو یہ کیا کہ لوگوں کو یہ باور کرایا کہ یہ حدیث امامت و ولایت پر دلالت ہی نہیں کرتی اور دوسرا کام اس حدیث کی سند کو مشکوک بنانے کے لیے کیا گیا۔ ہم کچھ دیر کے لیے حسب ذیل عناوین پر بحث کریں گے۔

① سندِ حدیث

حدیثِ غدیر دُنیائے احادیث کی مشہور اور معتبر ترین حدیث ہے۔ محدثین اور علمائے اَعلام کے جمِ غفیر نے نہ صرف اس کی صحت و سند کی گواہی دی ہے بلکہ یہاں تک کہا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔ (نفحات الاذھار، جلد ۶، ص ۳۷۷)

اس کے لیے بعنوان مثال حسب ذیل اعتراف کا ملاحظہ فرمائیں۔

ابن کثیر نے ذہبی کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

وصدر الحديث: مَن كُنتُ مَولَاهُ فَعَلِيٌّ مَولَاهُ، مُتَواتِرٌ أَتَيَقَّنُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ قَالَهُ (البدایہ والنہایہ، جلد ۵، ص ۲۱۴)

"حدیث کا پہلا جملہ: مَنْ كُنتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَولَاهُ متواتر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ رسولِ خدا نے یہ جملہ فرمایا تھا"۔

رواه الجم الغفير والعدد الكثير من طرق صحيحة وحسنة وضعيفة ومطرحة وانا اسوقها [1]

مَنْ كُنتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَولَاهُ کی حدیث تواتر سے ثابت ہے اور یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ رسولِ خدا نے یہ جملہ فرمایا تھا۔ اس کی روایت جمِ غفیر نے کی ہے اور صحیح، حسن، ضعیف اور مطرح طرق سے کثیر تعداد میں محدثین نے اسے نقل کیا ہے اور میں بھی اس کو تسلیم کرتا ہوں۔

علامہ امینیؒ نے ایک سو دس اعاظم صحابہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اُنھوں نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ علامہ مرحوم فرماتے ہیں: یہ وہ صحابہ ہیں جن کے متعلق مجھے حوالے ملے

---

[1] رسالۃ طرق حدیث مَنْ كُنتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَولَاهُ (از شمس الدین ذہبی، ص ۱۱)

Presented by Ziaraat.Com

ہیں اور جن کے حوالے مجھے نہیں ملے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ (الغدیر: جلد اوّل، ص ۶۰)

محقق مرحوم سیّد عبدالعزیز طباطبائی نے الغدیر کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ ایک سو دس کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ نے اس حدیث کو بیان ہے جن کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب علی ضناف الغدیر میں بیان کی ہے۔ [1]

علامہ امینیؒ نے اپنی کتاب میں ایسے تابعین کی بڑی لمبی فہرست پیش کی ہے جنھوں نے حدیثِ غدیر کو بیان کیا ہے۔

سرزمین لکھنؤ ہندوستان کے عظیم اور غیور علامہ سیّد حامد حسین موسوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا طویل عرصہ ولایت اور حریمِ تشیع کے دفاع میں گزرا تھا۔ اُنھوں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کی تردید میں کئی ضخیم جلدیں لکھی تھیں۔ ان کی عظیم کتاب کا نام عبقات الانوار ہے۔ اپنی اس عدیم النظیر کتاب میں اُنھوں نے حدیثِ غدیر پر مفصل جلد لکھی اور اس میں اس حدیث کے اسناد کی تفصیل بیان کی اور اس کے جملہ طرق و رواۃ کا جائزہ پیش کیا اور اُنھوں نے دندان شکن دلائل سے ان لوگوں کا منہ بند کیا جو اس حدیث کے عدم تواتر کا دعویٰ کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا حقائق کے مطابق ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ سندِ حدیث اور صحتِ حدیث پر بحث بالکل غیر ضروری ہے۔ البتہ ہم دوسری مباحث شروع کرنے سے قبل اس حدیث کے متعلق چند محدثین کی آرا کو نقل کرنا ضروری جانتے ہیں۔

امام حاکم نیشاپوری نے حدیثِ غدیر نقل کرنے کے بعد لکھا:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ [2]

"یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، لیکن اُنھوں نے اس حدیث کو نقل نہیں کیا"۔

---

[1] یہ کتاب قلمی صورت میں ہے اور ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ (ملاحظہ فرمایئے: حاشیہ غدیر، جلد اوّل، ص ۱۴۴)

[2] مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۱۱۸، حدیث ۴۵۷۶

Presented by Ziaraat.Com

امام حاکم نے دوسرے مقام پر بھی یہی تبصرہ کیا ہے۔ [1]

ترمذی نے حدیثِ غدیر لکھنے کے بعد سنن میں یہ لکھا:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ [2]

"یہ حدیث حسن صحیح ہے"۔

ذہبی نے ابن جریر طبری کے متعلق لکھا ہے کہ انھیں معلوم ہوا کہ ابن ابی داؤد نے حدیث غدیر پر اعتراض کیا ہے تو اُنھوں نے کتاب الفضائل لکھی اور صحتِ حدیث پر گفتگو کی۔

میں نے ابن جریر کی طرقِ حدیث پر مرتب کردہ ایک جلد پڑھی ہے۔

میں کثرتِ طرق سے حیران رہ گیا۔ [3]

ابن حجر لکھتے ہیں: مَن كُنتُ مَولَاهُ فَعَلِيٌّ مَولَاهُ کی حدیث کو ترمذی اور نسائی نے لکھا ہے۔ یہ حدیث بہت سے طرق کے ساتھ مروی ہے۔ ابن عقدہ نے اس عنوان پر پوری کتاب لکھی۔ اس کی اسانید میں زیادہ تر اسناد صحیح و حسن ہیں۔ [4]

حافظ ابن عقدہ نے "حدیث الولایۃ" کے نام سے کتاب لکھی تھی اور یہ دسویں صدی ہجری تک علماء میں متداول رہی۔ سیّد ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق بیان کیا ہے کہ اُنھوں نے اپنی کتاب میں حدیثِ غدیر کو ایک سو پانچ صحابہ سے نقل کیا ہے۔ [5]

حافظ ابن عساکر نے بھی حدیثِ غدیر کے دسیوں طرق ایک مقام پر بیان کیے ہیں۔ [6]

مذکورہ علماء کے علاوہ اور بھی بہت سے محدثین، مفسرین اور علماء نے حدیثِ غدیر کے اسناد نقل کیے ہیں۔

---

[1] مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۶۱۳، حدیث ۶۲۷۲

[2] سنن ترمذی: جلد ۵، ص ۶۳۳، حدیث ۳۷۱۳

[3] تذکرۃ الحفاظ: جلد ۲، ص ۷۱۳، حدیث ۷۲۸

[4] فتح الباری: جلد ۷، ص ۷۴

[5] الاقبال: جلد ۲، ص ۲۴۰۔ علامہ امینی نے اپنی عظیم القدر کتاب الغدیر میں ابن عقدہ کی کتاب کی بڑی تعریف کی ہے۔

[6] تاریخ دمشق: جلد ۴۲، ص ۲۰۴-۲۳۸

Presented by Ziaraat.Com

اہلِ انصاف سے سوال ہے کہ کیا مذکورہ حقائق کے بعد بھی صدورِ حدیث یا طرقِ حدیث پر شک کرنے کا کوئی جواز باقی رہتا ہے؟

اس کے باوجود جو بھی شک وشبہ کرتا ہے تو وہ صرف تکبر اور عناد میں مبتلا ہے۔

۲ مفہومِ حدیث

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ مَنْ کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولَاہُ کی حدیث میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی ریاست وحکومت اور امامت وزعامت کی طرف اشارہ کیا تھا، لیکن لوگوں نے حدیث کے مفہوم کو مشتبہ بنانے کے لیے لفظ "مولا" کے معانی پر خواہ مخواہ کی بحثیں کی ہیں۔ البتہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس لفظ کے بہت سے معانی ہیں، لیکن خطبہ کے سیاق وسباق کے تناظر میں اس سے امامت وزعامت ہی کو مراد لیا جاسکتا ہے۔

عربی زبان میں لفظ مولا کا مفہوم

لفظ مولا کے اگرچہ کافی معانی ہیں، لیکن اس کا واضح مفہوم اولیٰ ہونا ہے اور اس کے معنی میں زعامت وامامت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس کے ذیل میں چند شواہد پیش کیے جاتے ہیں:

سورۂ حدید میں ھِیَ مَوْلَاکُمْ کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اس کی تفسیر میں ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ بصرہ نے لکھا ہے۔ ھِیَ مَوْلَاکُمْ. اَیْ اَولیٰ بِکُمْ "یعنی وہ تم پر تصرف رکھتی ہے"۔ (مجاز القرآن: جلد ۲، ص ۲۵۴)

موصوف نے اس معنی کے اثبات کے لیے دورِ جاہلیت کے اس شعر سے استشہاد کیا ہے:

ففدت کلا الفرجین کتب انه
مولی المخافی فلنها وامامها

چنانچہ لبید شاعر کے اس شعر کی تشریح میں سَبعَہ مُعَلَّقَہ کے شارحین نے مولیٰ کا معنی اولیٰ لکھا ہے۔ (شرح المعلقات، السبع زوزنی، ص ۲۱۰)

قرآنِ کریم کی آیت ہے:

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ۚ ھُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَعَلَی اللّٰہِ

Presented by Ziaraat.Com

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۵۱﴾ (سورۂ توبہ: آیت ۵۱)

"آپ کہہ دیں کہ ہمیں بس وہی پہنچے گا جسے اللہ نے ہمارے لیے مقرر کیا ہے۔ وہی ہمارا مولا ہے اور اہلِ ایمان کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے"۔

اس آیت میں لفظِ مولیٰ استعمال ہوا ہے۔ مشہور مفسر اور نسب شناس محمد بن سائب کلبی نے اس کی تفسیر میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

أَي، أَولى بِنَا مِن أَنْفُسِنَا فِي المَوتِ وَالحَيَاةِ [1]

"یعنی ہماری جانوں پر ہم سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہے موت میں بھی اور زندگی میں بھی"۔

سورۂ حدید کی آیت میں هِيَ مَوْلَاكُمْ کے الفاظ ہیں۔ اس کے متعلق مشہور ادیب اور مفسر ابوزکریا یحییٰ بن زیاد المعروف "فراء" نے یہ الفاظ لکھے ہیں:

هِيَ مَوْلَاكُمْ، اي أَوْلَى بِكُمْ [2]

لفظ مولیٰ کا ترجمہ اولیٰ کرنے والوں میں ابوالحسن اخفش، ابواسحاق زجاج اور محمد بن القاسم انباری اور دیگر مشاہیر لغت وادب شامل ہیں۔ [3]

لفظ مولیٰ کا واضح ترین معنی متولی اور قیم علی الامور ہے اور اس کی تصریح حسب ذیل علمائے لغت نے کی ہے۔

ابوالعباس محمد بن یزید المعروف مبرد نے سورۂ محمد کی گیارہویں آیت ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا..... کی تفسیر میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

وَالوَلِي وَالمَولَى مَعنَا هُمَا سِوَاء وَهُوَ الحَقِيقُ بِخلقِهِ المُتَوَلِّي لِأُمُورِهِم [4]

---

[1] البحر المحیط: جلد ۵، ص ۵۳

[2] معانی القرآن، جلد ۳، ص ۱۲۴

[3] نفحات الازھار: جلد ۸، ص ۸۶-۱۴۰

[4] الشافی: جلد ۲، ص ۲۷۱

Presented by Ziaraat.Com

"لفظ ولی اور مولیٰ دونوں کا ایک ہی معنیٰ ہے جو کسی کے اُمور کا متولی اور متصرف ہو، اُسے مولیٰ کہا جاتا ہے۔

فراء لکھتے ہیں:

اَلوَلِیُ وَالمَولیٰ فِی کَلَامِ العَرَبِ وَاحِدٌ [1]

"لفظ ولی اور مولیٰ کا کلامِ عرب میں ایک ہی مفہوم ہے"۔

قرنِ چہارم کے قرآنی مفردات کے عظیم عالم راغب اصفہانی نے لکھا ہے:

وَالوِلَایَۃُ تَوَلّی الاَمر وَالوَلِیُ وَالمَولیٰ یستَمَلَانِ فِی ذٰلِکَ کُلُّ وَاحِدٌ مِنھُمَا یُقَالُ فِی مَعنی الفَاعِلِ اَی المُوَالِی وَفِی مَعنی المَفعُولِ ای المُوَالِی [2]

"لفظ ولایت، تولیتِ اُمور کے معانی میں آتا ہے اور لفظ ولی اور مولیٰ دونوں ہی اس معنیٰ میں استعمال ہوئے ہیں اور کبھی یہ فاعلی اور کبھی مفعولی معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام کی ۶۲ ویں آیت میں فرمایا ہے:

ثُمَّ رَدُّوا اِلَی اللّٰہِ مَولَاھُمُ الحَقِّ

"پھر اُنھیں اِن کے حقیقی مولیٰ اللہ کی طرف پلٹایا جائے گا"۔

اس کی تفسیر میں پانچویں صدی ہجری کے مشہور مفسر و ادیب ابوالحسن علی بن احمد الواحدی نیشاپوری نے یہ لکھا:

اَلَّذِی یَتَوَلّی اُمُورَھُمْ

"وہ جو اِن کے معاملات کا متولی ہے"۔ [3]

بہت سے علماء نے لفظِ مولیٰ کا معنیٰ اَولیٰ بالتصرف کیا ہے۔ ان میں مذہبِ معتزلہ کے

---

[1] معانی القرآن: جلد ۲، ص ۱۶۱

[2] مفرداتِ الفاظ القرآن، ص ۸۸۵

[3] الوسیط فی تفسیر القرآن المجید، جلد ۲، ص ۲۸۱

Presented by Ziaraat.Com

عظیم مفسر جار اللہ زمخشری بھی شامل ہیں۔ اُنھوں نے سورۂ بقرہ کی آخری آیت اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا کے ضمن میں لکھا ہے:

اَنْتَ سَیِّدُنَا وَنَحْنُ عَبِیْدُكَ اَو نَاصِرُنَا اَو مُتَوَلِّی اُمُورِنَا

''تو ہی ہمارا سردار ہے اور ہم تیرے بندے ہیں۔ یا تو ہمارا مددگار ہے یا تو ہمارے معاملات کا متولی ہے''۔ (تفسیر کشاف: جلد اوّل، ص ۱۷۳)

علامہ ابن اثیر نے حدیث کے مشکل الفاظ کی تشریح پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام النہایہ ہے۔ اُنھوں نے لفظ مولیٰ کی بحث میں یہ لکھا ہے:

وَقَدْ تَكَرَّرَ ذِكْرُ الْمَوْلٰی فِی الْحَدِیْثِ وَهُوَ اِسْمٌ یَقَعُ عَلٰی جَمَاعَةٍ كَثِیْرَةٍ..... وَكُلُّ مَنْ وَلِیَ اَمْرًا اَو قَامَ بِهٖ فَهُوَ مَوْلَاهُ وَ وَلِیُّهٗ.....

وَمِنْهُ الْحَدِیْث اَیُّمَا اِمْرَاَةٌ نَكَحَت بِغَیْرِ اِذْنِ مَوْلَاهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ وَفِی رِوَایَةٍ وَلِیُّهَا اَی مُتَوَلِّی اَمْرِهَا [1]

''لفظ مولیٰ احادیث میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ یہ بڑی جماعت پر بولا جاتا ہے۔ جو بھی کسی معاملہ کا متولی اور متصرف ہو تو وہ اس کا ولی اور مولا کہلاتا ہے اور حدیث میں ہے کہ جو عورت اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اُس کا نکاح باطل ہے، یعنی اپنے معاملات کے متولی اور متصرف کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے''۔

اس وضاحت سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ مولیٰ کے معنی میں سیادت، ریاست اور زعامت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں لفظ مولیٰ اور لفظ ولی کا اشتراکِ معنی بھی اس کی بڑی دلیل ہے۔ اور مفسرین اور علمائے لغت نے اس معانی کا انتخاب کیا ہے۔ [2]

---

[1] النہایہ، ابن اثیر: جلد ۵، ص ۲۲۸۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ابن اثیر نے حدیث غدیر میں استعمال ہونے والے لفظ مولیٰ سے یہی معنی اخذ کیا ہے اور اس کی تائید میں حضرت عمرؓ کا یہ قول پیش کیا ہے: اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ كُلِّ مُؤْمِنٍ۔

[2] نفحات الازہار اور الغدیر کے عظیم القدر مؤلفین نے اس معنی کے دسیوں استشہاد پیش کیے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور ہمارے ساتھ تمام مذاہب و مسالک کے محقق علماء کا یہی نظریہ ہے کہ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَنْ کُنتُ مَولَاہُ ..... کا اعلان کر کے حضرت علی علیہ السلام کی امامت، سیادت اور زعامت کا اعلان کیا تھا۔ [1]

قرائن خلافت پر دلالت کرتے ہیں

الف: عقلی قرائن

حدیثِ غدیر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خلافت بلافصل پر قطعی دلیل ہے ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمت کے مستقبل کی کوئی فکر نہیں تھی اور آپؐ ریوڑ کو کسی راعی کے بغیر چھوڑ کر گئے تھے اور ایسا سمجھنا انتہائی غلط ہے۔

حبیبؐ خدا نے آخری حج کیا اور مقامِ غدیر (جو کہ لق و دق صحرا تھی) پر آپؐ نے وہاں تپتے ہوئے میدان میں قیام کیا اور جانے والوں کو واپس بلایا اور آنے والوں کا انتظار کیا اور پھر یہ فرمایا: مَنْ کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولَاہُ۔

اگر اس اعلان کا صرف یہی مطلب تھا کہ جس کا میں دوست ہوں اُس کا علیؑ دوست ہے۔ کیا مسلمان اس سے پہلے آگاہ نہ تھے اور اگر ہر شخص یہ جانتا تھا تو پھر پہلے سے معلوم چیز کے لیے آنحضرتؐ نے اتنا بڑا اہتمام و انصرام آخر کیوں کیا تھا؟

ب: واقعاتی قرائن

۱- دو آیات کا نزول:

اعلانِ غدیر سے پہلے:

يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

---

[1] یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جامعہ اسکندریہ مصر کے پروفیسر علامہ محمد بیومی مہران نے کسی پس و پیش کے بغیر یہ اعتراف کیا ہے کہ لفظِ مولیٰ سے اَولیٰ بالتصرف مراد ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: الامامۃ واھل البیت، جلد ۲، ص ۱۲۰

Presented by Ziaraat.Com

الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۝ (سورۂ مائدہ: آیت ۶۷)

"اے رسولؐ! آپؐ اس چیز کی تبلیغ کریں جو آپؐ کے پروردگار کی طرف سے آپؐ پر نازل ہوئی ہے اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو آپؐ نے خدا کی رسالت کی تبلیغ ہی نہیں کی۔ اللہ آپؐ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا"۔

حذیفہ بن اُسید بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ درختوں کے پاس قیام کیا اور ان کے نیچے نماز پڑھی۔ پھر آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

"میں سمجھتا ہوں کہ میرا آخری وقت قریب آچکا ہے۔ مجھ سے بھی پوچھا جائے گا اور تم سے بھی پوچھا جائے گا۔ تو پھر تم کیا جواب دو گے؟

حاضرین نے کہا: ہم آپؐ کے متعلق یہ گواہی دیں گے کہ آپؐ نے احکامِ خداوندی کی تبلیغ کی اور خیر خواہی کی اور جدوجہد کی ہے۔ خدا آپؐ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

آپؐ نے فرمایا: کیا تم خدا کی وحدانیت اور میری عبدیت و رسالت کی گواہی نہیں دیتے؟ اور کیا تم جنت، دوزخ، موت اور قیامت کے حق ہونے کی گواہی نہیں دیتے؟ اور کیا تم یہ گواہی نہیں دیتے کہ خدا تمام اہلِ قبور کو اُٹھائے گا؟

سب نے کہا: جی ہاں۔ ہم یہ گواہی دیتے ہیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: خدایا! گواہ رہنا۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

لوگو! اللہ میرا مولا ہے اور میں اہلِ ایمان کا مولا ہوں اور میں ان کی جانوں پر ان کی نسبت زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔ خدایا! تو اُس سے دوستی رکھ جو اِس سے دوستی رکھے اور تو اُس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔

پھر آپؐ نے فرمایا:

لوگو! میں تم سے آگے جا رہا ہوں اور تم نے حوض پر وارد ہونا ہے۔ میرا

Presented by Ziaraat.Com

حوض بصرہ اور صنعاء کی مسافت سے زیادہ چوڑا ہوگا۔ وہاں ستاروں کی مقدار کے برابر چاندی کے پیالے ہوں گے۔ جب تم میرے پاس حوض پر آؤ گے تو میں تم سے ثقلین کے متعلق سوال کروں گا۔ دیکھتا ہوں کہ تم ان کے متعلق مجھ سے کیا سلوک کرتے ہو۔

ثقلِ اکبر اللہ کی کتاب ہے۔ اس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور اُس کا دوسرا سرا تمھارے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے وابستہ رہنا۔ تم گمراہی سے محفوظ رہو گے اور میری عترت اہل بیتؑ مجھے باریک بین اور صاحب منبر خدا نے یہ خبر دی ہے کہ قرآن وعترت ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر پہنچ جائیں"۔ (البدایہ والنہایہ: جلد ۷، ص ۳۴۹)

قارئین کرام! خطبہ کے الفاظ پر غور کریں۔ یہ صاف بتا رہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی کا اہم ترین اعلان کر رہے ہیں اور آپؐ نے اس اہم اعلان سے قبل لوگوں سے ان کے عقائد دریافت کیے اور ان عقائد کی گواہی دلائی۔ یہ سب کچھ تمہید تھی اصل مقصد ولایت علیؑ کا بیان تھا۔

آپؐ نے یہ فرمایا: مجھ سے بھی پوچھا جائے گا اور تم سے بھی پوچھا جائے گا۔

گویا آپؐ یہ فرما رہے تھے کہ حق بیان کرنا میری مسئولیت ہے اور اعلانِ حق کو توجہ سے سننا اور اُس پر عمل کرنا تمھاری ذمہ داری ہے۔

اتنے بڑے خطبہ اور اس اہتمام کے بعد یہ کہنا کہ مَنْ کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولَاہُ کا معنی صرف یہ ہے کہ "جس کا میں دوست ہوں اس کا علیؑ دوست ہے"۔

یقیناً یہ سراسر زیادتی ہے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنے بڑے اہتمام کی نفی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی دستار بندی

مذکورہ دلائل و شواہد سے بھی اگر کسی کی تسلی نہیں ہوئی تو اس کے ساتھ ہم یہ عرض کرنا

Presented by Ziaraat.Com

چاہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اپنی زبان سے ہی مَنْ کُنتُ مَولَاہُ ..... کا اعلان نہیں کیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپؐ نے اتمامِ حجت کے لیے حضرت علی علیہ السلام کی دستار بندی بھی کی تھی۔

اس دور کا یہ رواج تھا کہ جب کوئی سردار اپنی جگہ کسی دوسرے کو سردار مقرر کرتا تھا تو اُس کی دستار بندی کرتا تھا، تاکہ ہر شخص جان لے کہ اب دستار کا وارث وہ ہے جسے دستار بندھائی گئی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اس دستار بندی کو بیان کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

عَمَّمَنِی رَسُولُ اللهِ یَوْمَ غَدِیرِ خُمٍ بِعَمَامَةٍ

"رسولؐ خدا نے غدیر خم کے دن مجھے عمامہ بندھایا تھا"۔

علماء لکھتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا عمامہ سحاب بندھایا تھا"۔ [1]

صحابہ کو حکم دیا گیا کہ وہ علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کریں

جب خطبۂ غدیر مکمل ہوا اور رسولؐ خدا پالانوں کے منبر سے اُترے تو آپؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: تم علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ چنانچہ بُریدہ اسلمی راوی ہیں:

اَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ اَن نُسَلِّمَ عَلَی عَلِیٍ بِاَمْرَةِ الْمُؤْمِنِینَ

"رسولؐ خدا نے ہمیں حکم دیا کہ ہم علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کریں"۔

ولایت و امارت پر مبارک باد دی

غدیر میں یہ اہتمام بھی ہوا کہ صحابہ کرام نے بڑھ چڑھ کر حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و امارت پر مبارک باد پیش کی تھی اور ان لوگوں میں خود حضرت عمر بن الخطابؓ پیش پیش تھے۔ اُنھوں نے ان الفاظ سے حضرتؑ کو مبارک دی تھی اور یہ کہا تھا:

هَنِیئًا لَکَ یَابْنَ اَبِی طَالِبٍ اَصبَحتَ الیَومَ وَلِی کُلِّ مُؤْمِنٍ

"اے فرزندِ ابوطالبؑ! آپؑ کو مبارک ہو۔ آج کے دن سے آپؑ ہر مومن

---

[1] فرائد السمطین: جلد اوّل، ص ۷۶، حدیث ۴۲

Presented by Ziaraat.Com

کے ولی بن گئے ہیں"۔

حدیث و تاریخ کے مصادر حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کی مبارک بادی کے بیانات سے بھرے پڑے ہیں۔

شعراء کا نذرانۂ عقیدت

شاعر اور ادیب افراد کی الفاظ و لغت پر گہری نظر ہوتی ہے اور اتفاق یہ ہے کہ غدیر خم کے مجمع عام میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درباری شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ موجود تھے۔ جب خطبۂ غدیر تمام ہوا تو حسان بن ثابتؓ نے رسولِ خداؐ سے کچھ اشعار کہنے کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملی تو حسان نے اُس وقت فی البدیہہ یہ قصیدہ پڑھا۔ اس قصیدے کا مطلع ملاحظہ فرمائیں:

يُنَادِيهِم يَومَ الغَدِيرِ نَبِيُّهُم
بِخُمٍ وَاسمَع بِالرَّسُولِ مُنَادِيًا

قصیدے کا یہ مصرعہ قابلِ توجہ ہے:

فَقَالَ لَهُ قُم يَاعَلِي فَإِنَّنِي
رَضِيتُكَ مِن بَعدِي إِمَامًا وَهَادِيًا

"نبی اکرمؐ نے ان (علیؑ) سے کہا: اے علیؑ! کھڑے ہو جاؤ۔ میں نے تمھیں اپنے بعد امام اور ہادی مقرر کیا ہے"۔

جب حسان اپنا قصیدہ پورا کر چکے تو رسولِ خدا نے فرمایا:

"اے حسان! جب تک تم اپنی زبان سے ہماری مدد کرتے رہو گے تب تک روح القدس کے ذریعے سے تمھاری تائید ہوتی رہے گی"۔

اگر مَنْ كُنتُ مَولَاهُ فَعَلِيٌّ مَولَاهُ کا مطلب یہ ہوتا کہ جس کا میں دوست ہوں اُس کا علیؑ بھی دوست ہے تو حضرت حسانؓ نے اپنے قصیدہ میں امام و ہادی کا ذکر کیوں کیا تھا؟

اگر بالفرض حضرت حسانؓ کو فرمانِ پیغمبرؐ کا مفہوم سمجھنے میں مغالطہ ہوا تھا تو رسولِ خدا ہی اُن کی اصلاح کر دیتے اور فرماتے کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کو امام و ہادی تو مقرر ہی نہیں کیا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ میرا مقصد تو صرف یہ بتانا تھا: ''جس کسی کا میں دوست ہوں علیؑ بھی اس کا دوست ہے''۔

چنانچہ رسولِ خداؐ نے خاموش رہ کر اور بعد میں دُعا کر کے امامت و ہدایت کے مفہوم پر مہر تصدیق ثبت کر دی تھی۔

منکرِ ولایتِ علیؑ پر عذاب کا نزول

حضرت علی علیہ السلام کے اعلانِ خلافت اور اُن کی دستار بندی پر مخالفین کو شدید تحفظات تھے اور حضرت علی علیہ السلام کے خلاف مدت سے کھچڑی پک رہی تھی۔ آپؑ کے مخالفین میں ایک شخص انتہائی منہ پھٹ تھا۔ وہ آپؑ کے لیے اس اعلان کو برداشت نہ کر پایا۔ لہٰذا وہ مسجد نبویؐ میں رحمۃ للعالمینؐ کے سامنے آیا اور اُس نے آپؐ سے اس طرح کے سوال و جواب کیے:

فہری: ہم لاتعداد خداؤں کو مانتے تھے، آپؐ نے سارے خدا چھڑائے اور کہا: خدا ایک ہے، ہم اس پر ایمان لے آئے۔ یہ بتائیں کہ یہ حکم آپؐ کی طرف سے تھا یا واقعی خدا کی طرف سے تھا؟

رسولِ اکرمؐ: حکم خدا کا تھا اور پہنچانے والا جبرئیلؑ تھا اور سنانے والا میں تھا۔

فہری: آپؐ نے نماز روزہ کا حکم دیا ہے یہ کس کی طرف سے تھا؟

رسولِ اکرمؐ نے فرمایا: حکم خدا کا تھا اور پہنچانے والا جبرئیلؑ تھا اور سنانے والا میں تھا۔

فہری: آپؐ نے تمام احکام پہنچائے ہم نے مانے پھر یہ غدیر خم میں آپؐ نے اپنے بھائی اور داماد کو ہمارا حاکم مقرر کیا ہے۔ یہ حکم کس کی طرف سے تھا؟

رسولِ اکرمؐ نے فرمایا: حکم خدا کا تھا اور پہنچانے والا جبرئیلؑ تھا اور سنانے والا میں تھا۔

اس پر وہ غصہ سے آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا: خدایا! اگر یہ حق ہے تو پھر آسمان سے مجھ پر پتھر برسا یا ہم پر عذابِ الیم نازل کر۔ یہ کہہ کر وہ مسجد سے نکل ہی رہا تھا کہ آسمان سے ایک پتھر اُس کے سر پر آن گرا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

اس پر آیات نازل ہوئیں:

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲

Presented by Ziaraat.Com

(المعارج: آیت ۱-۲)

"ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کا سوال کیا جو کہ کافروں پر واقع ہوتا ہے جسے کوئی روکنے والا نہیں ہے"۔

سوال یہ ہے کہ اگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَنْ کُنتُ مَولَاہُ ..... کے ذریعے سے صرف یہ پیغام دیا تھا کہ "میں جس کا دوست ہوں علیؑ بھی اس کا دوست ہے"۔ تو پھر فہری کو اتنا غصہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اگر بالفرض وہ نہ سمجھ سکا تھا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے ضرور سمجھاتے کہ بندۂ خدا! تُو تو جذبات کا شکار ہو گیا۔ میں نے تو اتنی سی بات کہی تھی:

"جس کا میں دوست ہوں اس کا علیؑ دوست ہے"۔

یقیناً اس تشریح کو وہ مان لیتا اور اپنے لیے کبھی عذاب طلب نہ کرتا۔

صحابہ کا اِعتراف

جماعتِ صحابہ بھی حدیثِ غدیر سے امامت و قیادت کا مفہوم مراد لیتی تھی اور وہ کلامِ نبویؐ کے مدلول اور معنیٰ سے بے خبر نہ تھے۔ اور حد یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کا معمول تھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کو لفظ مولیٰ سے سلام کرتے تھے۔ اور اگر امیر المومنین علی علیہ السلام اُن سے پوچھتے کہ تم مجھے "مولیٰ" کے نام سے کیوں یاد کرتے ہو؟

اس کے جواب میں وہ یہ کہتے تھے کہ ہم نے رسولِ خداؐ سے غدیرِ خم میں یہ سنا تھا:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَاِنَّ ھٰذَا مَوْلَاہُ

"جس کا میں مولا ہوں تو یہ اُس کا مولا ہے"۔ [1]

حد یہ ہے کہ خود حضرت عمرؓ بھی امیر المومنین کو لفظ مولیٰ سے مخاطب کرتے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرات صحابہ اگر آپؑ کو لفظ مولیٰ سے مخاطب کرتے تھے تو کیا وہ واقعۂ غدیر کی وجہ سے کہتے تھے اور مدلولِ حدیث کی بنا پر کہتے تھے اور کیا لفظ مولیٰ سے ان کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل: جلد ۹، ص ۱۴۳، حدیث ۲۳۶۲۲

Presented by Ziaraat.Com

مراد دوست اور مددگار ہی ہوتا تھا؟

اگر یہ کہا جائے کہ ان کا مقصود دوست اور مددگار تھا تو اس طرح کے نظریے کو لاأبالی پن کے علاوہ اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔

واقعۂ غدیر کی یاددہانی

رحلتِ پیغمبرؐ کے بعد آپؑ نے محسوس کیا کہ حکمران طبقہ غدیر سے تغافل کر رہا ہے اور اُسے چھپانے کے درپے ہے تو آپؑ نے لوگوں کی یاددہانی کے لیے حکمرانوں کے سامنے مجمع عام میں اپنے مناقب وفضائل بیان کیے تھے اور ان واقعات میں واقعۂ غدیر کا خصوصی طور پر ذکر کیا۔

آپؑ نے کئی بار اس طرح کی یاددہانیاں کرائیں تاکہ عوام الناس اشرافیہ کی تبلیغات سے متاثر ہوکر آپ کے فضائل و مناقب سے انکار نہ کردیں۔ اس طرح سے آپؑ نے اپنے دورِ حکومت میں مقامِ رحبہ پر کھڑے ہوکر فرمایا:

"اے لوگو! تم میں سے جس نے واقعۂ غدیر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو تو وہ اُٹھ کر گواہی دے"۔

اس وقت مجمع میں سے سترہ صحابہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی کہ ہم اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔

آپؑ نے یہ اہتمام صرف اس لیے کیا تھا کہ نئی نسل اس واقعہ سے غافل نہ رہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر حدیثِ غدیر صرف دوستی اور نصرت کی مظہر ہوتی تو آپؑ کو ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی کہ صحابہ سے اس کی گواہی حاصل کریں۔

اہلِ بیتؑ حدیثِ غدیر کا کیا مفہوم لیتے تھے؟

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو اہلِ بیت طاہرین علیہم السلام سے زیادہ بہتر طور پر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ مشہور ضرب المثل ہے:

Presented by Ziaraat.Com

أَهلُ البَيْتِ أَدرِي بِمَا فِي الْبَيْتِ

"گھر والے گھر میں موجود چیزوں کو دوسرے سے زیادہ جانتے ہیں"۔

اہلِ بیت طاہرین علیہم السلام سے جب بھی کسی نے حدیثِ غدیر کا مفہوم دریافت کیا تو اُنھوں نے فرمایا: اس سے مراد خلافت و ولایت ہے۔

حسبِ ذیل روایت کو ملاحظہ فرمائیں:

ابو اسحاق نے امام علی زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ مَنْ كُنتُ مَولَاهُ فَعَلِيٌّ مَولَاهُ کی حدیث کا کیا معنی و مفہوم ہے؟

آپؑ نے فرمایا: أَخبَرَهُم أَنَّهُ الْإِمَامُ بَعدَهُ۔

آپؑ نے لوگوں کو بتایا کہ میرے بعد علیؑ تمھارا امام ہے"۔

میراثِ اہلِ بیتؑ میں اس طرح کی روایات بڑی تعداد میں منقول ہیں اور اہلِ بیتؑ کی بیان کردہ تفسیر باقی تفاسیر سے کہیں زیادہ معتبر ہے۔

غدیر کے بعد

سیّد العالمینؐ مقامِ غدیر سے اپنے شہر کے لیے روانہ ہوئے اور باقی لوگ بھی اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ راستے میں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ بس مدینہ ہی میں صرف فہری کا ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا تھا۔ عمومی طور پر امن و امان رہا۔

آخری کوششیں (وصیت لکھنے کی خواہش اور اس کا انجام)

رسولِؐ رحمت بسترِ مرض پر لیٹے ہوئے تھے۔ بخار کا زور ہے اور آپؐ کی توانائی لحہ بہ لحہ کم ہو رہی ہے، اور طبیعت کے اُتار چڑھاؤ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپؐ دُنیا سے رخصت ہو کر رفیقِ اعلیٰ کے ہاں جانے کے لیے مضطرب ہیں۔ ان حساس لحات میں اگر آپؐ کو کوئی فکر لاحق تھی تو وہ اُمت کے مستقبل کی تھی۔ آپؐ اُمت کی باگ ڈور معصوم اور مضبوط ہاتھوں میں دے کر مطمئن ہو کر دُنیا سے جانا چاہتے تھے۔ پھر اچانک دھیمے لہجے میں آپؐ کی صدا بلند ہوئی:

Presented by Ziaraat.Com

اِیتُونِی بِکِتَابٍ اُکتُب لَکُم کِتَابًا لَن تَضِلُّوا بَعدَہٗ اَبَدًا [1]

''میرے پاس لکھائی کا سامان لاؤ۔ میں تمھارے لیے ایسی دستاویز لکھ دوں کہ تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوگے''۔

حجرہ میں صحابہ جمع تھے اور حجرہ کی دوسری سمت خواتین بیٹھی ہوئی تھیں۔ آنحضرتؐ کے فرمان کے بعد ایک گرج دار آواز بلند ہوئی:

''ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے اور رسولؐ یہ سب کچھ ہذیان میں کہہ رہے ہیں''۔

عورتوں نے مردوں کو غیرت دلائی اور کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ مانگ رہے ہیں ان کے پاس اُسے حاضر کیا جائے۔ (طبقات الکبریٰ: جلد ۲، ص ۲۴۳)

لیکن پہلی صدا دوبارہ بلند ہوئی اور خواتین کو جھڑک کر خاموش کرا دیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس کیا کہ اس شخص کے ساتھ اس کے دوسرے ساتھی بھی موجود ہیں جو کہ اسی کے جملہ کو دُہرا رہے ہیں تو آپؐ نے ان لوگوں کو اپنے حجرہ سے نکل جانے کا حکم صادر فرمایا اور کہا: قُومُوا عَنِّی ''میرے یہاں سے اُٹھ کر چلے جاؤ''۔ [2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وصیت نہ لکھنے دی گئی لیکن اس کے مقصد سے بہت سے افراد بخوبی واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ابھی تھوڑے ہی دن گزرے ہیں کہ مقامِ غدیر پر حضرت علی علیہ السلام کو مولا و اولیٰ مقرر کر چکے ہیں۔ اب اسی تقریر کو تحریر کی شکل میں لانا چاہتے ہیں۔ حدیثِ وصیت میں امکانی طور پر آنحضرتؐ کیا لکھوانا چاہتے تھے اس کے لیے حدیثِ وصیت اور حدیثِ ثقلین دونوں احادیث کو ملا کر پڑھیں تو مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

حدیثِ ثقلین میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ میں قرآن و عترت چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِیْ اَبَدًا

''جب تک تم ان سے متمسک رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہوگے''۔

حدیثِ وصیت میں فرمایا: میں ایسی دستاویز لکھ کر دینا چاہتا ہوں:

---

[1] صحیح بخاری: جلد ۳، ص ۱۱۱، حدیث ۲۸۸۸

[2] صحیح بخاری: جلد ۳، ص ۱۱۱، حدیث ۲۸۸۸

Presented by Ziaraat.Com

لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَبَدًا

"اس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے"۔

دونوں احادیث کے اختتامی کلمات ایک ہیں۔ اس سے بخوبی علم ہوسکتا ہے:

① آنحضرتؐ حدیث ثقلین اور اہل بیتؑ کی قیادت وزعامت کی تحریر لکھنا چاہتے تھے۔

② اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمومی نماز وروزہ کے متعلق کچھ لکھوانے کے خواہش مند ہوتے تو حجرے میں موجود افراد کبھی شور شرابہ نہ کرتے۔ ان کے شور شرابے سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ انھیں یقین تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کچھ لکھوانا چاہتے ہیں جو ان کے مقاصد کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

③ حضرت ابن عباسؓ اسی وقت اور اس دن کے منظر کو یاد کرکے اتنا روئے تھے کہ ان کے آنسوؤں سے پتھر گیلے ہوجاتے تھے اور آپ رو کر کہا کرتے تھے: ہائے جمعرات کا دن۔ لوگ پوچھتے کہ اس دن کیا ہوا تھا؟ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ اس دن رسولؐ خدا کو ان کی وصیت لکھنے سے روکا گیا تھا۔

خیانت یا مصلحت

محدثین نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری لمحات میں تین وصیتیں فرمائی تھیں:

پہلی وصیت یہ تھی کہ مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا جائے۔

دوسری وصیت یہ تھی کہ جس طرح سے میں وفود کی خدمت تواضع کرتا تھا اسی طرح سے میرے بعد بھی اُن کی خدمت تواضع کرتے رہنا۔

ابن ابی نجیح نے یہ خبر سعید بن جُبیر سے نقل کی ہے اور یہ لکھا ہے:

وسکت سعید عن الثالثة فلا ادری اسکت عنها عمدا؛ وقال مرة او نسیها؛ وقال سفیان مرة واما ان یکون ترکها او نسیها؛[1]

---

① مسند احمد بن حنبل: جلد اوّل، ص ۳۷۷، حدیث ۱۹۳۵

Presented by Ziaraat.Com

"سعید نے تیسری وصیت کے متعلق خاموشی اختیار کی تھی۔ خدا جانے کہ اُس نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کی تھی یا اُسے تیسری وصیت بھول گئی تھی"۔

سفیان نے کہا: سعید نے تیسری وصیت کو چھوڑ دیا تھا یا اُسے بھول گیا تھا؟

قارئین کرام! اتنی پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔ سعید بن جبیر تیسری وصیت کیسے بیان کر سکتے تھے جبکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ حجاج کی تلوار چمک رہی ہے؟ اُنھوں نے اپنی جان بچانے کے لیے مصلحت سے کام لیا تھا۔

سیّد عبدالحسین شرف الدین نے کیا ہی خوب لکھا ہے کہ تیسری وصیت وہی تھی جسے رسولؐ خدا گمراہی سے بچانے کے لیے لکھوانا چاہتے تھے، لیکن سیاسی حالات نے محدثین کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ نسیان کا بہانہ بنا کر اپنی جان بچائیں۔ چنانچہ شہر صود کے مفتی حنفیہ الحاج داود الدرا نے بھی اسی طرح کے تحفظات کا اظہار کیا تھا۔ (المراجعات: ص ۴۵۵)

حضرت عمرؓ کا اعتراف

لطف یہ ہے کہ خود حضرت عمرؓ اعتراف کرتے تھے کہ رسولؐ خدا کو آخری وصیت لکھنے سے میں نے روکا تھا اور اس میں اُمت کی مصلحت مضمر تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے کہا تھا:

ولقد اراد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی مرضه ان یصرح باسمه فمنعت من ذلك اشفاقا وحیطة علی الاسلام لا ورب هذه البنیة لا تجتمع علیه قریش ابدا ولو ولیها لانتقضت العرب علیه من اقطارها مفلم رسول الله انی علمت ما فی نفسه فامسك [1]

"رسولؐ خدا نے اپنی مرض کے ایام میں یہ چاہا تھا کہ وہ اپنے وصیت نامہ میں حضرت علی علیہ السلام کے نام کی تصریح کر دیں۔ میں نے آنحضرتؐ کو اس سے روک دیا تھا۔ مجھے اسلام کا مستقبل عزیز تھا۔ اگر بالفرض تحریری وصیت نامہ بھی لکھ کر جاتے تو ربِ کعبہ کی قسم! قریش ان پر جمع نہ ہوتے،

---

[1] شرح نہج البلاغہ: جلد ۱۲، ص ۲۱

Presented by Ziaraat.Com

اور اگر وہ حاکم بن جاتے تو ہر طرف سے عرب اُن کے خلاف کھڑے ہو جاتے۔ رسولِ خدا نے جان لیا کہ میں نے ان کے دل کی بات سمجھ لی ہے اسی لیے وہ رُک گئے تھے"۔

لشکرِ اُسامہ کی روانگی پر اصرار

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے ایک لشکر تیار کیا اور اس لشکر کی سپہ سالاری سترہ برس کے نوخیز نوجوان اُسامہ بن زید کے سپرد کی اور آپؐ نے اس لشکر میں تمام نامور صحابہ کو شامل ہونے کا حکم دیا تھا۔

ابن سعد لکھتے ہیں: بدھ کے روز آنحضرتؐ بیمار ہوئے اور آپؐ کو بخار اور درد شروع ہوا۔ پھر آپؐ نے جمعرات کے دن اُسامہ کے لیے اپنے ہاتھ سے پرچم باندھا۔ آپؐ نے سابقین اوّلین کے تمام نمایاں چہروں کو اس لشکر میں شمولیت کا حکم دیا اور ان نمایاں افراد میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن الخطاب، ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید اور قتادہ بن نعمان جیسے تمام افراد شامل تھے۔ [1]

آپؐ نے لشکرِ اُسامہ کی روانگی کے لیے اَن تھک کوششیں کی تھیں اور یہاں تک فرمایا تھا:

جَهِّزُوا جَيْشَ أُسَامَةَ لَعَنَ اللهُ مَن تَخَلَّفَ عَنْهُ [2]

"لشکرِ اُسامہ کو روانہ کرو جو اس سے پیچھے رہے اس پر خدا کی لعنت ہو"۔

دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دیکھ رہے تھے کہ آپؐ کی موت کے لمحات قریب ہو رہے ہیں اس طرح سے آپؐ تمام طالع آزماؤں کو مدینہ کی سرزمین سے باہر روانہ کرنے کے خواہش مند تھے اور آپؐ چاہتے تھے کہ میری وفات کے بعد علیؑ کے لیے مزاحمت کرنے والا کوئی نہ ہو اور مدینہ کی فضا علیؑ کے لیے سازگار ہو۔ اسی چیز کو امام علیہ السلام نے کھل کر بیان کیا تھا۔

---

[1] طبقات کبریٰ: جلد ۲، ص ۱۹۰

[2] الملل والنحل: جلد اوّل، ص ۲۳

Presented by Ziaraat.Com

پہلی فصل

احادیثِ ولایت

الف: لِکُلِّ نَبِیٍّ وَصِیٌّ (ہر نبیؑ کا ایک وصی ہوتا ہے)

سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ وَصِیًّا وَ وَارِثًا وَ اِنَّ عَلِیًّا وَصِیِّی وَ وَارِثِی [1]

"ہر نبیؑ کا کوئی نہ کوئی وصی اور وارث ہوتا ہے اور میرا وصی اور وارث علیؑ ہے"۔

سیّدالانبیاءؐ نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰہِ مِائَۃَ اَلْفِ نَبِیٍّ وَاَرْبَعَۃَ عِشْرِیْنَ اَلْفَ نَبِیٍّ. اَنَا سَیِّدُھُمْ وَاَفْضَلُھُمْ وَاَکْرَمُھُمْ عَلَی اللّٰہِ وَلِکُلِّ نَبِیٍّ وَصِیٌّ اَوْصٰی اِلَیْہِ بِاَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی ذِکْرُہٗ وَ اِنَّ وَصِیِّی عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ سَیِّدُھُمْ وَاَفْضَلُھُمْ وَاَکْرَمُھُمْ عَلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ [2]

"اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے۔ میں اُن سب کا سردار ہوں اور اُن سے افضل ہوں اور خدا کے ہاں اُن سے زیادہ محترم ہوں۔ ہر نبیؑ کا وصی ہوتا ہے جس کو وہ خدا کے فرمان کے مطابق وصیت کرتا ہے اور میرا وصی علیؑ بن ابی طالبؑ اُن سب کا سردار ہے اور اُن سے افضل ہے اور خدا کے ہاں سب سے زیادہ محترم ہے"۔

---

[1] تاریخ دمشق: جلد ۴۲، ص ۳۹۲، حدیث ۹۰۰۵-۹۰۰۶

[2] من لا یحضرہ الفقیہ: جلد ۴، ص ۱۸۰، حدیث ۵۴۰۷

Presented by Ziaraat.Com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"حضرت آدم علیہ السلام کے وصی شیث بن آدمؑ ہبۃ اللہ تھے اور حضرت نوح علیہ السلام کے وصی سامؑ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وصی اسماعیلؑ تھے۔ حضرت موسیٰؑ کے وصی یوشعؑ تھے اور حضرت داؤدؑ کے وصی حضرت سلیمانؑ تھے اور حضرت عیسیٰؑ کے وصی شمعونؑ تھے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث علیؑ بن ابی طالبؑ تھے اور وہ خیر الاوصیاء تھے"۔ [1]

ب: وصی آدمؑ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اٰدَمَ سَأَلَ اللهَ اَنْ يَّجْعَلَ لَهٗ وَصِيًّا صَالِحًا فَاَوْحَى اللهُ اِلَيْهِ، اِنِّيْ اَكْرَمْتُ الْاَنْبِيَاءَ بِالنُّبُوَّةِ ثُمَّ اخْتَرْتُ مِنْ خَلْقِيْ خَلْقًا وَجَعَلْتُ خِيَارَهُمُ الْاَوْصِيَاءَ. فَاَوْحَى اللهُ اِلَيْهِ يَا اٰدَمُ اَوْصِ اِلٰى شِيْثٍ فَاَوْصٰى اٰدَمُ اِلٰى شِيْثٍ وَهُوَ هِبَةُ اللهِ بْنُ اٰدَمَ [2]

"حضرت آدم علیہ السلام نے خدا سے درخواست کی کہ وہ اُس کے صالح وصی مقرر کرے۔ اللہ نے فرمایا: میں نے نبوت کے ذریعے سے انبیاءؑ کو عزت دی ہے۔ پھر میں نے اپنی مخلوق میں سے ایک خلق کو چنا ہے اور اوصیاء کو ان کا افضل فرد بنایا ہے۔ اللہ نے آدمؑ کو وحی کی کہ تم شیثؑ کو اپنا وصی مقرر کرو۔ آدمؑ نے شیثؑ کو اپنا وصی مقرر کیا اور وہ ہبۃ اللہ بن آدمؑ ہیں"۔

ج: وصی نوحؑ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب حضرت نوح علیہ السلام دُنیا سے روانہ ہوئے تو اُنھوں

---

[1] فضائل ابن شاذان: ص ۸۴

[2] من لا یحضرہ الفقیہ: جلد ۴، ص ۱۷۵، حدیث ۵۴۰۲

Presented by Ziaraat.Com

نے اپنی قوم سے عہد لیا تھا کہ وہ ان کے وصی سامؑ کے وفادار رہیں گے"۔ [1]

د: وصیٔ موسیٰؑ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"حضرت موسیٰؑ کے وصی یوشع بن نون تھے اور یہ وہی جوان تھے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے"۔ (الکافی: جلد ۸، ص ۱۱۷، حدیث ۹۲)

ہ: وصیٔ عیسیٰؑ

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب خدا نے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کو آسمان کی طرف اُٹھایا تو اُنھوں نے اپنی قوم سے وعدہ لیا تھا کہ وہ ان کے وصی شمعون بن حمون الصفا کے وفادار رہیں گے"۔ (معانی الاخبار: ص ۳۷۲، حدیث اوّل)

و: وصیٔ خاتم الانبیاءؐ

کتاب فضائل الصحابہ میں احمد بن حنبل کہتے ہیں: انس بن مالک سے روایت ہے کہ ہم نے سلمانؓ سے کہا: تم رسولِ خداؐ سے پوچھو کہ آپؐ کا وصی کون ہے؟

سلمانؓ نے رسولِ خداؐ سے پوچھا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کا وصی کون ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: سلمانؓ! یہ بتاؤ کہ موسیٰؑ کا وصی کون تھا؟

سلمانؓ نے کہا: وہ یوشع بن نونؑ تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا وصی، میرا وارث، میرے قرض ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کو پورا کرنے والا علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ [2]

حضرت علی علیہ السلام نے اہلِ مدینہ کے سامنے خطبہ میں فرمایا:

"اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافہ کیا اور انسانی جان کو بنایا۔ تم بخوبی جانتے ہو کہ میں تمھارا وہی ساتھی ہوں جس کا تمھیں حکم دیا گیا ہے اور میں

---

[1] معانی الاخبار: ص ۳۷۲، حدیث اوّل

[2] فضائل الصحابہ ابن حنبل: جلد ۲، ص ۶۱۵، حدیث ۱۰۵۲

Presented by Ziaraat.Com

تمھارا وہی عالم ہوں جس کے علم پر تمھاری نجات موقوف ہے۔ میں تمھارے نبی کا وصی ہوں اور تمھارے رب کا چُنا ہوا ہوں اور تمھارے لیے لسانِ نُور ہوں اور ان تمام باتوں کو جانتا ہوں جن سے تمھاری اصلاح ہوسکتی ہے"۔ (الکافی: جلد ۸، ص ۳۲، حدیث ۵)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ غدیر [1] پر پہنچے تو آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

"اے علیؑ! میں نے خدا سے درخواست کی ہے کہ وہ میرے اور تمھارے درمیان دوستی کو قائم رکھے، خدا نے میری دُعا قبول کی۔

میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ مجھے اور تجھے ایک دوسرے کا بھائی بنائے، خدا نے میری دُعا قبول کی۔

میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ تمھیں میرا وصی مقرر کرے۔ خدا نے میری یہ دُعا بھی قبول کی"۔

قریش کے دو افراد نے کہا: محمدؐ کی اس دُعا سے تو ایک صاع کھجوریں بہتر ہیں جو کہ پرانی مشک میں رکھی ہوئی ہوں۔ اس طرح کے سوال کے بجائے محمدؐ نے یہ سوال کیوں نہ کیا کہ وہ ایک فرشتہ کو اُس کے ساتھ مقرر کرے جو دشمن کے خلاف اُس کی مدد کرے اور خدا سے خزانہ کیوں نہ مانگا جس سے اپنی افلاس کو دُور کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہر جائز اور ناجائز دُعا کو ضرور قبول کرتا ہے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ (سورۂ ہود: آیت ۱۲)

---

[1] مکہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

"(اے رسولؐ!) آپؐ کی طرف جو وحی کی گئی ہے شاید آپؐ اس کا کچھ حصہ چھوڑنے والے ہیں اور ان کی اس بات پر دل تنگ ہو رہے ہیں کہ اس پر خزانہ کیوں نازل نہیں ہوا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا؟ آپؐ تو صرف تنبیہ کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا ذمہ دار ہے"۔ [1]

رسولِ خداؐ نے سیّدہ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا

اے فاطمہؑ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ اَرض پر نگاہ ڈالی تو ان میں سے آپؐ کے والد کا انتخاب کیا اور اُسے اپنا نبیؐ مقرر کیا۔ پھر دوبارہ روئے زمین پر نظر ڈالی تو تیرے شوہر کا انتخاب کیا اور مجھے وحی کی کہ آپؐ سے اس کا نکاح کروں۔ چنانچہ میں نے اس سے آپؐ کا نکاح کیا ہے اور اُسے اپنا وصی مقرر کیا ہے۔ [2]

خیر الاوصیاء

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جس دن خدا تمام رسولوں کو جمع کرے گا تو اُن میں خیر الرسل محمدؐ ہوں گے اور نبیؐ کے بعد ہر اُمت کے افضل ترین فرد کو مبعوث کرے گا جو کہ اس نبیؐ کا وصی ہوگا۔ آگاہ رہو! تمام اوصیاء میں سے تمھارے نبی کا وصی افضل ہے۔ [3]

سیّد الاوصیاء

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَیں اوّلین و آخرین کا سردار ہوں اور علیؑ سیّد الاوصیاء ہے۔ [4]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

اگر میں آخری نبی نہ ہوتا تو تو نبوت میں شریکِ کار ہوتا۔ اب تو نبی نہیں ہے تو نبیؐ کا وصی

---

[1] الکافی: جلد ۸، ص ۳۷۸، حدیث ۵۷۲

[2] المعجم الکبیر: جلد ۴، ص ۱۷۱، حدیث ۴۰۳۶

[3] الکافی: جلد اوّل، ص ۴۵۰، حدیث ۳۴

[4] امالی صدوق: ص ۶۸۷، حدیث ۹۲۴

Presented by Ziaraat.Com

ہے اور وارثِ نبیؐ ہے، بلکہ تو سیّد الاوصیاءؑ اور امام الاتقیاءؑ ہے۔[1]

آخری نبیؐ کا پہلا وصی

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میرے بعد امام بارہ ہوں گے، ان کا پہلا فرد علیؑ بن ابی طالبؑ ہوگا اور اُن کا آخری فرد قائمؑ ہے۔ یہ میرے خلفاء، اولیاء، اوصیاء اور میرے بعد میری اُمت پر خدا کی حجتیں ہیں"۔ (الفقیہ، جلد۴، ص۷۹، حدیث ۵۴۰۶)

---

[1] شرح نہج البلاغہ: جلد ۱۳، ص ۲۱۰

Presented by Ziaraat.Com

دوسری فصل

احادیثِ وراثت

الف: وارث

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَاعَلِي! اَنْتَ وَصِيِّي وَخَلِيْفَتِيْ وَوَ زِيْرِي وَ وَارِثِيْ وَاَبُو وَلَدِي اَمْرُكَ اَمْرِيْ ..... وَنَهْيُكَ نَهْيِي

"اے علیؑ! تو میرا وصی ہے، میرا خلیفہ ہے اور میرا وزیر ہے اور میرا وارث ہے اور میری اولاد کا باپ ہے۔ تیرا اَمر میرا اَمر ہے اور تیری نہی میری نہی ہے"۔ [1]

علمِ نبیؐ کا وارث

رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْقُرْاٰنُ اِمَامٌ هَادٍ وَلَهٗ قَائِدٌ يَّهْدِيْ بِهٖ وَيَدْعُوْا اِلَيْهِ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَهُوَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَهُوَ وَلِيُّ الْاَمْرِ بَعْدِيْ وَ وَارِثُ عِلْمِيْ وَحِكْمَتِيْ وَسِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ وَمَا وَرِثَهُ السَّنِيُّوْنَ قَبْلِيْ وَاَنَا وَارِثٌ وَمُوَرِّثٌ فَلَا تُكَذِّبُنَّكُمْ اَنْفُسُكُمْ [2]

"قرآن امام اور ہادی ہے اور قرآن کے لیے ایک قائد ہے جو اس کے ذریعے سے ہدایت کرتا ہے اور دانائی اور موعظۂ حسنہ سے اُس کی طرف

---

[1] امالی صدوق: ص ۴۱۱، حدیث ۵۳۳

[2] خصائص الائمہ: ص ۷۵

Presented by Ziaraat.Com

دعوت دیتا ہے اور وہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ وہ میرے بعد صاحب امر ہے اور میرے علم وحکمت اور باطن وظاہر کا وارث ہے اور ان تمام چیزوں کا وارث ہے جو مجھ سے پہلے انبیاءؑ کو ملی ہیں۔ میں وارث ہوں اور وارث مقرر کرنے والا بھی ہوں۔ تمھارے نفوس کہیں تمھیں دھوکہ نہ دیں"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

وَرِثَ عَلِيٌّ عِلْمَ رَسُوْلِ اللهِ وَرِثَت فَاطِمَةُ تَرِكَتَهُ [1]

"علیؑ رسولؐ خدا کے علم کے وارث بنے تھے اور سیّدہ فاطمہ زہراؑ آنحضرتؐ کے ترکہ کی وارث تھیں"۔

---

[1] بصائر الدرجات: ص ۲۹۴، حدیث ۶

Presented by Ziaraat.Com

تیسری فصل

خلافت کی احادیث

الف: کیا آپؐ خلیفہ مقرر نہیں کرتے؟

کتاب السنہ میں عبداللہ بن مسعود ذکر کرتے ہیں کہ حبیب خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

لُغِيْبُ اِلَيَّ . وَاللهِ نَفْسِيْ . فَقُلْتُ: يَقُوْمُ بِالنَّاسِ اَبُوْبَكْرِ الصدِيق فَسَكَتَ فَقُلْتُ يَقُوْمُ بِالنَّاسِ عُمَر؛ فَسَكَتَ .فَقُلْتُ يَقُوْمُ بِالنَّاسِ عَلِي؛

قَالَ لَا يَفْعَلُوْنَ وَلَوْ فَعَلُوا دَخَلُوا الْجَنَّةَ اَجْمَعِيْنَ [1]

"خدا کی قسم! مجھے میری موت کی خبر دی جا چکی ہے۔ میں نے کہا: تو پھر اس صورت میں ابوبکرؓ قائم مقام ہوں گے؟ رسولؐ خدا خاموش رہے۔ میں نے کہا: تو کیا عمر بن خطابؓ قائم مقام ہوں گے؟ رسولؐ خدا خاموش رہے۔ میں نے کہا: کیا علیؑ قائم مقام ہوں گے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: لوگ انھیں قائم مقام نہیں بننے دیں گے اور اگر لوگوں نے ایسا کیا تو سب کے سب جنت میں داخل ہوں گے"۔

ب: حکمِ خداوندی سے حضرت علیؑ کی خلافت

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَاعَلِي! اَنْتَ وَصِيِّي اُوصِيتُ اِلَيْكَ بِاَمرِ رَبِّي وَاَنْتَ خَلِيْفَتِي

---

[1] السنہ ابن ابی عاصم: ص ۵۴۹، حدیث ۱۱۸۳

Presented by Ziaraat.Com

اَسْتَخْلَفْتُكَ بِأَمْرِ رَبِّيْ [1]

"اے علیؑ! تو میرا وصی ہے۔ میں نے اپنے پروردگار کے حکم سے تجھے اپنا وصی مقرر کیا ہے۔ تو میرا خلیفہ ہے۔ میں نے اپنے رب کے حکم سے تجھے اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے"۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ خَلِيْفَةُ اللهِ وَخَلِيْفَتِيْ وَحُجَّةُ اللهِ وَحُجَّتِيْ [2]

"بلاشبہ علیؑ بن ابی طالب اللہ تعالیٰ کا اور میرا خلیفہ ہے اور وہ اللہ کی اور میری حجت ہے"۔

ج: بعد از پیغمبرؐ خلیفہ

سیّدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا:

اُشْهِدُ اللهَ تعالیٰ: لَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ عَلِيٌّ خَيْرُ اَخْلُفُهُ وَهُوَ الْاِمَامُ وَالْخَلِيْفَةُ بَعْدِيْ [3]

"میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں جن لوگوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں علیؑ اُن میں سب سے بہتر ہے اور وہ میرے بعد امام اور خلیفہ ہے"۔

السنہ میں ابن ابی عاصم لکھتے ہیں:

حضرت ابنِ عباسؓ نے بیان کیا تو لوگ جنگِ تبوک کی طرف روانہ ہونے لگے تو حضرت علی علیہ السلام نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: کیا میں بھی آپؐ کے ساتھ چلوں؟ رسولِؐ خدا نے فرمایا: نہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؑ رونے لگے۔

---

[1] من لا یحضرہ الفقیہ: جلد ۴، ص ۱۷۹، حدیث ۵۴۰۵

[2] امالی صدوق: ص ۲۷۱، حدیث ۲۹۹

[3] کفایۃ الاثر: ص ۱۹۹

Presented by Ziaraat.Com

رسولِ خدا نے آپؑ سے فرمایا:

اَفَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّكَ لَسْتُ بِنَبِیٍّ وَاَنْتَ خَلِیْفَتِیْ فِیْ کُلِّ مُؤْمِنٍ [1]

"کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھیں مجھ سے وہی منزلت حاصل ہو جو کہ ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، مگر تم نبی نہیں ہو۔ تم ہر مومن کے لیے میرے خلیفہ ہو"۔

د: زندگی اور موت کے بعد خلیفہ

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یَاعَلِیُّ! اَنْتَ وَصِیِّیْ وَاَبُوْ وَلَدِیْ وَزَوْجُ اِبْنَتِیْ وَخَلِیْفَتِیْ عَلٰی اُمَّتِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَبَعْدَ مَوْتِیْ اَمْرُكَ اَمْرِیْ وَنَهْیُكَ نَهْیِیْ اُقْسِمُ بِالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالنُّبُوَّةِ وَجَعَلَنِیْ خَیْرَ الْبَرِیَّةِ اِنَّكَ لَحُجَّةُ اللهِ عَلٰی خَلْقِهٖ وَاَمِیْنُهٗ عَلٰی سِرِّهٖ وَخَلِیْفَتُهٗ عَلٰی عِبَادِهٖ [2]

"اے علیؑ! تو میرا وصی ہے، میری اولاد کا باپ ہے، میری دختر کا شوہر ہے اور میری زندگی اور میری وفات کے بعد میری اُمت میں میرا خلیفہ ہے۔ تیرا اَمر میرا اَمر ہے اور تیری نہی میری نہی ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اور مجھے خیر خلق مقرر کیا ہے تو اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت ہے اور خدا کے راز کا امین ہے اور خدا کے بندوں پر اُس کا خلیفہ ہے"۔

---

[1] السنۃ لابن ابی عاصم: ص ۵۸۹، حدیث ۱۳۵۱

[2] عیون اخبار الرضاؑ: جلد اوّل، ص ۲۹۷، حدیث ۵۳

Presented by Ziaraat.Com

چوتھی فصل

حدیث منزلت

سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی [1]

"تجھے مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس مواقع پر حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا تھا:

اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی [2]

"تجھے مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی"۔

حدیثِ منزلت کی تاکید کے اور موارد

الف: دعوتِ ذُوالعشیرہ

کنزالفوائد میں ابورافع سے منقول ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولادِ عبدالمطلب کو شعب میں جمع کیا اور فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مَیں اپنے قریبی رشتہ داروں اور مخلص افراد کو تنبیہ کروں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاءؑ بھیجے ہیں تو اُن کے خاندان ہی میں سے کسی نہ کسی کو اُس کا بھائی، وارث، وزیر اور وصی اور اس کا جانشین مقرر کیا ہے۔ تم میں سے ایسا کون ہے جو اس امر پر میری بیعت کرے کہ وہ میرا بھائی، وزیر، میرا وارث ہو اور اُسے مجھ سے وہی نسبت ہو جو کہ

---

[1] سنن ترمذی: جلد ۵، ص ۶۴۱، حدیث ۳۷۳

[2] ینابیع المودۃ: جلد ۲، ص ۳۰۲، حدیث ۸۶۶

Presented by Ziaraat.Com

ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا؟"

پورے مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ آپؐ نے اپنے جملوں کو تین بار دُہرایا اور فرمایا: تم میں کوئی اُٹھ کر میرا مددگار بنے، ورنہ تمھارے غیروں میں سے کوئی مددگار بنے گا۔ پھر تم ندامت محسوس کرو گے؟

اس پر حضرت علی علیہ السلام اُٹھے۔ سارا مجمع اُن کو دیکھ رہا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے رسولِ اکرمؐ کی بیعت کی اور آپؐ کی دعوت پر لبیک کہا۔ (کنز الفوائد: جلد ۲، ص ۱۷۷)

یومِ مواخات

احمد بن حنبل نے کتاب فضائل الصحابہ میں محدوج بن زید سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں میں بھائی چارہ قائم کیا اور آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

اَنْتَ اَخِیْ وَاَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی غَیْرُ اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ [1]

"اے علیؑ! تو میرا بھائی ہے اور تجھے مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو کہ ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔

جب صحابہ کے دروازے بند کرائے تو حضرت علیؑ کو مثیلِ ہارونؑ کہا تھا

مہاجر صحابہ کے گھر مسجد کے اردگرد تھے اور اُن کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے اور وہ پاک و ناپاک حالت میں مسجد سے گزرتے تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اور حضرت علیؑ کے دروازوں کے علاوہ سب کے دروازے بند کر دیے تھے۔ لوگوں کو اس سے شکوہ پیدا ہوا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لوگ دلوں میں شکوہ رکھتے ہیں کہ میں نے علیؑ کو مسجد میں ٹھہرایا ہے۔ خدا کی قسم! میں نے ان لوگوں کو نہ تو مسجد سے نکالا ہے اور نہ ہی علیؑ کو مسجد میں ٹھہرایا ہے (یہ سب کچھ خدا کے حکم سے ہوا)۔

---

[1] فضائل الصحابہ ابن حنبل: جلد ۲، ص ۶۶۳، حدیث ۱۱۳۱

Presented by Ziaraat.Com

اللہ کا فرمان ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

"اور ہم نے موسیٰؑ اور اُن کے بھائی کی طرف وحی کی کہ مصر میں اپنی قوم کے لیے مکانات مہیا کرو اور اپنے مکانوں کو قبلہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور اہلِ ایمان کو بشارت دو"۔ (سورۂ یونس: آیت ۸۷)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا تھا کہ اُن کی مسجد میں ہارونؑ اور اُس کی اولاد کے علاوہ رہائش نہ رکھے اور نہ ہی نکاح کرے۔

وَاِنَّ عَلِيًّا مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى وَهُوَ اَخِيْ دُوْنَ اَهْلِيْ وَلَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ يَنْكِحُ فِيْهِ النِّسَاءُ اِلَّا عَلِيٌّ وَذُرِّيَّتُهٗ وَمَنْ سَاءَهٗ فَهَاهُنَا، وَاَوْمَا بِيَدِهٖ نَحْوَ الشَّامِ [1]

"علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو کہ ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ وہ میرا بھائی ہے اور میرے خاندان میں سے اس کے علاوہ اور کوئی بھائی نہیں ہے اور علیؑ اور اُس کی ذریت کے علاوہ کسی کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ مسجد میں نکاح کرے۔ اور جسے یہ بات ناپسند ہو تو وہ ادھر چلا جائے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا"۔

فتح خیبر کے وقت نبیؐ نے علیؑ کو مثیلِ ہارونؑ کہا

ابن مغازلی مناقب میں جابر بن عبداللہؓ کی زبانی نقل کرتے ہیں: جب حضرت علی علیہ السلام نے خیبر فتح کیا تو رسولِ خداؐ نے آپؑ سے فرمایا:

یاعلی! لولا ان تقول طائفة من امتی فیك ما قالت النصاریٰ فی عیسیٰ بن مریم لنلت فیك مقالا لا تر بملاء من المسلمین

---

[1] المناقب ابن مغازلی، ص ۲۵۵، حدیث ۳۰۳

Presented by Ziaraat.Com

الا اخذ والتراب من تحت رجليك وفضل طهورك ويستشفون بهما ولكن حبك ان تكون مني بمنزلة هارون من موسى غير انه لا نبي بعدي ①

"اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ میری اُمت کا ایک گروہ تیرے بارے میں وہی کہے گا جو نصاریٰ نے عیسیٰؑ بن مریمؑ کے متعلق کہا تھا تو میں آج تیرے وہ فضائل بیان کرتا کہ تو مسلمانوں کے جس بھی گروہ سے گزرتا تو لوگ تیرے قدموں کی خاک اور تیرے وضو کے بچے ہوئے پانی کو اُٹھاتے اور اس سے شفا طلب کرتے، لیکن تیرے لیے یہی کافی ہے۔ تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"۔

غزوۂ تبوک کے وقت علیؑ کو مثیلِ ہارونؑ کہا گیا

صحیح بخاری میں سعد بن ابی وقاص سے منقول ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت علی علیہ السلام کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا: کیا آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں جانشین بنا رہے ہیں؟

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِیْ ②

"کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھیں مجھ سے وہی منزلت حاصل ہو جو کہ ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔

حدیثِ منزلت پر کچھ گفتگو

حدیثِ منزلت مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے اور اس میں امیر المومنین علی علیہ السلام کی

---

① المناقب ابن مغازلی، ص ۲۳۷، حدیث ۲۸۵

② صحیح بخاری: جلد ۴، ص ۱۶۰۲، حدیث ۴۱۵۴

Presented by Ziaraat.Com

عظیم منقبت بیان کی گئی ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث متعدد مواقع پر بیان کی ہے جیسا کہ ہم نے سابقہ باب میں اس کے پانچ مقامات بیان کیے ہیں، جو کہ بالترتیب دعوتِ ذوالعشیرہ، مواخاتِ مدینہ، مسجد میں حضرت کے دَر کے کھلے رہنے اور فتح خیبر اور غزوۂ تبوک کے موقع پر حدیث ارشاد فرمائی تھی۔

عظیم محدثین نے اس حدیث کو بڑے اہتمام سے نقل کیا ہے اور اس کی صحت کا اعلان کیا ہے۔ حسکانی نے اس حدیث کی اسناد کے متعلق لکھا ہے کہ حدیثِ منزلت کے متعلق ہمارے استاد شیخ ابوحازم فرماتے تھے: میں نے اس حدیث کی پانچ ہزار اسناد سے تخریج کی ہے۔ [1]

حافظ محمد بن عبدالبر لکھتے ہیں:

اَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى کی حدیث کو صحابہ کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ یہ صحیح ترین اور ثابت ترین احادیث میں سے ہے۔

اس حدیث کو سعد بن ابی وقاص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے اور حدیثِ سعد کے طرق بہت زیادہ ہیں جنھیں حافظ ابن خیثمہ اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے۔ اس حدیث کو ابن عباس، ابوسعید خدری، اُمِ سلمہ، اسماء بنت عمیس، جابر بن عبداللہ کے علاوہ بہت سے صحابہ نے بیان کیا ہے۔ اگر تمام صحابہ کے نام لکھے جائیں تو بحث بہت طویل ہو جائے گی۔ [2]

حافظ محمد بن یوسف گنجی لکھتے ہیں:

حدیثِ منزلت کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے اور ائمہ حدیث نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور ان میں امام بخاری اور امام مسلم شامل ہیں۔ اُنھوں نے اپنی اپنی صحیح میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ ابوداؤد نے اس کو اپنی سنن میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور امام ابوعیسیٰ ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں اور ابوعبدالرحمٰن نسائی نے اپنی سنن میں اس حدیث شریف کو نقل کیا ہے۔ تمام محدثین نے بالاجماع اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں: هٰذَا حَدِيثٌ دَخَلَ فِي حَدِّ التَّوَاتُرِ ''یہ حدیث

---

[1] شواہد التنزیل: جلد اوّل، ص ۱۹۵۔ پانچ ہزار اسناد سے مراد مختلف اَدوار کی نقل خبر ہے۔

[2] الاستیعاب، جلد ۳، ص ۲۰۲، حدیث ۱۸۷۵

Presented by Ziaraat.Com

حدِ تواتر میں داخل ہو چکی ہے"۔ (کفایۃ الطالب: ص ۲۸۳)

محدث سیوطی نے احادیثِ متواترہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس کا نام اُنھوں نے اَلْاَزْهَارُ الْمُتَنَاثِرَةُ فِي الْاَخْبَارِ الْمُتَوَاتِرَةِ رکھا ہے۔

امام سیوطی نے حدیثِ منزلت کو احادیثِ متواترہ میں شامل کیا ہے۔ کچھ افراد نے سادہ لوح افراد کو مغالطہ دینے کے لیے یہ عذر تراشا کہ حضرت علی علیہ السلام کے متعلق یہ حدیث غزوۂ تبوک کے موقع پر فرمائی گئی تھی، لیکن جب ہم مآخذ و مصادر پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اعتراض خود ساختہ ہے اور اسے اپنے مخصوص نظریات کے دفاع کے لیے تراشا گیا ہے۔

اس حدیث کے ذریعے سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے لیے ان تمام مراتب کا اثبات کیا ہے جو کہ حضرت ہارونؑ کے لیے تھے۔

آیئے دیکھیں کہ مقامِ ہارونؑ کیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مشہور دُعا کے یہ الفاظ ہیں:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ (سورۂ طٰہٰ: ۲۹ تا ۳۲)

"میرے خاندان میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا وزیر مقرر فرما۔ اس کے ذریعے سے میری کمر کو مضبوط کر دے اور اس کو میرے معاملہ میں شریک فرما"۔

حدیثِ منزلت کے ذریعے سے یہ سب مناصب حضرت علی علیہ السلام کے لیے ثابت ہوئے ہیں۔ مناصبِ ہارونؑ میں ایک منصب اُن کی خلافت کا بھی ہے جیسا کہ قرآنِ کریم نے بیان کیا ہے:

وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ (سورۂ اعراف: ۱۴۲)

"جب موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ آپ میری قوم میں میرے جانشین بن جائیں اور اصلاح کریں اور فساد کرنے والوں کے راستہ کی پیروی مت کریں"۔

حضرت علی علیہ السلام نے پوری زندگی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کیا تھا اور آپؐ رسولِ خدا

Presented by Ziaraat.Com

کے لیے زُور کمر تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کو رسولِ اکرمؐ سے وہی نسبت حاصل تھی جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔

حضرت علی علیہ السلام نے پوری زندگی رسولِ خداؐ کا سایہ بن کر اُن کا ساتھ دیا تھا اور شب ہجرت پیغمبرؐ اسلام کو بچانے کے لیے اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کیا تھا۔ جنگِ بدر کی فتح و نصرت کا ذریعہ بھی آپؑ ہی ثابت ہوئے تھے اور اُحد کی شکست کو آپؑ نے ہی فتح میں بدلا تھا۔ جنگِ اَحزاب میں عمرو بن عبدود کے مقابلہ میں آپؑ ہی گئے تھے اور جنگِ خیبر کے فتح کا سہرا بھی آپؑ کے سر پر سجا تھا۔ جس طرح سے اُمتِ موسیٰؑ میں حضرت ہارونؑ بے مثال تھے اسی طرح سے اُمتِ مصطفویؐ میں حضرت علی علیہ السلام کی نظیر نہیں تھی۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ اسمُهُ ..... شَدَّ بِي ازرَ رَسُولِهِ وَأَكرَمَنِي بِنَصرِهِ وَشَرَّفَنِي بِعِلمِهِ وَحَبَانِي بِأَحكَامِهِ وَاختَصَّنِي بِوَصِيَّتِهِ وَاصطَفَانِي بِخِلَافَتِهِ فِي أُمَّتِهِ. فَقَالَ: وَقَد حَشَدَهُ المُهَاجِرُونَ وَالأَنصَارُ وَانغَصَّت بِهِمُ المَحَافِلُ: أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي كَهَارُونَ مِن مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعدِي.

فَعَقَلَ المُؤمِنُونَ عَنِ اللهِ نُطقَ الرَّسُولِ. إِذ عَرَّفُونِي أَنِّي لَستُ بِأَخِيهِ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ كَمَا كَانَ هَارُونَ أَخَا مُوسَى لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ. وَلَا كُنتُ نَبِيًّا فَاقتَطِي نُبُوَّةً. وَلٰكِن كَانَ ذٰلِكَ مِنهُ استِخلَافًا لِي كَمَا استَخلَفَ مُوسَى هَارُونَ حَيثُ يَقُولُ: اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿۱۴۲﴾ [1]

"اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے اپنے رسولؐ کی کمر کو مضبوط کیا تھا اور مجھے اُن کی نصرت کا اعزاز عطا کیا اور علمِ رسولؐ کے ذریعے سے مجھے شرف بخشا اور

---

[1] معانی الاخبار: ص ۷۴، حدیث ۲

Presented by Ziaraat.Com

اُس کے احکام کے ذریعے سے مجھے رفعت دی اور اُن کی وصیت کے لیے مجھے مخصوص کیا اور رسولؐ خدا نے اپنی اُمت میں سے مجھے اپنی خلافت کے لیے منتخب کیا تھا"۔

رسولؐ خدا نے مہاجرین و انصار کی بھری محفل میں فرمایا تھا:

"اے لوگو! علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"۔

اہلِ ایمان رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا مفہوم سمجھ گئے تھے کیونکہ میں رسولؐ خدا کا سگا بھائی نہیں ہوں جیسا کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے سگے بھائی تھے اور میں ہارونؑ کی طرح سے نبی بھی نہیں ہوں کہ میں نبوت کا تقاضا کروں۔اس حدیث کے ذریعے سے رسولؐ خدا نے میری خلافت کا اعلان کیا تھا جیسا کہ حضرت موسیٰؑ نے ہارونؑ کے لیے فرمایا تھا:

"تو میری قوم میں میرا خلیفہ بن جا اور اصلاح کر اور فساد کرنے والوں کے راستے کی اِتباع نہ کرنا"۔

ابوخالد کابلی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسولؐ خدا کے بعد اُمت میں حضرت ابوبکرؓ افضل تھے۔ اُن کے بعد حضرت عمرؓ افضل تھے اور اُن کے بعد حضرت عثمانؓ افضل تھے، اُن کے بعد حضرت علیؑ افضل تھے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

"لوگ اس حدیث کا کیا جواب دیں گے جسے سعید بن مسیب نے سعد بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا تھا:

اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

"تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جو لوگ حضرت علی علیہ السلام کو چوتھے مقام پر مانتے ہیں ان سے پوچھو کہ حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں اُمتِ موسیٰؑ میں ہارونؑ کون سے نمبر پر شمار ہوتے تھے؟ کیا

Presented by Ziaraat.Com

اُنھیں پہلے نمبر پر مانا جاتا تھا یا چوتھے نمبر پر مانا جاتا تھا؟ (معانی الاخبار: ص ۷۴، حدیث ۲)

ابوہارون العبدی راوی ہیں، میں نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ ..... کی حدیث کی تشریح طلب کی تو اُنھوں نے فرمایا:

خدا کی قسم! اس حدیث سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی اور موت کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور لوگوں پر اُن کی اطاعت کو فرض کیا تھا۔ اور اس فرمان کے بعد جو شخص ان کی خلافت کی گواہی نہ دے تو وہ شخص ظلم کرنے والوں میں سے ہے۔ (معانی الاخبار، ص ۷۴، حدیث اوّل)

مسلم بن وضاح بیان کرتے ہیں کہ ہم محمدؒ بن عبداللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو وہاں معلّٰی بن سلیمان نے حدیثِ رسولؐ اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ ..... کی تفسیر دریافت کی کہ آخر اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

اُنھوں نے جواب دیا: رسولِ اکرمؐ چاہتے تھے کہ ان کی وفات کے بعد مسلمان علیؑ کی ایسے ہی اطاعت کریں جیسا کہ وہ رسولؐ کی زندگی میں رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں۔ [1]

---

[1] مناقب کوفی: جلد اوّل، ص ۵۱۰، حدیث ۴۲۶

Presented by Ziaraat.Com

پانچویں فصل

احادیثِ امارت

الف: اُولی الامر کا مفہوم

الکتاب:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:۵۹)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور جو تم میں صاحبانِ امر ہیں، اُن کی اطاعت کرو"۔

الحدیث:

کتاب کمال الدین میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ کی آیت نازل فرمائی تو میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہم اللہ اور اُس کے رسولؐ کو پہچانتے ہیں وہ اُولی الامر کون ہیں جن کی اطاعت کو اللہ نے آپؐ کی اطاعت کے ساتھ شامل کیا ہے؟

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جابرؓ! وہ میرے خلفا اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں۔ ان میں پہلے علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ [1]

حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ أُولِي الْأَمْرِ الَّذِينَ جَعَلَهُمُ اللهُ أَئِمَّةً لِلنَّاسِ وَأَوْجَبَ عَلَيْهِمْ طَاعَتَهُمْ: أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِي بن أَبِي طَالِبٍ ثُمَّ الْحَسَنُ ثُمَّ

---

[1] کمال الدین: ص ۲۵۳، حدیث ۳

Presented by Ziaraat.Com

الْحُسَيْنُ ابْنَا عَلِي بْنِ أَبِي طَالِبٍ ثُمَّ انْتَهَى الْأَمْرُ إِلَيْنَا ①

"اولی الامر وہ ہیں جنھیں اللہ نے انسانوں کا امام مقرر کیا ہے اور اُن پر اُن کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔ وہ امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں، پھر حسنؑ و حسینؑ فرزندانِ علیؑ ہیں، پھر یہ منصب ہماری طرف آیا ہے"۔

ب: بعد از نبی شُد بَشِيرًا نَذِيرًا

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ رَسُولًا وَأَمَرَنِي أَنْ أَسْتَخْلِفَ عَلَيْكُمْ عَلِيًّا أَمِيرًا ②

"اللہ نے مجھے تمھاری طرف رسولؐ بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھارے اندر علیؑ کو امیر مقرر کروں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كُنْتُ نَبِيَّهُ فَعَلِيٌّ أَمِيرُهُ ③

"جس کا میں نبیؐ ہوں تو اُس کا علیؑ امیر ہے"۔

ج: نیکوکاروں کا امیر

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے دن حضرت علی علیہ السلام کے بازو سے پکڑ کر فرمایا:

هٰذَا أَمِيرُ الْبَرَرَةِ وَقَاتِلُ الْفَجَرَةِ مَنْصُورٌ مَنْ نَصَرَهُ مَخْذُولٌ مَنْ خَذَلَهُ يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ ④

"یہ نیکوکاروں کا امیر ہے اور فاجروں کا قاتل ہے۔ اس کے مددگار کی خدا

---

① کمال الدین: ص ۳۱۹، حدیث ۲

② امالی صدوق: ص ۴۹۲، حدیث ۶۶۹

③ تہذیب الاحکام: ج ۳، ص ۱۴۴، حدیث ۳۱۷

④ تاریخ بغداد: جلد ۲، ص ۳۷۷، نمبر ۸۷۷

Presented by Ziaraat.Com

کی طرف سے مدد کی جاتی ہے۔ اور اس کو بے یارومددگار چھوڑنے والے کو خدا بے یارومددگار چھوڑتا ہے"۔

د: حضرت علیؑ کو امیر المومنین کا لقب کس نے دیا تھا؟

الکافی میں جابرؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: حضرت علیؑ کو امیر المومنین کیوں کہا گیا؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ نے آپؑ کا یہ نام رکھا ہے۔ [1]

ہ: لفظ امیر المومنین حضرت علیؑ کے لیے مخصوص ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا: فرزند رسولؐ! کیا حضرت قائم آل محمدؐ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا جائے گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، یہ لقب خدا نے صرف حضرت علیؑ کو دیا ہے۔ یہ لقب نہ تو ان سے پہلے کسی کو ملا ہے اور نہ ہی بعد میں کسی کو ملے گا۔ [2]

---

[1] الکافی: جلد اوّل، ص ۴۱۲، حدیث ۴

[2] الکافی: جلد اوّل، ص ۴۱۱، حدیث ۲

Presented by Ziaraat.Com

چھٹی فصل

احادیثِ امامت

الف: حضرت علیؑ کی امامت وولایت من جانب اللہ ہے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَعَاشِرَ النَّاسِ! مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللهِ قِيلًا وَاَصْدَقُ مِنَ اللهِ حَدِيثًا؛ مَعَاشِرَ النَّاسِ! اِنَّ رَبَّكُمْ جَلَّ جَلَالُهُ اَمَرَنِيْ اَنْ اُقِيْمَ لَكُمْ عَلِيًّا عَلَمًا وَاِمَامًا وَخَلِيْفَةً وَوَصِيًّا وَاَنْ اَتَّخِذَهُ اَخًا وَ وَزِيْرًا [1]

"اے لوگو! اللہ سے زیادہ سچا کون ہوسکتا ہے؟ اے گروہِ انسان! تمھارے پروردگار جل جلالہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھارے لیے علیؑ کو دین کا پرچم، امام، خلیفہ اور وصی مقرر کروں اور میں اُسے اپنا بھائی اور وزیر بناؤں"۔

ب: امام المتقین

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اُوْحِيَ اِلَيَّ فِيْ عَلِيٍّ ثَلَاثٌ: اِنَّهُ سَيِّدُ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ وَقَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ [2]

"علیؑ کے بارے میں مجھے تین باتیں وحی کی گئی ہیں: (۱) وہ مسلمان کا سردار ہے (۲) وہ متقین کا امام ہے اور (۳) وہ سفید رو افراد کا رہبر ہے"۔

---

[1] امالی صدوق: ص ۸۳، حدیث ۴۹

[2] مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۱۳۸، حدیث ۴۶۶۸

Presented by Ziaraat.Com

ج: بعد از نبیؐ ہر مومن کا امامؑ

سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّد الاوصیاء علی علیہ السلام سے فرمایا:

اَنْتَ اِمَامُ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ وَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ بَعْدِيْ [1]

"تو ہر مومن اور مومنہ کا امامؑ ہے اور میرے بعد ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کا ولی ہے"۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ عَلِيًّا اِمَامُكُم مِن بَعدِي..... مَن اَقَرَّ بِاِمَامَتِهٖ فَقَد اَقَرَّ بِنُبُوَّتِي فَقَد اَقَرَّ بِوَحدَانِيَّةِ اللهِ [2]

"بے شک علیؑ میرے بعد تمھارا امامؑ ہے۔ جس نے اس کی امامت کا اقرار کیا تو اس نے میری نبوت کا اقرار کیا اور جس نے میری نبوت کا اقرار کیا تو اس نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا"۔

د: امامِ اُمت (علیؑ امام مَن است)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَلِيُّ! اَنْتَ وَصِيِّي وَ اِمَامُ اُمَّتِيْ مَنْ اَطَاعَكَ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ عَصَاكَ عَصَانِيْ [3]

"اے علیؑ! تو میرا وصی ہے اور میری اُمت کا امامؑ ہے۔ جس نے تیری اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی تو اُس نے میری نافرمانی کی"۔

---

[1] مناقب خوارزمی: ص ۶۱، حدیث ۳۱

[2] معانی الاخبار: ص ۳۷۲، حدیث اوّل

[3] امالی صدوق: ص ۶۲، حدیث ۳۴

Presented by Ziaraat.Com

بشیر العطار راوی ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ (بنی اسرائیل:۷۱)

"جس دن ہم تمام انسانوں کو ان کے امام کے ساتھ پکاریں گے"۔

پھر آپؑ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَلِيٌّ إِمَامُكُمْ [1]

"علیؑ تمھارا امامؑ ہے"۔

---

[1] المحاسن، جلد اوّل، ص ۲۵۳، حدیث ۴۷۹

Presented by Ziaraat.Com

ساتویں فصل

احادیثِ ولایت

الف: ولایتِ علیؑ دراصل خدا اور رسولؐ کی ولایت ہے

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُونَ ﴿﴾ (المائدہ: ۵۵)

"بجز اس کے نہیں کہ تمھارا ولی اللہ اور اُس کا رسولؐ ہے اور وہ اہلِ ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں"۔

الحدیث:

تفسیر درمنثور میں ابورافع سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ سوئے ہوئے تھے اور آپؐ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ میں نے کچھ دیر انتظار کیا۔ اتنے میں آپؐ بیدار ہوئے اور آپؐ یہ آیت پڑھ رہے تھے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ .....

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَتَمَّ لِعَلِيٍّ نِعْمَتَهُ وَهَنِيئًا لِعَلِيٍّ بِفَضْلِ اللهِ إِيَّاهُ [1]

"تمام حمد اُس خدا کے لیے ہے جس نے علیؑ کے لیے اپنی نعمات کو تمام کیا اور خدا کی طرف سے جو اُسے فضیلت ملی ہے اس پر اُسے مبارک ہو"۔

حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک سائل آیا اور اُس نے سوال کیا۔ اس وقت میں حالتِ رکوع میں تھا۔ میں نے اُسی حالت میں اپنی اُنگلی سے انگوٹھی اُتاری اور اُسے عطا کی۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

---

[1] الدر المنثور: جلد ۳، ص ۱۰۶

Presented by Ziaraat.Com

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا [1]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ ..... کی تشریح میں فرمایا: یعنی تم پر اُولیٰ، تم پر زیادہ حق رکھنے والا اور تمھارے اُمور، تمھاری جانوں اور تمھارے اَموال پر اللہ، رسولؐ اور علیؑ اور اُس کی اولاد کے ائمہ حق تصرف رکھتے ہیں۔ [2]

ب: جس کا نبیؐ مولا ہے اُس کا علیؑ مولا

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ [3]

"جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے"۔

سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَاِنَّ عَلِيًّا مَوْلَاهُ [4]

"جس کا میں مولا ہوں یقیناً علیؑ اُس کا مولا ہے"۔

مسند احمد میں بُریدہ سے روایت ہے کہ میں علیؑ کے ساتھ یمن کی جنگ میں شامل تھا۔ مجھے علیؑ کی طرف سے کچھ سختی دکھائی دی۔ میں نے رسولِ خداؐ کے پاس علیؑ کی شکایت کی تو رسولِ اکرمؐ کا چہرہ بدلنے لگا۔

آپؐ نے فرمایا: بُریدہ! کیا میں تمام مسلمانوں کی جانوں پر زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا؟

میں نے کہا: کیوں نہیں یا رسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ [5]

---

[1] الخصال: ص ۵۸۰، حدیث اوّل

[2] الکافی: جلد اوّل، ص ۲۸۸، حدیث ۳

[3] سنن ترمذی: جلد ۵، ص ۶۸۳، حدیث ۳۷۱۳

[4] فضائل الصحابہ ابن حنبل: جلد ۲، ص ۵۹۳، حدیث ۱۰۰۷

[5] مسند احمد: جلد ۹، ص ۷، حدیث ۲۳۰۰۶

Presented by Ziaraat.Com

"جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے"۔

اسد الغابہ میں زر بن حبیش سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام قصرِ خلافت سے باہر نکلے۔ کچھ سواروں نے آپ کا استقبال کیا، جنھوں نے تلواریں حمائل کی ہوئی تھیں۔ اُنھوں نے آپؑ پر ان الفاظ سے سلام کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاأَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ . اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَامَوْلَانَا وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمھارے اندر کوئی اصحابِ رسولؐ بھی ہیں۔

ان میں بارہ صحابی موجود تھے جن میں قیس بن ثابت بن شماس، ہاشم بن عتبہ اور حبیب بن بدیل بن ورقاء شامل تھے۔ ان سب نے گواہی دی کہ ہم نے رسولؐ اللہ کی زبانی مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ کا فرمان سنا تھا۔ [1]

ج: ولایتِ علیؑ فرض ہے

الکافی میں ابوبصیرؒ سے منقول ہے کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے کہا: آپؑ یہ بتائیں کہ علیؑ کی ولایت اللہ کی طرف سے ہے یا رسولؐ اللہ کی طرف سے ہے؟

یہ سن کر حضرت غضب ناک ہوئے، پھر آپؑ نے فرمایا:

رسولِؐ خدا انتہائی محتاط تھے، آپ وہ بات نہیں کہتے تھے جو خدا نے نہ کہی ہو۔ رسولِؐ خدا نے ولایتِ علیؑ کو بھی اسی طرح سے فرض کیا تھا جیسا کہ آپؐ نے نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کو فرض کیا تھا۔ [2]

د: ولایتِ علیؑ کی برکات

رسولِؐ خدا نے جبریلؑ سے، اُس نے میکائیلؑ سے، اُس نے اسرافیلؑ سے، اُس نے

---

[1] اسد الغابہ: جلد اوّل، ص ۶۷۲، نمبر ۱۰۳۸

[2] الکافی: جلد اوّل، ص ۲۹۰، حدیث ۵

Presented by Ziaraat.Com

لوح سے، اُس نے قلم سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وِلَايَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ حِصْنِي فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِي أَمِنَ مِنْ نَارِي [1]

"علیؑ بن ابی طالبؑ کی ولایت میرا قلعہ ہے، جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میری آگ سے محفوظ رہا"۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ يُرِيدُ أَنْ يَحْيَا حَيَاتِي وَيَمُوتَ مَوْتِي وَيَسْكُنَ جَنَّةَ الْخُلْدِ الَّتِي وَعَدَنِي رَبِّي فَلْيَتَوَلَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَإِنَّهُ لَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ هُدًى وَلَنْ يُدْخِلَكُمْ فِي ضَلَالَةٍ [2]

"جو چاہتا ہو کہ میرے جیسی زندگی جیئے اور میری جیسی موت مرے اور اس جنتِ خلد میں رہائش اختیار کرے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ علیؑ بن ابی طالبؑ سے محبت رکھے۔ یقیناً علیؑ اُسے ہدایت سے نہیں نکالے گا اور گمراہی میں ہرگز داخل نہ کرے گا"۔

---

[1] امالی صدوق: ص ۳۰۶، حدیث ۳۵۰

[2] مستدرک حاکم، جلد ۳، ص ۱۳۹، حدیث ۴۶۴۲

Presented by Ziaraat.Com

آٹھویں فصل

احادیث ہدایت

الف: علیؑ ہادی ہیں

الکتاب:

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ (الرعد: ۷)

"آپ تنبیہ کرنے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ہادی ہوتا ہے"۔

الحدیث:

تفسیر طبری میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ کی آیت نازل ہوئی تو حبیبِ خدا نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: "میں منذر ہوں اور ہر قوم کا ہادی ہوں"۔

آپؐ نے علیؑ کے کندھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

اَنْتَ الْهَادِيْ يَاعَلِيُّ! بِكَ يَهْتَدِي الْمُهْتَدُوْنَ بَعْدِيْ [1]

"اے علیؑ! تو ہادی ہے میرے بعد ہدایت پانے والے تیرے ذریعہ سے ہدایت پاتے رہیں گے"۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ..... کی آیت نازل ہوئی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا الْمُنْذِرُ وَاَنْتَ الْهَادِيْ يَاعَلِيُّ [2]

"میں منذر ہوں اور علیؑ تو ہادی ہے"۔

---

[1] تفسیر طبری: جلد ۸، پارہ ۱۳، ص ۱۰۸

[2] تفسیر عیاشی: جلد ۲، ص ۲۰۳، حدیث ۵

Presented by Ziaraat.Com

ب: علیؑ ہمیشہ ہدایت پر رہیں گے

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَمَّارُ إِنَّ عَلِيًّا لَا يَزَالُ عَلَى هُدًى [1]

"اے عمارؓ! علیؑ ہمیشہ ہدایت پر رہیں گے"۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمارؓ سے فرمایا تھا:

يَا عَمَّارُ! تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ وَأَنْتَ إِذْ ذَاكَ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَكَ يَا عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، إِنْ رَأَيْتَ عَلِيًّا قَدْ سَلَكَ وَادِيًا وَسَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا غَيْرَهُ فَاسْلُكْ مَعَ عَلِيٍّ فَإِنَّهُ لَنْ يُدْلِيَكَ فِي رَدًى وَلَنْ يُخْرِجَكَ مِنْ هُدًى [2]

"اے عمارؓ! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا، اُس وقت تو حق کے ساتھ ہوگا اور حق تیرے ساتھ ہوگا۔ اے عمار بن یاسرؓ! اگر تو دیکھے کہ علیؑ ایک وادی میں چل رہا ہے اور لوگ دوسری وادی میں چل رہے ہیں تو تم علیؑ کے ساتھ چلتے رہنا۔ وہ کبھی تجھے ہلاکت میں نہیں ڈالے گا اور کبھی تجھے ہدایت سے باہر نہیں نکالے گا"۔

---

[1] نہج الحق: ص ۲۳۵، حدیث ۲۴

[2] تاریخ بغداد: جلد ۱۳، ص ۱۸۷، نمبر ۷۱۶۵

Presented by Ziaraat.Com

نویں فصل

احادیثِ عصمت

الف: علیؑ قرآن کے ساتھ ہے

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَهُ لَا يَفْتَرِقَانِ حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ [1]

"علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن اُس کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر وارد ہوں"۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى طَهَّرَنَا وَعَصَمَنَا وَجَعَلَنَا شُهَدَاءَ عَلٰى خَلْقِهِ وَحُجَّتَهُ فِي أَرْضِهِ وَجَعَلَنَا مَعَ الْقُرْآنِ وَجَعَلَ الْقُرْآنَ مَعَنَا لَا نُفَارِقُهُ وَلَا يُفَارِقُنَا [2]

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکیزہ رکھا اور ہمیں معصوم بنایا اور ہمیں اپنی زمین پر حجت بنایا اور مخلوق پر گواہ بنایا اور ہمیں قرآن کے ساتھ رکھا اور قرآن کو ہمارے ساتھ رکھا۔ ہم قرآن سے جدا نہیں ہوں گے اور قرآن ہم سے جدا نہ ہوگا"۔

ب: علیؑ حق کے ساتھ ہے

عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ يَدُورُ مَعَهُ حَيْثُمَا دَارَ

---

[1] المعجم الاوسط: جلد ۵، ص ۱۳۵، حدیث ۴۸۸۰

[2] الکافی: جلد اوّل، ص ۱۹۱، حدیث ۵

Presented by Ziaraat.Com

"علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ وہ اُدھر پھر جاتا ہے جدھر علیؑ پھرتا ہے"۔ ①

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا تھا:

يَابْنَ عَبَّاسٍ! سَوْفَ يَاخُذُ النَّاسُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا فَإِذَا كَانَ كَذٰلِكَ فَاتَّبِعْ عَلِيًّا وَحِزْبَهُ فَإِنَّهُ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَهُ وَلَا يَفْتَرِقَانِ حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ ②

"اے ابن عباسؓ! عنقریب لوگ دائیں بائیں چلنے لگیں گے اور جب ایسا ہو تو پھر علیؑ اور اُس کے گروہ کی اتباع کرنا کیونکہ علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے"۔

ج: اُمت کے اختلافات کو علیؑ ہی صحیح بیان کر سکتے ہیں

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَاعَلِيُّ! أَنْتَ الَّذِيْ تُبَيِّنُ لِأُمَّتِيْ مَا يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ بَعْدِيْ وَتَقُوْمُ فِيْهِمْ مَقَامِيْ قَوْلُكَ قَوْلِيْ وَأَمْرُكَ أَمْرِيْ وَطَاعَتُكَ طَاعَتِيْ وَطَاعَتِيْ طَاعَةُ اللهِ وَمَعْصِيَتُكَ مَعْصِيَتِيْ مَعْصِيَةُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ ③

"اے علیؑ! میری اُمت میرے بعد جن باتوں میں اختلاف کرے گی اُسے تو بیان کرے گا اور تُو ان میں میرا قائم مقام ہوگا۔ تیرا قول میرا قول ہے۔ تیرا حکم میرا حکم ہے، تیری اطاعت میری اطاعت ہے۔ اور میری

---

① الفصول المختارۃ: ص ۱۳۵، ص ۹۷

② کفایۃ الاثر: ص ۱۸

③ من لا یحضرہ الفقیہ: جلد ۴، ص ۱۷۹، حدیث ۵۴۰۵

Presented by Ziaraat.Com

اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور تیری نافرمانی میری نافرمانی ہے اور میری نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِي شَيْءٍ فَكُونُوا مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ [1]

"جب تم کسی بات میں اختلاف کرو تو تم علیؑ بن ابی طالبؑ کے ساتھ ہونا"۔

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: جلد ۲، ص ۳۰

Presented by Ziaraat.Com

دسویں فصل

حدیثِ غدیر

الف: واقعۂ غدیر

الکتاب:

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾ (المائدہ: ۶۷)

"اے رسولؐ! جو کچھ آپؐ کے پروردگار کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دیں اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو آپؐ نے اللہ کا پیغام ہی نہیں پہنچایا اور اللہ آپؐ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔ بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا"۔

الحدیث:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ ..... کی آیت تبلیغِ ولایت کے لیے ہے۔ (مختصر بصائر الدرجات: ص ۶۴)

اثبات الوصیۃ میں مرقوم ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے واپسی پر وادیٔ خم میں پہنچے تو اللہ کی طرف سے آپؐ پر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور لوگوں کے شر سے بچاؤ کے متعلق وحی نازل ہوئی۔ اس سے قبل بھی حضرتؐ پر اس طرح کی وحی آتی تھی، لیکن آپؐ حالات کو مدنظر رکھ کر توقف کرتے تھے۔ جب شدید الفاظ میں حکم نازل ہوا تو آپؐ نے خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی ثنا کی۔ پھر آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا پرچم اور اپنا قائم مقام مقرر کیا اور حدیثِ غدیر کے الفاظ وہی ہیں جیسے لوگوں نے بیان کیا ہے۔ پھر آپؐ ذی الحج کے آخر میں مدینہ واپس آئے تھے"۔ (اثبات الوصیۃ: ص ۱۳۲)

Presented by Ziaraat.Com

آیت تبلیغ کے متعلق کچھ معروضات

فرمانِ خداوندی ہے:

يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾ (المائدہ: ٦٧)

"اے رسولؐ! جو کچھ آپؐ کے پروردگار کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دیجیے اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو پھر آپؐ نے خدا کا کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا اور اللہ آپؐ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔ بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا"۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے دسویں برس حج کا ارادہ کیا اور آپؐ نے روانگی سے پہلے پورے جزیرۃ العرب میں یہ اعلان کروایا کہ اس سال ہم حج پر جا رہے ہیں اور جس نے ہمارے ساتھ حج کرنا ہو تو وہ ہمارے ساتھ حج پر چلے۔

مسلمانوں کی اکثریت حج کے لیے اُمڈ پڑی۔ جو لوگ مدینہ آنے کے قابل تھے وہ مدینہ ہی سے آپؐ کے ہم رکاب ہو گئے اور جو مدینہ سے دُور تھے اُنھوں نے مکہ کا رُخ کیا۔ الغرض آنحضرتؐ مکہ تشریف لائے اور آپؐ نے یہاں بہت سے خطابات فرمائے۔ آپؐ نے عرفات میں یادگار خطبہ دیا جس میں آپؐ نے دورِ جاہلیت کے مراسم کے اِبطال کا اعلان کیا۔ آپؐ نے لوگوں کو حق پر ثابت رہنے کی تلقین کی اور فرمایا: مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ کتاب اور سنتِ پیغمبرؐ کے آئینے میں اپنی زندگیوں کو ڈھالیں۔

مراسمِ حج سے فراغت پانے کے بعد آپؐ نے مدینہ منورہ کا رُخ کیا۔ آپؐ سفر کرتے ہوئے ایک بڑے چوراہے پر پہنچے جسے غدیرِ خم کہا جاتا تھا۔ یہاں سے شام و یمن، مصر اور مدینہ کے راستے جدا ہوتے تھے۔

جیسے ہی آپ یہاں پہنچے تو وحی کی آواز آپؐ کی سماعتوں سے ٹکرائی اور خدا کا حکم نازل ہوا۔

Presented by Ziaraat.Com

يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ..... "اے رسولؐ! جو حکم آپؐ پر نازل ہوا ہے اُس کی تبلیغ کریں"۔

یہاں کچھ دیر کے لیے ٹھہر جائیں اور سوچیں کہ ایسا کون سا حکم باقی تھا جس کی تبلیغ کا حکم اتنی شدومد سے نازل ہوا ہے۔ اس سے قبل تیرہ سال تک آپؐ مکہ میں دین کی تبلیغ کر چکے تھے اور مدینہ میں دس برس تک تبلیغ کر چکے تھے اور دین کے تمام احکام آپؐ پہنچا چکے تھے، مگر ذاتِ پروردگار آپ کو حکم دے رہی ہے کہ آپؐ اس پیغام کو پہنچائیں اور اگر اُسے نہ پہنچایا تو آپؐ نے دین کا کوئی بھی حکم نہیں پہنچایا یعنی دین کے تمام احکام و مسائل آج کے حکم کے ساتھ مربوط کر دیے گئے تھے۔

بالفاظِ دیگر یہ حکم اتنا ضروری اور قطعی تھا کہ ۲۳ برس کی تبلیغ اسی پر آ کر رُک گئی تھی۔ اس کا جواب شیعہ علماء، محدثین، مفسرین و مؤرخین کے پاس موجود ہے اور وہ فرماتے ہیں: یہ آیت یومِ غدیر سے مربوط ہے اور خدا نے جس مسئلہ کی تبلیغ کا اتنی سختی سے حکم دیا تھا اس مسئلہ کا تعلق حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و امامت کے ساتھ تھا۔

علمائے شیعہ اس آیت کے ضمن میں واضح موقف رکھتے ہیں کہ یہ آیت اٹھارہ ذی الحجہ کے دن غدیر خم کے میدان میں نازل ہوئی تھی اور آنحضرتؐ نے اس آیت پر عمل کرتے ہوئے پالانوں کا منبر بنا کر حضرت علی علیہ السلام کی مولائیت کا اعلان کیا تھا۔

اس کے برعکس سُنّی مفسرین میں اس آیت کے متعلق مختلف اقوال پائے جاتے ہیں اور سُنّی مفسرین آج تک اس آیت کا شانِ نزول بیان کر سکے ہیں اور نہ ہی موقع نزول کے متعلق کوئی حتمی رائے پیش کر سکے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ روایات کے صحرا میں بھٹکنے کے بجائے خود اس آیتِ مجیدہ سے ہی رہنمائی حاصل کی جائے۔

يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو براہِ راست اُن کے منصب سے ہی یاد کیا گیا ہے۔ لفظِ رسول کا ارتباط رسالتؐ سے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی رسالت کے پہنچانے پر آنحضرتؐ کو

Presented by Ziaraat.Com

کچھ تحفظات تھے۔ کچھ دینی اور معاشرتی مصالح کی وجہ سے آپؐ اس پیغام کو واضح نہیں کرنا چاہتے تھے اور اسی بات کو شیعہ علماء نے اپنی روایات میں بیان کیا ہے اور کچھ روایاتِ عامہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

''اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو پھر خدا کی رسالت کی تبلیغ ہی نہیں کی''۔

آیت کے الفاظ ضمنی اور بین السطور انداز میں یہ واضح کر رہے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ رسالت مکمل کر چکے تھے۔ اور دین کی تمام ضروریات کو واضح کر چکے تھے اور اس کے باوجود آیتِ مجیدہ میں جو سخت لہجہ اپنایا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انتہائی ضروری ہے اور تمام رسالاتِ الٰہیہ کا انحصار اسی پر ہے اور اگر اس مخصوص حکم کو نہ پہنچایا گیا تو باقی تعلیمات ضائع ہو جائیں گی۔

علاوہ ازیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس آیت کا تعلق سورۂ مائدہ سے ہے اور سورۂ مائدہ قرآنِ کریم کی آخری سورہ ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

اس جملے میں خدا نے اپنے حبیب کو حفاظت کی گارنٹی دی ہے (کہ اللہ آپؐ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا)۔

آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسا مسئلہ تھا کہ اس کی وجہ سے شرپسندوں کی طرف سے بھی مزاحمت کا امکان تھا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ سیرتِ پیغمبرؐ یہ تھی کہ آپؐ خدائی پیغام پہنچانے میں کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوتے تھے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ آنحضرتؐ جسمانی نقصان سے خوف زدہ نہ تھے۔ آپؐ کو یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ کہیں شرپسند افراد اس پیغام کو اپنی سازشوں سے بے اثر نہ بنا دیں۔

اس پر خدا نے یقین دہانی کرائی کہ یہ پیغام غیر مؤثر نہیں رہے گا۔ اور وہ شرپسند لوگ کون تھے جن سے بچانے کا وعدہ خدا نے کیا تھا؟ یقیناً یہ ایسے لوگ تھے جن کی یہ کوشش رہتی تھی

Presented by Ziaraat.Com

کہ حبیبؐ خدا کے بیان کردہ پیغام کو غیر موثر بنا دیا جائے۔ اس صورت میں آیت کے تتمہ کے الفاظ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ سے مراد تمام کافرین ہیں۔ اس سے وہ افراد مراد ہیں جو بعض آیاتِ ربانیہ کا انکار کرتے تھے اور مقصود آیت یہ ہوگا کہ خدا ایسے لوگوں کی سازشوں کو کامیابی سے ہمکنار نہیں ہونے دے گا اور ان کے تمام حیلوں بہانوں کو ناکامی سے دوچار کردے گا۔

یاد رہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ سے تمام کافر مراد نہیں ہیں، کیونکہ اگر خدا نے جملہ کافروں کو ہدایت ہی نہیں دینی تھی تو پھر اپنے رسولؐ کو تبلیغ کا حکم ہی کیوں دیا تھا؟ اگر کافروں کو خدا نے ہدایت ہی نہیں دینی تھی تو پھر اپنے رسولؐ کو کیوں بھیجا تھا؟ اور جتنے افراد ایمان لائے تھے آخر وہ بھی تو پہلے کافر ہی تھے پھر مسلمان ہوئے تھے؟

آیت مجیدہ یہ واضح کر رہی ہے کہ منافقین آپؐ پر اقربا پروری کے جو الزام عائد کریں گے خدا اُن کے الزامات کو غیر موثر بنا دے گا اور جس طرح سے تیز آندھی راکھ کو اُڑا دیتی ہے اسی طرح سے اُن کی سازشوں کو بھی اللہ ناکامی سے دوچار کرے گا۔

اس آیت مجیدہ میں اور بھی بہت سے نکات مضمر ہیں۔ سب پر بحث کرنا سردست ممکن نہیں ہے۔ اس آیت کے عظیم مقاصد کو مہمل بنانے کے لیے کئی حیلے بہانے تراشے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلا بہانہ یہ ہے کہ یہ آیت بعثت کے ابتدائی ایام ہی میں نازل ہوئی تھی۔

بیان کیا جاتا ہے یہ بیانہ اور یہ تاویل سب سے پہلے محمد بن ادریس شافعی نے پیش کی تھی اور اُنھوں نے اس کی وضاحت یوں کی تھی کہ جب حبیبؐ خدا پر پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ نازل ہوئی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم امتحانی گراں گزرا تھا اور آپؐ کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے، مجھے جھٹلائیں گے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ

"اے رسولؐ! آپؐ پر جو حکم نازل ہوا ہے آپؐ اُسے پہنچائیں اور اگر آپؐ

Presented by Ziaraat.Com

نے اس پر عمل نہ کیا تو آپؐ نے کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا"۔ ①

اس کے لیے حسن بصری سے یہ روایت نقل کی گئی کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جب اللہ نے مجھے اپنی رسالت کے لیے مبعوث کیا تو میں نے تنگدلی محسوس کی اور میں نے جان لیا کہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔ اس لیے میں نے کسی کو بھی دعوت نہ دی۔ پھر اللہ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی تو میں نے بے خوف ہو کر تبلیغ شروع کر دی۔ ②

یقیناً یہ تاویل "فذر گناہ بدتر از گناہ" کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ کیونکہ امام شافعی اور واحدی نے یہ کہا ہے کہ رسولؐ خدا خوفِ تکذیب کی وجہ سے اعلانِ نبوت پر ہی راضی نہ تھے۔ پھر خدا نے یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ..... کے تاکیدی حکم کے بعد آپؐ نے تبلیغِ اسلام شروع کی تھی۔

لیکن یہ بات عقل و نقل کے خلاف ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ خدا نے مجھے تبلیغِ رسالت کا حکم دیا تو میں نے دیکھا کہ لوگ میری تکذیب کریں گے اس لیے میں نے رسالتؐ کا کوئی کام نہ کیا، جب کہ خدا نے مجھے گارنٹی نہ دی کہ وہ میری حفاظت کرے۔ اس کے بعد میں نے تبلیغ شروع کی۔

یہ تاویل ہر لحاظ سے باطل ہے۔ اس میں کہ کہا گیا کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ..... کی آیات نازل ہوئیں اور میں نے لوگوں کے ڈر سے ان کی تبلیغ نہ کی۔ پھر خدا نے یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ کی آیت سے تاکیدی حکم نازل کیا تو میں نے تبلیغ شروع کر دی۔

اس طرح کی بودی اور باطل گفتگو کرنے والوں سے پوچھنا چاہیے کہ حضور آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ جو حکم نازل ہو چکا ہے اس کی تبلیغ کریں لیکن اُدھر آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آیت اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ..... کی آیت کے بعد نازل ہوئی۔

خدارا ہمیں سمجھائیں کہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ..... کی ابتدائی پانچ آیات کے علاوہ تو ابھی کچھ نازل ہی نہیں ہوا تھا تو رسولِ اسلام اُسے چھپانے کیوں لگتے تھے۔ اسلام کا ایک عام مبلّغ بھی

---

① الام: جلد ۴، ص ۱۶۸۔ عبارت طویل ہے ہم نے بقدرِ ضرورت اس کا خلاصہ بیان کیا ہے۔

② اسباب النزول واحدی، ص ۲۰۴، حدیث ۴۰۲

Presented by Ziaraat.Com

لوگوں کے ڈر سے تبلیغ سے باز نہیں آتا تو کیا رسولؐ اسلام میں ایک عام مبلغ کا جگر بھی نہیں تھا کہ آپؐ گھبرا گئے۔

کچھ حضرات نے یہ گل کھلائے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے۔ حضرت ابوطالبؑ رسولؐ اسلام کی حفاظت کرتے تھے۔ جب اللہ نے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کا جملہ نازل کیا تو رسولؐ اسلام نے اپنے چچا سے کہا: اب مجھے خدا کی حفاظت حاصل ہو چکی ہے لہٰذا آپؑ میری سیکورٹی ختم کر دیں۔

ان لوگوں نے شاید تاریخ اسلام پڑھی ہے اور نہ ہی انھیں حقائق کا علم ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ابوطالبؑ شعب ابی طالب میں پورے تین برس تک حبیبؐ خدا کی حفاظت کے لیے کیوں کمربستہ رہے تھے؟

آیت تبلیغ کے متعلق کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ رسولؐ خدا جب مکہ میں تھے تو آپؐ کچھ وحی لوگوں سے بیان کرتے تھے اور کچھ حقائق کو مشرکین و یہود کی اذیت کے خوف سے بیان نہیں کرتے تھے۔ اس پر اللہ نے آپؐ پر یہ آیت نازل فرمائی:

"اے رسولؐ! آپ تبلیغ کریں اور کسی سے نہ ڈریں"۔

خدارا ہمیں بتایا جائے کہ وہ رسولؐ جس کا جگر اتنا بڑا تھا کہ وہ کہتا تھا: "اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے میں پھر بھی تبلیغ سے باز نہیں آؤں گا"۔

اتنی بڑی عزیمت رکھنے والا رسولؐ احکامِ خداوندی کو بیان کرنے سے کیسے گھبرا گیا تھا؟

رازی نے اس کے علاوہ جو باقی اقوال بیان کیے ہیں وہ ان تاویلات سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ البتہ صرف آخری قول وزنی ہے اور وہ قول یہ ہے:

نُزِلَتِ الآيَةُ فِي فَضلِ عَلِي بن اَبِي طَالِبٍ وَبِمَا نُزِلَت هٰذِهِ الآيَةُ اَخَذَ بِيَدِهٖ وَقَالَ مَن كُنتُ مَولَاهُ فَعَلِيٌّ مَولَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَن وَالَاهُ وَعَادِ مَن عَادَاهُ فَلَقِيَهُ عُمَر فَقَالَ: هَنِيئًا يَابنَ اَبِي طَالِبٍ اَصبَحتَ مَولَايَ وَمَولٰى كُلِّ مُؤمِن وَمُؤمِنَةٍ وَهُوَ قول ابن عَبَّاس والبراء بن عازب ومحمد بن علی

"یہ آیت حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے اور

Presented by Ziaraat.Com

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کے بازو کو پکڑا اور فرمایا: ''جس جس کا میں مولا ہوں اُس اُس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا! تو اُس سے دوستی رکھ جو علیؑ سے دوستی رکھے اور اُس سے دشمنی رکھ جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔ حضرت عمر حضرت علیؑ سے ملے اور کہا: فرزند ابوطالبؑ! آپؑ میرے اور ہر مومن مرد و عورت کے مولا بن گئے ہیں۔

یہ قول ابن عباسؓ، براء بن عازب اور حضرت امام محمد باقر بن علی زین العابدین علیہما السلام سے منقول ہے''۔ (تفسیر رازی، جلد ۱۲، ص ۵۳)

یہ قول لکھنے کے بعد فخر رازی نے پھر انحراف کا ثبوت دیتے ہوئے یہ لکھا ہے:

''معلوم ہونا چاہیے کہ اگرچہ یہ روایات کثرت سے پائی جاتی ہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس آیت کا یہ مفہوم مراد لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو حکم دیا کہ وہ خدا کے نازل کردہ احکام کی تبلیغ کریں اور یہود و نصاریٰ سے بے خوف ہو کر تبلیغ کریں اور ان کی کوئی پرواہ تک نہ کریں''۔ (مصدر سابق)

قارئین کرام! رازی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قولِ آخر کے متعلق روایات کثرت سے موجود ہیں، لیکن اس کے باوجود مفسرین انھیں ماننے پر آمادہ نہیں ہیں اور کثیر روایات کی موجودگی میں من مانی تاویلات کا سہارا لے رہے ہیں جو کہ تاریخی واقعات سے کسی طرح کی مطابقت نہیں رکھتیں اور نہ ہی وہ رسولِ اعظمؐ کی شخصیت اور آپؐ کی سیرت سے مطابقت رکھتی ہیں۔ [1]

یہ آیت تبلیغِ ولایت کے بارے میں غدیر میں نازل ہوئی ہے

بہت سی روایات و اخبار میں یہ بیان ہوا ہے کہ یَاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ..... کی آیتِ مجیدہ ۱۰ ہجری میں ۱۸ ماہِ ذی الحجہ کو نازل ہوئی تھی۔ اس آیت میں یہ حکم دیا گیا تھا: یَاَیُّهَا الرَّسُوْلُ

---

[1] ایسے علماء و مفسرین کے متعلق علامہ اقبال کا یہ شعر ہی پڑھا جا سکتا ہے:

خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں ہوئے کس قدر فقیہانِ حرم بے توفیق (اضافہ من المترجم)

Presented by Ziaraat.Com

بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ۔ یہ حکم ظاہری طور پر عمومی ہے کہ جو کچھ آپؐ کے پروردگار کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے آپؐ اُس کی تبلیغ کریں۔ اس میں بظاہر وحی قرآن اور وحی بیان شامل ہے۔ اور اُدھر زمینی حقیقت یہ ہے کہ رحمتِ دوعالم کے سامنے ہزاروں کی تعداد میں حجاج کرام موجود ہیں اور وہ تازہ مناسکِ حج سے فارغ ہوئے ہیں اور رسولؐ اسلام کی زندگی کا آخری سال ہے اور آپؐ کی زندگی کا آخری حج ہے۔

اس تناظر میں آپؐ کو آپؐ کے پروردگار کی طرف سے یہ حکم ملتا ہے کہ آپؐ اس مجمع کے سامنے حیدرِ کرّار کی ولایت کا اعلان کریں اور پوری صراحت سے ان کی امامت کا اعلانِ عام کریں کہ اس میں کسی طرح کی تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حکم کی ادائیگی کے لیے گومگوں کی کیفیت میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں۔ آخر رسولِ اعظم کو کس بات کا خوف ہے؟ انھیں اپنی جان کا خوف ہرگز نہیں تھا، کیونکہ آپؐ کلمۂ حق کی سربلندی کے لیے ہمیشہ سربکف رہتے تھے۔ آپؐ نے اپنی جرأت سے بڑے بڑے سورماؤں کو چت کر دیا تھا۔ آپؐ کو مشرکین کا کوئی خوف نہیں تھا کیونکہ فتح مکہ کے بعد مشرکین کی قوت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ آپؐ کو یہود و نصاریٰ سے بھی کوئی خطرہ لاحق نہ تھا۔ فتح خیبر کے بعد یہودیوں کی قوت پاش پاش ہو چکی تھی اور جزیرۃ العرب میں نصاریٰ کا باقاعدہ کوئی مرکز ہی نہیں تھا۔

معلوم ہوا کہ رسولِ خدا کو کوئی بیرونی خطرہ لاحق نہ تھا اس کے بجائے آپؐ کو اگر خطرہ تھا تو وہ "اندرونی خطرہ" تھا۔ آپؐ جانتے تھے کہ اسلام کے لبادے میں منافقین بھی سرگرم ہیں اور آپؐ جانتے تھے کہ جیسے ہی حضرت علی علیہ السلام کی امامت کا اعلان کروں گا تو یہ گروہ منفی پروپیگنڈا کرے گا اور کہے گا: محمد مصطفیٰ نے اپنے داماد کی ولایت کا اعلان کر کے اقربا پروری کا ثبوت دیا ہے۔

اسی بات کو خدا نے دیکھا تو اپنے حبیبؐ پر یہ آیت نازل فرمائی اور اس کا آغاز ان الفاظ سے کیا: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ ..... اللہ نے اپنے حبیبؐ کو اُن کے منصبِ رسالت سے مخاطب کیا اور بین السطور یہ پیغام دیا کہ آپؐ پریشان کیوں ہیں؟ آخر آپؐ کو کس بات کا خوف ہے؟ لیکن آپؐ کو سوچنا چاہیے کہ آپؐ تو بنیادی طور پر رسولؐ ہیں اور رسولؐ کا کام ہی یہ ہوتا ہے

Presented by Ziaraat.Com

کہ وہ پیغام پہنچائے۔ آپؐ اپنی ذمہ داری کو پورا کریں، کیونکہ:

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ

"رسولؐ کی ذمہ داری پیغام رسانی ہے"۔

آیت تبلیغ کے نزول کی وجہ سے حجۃ الوداع کا دوسرا نام حجۃ البلاغ ہے۔ لیکن مسلمان مؤرخین نے پیغام غدیر کو مخفی رکھنے کے لیے لفظ حجۃ الوداع کو خوب شہرت دی ہے اور حجۃ البلاغ کے نام کو سراسر فراموش کر دیا ہے، جب کہ ابن اسحاق لکھتے ہیں: اس حج کو حجۃ الوداع اور حجۃ البلاغ کہا جاتا ہے۔ (سیرت ابن ہشام، جلد ۴، ص ۲۵۳)

مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

"جو آپؐ کے رب کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے"۔

آیت میں اس حکم کو عمومی انداز میں بیان کیا گیا ہے اور اس کا عموم اس کی عظمت و کرامت کی دلیل ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

"اللہ آپؐ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا"۔

آپؐ پر خدا کی نگاہ ہے اور آپؐ اس کی حفظ و امان میں ہیں۔ گویا آپؐ اپنے دل میں پریشان ہیں اور تاریک اذہان و قلوب رکھنے والوں کے ردعمل سے خوف زدہ ہیں۔ آپؐ اس بات کو ہمیشہ ذہن نشین رکھیں کہ "اللہ ہر چیز پر قدرتِ کاملہ رکھتا ہے۔ مخالفین کی سازشوں سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ان لوگوں کی سازشیں ناکام ہو جائیں گی"۔

کاش! مفسرین اسلام اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اُتار کر اور اپنے نظریات سے غیر جانب دار ہو کر آیات کی تفسیر لکھتے تو کیا ہی بہتر ہوتا؟

ب: اکمالِ دین

الکتاب:

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ

Presented by Ziaraat.Com

وَاخْشَوْنِ ۚ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ: آیت ۳)

"آج کے دن کافر تمھارے دین سے مایوس ہو گئے ہیں۔ پس تم ان سے مت ڈرو، مجھ سے ڈرتے رہو۔ آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو کامل کیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کی ہے اور تمھارے لیے دین اسلام پر راضی ہوا ہوں"۔

تاریخ یعقوبی میں مرقوم ہے:

قَدْ قِيلَ اَنَّ آخِرَ مَا نُزِّلَ عَلَيْهِ : اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا وهي الرِّوَايَةُ الصَّحِيحَةُ الثَّابِتَةُ الصَّرِيحَةُ وَكَانَ نُزُولُهَا يَوْمَ النَّصِّ عَلَى اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِي بن اَبِي طَالِبٍ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ بِغَدِيرِ خُمٍّ

"کہا گیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے آخر میں اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ ..... کی آیت نازل ہوئی تھی اور یہ صحیح، ثابت اور صریح روایت ہے۔ اس آیت کا نزول غدیر خم میں اس وقت ہوا تھا جب رسولِ اکرمؐ نے امیر المومنین حضرت علیؑ کے حق میں نص فرمائی تھی"۔ [1]

اکمالِ دین کے متعلق چند معروضات

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۚ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ: آیت ۳)

"آج کے دن کافر تمھارے دین سے مایوس ہو گئے ہیں۔ پس تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرتے رہو۔ آج کے دن میں نے تمھارے لیے

---

[1] تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۳۲

Presented by Ziaraat.Com

تمھارے دین کو کامل کیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کی ہے اور تمھارے لیے دین اسلام پر راضی ہوا ہوں"۔

اس آیت مجیدہ میں ایسے دن کی نشاندہی کی گئی ہے جس کی چار خصوصیات ہیں:

① اس دن کافر اصل اسلام کو اذیت دینے یا اس دین کے قواعد کو منہدم کرنے سے مایوس ہو گئے تھے۔

② اس دن اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو کامل کیا تھا۔

③ اس دن اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اُمت اسلامیہ پر اپنی نعمت تمام کی تھی۔

④ اس دن اللہ نے دین اسلام پر اپنی رضامندی کی مہر ثبت کی تھی اور اسے تمام انسانوں کے لیے بطور دین منتخب کیا تھا۔

جب ہم اس دن کی خصوصیات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں بخوبی احساس ہوتا ہے کہ یہ دن رسالت نبویہؐ کی تاریخ کا فیصلہ کُن دن ہے اور پوری تاریخ اسلام کا ماحصل دن ہے۔ اس بات کا اظہار ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کیا تھا۔ اُس نے یہ کہا تھا:

امیر المومنین! آپ کی کتاب میں ایک آیت ایسی بھی ہے جسے آپ لوگ پڑھتے ہیں اور اگر ایسی آیت ہماری کتاب میں نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن قرار دیتے۔

حضرت عمر نے کہا: وہ کون سی آیت ہے؟

یہودی نے کہا: وہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ .....کی آیت ہے۔

آیئے! دیکھیں کہ وہ فیصلہ کُن دن کون سا تھا جس میں چار خصائص پائے جاتے تھے؟ یقیناً وہ دن اس قابل ہے کہ ہم مسلمان اُسے عید کا دن قرار دیں۔ اس دن کے تعین کے لیے علماء نے بہت سے احتمالات پیش کیے ہیں۔ آیئے کچھ دیر کے لیے اُن کا سرسری جائزہ لیں کہ جو احتمالات پیش کیے گئے ہیں ان میں یہ چار خصوصیات پائی جاتی ہیں جو آیت میں بیان ہوئی ہیں:،

① یہ کافروں کی مایوسی کا دن ہے۔

② یہ دین کی تکمیل کا دن ہے۔

③ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اتمام کا دن ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

② یہ وہ دن ہے جب اسلام ایک کامل دین کے عنوان سے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین قرار پایا ہے۔

اگر ہم تاریخ اسلام میں پیش آنے والے واقعات کا جائزہ لیں تو کوئی بھی دن اس دن جیسا نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ بعثت کا دن ہے۔ یہ ہجرت کا دن ہے۔ یہ فتح مکہ کا دن ہے۔ یہ غزوات کی کامیابیوں کا دن ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ بالا احتمالات میں سے کوئی بھی احتمال آیت کے میزان پر پورا نہیں اُترتا، حتیٰ کہ حجۃ الوداع بھی اس معیار پر پورا نہیں اُترتا کیونکہ حج دین کا جزو ہے، کُل نہیں ہے۔

- رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اسلام کا پہلا دن ہے، لہٰذا اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آج دین مکمل ہوگیا۔
- ہجرتِ پیغمبرؐ کا دن بھی اس معیار پر پورا نہیں اُترتا۔ اس دن کفار نے آپؐ کے گھر پر حملے کا پروگرام بنایا تھا۔ وہ دن کافروں کی مایوسی اور اسلام کی تکمیل کا دن ہرگز نہیں ہے۔
- بدر و خندق کی جنگوں کی کامیابی، اگرچہ ان میں کفار کو شکست ہوئی تھی اور کچھ کافروں کے لیے شرمندگی کا باعث بھی تھی، لیکن تمام کفار کی مایوسی کا سبب نہ تھی جب کہ قرآنِ مجید فرماتا ہے: اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ ..... "یعنی آج سارے کافر مایوس ہوگئے ہیں"۔
- حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعمالِ حج سیکھے تھے اور آپؐ کے ہمراہ مناسکِ حج ادا کیے تھے۔ آپؐ کی تعلیمات سے حج مکمل ہوا تھا، لیکن دین کامل نہیں ہوا تھا جب کہ قرآن فرما رہا ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔
- البتہ غدیرِ خم وہ دن ہے جب خدا نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی پر حضرت علی علیہ السلام کو منصوب کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ صرف اسی دن میں یہ خاصیت ہے کہ اس میں چاروں عنوان پائے جاتے ہیں: اَكْمَلْتُ، اَتْمَمْتُ، رَضِيْتُ اور يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔
- کافر ہر جگہ شکست کھا چکے تھے۔ ان کی آخری اُمید یہ تھی کہ پیغمبرؐ کی وفات ہو اور پیغمبرؐ کا

Presented by Ziaraat.Com

کوئی بیٹا نہیں ہے، لہٰذا پیغمبرؐ کی نبوت اُن کی موت کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔ یہ لوگ اس خوش فہمی پر زندہ تھے، لیکن جب رسولِ خداؐ نے حکمِ پروردگار سے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تو اُن کی اُمیدیں خاک میں مل گئیں اور یہ دینِ اسلام کی تباہی سے مایوس ہو گئے تھے۔

- تکمیلِ دین کی ایک دلیل یہ ہے کہ اگر ہر حوالے سے مکمل قوانین بنا بھی دیے جائیں اور معاشرے کے لیے معصوم رہبر نہ ہو تو پھر قوانین ہمیشہ ناقص رہتے ہیں۔ جب حضرت علی علیہ السلام جیسے معصوم انسان کی ولایت و حکمرانی کا اعلان ہوا تو قوانین کو معصوم رہبر ملا۔ اس وجہ سے دین مکمل ہو گیا۔
- اتمامِ نعمت یہ ہے کہ قرآن نے ہدایت و رہبری کی نعمت کو سب سے بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ اگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُنیا سے چلے جائیں اور لوگوں کو سرپرست کے بغیر چھوڑ جائیں تو ایسا کام کوئی گلہ بان بھی اپنے ریوڑ کے لیے نہیں کرتا۔ غدیر میں چونکہ الٰہی رہبر کا تعین ہوا تھا اسی لیے نعمت تمام ہوئی تھی۔
- خدا کی رضایت یہ ہے کہ جب ہر طرح سے قانون مکمل ہو اور اُسے نافذ کرنے والا عادل رہبر بھی موجود ہو تو اس سے خدا کی رضایت حاصل ہوتی ہے۔
- اگر چار خصوصیات تکمیلِ دین، اتمامِ نعمت، رضایتِ حق اور کفار کی مایوسی میں سے کوئی ایک چیز کسی دن واقع ہو جائے تو وہ دن یوم اللہ قرار پاتا ہے۔ روزِ غدیر کی خوبی یہ ہے کہ اس میں چاروں خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

یاد رکھیں! ولایتِ علیؑ کے اعلان پر خدا نے وَاَتْمَمْتُ (یعنی میں نے نعمت تمام کی ہے) کی سند عطا کی ہے۔ اُدھر روزہ کے متعلق فرمایا: اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ "روزوں کو رات ہونے تک تمام کرو"۔

اب اگر کوئی شخص رات شروع ہونے سے آدھ گھنٹہ پہلے روزہ کھول دے تو وہ روزے سے محروم ہو جائے گا۔ اسی طرح نعمت ولایتِ علیؑ سے تمام ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے بغیر نعمت حاصل کرنا چاہے تو وہ نعمت سے محروم رہے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

الف: روزِ غدیر خم

شیعی حدیث میں خلافت علیؑ کی دسیوں احادیث موجود ہیں اور غدیر خم کے حوالے سے بھی لاتعداد روایات پائی جاتی ہیں۔ آیت تبلیغ غدیر خم میں نازل ہوئی تھی اور اس کے متعلق کم از کم بیس احادیث موجود ہیں۔

کتب اہل سنت میں بھی اس طرح کی روایات کی کوئی کمی نہیں ہے اور ان روایات کا آخری سلسلہ ابو ہریرہ اور ابو سعید پر منتہی ہوتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی تاجپوشی پر حسان بن ثابت نے پیغمبرؐ اسلام کی موجودگی میں قصیدہ پڑھا تھا۔ صحابہ نے آپؑ کو مبارک باد دی تھی اور رسولؐ اعظم نے حضرت علیؑ کی دستار بندی کرائی تھی۔ اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتے ہیں۔

غدیر میں دستار بندی

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

عَمَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللهِ یَوْمَ غَدِیْرِ خُمٍّ بِعَمَامَةٍ سَوْدَآءَ طَرفُهَا عَلٰی مَنْکِبِیْ [1]

"رسول اکرمؐ نے غدیر خم کے دن مجھے سیاہ عمامہ بندھوایا جس کا ایک کونہ میرے کندھے پر تھا"۔

حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ عَمَّمَ عَلِیَّ بنَ اَبِیْ طَالِبٍ عِمَامَتَهُ السَّحَابَةَ وَأَرخَاهَا مِن بَیْنِ یَدَیهِ وَمِنْ خَلفِهِ. ثُمَّ قَالَ: أَقْبِل فَأَقبَلَ. ثُمَّ قَالَ: أَدبِر فَأَدْبَرَ. فَقَالَ: هٰکَذا جَائَتنِی الْمَلَائِکَةُ. ثُمَّ قَالَ: مَن کُنتُ مَولَاهُ فَعَلِیٌّ مَولَاهُ. اَللّٰهُمَّ وَالِ مَن وَالَاهُ

---

[1] الاصابہ: جلد ۴، ص ۲۳، حدیث ۴۵۸۴

Presented by Ziaraat.Com

وَعَادِ مَن عَادَاهُ، وَانصُر مَن نَصَرَهُ، وَاخذُل مَن خَذَلَهِ ①

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی بن ابی طالبؑ کو اپنا عمامہ سحاب پہنایا اور اس کے ایک سرے کو آگے پھیلایا، دوسرا سرا پیچھے پھیلایا۔ پھر فرمایا: آگے بڑھو، علیؑ آگے بڑھے پھر کہا: پشت کرو۔ علیؑ نے پشت کی۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: میرے پاس اسی طرح سے ملائکہ آتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

"جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا! جو اس سے دوستی رکھے تو بھی اُس سے دوستی رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اُس سے عداوت رکھ اور جو اس کی مدد کرے تو بھی اُس کی مدد کر اور جو اسے بے یارومددگار چھوڑ دے تو بھی اُس کو بے یارومددگار چھوڑ دے"۔

مسند احمد میں براء بن عازب سے منقول ہے کہ ہم ایک سفر میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پھر ہم غدیر خم کے مقام پر اُترے تو منادی نے رسولؐ خدا کی جانب سے اَلصَّلَاةُ الجَامِعَةُ کی ندا دی۔ دو درختوں کے درمیان آپؐ کے لیے جگہ کو صاف کیا گیا۔ آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھی اور علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

اَلَسْتُمْ تَعلَمُونَ اَنِّي اَولٰى بِالْمُؤمِنِينَ مِن اَنْفُسِهِمْ؟ قَالُوا: بَلٰى. قَالَ: اَلَستُمْ تَعْلَمُونَ اَنِّي اَولٰى بِكُلِّ مُؤمِنٍ مِن نَفْسِهِ؟ قَالُوا: بَلٰى. قَالَ: فَأَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ: مَن كُنتُ مَولَاهُ فَعَلِيٌّ مَولَاهُ. اَللّٰهُمَّ وَالِ مَن وَالَاهُ وَعَادِ مَن عَادَاهُ. قَالَ: فَلَقِيَهُ عُمَرُ بَعدَ ذٰلِكَ، فَقَالَ لَهُ: هَنِيئًا يَابنَ اَبِي طَالِبٍ! أَصبَحتَ وَأَمسَيتَ مَولَى كُلِّ مُؤمِنٍ وَمُؤمِنَةٍ ②

"کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کی جان سے اُس پر زیادہ حقِ تصرف رکھتا ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے

---

① نظم درر السمطین: ص ۱۱۲

② مسند ابن حنبل: ج ۶، ص ۴۰۱، حدیث ۱۸۵۰۶

Presented by Ziaraat.Com

حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا! تُو اُس سے دوستی رکھ جو علیؑ سے دوستی رکھے، اور تو اُس سے دشمنی رکھ جو علیؑ سے دشمنی رکھے''۔

بعدازاں حضرت عمرؓ کی حضرت علی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور اُنھوں نے کہا: اے فرزندِ ابوطالبؑ! آپؑ کو مبارک ہو، آپؑ ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کے مولا بن گئے ہیں''۔

Presented by Ziaraat.Com

واقعۂ غدیر بزبانِ صحابہ

① ابوسعید خدری

تاریخ دمشق میں عبداللہ بن شریک سے اور اُس نے سہم بن حصین اسدی سے روایت کی ہے کہ میں اور عبداللہ بن علقمہ مکہ آئے۔ عبداللہ بن علقمہ ایک عرصہ سے حضرت علی علیہ السلام کو سَب کرتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا: اگر پسند کرو تو ہم ابوسعید خدری سے ملاقات کریں اور اس سے کچھ حاصل کریں؟

اس نے اثبات میں جواب دیا۔ ہم اُن کے پاس گئے۔ میرے ساتھی نے اُن سے کہا: کیا آپ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے علیؑ کی کوئی منقبت سنی تھی؟

ابوسعید خدری نے جواب دیا: جی ہاں! اور جب تم مجھ سے حدیث سنو تو پھر مہاجرین و انصار اور قریش کے افراد سے حدیث کی تصدیق کرا لینا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ غدیر پر قیام کیا اور تبلیغ فرمائی۔ پھر آپؐ نے تین بار یہ جملہ دُہرایا:

اَلَستُ اَولیٰ بِالْمُؤمِنِینَ مِن اَنفُسِهِم

"کیا میں مومنین کی جان پر حقِ تصرف نہیں رکھتا؟"

پورے مجمع نے ہاں میں جواب دیا۔

پھر آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اے علیؑ! میرے قریب آجاؤ۔

حضرت علی علیہ السلام قریب ہوئے تو آنحضرتؐ نے آپؑ کے ہاتھ کو اتنا بلند کیا کہ میں نے آپؑ کی بغلوں کی سفیدی کا مشاہدہ کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

مَن کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولَاہُ

آپؐ نے اس جملہ کو تین بار دُہرایا۔

Presented by Ziaraat.Com

عبداللہ بن علقمہ نے ابوسعید سے پوچھا: کیا آپؓ نے خود یہ بات رسولؐ خدا سے سنی تھی؟ ابوسعید نے کہا: جی ہاں۔ اُنھوں نے اپنے کانوں اور سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: میرے کانوں نے اسے سنا اور میرے دل نے اسے یاد رکھا۔

عبداللہ بن شریک کا بیان ہے کہ ہمارے پاس عبداللہ بن علقمہ اور سہم بن حصین آئے۔ جب ہم نے نمازِ ظہر پڑھی۔ اتنے میں عبداللہ بن علقمہ اُٹھا اور کہا: میں خدا کے حضور توبہ کرتا ہوں اور سب علیؑ کی مجھ سے جو گستاخی سرزد ہوئی ہے اس کے لیے میں اپنے رب سے استغفار کرتا ہوں۔ (تاریخ دمشق: جلد ۴۲، ص ۲۲۸)

۲ جابر بن عبداللہؓ

کتاب سیر اعلام النبلاء میں عبداللہ بن محمد بن عقیلؒ سے منقول ہے کہ میں جابرؓ کے گھر بیٹھا تھا اور میرے ساتھ علی بن الحسینؑ، محمد بن حنفیہؒ اور ابوجعفرؒ بھی موجود تھے کہ اتنے میں ایک عراقی وہاں آیا اور اُس نے جابرؓ سے کہا: میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تم نے جحفہ غدیر خم میں رسولؐ خدا سے جو کچھ سنا اور جو کچھ دیکھا تھا مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔

حضرت جابرؓ نے فرمایا: ہم جحفہ کے علاقے غدیر خم میں تھے اور ہمارے ساتھ جہینہ، مزینہ اور غفار قبیلہ کے بہت سے لوگ تھے۔ اتنے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خیمہ سے باہر آئے اور اپنے ہاتھ کے ساتھ تین بار اشارہ کیا اور حضرت علی علیہ السلام کے بازو کو پکڑ کر فرمایا:

مَنْ كُنتُ مَولَاهُ فَعَلِيٌّ مَولَاهُ [1]

"جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے"۔

۳ زید بن ارقم

مستدرک حاکم میں زید بن ارقم سے منقول ہے، ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے یہاں تک کہ ہم غدیر خم کے مقام پر پہنچے۔ آپؐ نے وہاں قیام کیا۔ وہ انتہائی گرم دن تھا۔

آپؐ نے فرمایا: وہ وقت قریب ہے جب مجھے بلایا جائے گا اور میں لبیک کہوں گا۔ میں

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ج ۸، ص ۳۳۴، حدیث ۸۶

Presented by Ziaraat.Com

تمھارے اندر وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ تم اُس کے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کا بازو پکڑا اور فرمایا: لوگو! تمھاری جانوں پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟

لوگوں نے کہا: اللہ اور اُس کے رسولؐ زیادہ حق رکھتے ہیں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: مَنْ کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولَاہُ۔ [1]

غدیر کی کہانی صاحبِ غدیر کی زبانی

حضرت علی علیہ السلام خود بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر غدیر خم تشریف لائے۔ آپؐ نے وہاں منبر بنانے کا حکم دیا۔ آپؐ کے لیے ایک منبر سا بنایا گیا۔ آپؐ منبر پر بلند ہوئے اور میرے بازو کو پکڑا اور آپؐ نے اپنے ہاتھ کو اتنا بلند کیا کہ آپؐ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دینے لگی۔ آپؐ نے بلند آواز سے فرمایا:

مَنْ کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولَاہُ. اَللّٰھُمَّ وَالِ مَن وَالَاہُ وَعَادِ مَن عَادَاہُ

"جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا! تو اُس سے دوستی رکھ جو علیؑ سے دوستی رکھے اور تو اُس سے دشمنی رکھ جو علیؑ سے دشمنی رکھے"۔

چنانچہ اس دن میری دوستی خدا کی دوستی اور میری دشمنی خدا کی دشمنی قرار پائی۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ: آیت ۳)

"آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو کامل کیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کی ہے اور تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کیا ہے"۔

چنانچہ میری ولایت کمالِ دین اور رضائے رب کا باعث بن گئی ہے۔ [2]

---

[1] مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۶۱۳، حدیث ۶۲۴

[2] الکافی: جلد ۸، ص ۲۷، حدیث ۴

Presented by Ziaraat.Com

مولائے کائنات کا احتجاج

احتجاج طبرسی میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے رحلتِ رسولؐ اور انتخابِ ابی بکر کے بعد فرمایا:

يَامَعَاشِرَ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنْصَارِ اَللّٰهَ اَللّٰهَ لَا تَنسَوا نَبِيَّكُمْ اِلَيْكُمْ فِي اَمرِي وَلَا تُخرِجُوا سَلطَانَ مُحَمَّدٍ مِن دَارِهِ وَقَعرِ بَيْتِهِ اِلَى دَورِكُمْ وَقَعرِ بُيُوتِكُمْ .وَلَا تَدفَعُوا أَهلَهُ عَن حَقِّهِ وَمَقَامِهِ فِي النَّاسِ ! فَوَا اللهِ يَا مَعَاشِرَ الجَمعِ ! اِنَّ اللهَ قَطَى وَحَكَمَ وَنَبِيُّهُ اَعلَمُ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ اَحَقُّ بِهٰذَا الاَمرِ مِنْكُمْ .اَمَا كَانَ الْقَارِئُ مِنكُمْ لِكِتَابِ اللهِ ، اَلْفَقِيهُ فِي دِيْنِ اللهِ الْمُصطَلِعُ بِأَمْرِ الرَّعِيَّةِ؛ وَاللهِ اِنَّهُ لَفِينَا فِيْكُمْ ! فَلَا تَتَّبِعُوا الهَوىٰ فَتَزدَادُوا مِنَ الحَقِّ بُعدًا ، وَتُفسِدُوا قَدِيمَكُمْ بِشَرٍّ مِن حَدِيثِكُمْ.

"اے گروہِ مہاجرین و انصار! اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے نبیؐ کے اس عہد کو مت بھولو جو اُنھوں نے میرے معاملہ میں تم سے لیا تھا اور محمدؐ کی حکومت کو اُن کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں مت لے جاؤ اور حق داروں کو حق سے اور ان کے مقام سے دُور نہ کرو۔

اے جمعیتِ حاضرین! اللہ نے فیصلہ کیا ہے اور حکم دیا ہے اور اس حکم سے اللہ کے نبی واقف تھے، تم بھی اس حکم کو جانتے ہو کہ ہم اہلِ بیتؑ تمھاری بجائے اس اَمر کے زیادہ مستحق ہیں۔ کتاب اللہ کا قاری، دین کا فقیہ اور اُمورِ رعیت کو جاننے والا کون ہے؟

یہ خاصیت ہمارے اندر ہے، تمھارے اندر نہیں ہے۔ لہٰذا خواہشات کی پیروی نہ کرو، ورنہ تم حق سے بہت دُور نکل جاؤ گے اور اپنی سابقہ نیکیوں کو موجودہ بُرائی سے تباہ نہ کرو"۔

Presented by Ziaraat.Com

بشیر بن سعد جس نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے لیے زمین ہموار کی تھی جب اُس نے آپؑ کی یہ گفتگو سنی تو کہنے لگا:

اے ابوالحسنؑ! اگر انصار آپؑ کی یہ بات پہلے سن لیتے تو وہ ابوبکرؓ کی بیعت نہ کرتے اور آپؑ کی ذات پر دو اشخاص کا بھی اختلاف نہ ہوتا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"لوگو! کچھ تو انصاف کرو۔ کیا میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کو چھوڑ کر حکومت و اقتدار کے جھگڑوں میں داخل ہو جاتا؟ ہمیں تو یہ اندازہ ہی نہ تھا کہ لوگ ہم اہلِ بیتؑ سے نزاع کریں گے اور ہمارا حق چھین لیں گے، جب کہ رسولِ خداؐ نے غدیرِ خم کے دن کسی کے لیے کوئی حجت چھوڑی ہی نہ تھی اور کسی اعتراض کرنے کے لیے اعتراض کی گنجائش ہی باقی نہ رکھی تھی"۔ [1]

بنتِ پیغمبرؐ کا احتجاج

جب سیّدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے فدک چھین لیا گیا تو آپؑ نے انصار سے خطاب کیا۔ آپؑ کے خطاب کے بعد انصار نے یہ کہا تھا کہ اگر ہم یہ باتیں بیعتِ ابی بکر سے پہلے سن لیتے تو کسی کو بھی حضرت علیؑ کے برابر قرار نہ دیتے۔

سیّدہ بتول سلام اللہ علیہا نے فرمایا:

کیا غدیرِ خم میں میرے والد ماجد نے کسی کے لیے عذر بہانہ کی گنجائش چھوڑی تھی۔ (الخصال: ص ۱۷۳)

مخدومۂ کونینؑ نے فرمایا:

أَنَسِيتُم قَولَ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَومَ غَدِيرِ خُمٍّ: مَن كُنتُ مَولَاهُ فَعَلِيٌّ مَولَاهُ

"کیا تم رسولِ خداؐ کے غدیرِ خم کے فرمان کو بھول گئے ہو؟ آپؐ نے فرمایا

---

[1] احتجاج طبرسی: جلد اوّل، ص ۱۸۳، حدیث ۳۶

Presented by Ziaraat.Com

تھا: مَنْ کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولَاہُ۔

مناشداتِ علیؑ

مسند احمد بن حنبل میں ابوالطفیل سے منقول ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کو رحبہ کوفہ میں جمع کیا اور فرمایا: میں ہر اس مسلمان کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس نے غدیرخم کے دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنا ہو تو وہ اُٹھ کر گواہی دے۔

اس پر تیس صحابہ نے اُٹھ کر گواہی دی۔

ابونعیم نے لکھا ہے کہ بہت سے لوگوں نے گواہی دی کہ واقعی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیرخم میں پہلے یہ اقرار کروایا تھا کہ میں تمام مومنین کی جان پر ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں۔ سب نے اس کا اقرار کیا تھا۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا تھا:

مَنْ کُنتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا مَوْلَاہُ. اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ

"جس کا میں مولا ہوں تو یہ اُس کا مولا ہے۔ خدایا! تو اُس سے دوستی رکھ جو علیؑ سے دوستی رکھے اور تو اُس سے دشمنی رکھ جو علیؑ سے دشمنی رکھے"۔

راوی کہتا ہے: میرے دل میں اضطراب پیدا ہوا۔ میں زید بن ارقم سے ملا اور اُن سے کہا کہ آج میں نے علیؑ بن ابی طالبؑ سے یہ باتیں سنی ہیں۔

زید بن ارقم نے کہا: تجھے انکار کیوں ہے؟ میں نے رسولِ اکرمؐ سے خود یہ بات سنی تھی۔ [1]

ایک اور روایت کے مطابق بارہ صحابہ نے گواہی دی تھی کہ ہم نے مَن کُنتُ مَولَاہُ کا فرمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔ [2]

اسلام میں عیدِ غدیر

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یَومُ غَدِیرِ خُمٍّ اَفضَلُ اَعیَادِ اُمَّتِی ھُوَ الیَومُ الَّذِی اَمَرَنِی اللہُ

---

[1] مسند احمد بن حنبل: ج ۷، ص ۸۲، حدیث ۱۹۳۲۱

[2] السنۃ لابن ابی عاصم، ص ۵۹۳، حدیث ۱۳۷۳

Presented by Ziaraat.Com

تَعَالٰی ذِکْرُہٗ فِیْہِ بِنَصْبِ اَخِیْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَمًا لِاُمَّتِیْ یَھْتَدُوْنَ بِہٖ مِنْ بَعْدِیْ وَھُوَ الْیَوْمُ الَّذِیْ اَکْمَلَ اللّٰہُ فِیْہِ الدِّیْنَ وَاَتَمَّ عَلٰی اُمَّتِیْ فِیْہِ النِّعْمَۃَ وَرَضِیَ لَھُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

"میری اُمت کے لیے افضل ترین غدیر خم کی عید ہے۔ اس دن خدا نے مجھے اپنے بھائی علیؑ بن ابی طالبؑ کو اُمت کا امام نصب کرنے کی تاکید فرمائی تاکہ اسی کے ذریعے لوگ میرے بعد ہدایت پائیں اور یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے دین کو کامل کیا اور میری اُمت پر اپنی نعمت تمام کی اور ان کے لیے دین اسلام سے راضی ہوا"۔ [1]

مصباح المتہجد میں فیاض بن محمد طرسوسیؒ سے منقول ہے:

میں غدیر کے دن حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے وہاں پر موجود تمام افراد کو افطار کروایا اور حاضرین کو نئے لباس اور نئے جوتے اور نئی انگوٹھیاں عطا فرمائیں۔ آپؑ نے اپنے تمام ملازمین کو نئے جوڑے دیے اور ان میں تحفے تحائف بانٹے۔ [2]

---

[1] امالی صدوق: ص ۱۸۸، حدیث ۱۹۷

[2] مصباح المتہجد: ص ۷۵۲

Presented by Ziaraat.Com

گیارہویں فصل

پیغمبرؐ اسلام کی خلیفہ کے تعیین کے لیے آخری کوشش

قلم دوات طلب کرنا (حدیث قرطاس)

صحیح بخاری میں زہری سے منقول ہے، اُس نے یہ روایت عبیداللہ بن عبداللہ سے اور اُس نے ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے:

لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللهِ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيهِم عُمَرُ بنُ الخَطّاب، قَالَ النَّبِيُّ : هَلُمَّ اَكتُب لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعدَهُ ،فَقَالَ عُمَرُ: اِنَّ النَّبِيَّ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الوَجَعُ!! وَ عِنْدَكُمُ القُرآنُ، حَسبُنَا كِتَابَ اللهِ!! فَاختَلَفَ أَهلُ البَيْتِ فَاختَصَمُوا ، مِنْهُم مَن يَقُولُ: قَرِّبُوا يَكتُبُ لَكُمُ النَّبِيُّ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعدَهُ، وَ مِنْهُمْ مَن يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ ،فَلَمَّا اَكثَرُوا اللَّغوَ وَالاِختِلَافَ عِندَ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ رَسُولُ اللهِ: قُومُوا.

قَالَ: عُبَيْدُ اللهِ: فَكَانَ ابنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: اِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَينَ رَسُولِ اللهِ وَبَينَ اَنْ يَكتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ ،مِنْ اختِلَافِهِم وَلَغَطِهِمْ [1]

"جب رسولؐ خدا کی وفات کا وقت قریب آیا تو اُس وقت گھر میں کچھ مرد حضرات تھے ان میں عمر بن خطاب بھی تھے۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے پاس لکھائی کا سامان لے آؤ تا کہ میں تمھارے لیے ایسی دستاویز لکھ دوں کہ میرے بعد تم گمراہی سے محفوظ ہو جاؤ۔

---

[1] صحیح بخاری: ج۵، ص۲۱۳۶، حدیث ۵۳۴۵

Presented by Ziaraat.Com

اس پر عمر بن خطاب نے کہا: نبیؐ پر درد کا غلبہ ہوگیا ہے، ہمارے پاس قرآن موجود ہے اور ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ اس پر گھر میں موجود افراد میں اختلاف پیدا ہوگیا اور وہ جھگڑنے لگے، کچھ کہنے لگے کہ لکھائی کا سامان آپؐ کی خدمت میں پیش کریں تاکہ آپؐ ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہی سے بچے رہو۔ اور کچھ دوسرے افراد وہی کچھ کہتے تھے جو حضرت عمرؓ نے کہی تھی۔

پھر جب نبی کریمؐ کے پاس شور اور اختلاف بڑھا تو آپؐ نے فرمایا: اُٹھ کر چلے جاؤ۔ عبیداللہ کہتے تھے کہ ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ سب سے بڑا المیہ یہ ہوا کہ لوگوں کے اختلاف اور شور وغوغا کی وجہ سے رسولؐ خدا کو تحریر نہ لکھنے دی گئی"۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے:

يَومَ الخَمِيسِ، وَمَا يَومُ الخَمِيسِ !! اِشتَدَّ بِرَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَجَعُهُ، فَقَالَ: اِيتُونِي أَكتُب لَكُم كِتَابًا لَن تَضِلُّوا بَعدَهُ أَبَدًا. فَتَنَازَعُوا، وَلَا يَنبَغِي عِندَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوا: مَا شَأنُهُ! أَهَجَرَ؟!! اِستَفهِمُوهُ!! فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيهِ. فَقَالَ: دَعُونِي، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيرٌ مِمَّا تَدعُونَنِي إِلَيهِ. [1]

---

[1] صحیح بخاری: جلد ۴، ص ۱۲۵۹، حدیث ۲۱:

"ہجر" کا معنی: روایت میں اہجر کے الفاظ آئے ہیں۔ ابن اثیر لکھتے ہیں: اَهجَرَ فِي مَنطِقِهِ يُهجِرُ إِهجَارًا (باب افعال) اس کا معنی ہے کہ اس نے فحش بات کہی اور غیر مناسب گفتگو کی۔ اس سے اسم هُجرٌ اور هَجرًا ہے۔ جب کوئی غلط کام کرے اناپ شناپ بولنے لگے اور ہذیان کہنے لگے۔ پیغمبرؐ کی بیماری کی کیفیت کے ضمن میں یہ الفاظ بیان ہوئے ہیں: مَا شَأنُهُ: أَهَجَرَ اُن کا کیا معاملہ ہے۔ وہ ہذیان کہہ رہے ہیں"۔ یعنی بیماری کی وجہ سے ان کا کلام بدل گیا ہے۔ اس جملہ کو استفہامیہ جملہ سمجھنا چاہیے یعنی لوگ یہ کہنے لگے کہ کیا نبیؐ کو ہذیان ہوگیا ہے؟ اور یہ مفہوم سب سے بہتر ہے۔ اسے خبر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ نبی فحش اور ہذیان کہہ رہے ہیں۔ یہ الفاظ حضرت عمر نے کہے تھے اور ان کے متعلق یہ گمان ←

Presented by Ziaraat.Com

''جمعرات کا دن، کیا جانو کہ جمعرات کا دن کیا تھا؟ اس دن رسولؐ خدا کے درد میں شدت آ گئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: میرے پاس لکھائی کا سامان لادو، تاکہ میں تمھارے لیے ایسی دستاویز لکھ دوں کہ تم اس کے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔

اس پر وہاں پر موجود افراد میں جھگڑا شروع ہوگیا، جب کہ نبیؐ کے پاس جھگڑنا جائز نہیں ہے۔ کہنے لگے: انھیں کیا ہوا ہے۔ وہ ہذیان کہہ رہے ہیں؟ اسے سمجھنے لگے اور نبیؐ کے فرمان کو بار بار ٹھکرانے لگے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی تم مجھے دعوت دے رہے ہو''۔

صحیح مسلم میں سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ ابن عباس نے کہا:

يَوْمُ الْخَمِيسِ، وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ! ثُمَّ جَعَلَ تَسِيلُ دُمُوعُهُ، حَتّٰى رَأَيْتُ عَلٰى خَدَّيْهِ كَأَنَّهَا نِظَامُ اللُّؤْلُؤِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ: اِيتُونِي بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا، فَقَالُوا: إِنَّ رَسُولَ اللهِ يَهْجُرُ!![1]

''جمعرات کا دن، تم کیا جانو کہ جمعرات کا دن کیا تھا؟ یہ کہا تو ان کے آنسو ان کے رخساروں پر موتیوں کی طرح سے ٹپکنے لگے۔ کہا: اس دن رسولؐ خدا نے فرمایا تھا: میرے پاس جانور کا شانہ لاؤ اور دوات لاؤ۔ میں تمھیں

← نہیں کیا جاسکتا۔ (مرضِ مترجم) سوادِ اعظم کے علماء صفائی میں جو کچھ کہتے رہیں، لیکن حقیقت یہی ہے کہ ہجر (ہذیان) کو کہا جاتا ہے جیسا کہ دیوان متنبی میں ہے:

أَأَنطِقُ فِيكَ هِجْرًا بَعْدَ عِلْمِي ''کیا جاننے کے بعد بھی میں تیرے متعلق ہذیان کہہ سکتا ہوں''۔

تمام شارحینِ متنبی نے اس کا ترجمہ ہذیان کیا ہے اور علامہ شبلی نعمانی نے بھی الفاروق میں صحیح بخاری کی یہ حدیث نقل کی ہے اور اس کے اُردو ترجمہ میں اُنھوں نے بھی ہذیان ہی لکھا ہے۔ مزید تحقیق کے لیے علامہ تیجانی کی کتاب ''المیہ جمعرات'' کا مطالعہ فرمائیں۔ (من المترجم عفی عنہ)

[1] صحیح مسلم، جلد ۳، ص ۱۲۵۹، حدیث ۲۱

Presented by Ziaraat.Com

ایسی دستاویز لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ لوگوں نے کہا: رسولؐ خدا ہذیان کہہ رہے ہیں"۔

حدیثِ قرطاس

واقعۂ قرطاس تاریخِ اسلام کا بدترین سانحہ ہے اور اس میں کلمہ پڑھنے والوں نے اپنے پیغمبرؐ کو زندگی کے آخری لمحات میں اذیت دی تھی اور آپؐ کے دماغ پر سوالیہ نشان عائد کرتے ہوئے آپؐ کے فرمان کی اس حد تک بے توقیری کی کہ آپؐ کے فرمان کو ہذیان کہا گیا، جب کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خدا کا فرمان ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

"رسولؐ اپنی خواہش سے گفتگو نہیں کرتا وہ تو بس وہی کہتا ہے جو وحی کہتی ہے"۔

رسولؐ خدا کی زندگی کے آخری لمحات تھے۔ آپؐ نے اپنے حجرہ میں موجود افراد سے فرمایا: "میرے پاس لکھائی کا سامان لاؤ تاکہ میں تمھارے لیے ایسی دستاویز تحریر کروں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے"۔

اگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے کوئی عام شخص بھی اسی طرح کی خواہش کا اظہار کرتا تو بھی لوگ اُسے لکھائی کا سامان فراہم کر دیتے، لیکن یہاں دیکھ کر انسان کو حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ نے رسولِ اکرمؐ کی اس خواہش کو پورا نہیں ہونے دیا تھا اور ان کی طرف سے اس مزاحمت کے اسباب سے بھی ہر باشعور انسان واقف ہے۔

روایات بیان کرتی ہیں کہ یہ حضرت اکیلے نہیں تھے بلکہ ان کی پارٹی کے اور افراد بھی موجود تھے جنھوں نے فرمانِ پیغمبرؐ سن کر خوب شور شرابہ برپا کیا تھا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری خواہش کو پورا نہ ہونے دیا تھا۔ ہمیں مکتبِ خلافت کے کچھ بہی خواہوں پر تعجب ہوتا ہے جنھوں نے حضرت عمرؓ کی اس حرکت کو اُن کی ولایت کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے یہ لکھا کہ حضرت عمرؓ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وصیت نہیں لکھنے دی تھی۔ ان کا یہ فعل ان کی فقہ اور اُن کے فضائل اور دقیق نظری پر مبنی تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

انھیں یہ خوف تھا کہ عین ممکن ہے کہ رسولؐ خدا آخری لمحات میں ایسا کچھ لکھا دیں جس پر اُمت کے افراد عمل نہ کر سکیں اور نافرمانی کی وجہ سے گناہ گار قرار پائیں اور مستحق عقوبت ٹھہریں، کیونکہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریر آجاتی تو پھر وہ منصوص ہوتی اور اُمت کے پاس اجتہاد کا جو دروازہ تھا، وہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتا۔(ملاحظہ فرمائیں: شرح صحیح مسلم نووی، جلد ۱۱، ص ۹۹، برحاشیہ، حدیث ۱۶۳۷)

خدا جانے کہ نووی نے یہ کیوں لکھ ڈالا جب کہ رسولؐ کہہ رہے ہیں کہ میں ایسی دستاویز لکھنا چاہتا ہوں جس کی وجہ سے تم گمراہی سے بچ جاؤ گے۔ مگر نووی اور اس کے قبیل کے علماء یہ تاثر دے رہے ہیں کہ رسولؐ کا وصیت نامہ عذاب کا سبب بنتا تھا۔ اور یہ حضرت عمرؓ کی فقہ اور دقیق نظری تھی کہ اُمت کو اس سے بچا لیا تھا۔

یہاں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے اور ہے اور خلیفہ ثانی کی رائے اور ہے، مگر اس میں خلیفہ کی رائے کو صائب قرار دیا جا رہا ہے۔

قاضی عیاض نے تو اور ہی رنگ کی قلابازی کھائی ہے اور انھوں نے حدیث قرطاس کا چہرہ بھی بدل ڈالا ہے۔

موصوف لکھتے ہیں: حدیث میں اَھَجَرَ کے الفاظ ہیں اس میں اَ استفہامیہ ہے اور ھَجَرَ فہم طلب ہے گویا اس روایت کا ماحصل یہ ہے کہ رسولؐ خدا نے قلم دوات طلب کی تو کچھ لوگوں نے کہا: انھیں قلم دوات مت دو، انھیں بخار کی اذیت ہے۔

اس موقع پر حضرت عمرؓ کی غیرت جاگی اور اُنھوں نے قلم نہ دینے والوں کو ڈانٹ کر کہا: تم کیا کر رہے ہو، ہمارے رسولؐ ہذیان تھوڑی کہہ رہے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے یہ جملہ رسولؐ خدا کی مخالفت کرنے والوں سے کہا تھا، رسولؐ مقبول کے لیے ہرگز نہیں کہا تھا..... الی آخرہ۔

ب: لشکرِ اُسامہ کی تیاری

طبقاتِ کبریٰ میں مرقوم ہے کہ ابنِ عمر نے بیان کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر

Presented by Ziaraat.Com

تیار کیا اور اُس لشکر میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو شامل ہونے کا حکم دیا۔ آپؐ نے اُسامہ بن زید کو لشکر کا سالار مقرر کیا۔ لوگوں نے اُس کی کم سنی پر اعتراضات کیے۔ یہ خبر آنحضرتؐ کو ملی تو آپؐ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا:

لوگوں نے اُسامہ کی امارت پر اعتراض کیا ہے۔ اس سے قبل ان لوگوں نے اس کے والد زید کی سالاری پر بھی اعتراض کیا تھا۔ جب کہ وہ باپ اور بیٹا دونوں ہی سالاری کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اُسامہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔ میں تمھیں اُسامہ کے متعلق بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ (طبقاتِ کبریٰ: جلد ۲، ص ۲۴۹)

انساب الاشراف میں مرقوم ہے کہ لشکرِ اُسامہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دوسرے مشہور مہاجرین و انصار شامل تھے۔ (انساب الاشراف: جلد ۲، ص ۱۱۵)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لشکر اسامہ کو روانہ کرو۔ خدا اس پر لعنت کرے جو اس سے پیچھے رہ جائے۔ (الملل والنحل: جلد اوّل ص ۲۳)

ایک سوال جس کا جواب ضروری ہے

ہم نے ان فصول میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس اَن تھک جدوجہد پر بحث کی ہے جو کہ حبیبِ خدا نے اپنے بھائی امیرالمومنینؑ کی ولایت و امارت کے لیے سرانجام دی تھی۔ آپؐ نے ہر مناسب موقع پر امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی امارت و ولایت کو واضح کیا تھا۔ آپؐ نے کبھی تو صاحب کہہ کر اور کبھی رفیق کہہ کر اور کبھی وصی، وزیر اور خلیفہ کہہ کر حضرت علی علیہ السلام کی امامت کو واضح کیا تھا۔

آپؐ کی خواہش تھی کہ رسالت کی تعلیمات ایک معصوم ہاتھ میں ہونی چاہییں اور اُمت کا مستقبل امین ہاتھوں میں ہونا چاہیے۔

آپؐ نے حکمِ خداوندی کے مطابق غدیرِ خم کے جلسۂ عام میں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و امامت کا اعلان کیا تھا اور آپؐ کی دستار بندی کرائی تھی۔ پھر مدینہ پہنچ کر اُسامہ کا لشکر تیار کرایا تاکہ وفات کی شکل میں حضرت علی علیہ السلام کا مدمقابل کوئی نہ ہو، لیکن یہاں بھی اندرونی سازشیں

Presented by Ziaraat.Com

کارفرما ہیں۔ پھر آپؐ نے چاہا کہ اپنی تقریر کو تحریر میں بدل دیں، تاکہ کوئی بھی مسلمان گمراہ نہ ہو سکے، لیکن کچھ افراد نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وصیت بھی تحریر نہیں کرنے دی تھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرطاس وقلم کا واقعہ جمعرات کے دن کا ہے جیسا کہ حضرت ابنِ عباسؓ نے اس کی وضاحت کی ہے۔ جب کہ حبیبؐ خدا اس کے بعد تین دن تک زندہ رہے تھے اگر وہ تحریر اتنی ہی ضروری تھی تو آپؐ نے بعد میں کیوں نہ لکھوائی؟

اس سوال کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ سازشی افراد نے قولِ رسولؐ کو ہذیان کہہ کر آپؐ کے فرمان کو مسترد کر دیا تھا۔ اب اگر بالفرض حبیبؐ خدا بعد میں وصیت نامہ تحریر بھی کراتے تو سازشی افراد اسے کبھی نہ مانتے، اس کی بجائے آج مکتبِ خلافت کی ترجمانی کرنے والے کچھ اس طرح کی بحث کر رہے ہوتے کہ آیا جو احکام رسولؐ خدا نے بیماری کی شدت اور ہذیان کی حالت میں لکھوائے ہیں کیا ان پر بھی عمل کرنا ضروری ہے؟

قارئین کرام! یقین کریں اگر اس طرح کی بحث عالمِ اسلام میں شروع ہوتی تو نبوت و رسالت پر سے لوگوں کا ایمان ہی ختم ہو جاتا اور ہر حدیث پر یہ بحث ہوتی کہ کیا یہ حدیث صحت میں کہی گئی تھی یا بیماری کے عالم میں کہی گئی تھی؟!!

کچھ حضرات لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہ بہانہ تراشتے ہیں کہ اگر وہ تحریر اتنی ہی ضروری تھی تو حضرت علی علیہ السلام نے کیوں نہ لکھوائی تھی؟

ان حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ حدیث کو سمجھیں۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا: ''لکھائی کا سامان لاؤ تاکہ میں ایسی دستاویز لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہی سے بچ جاؤ گے''۔

حدیث کے الفاظ بیان کر رہے ہیں کہ یہ حکم ان لوگوں کے لیے تھا، جن کے گمراہ ہونے کا اندیشہ تھا، جب کہ حضرت علی علیہ السلام تو معصوم تھے اُن کی گمراہی کا کوئی اندیشہ ہی نہیں تھا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلم دوات اُن سے مانگی ہی نہیں تھی۔ قلم دوات غیر معصوم افراد سے مانگی گئی تھی لیکن اُنھوں نے اپنی مصلحت کے پیشِ نظر قلم دوات پیش ہی نہیں کی تھی۔

یہ بات ناقابلِ فہم ہے کہ جب رسولِ مقبولؐ اپنی خلافت کے لیے تحریر لکھنا چاہتے تھے

Presented by Ziaraat.Com

تو بھانت بھانت کی بولیاں شروع ہوگئی تھیں اور یہ کہا گیا کہ آپؐ سخت بیمار ہیں لہٰذا انھیں تکلیف نہ دو۔ یہ ہذیان میں یہ باتیں کر رہے ہیں وغیرہ لیکن دو ہی برس گزرے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ دُنیا سے رخصت ہونے لگے۔ وہ بار بار بے ہوش ہوجاتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کو بلایا گیا کہ تم میری وصیت لکھو اور اُنھوں نے اپنی وصیت میں حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

اس وقت اعتراض کرنے والے کہاں گئے تھے؟ کسی نے یہ کیوں نہ کہا کہ یہ سخت بیمار ہیں۔ انھیں تکلیف نہ دو؟ ان پر بیماری غلبہ کرچکی ہے اور یہ ہذیان کہہ رہے ہیں؟ ان کی باتوں کو چھوڑ دو؟ ہمارے پاس قرآن موجود ہے اور ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے؟ کیا کوئی باشعور شخص ہمیں سمجھا سکتا ہے کہ دو شخصیات کی دو وصیتوں کے لیے دو رویے کیوں اپنائے گئے تھے؟!!

کاش! اگر مسلمانوں نے رسولؐ خدا کی نافرمانی نہ کی ہوتی تو آج عالمِ اسلام کی تاریخ جدا ہوتی۔ (النص والاجتہاد، ص ۱۲۵-۱۳۸)

Presented by Ziaraat.Com

چوتھا باب

علیؑ نبیؐ کی وفات سے لے کر اپنی بیعت تک

پہلی فصل : واقعاتِ سقیفہ

دوسری فصل : خلیفۂ ثانی کا عہد

تیسری فصل : خلافتِ عثمانؓ کا ابتدائی حصّہ

چوتھی فصل : حضرت عثمانؓ کی مخالفت کے اَسباب

پانچویں فصل : عثمانی خلافت کا خاتمہ

Presented by Ziaraat.Com

پہلی فصل

واقعاتِ سقیفہ

الف: وفاتِ پیغمبرؐ کا انکار

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت ہوئی تو آپؐ نے دُنیا کو الوداع کہا اور آپؐ رفیق الاعلیٰ کے حضور چلے گئے۔ آپؐ کی وفات سے شہر یثرب لرز اُٹھا اور ہر سمت سے چیخ و پکار کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ آپؐ کی موت نے ہر دل کو غمگین کیا اور لوگ اپنے پیارے پیغمبرؐ کے غم میں سوگوار ہو گئے تھے۔ غم کی گھڑی میں ایک شخص ایسا بھی تھا جس نے آپؐ کی وفات کی خبر کو جھوٹا کہا اور نبیؐ کی موت کی خبر دینے والوں کو دھمکیاں دیں۔ وہ شخص عمر بن الخطابؓ تھے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا نے اُنھیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانے۔ مغیرہ بن شعبہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کو دیکھ کر کہا کہ اُن کی وفات ہو چکی ہے، لیکن حضرت عمرؓ نے اُسے جھٹلایا اور کہا کہ تم فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو۔

وفاتِ رسولؐ کے وقت حضرت ابوبکرؓ "محلہ سنح" میں مدینہ سے باہر تھے۔ اُنھیں وفاتِ پیغمبرؐ کی خبر دی گئی۔ وہ مدینہ آئے، اُنھوں نے یہاں آکر حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو دھمکیاں دے رہے ہیں اور وفاتِ رسولؐ کا انکار کر رہے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے جیسے ہی حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا تو وہ بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ جنازہ کے پاس آئے اور آپؐ کے چہرے سے چادر ہٹائی اور ایک مختصر خطبہ دیا اور قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت کی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران: ۱۴۴)

"محمدؐ بس ایک رسولؐ ہیں، اُن سے پہلے بھی رسولؐ گزر چکے ہیں تو کیا اگر محمدؐ

Presented by Ziaraat.Com

مرجائیں یا مار دیئے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟"

جب حضرت ابوبکرؓ کی یہ تقریر سنی تو حضرت عمرؓ کو سکون محسوس ہوا اور اُن کی اضطرابی حالت ختم ہوگئی۔ اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ اس دن مجھے یوں لگا جیسا کہ میں نے زندگی میں یہ آیت پہلی بار سنی ہو۔

سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عمرؓ کو اس آیت کا پہلے سے کوئی علم نہ تھا اور کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ حبیبؐ خدا اس دورِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں؟!

کچھ حضرات نے یہ کہا ہے کہ واقعی حضرت عمرؓ نہیں جانتے تھے کہ لوگ حبیبؐ خدا کی وفات کی خبر سن کر اسلام سے ہی منحرف نہ ہوجائیں۔ جب کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نہایت ذہین اور موقع کی مناسبت کے مطابق فیصلہ کرنے والے انسان تھے اور بالخصوص وہ پیغمبر اکرمؐ کی لحہ بہ لحہ گرتی ہوئی حالت سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ اُنھوں نے جان بوجھ کر یہ اقدام اُٹھایا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وفاتِ رسولؐ سے کوئی فریق فائدہ اُٹھا کر کسی کو خلیفۂ رسولؐ نہ بنا ڈالے۔

وہ جانتے تھے کہ سر دست حضرت ابوبکرؓ موجود نہیں ہیں اور وہ چاہتے تھے کہ ان کی آمد تک لوگوں کو اس غیر یقینی صورتِ حال میں مبتلا رکھیں۔ اور ہمارے نظریہ کی تائید خود ان کے اس بیان سے ہوجاتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ آئے، اُنھوں نے مختصر خطبہ دیا تو مجھے تسکین حاصل ہوگئی اور میرے ہوش و حواس ٹھکانے آگئے۔

حضرت عمرؓ نے جان بوجھ کر یہ جملے کہے تھے اور اس کے پس منظر میں ان کے مخصوص مقاصد کارفرما تھے۔ ورنہ حضرت عمرؓ اتنے سادہ بھی نہ تھے جتنا کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر کر رہے تھے اور وہ شخص جو چند لحات پہلے ہذیانی کیفیت میں تھا اُس نے جیسے ہی اپنے مربی کو دیکھا تو وہ فوراً ٹھیک ہوگیا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے اُن کی قلبی ماہیت اور سقیفہ میں فیصلہ کن کردار کے متعلق فرمایا تھا:

احلب حلبا لك شطره

"اس ناقہ کو اچھی طرح سے دوہ لو اس کے دودھ میں تمھارا بھی حصّہ ہے"۔

Presented by Ziaraat.Com

طبقاتِ کبریٰ میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت عمرؓ اور مغیرہ بن شعبہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور رسولِ اکرمؐ کے چہرے سے چادر ہٹائی تو حضرت عمرؓ نے کہا: ہائے! اتنی طویل خشی۔

پھر دونوں اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ جب دروازے پر پہنچے تو مغیرہ نے کہا: عمرؓ! خدا کی قسم! رسولِ خدا کی وفات ہو چکی ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا: تو جھوٹ بولتا ہے۔ آنحضرتؐ کی وفات نہیں ہوئی لیکن تو فتنہ کھڑا کرنا چاہتا ہے۔ رسولِ خدا اس وقت تک نہیں وفات پائیں گے جب تک وہ منافقین کو سزا نہ دے لیں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ آئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ ابوبکر نے اُنھیں خاموش رہنے کا حکم دیا تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر ابوبکرؓ نے خطبہ دیا اور حمد وثنا کے بعد قرآنِ کریم کی یہ آیت پڑھی:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر: ۳۰)

"یقیناً آپؐ مرنے والے ہیں اور یقیناً وہ بھی مرنے والے ہیں"۔

پھر یہ آیت تلاوت کی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران: ۱۴۴)

"محمدؐ بس اللہ کے رسولؐ ہیں، اُن سے پہلے بھی رسولؐ گزر چکے ہیں اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟"

پھر اُنھوں نے کہا: لوگو! جو محمدؐ کی عبادت کرتا تھا تو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمدؐ وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو پھر اللہ زندہ ہے اس پر موت واقع نہیں ہوگی۔

حضرت عمرؓ نے حیران ہو کر کہا: کیا یہ کتاب اللہ میں ہے؟

حضرت ابوبکرؓ نے کہا: جی ہاں یہ اللہ کی کتاب میں ہے۔

اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا: لوگو! یہ ابوبکرؓ ہیں اور مسلمانوں میں معمر شخص ہیں، تم ان کی بیعت کر لو۔

Presented by Ziaraat.Com

لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرلی۔ (طبقاتِ الکبریٰ: جلد ۲، ص ۲۶۷)

ب: داستانِ سقیفہ بزبانِ عمر بن الخطابؓ

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے آواخر میں کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے ایک کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ خدا کی قسم! اگر عمرؓ مرگیا تو میں فلاں کی بیعت کرلوں گا۔

خبردار! کوئی شخص دھوکہ میں نہ رہے اور یہ نہ کہے کہ ابوبکرؓ کی بیعت اچانک ہوئی تھی، مگر پھر بھی مکمل ہوگئی تھی۔ درست ہے کہ ایسا ہی ہوا تھا، لیکن خدا نے اس کے شر سے بچالیا تھا، لیکن تمھارے اندر حضرت ابوبکرؓ جیسا انسان موجود نہیں ہے کہ جس کی طرف لوگوں کی گردنیں اُٹھتی ہوں۔ جس نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی کی بیعت کی تو اُس کی بیعت ناقابلِ قبول ہوگی۔ بیعت کرنے والے اور بیعت لینے والے دونوں کو قتل کردیا جائے گا۔

ہماری خبر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ خدا کو وفات دی تو انصار نے ہماری مخالفت کی اور وہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جاکر جمع ہوگئے اور علیؑ ہمارا مخالف ہوگیا۔ اور زبیرؓ اور ان دونوں کے تمام ساتھی ہمارے مخالف ہوگئے۔

مہاجرین ابوبکرؓ کے پاس جمع ہوئے۔ میں نے ان سے کہا: آؤ ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس چلیں۔ ہم اُن سے ملنے کے لیے روانہ ہوئے۔ جب ہم اُن کے قریب پہنچے تو دو نیک اشخاص ہم سے ملے اور اُنھوں نے ہمیں ان کے ارادوں سے باخبر کیا اور پوچھا: تم مہاجرین کہاں جارہے ہو؟

ہم نے کہا: ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جارہے ہیں۔

ان دونوں نے ہمیں کہا: تم لوگ ان کے پاس مت جاؤ، تمھیں جو بھی فیصلہ کرنا ہے خود ہی کرلو۔

میں نے کہا: خدا کی قسم! ہم ضرور اُن کے پاس جائیں گے۔

الغرض ہم سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے۔ وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس نے چادریں

Presented by Ziaraat.Com

اُوڑھ رکھی تھیں۔

میں نے کہا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ سعد بن عبادہ ہے۔

میں نے کہا: اسے کیا ہوا ہے؟ جواب دیا گیا: اسے بخار چڑھا ہوا ہے۔

ہم تھوڑی دیر کے لیے بیٹھے کہ ان کے خطیب نے خدا کی حمد وثنا کے بعد کہا:

امابعد! ہم خدا کے مددگار اور اسلام کا لشکر ہیں جب کہ اے مہاجرین! تمھیں تمھاری قوم نے اپنے وطن سے نکالا تھا، لیکن آج مہاجرین یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں ہماری اصلیت سے جدا کردیں اور ہمیں حکومت سے دُور رکھیں۔

جب وہ خاموش ہوا تو میں نے گفتگو کرنے کا ارادہ کیا اور میں نے اس کے لیے ایسی گفتگو تیار کی ہوئی تھی جو مجھے پسند تھی اور میں چاہتا تھا کہ ابوبکرؓ سے پہلے میں وہ گفتگو کروں۔ پھر جب میں نے بولنے کا ارادہ کیا تو ابوبکرؓ نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور میں نے بھی اسے ناراض کرنا پسند نہیں کیا تھا۔

ابوبکرؓ نے گفتگو کی۔ وہ مجھ سے زیادہ بُردبار اور باوقار تھے۔ خدا کی قسم! میں نے جو کچھ سوچا تھا ابوبکرؓ نے اپنی فی البدیہہ تقریر میں وہ تمام باتیں کہہ دیں، بلکہ ان سے بھی افضل باتیں بھی تھیں، یہاں تک کہ وہ خاموش ہوگئے۔ اور پھر کہا کہ تم لوگوں نے اپنی بھلائی کے متعلق جو کچھ کہا ہے بلاشک تم اس کے اہل ہو، لیکن حکومت کا معاملہ صرف قریش کو ہی زیبا ہے۔ وہ نسب اور گھر کے اعتبار سے عرب کا درمیانی حصّہ ہیں۔ میں نے تمھارے لیے یہ دو افراد چنے ہیں ان میں سے تم جس کی بھی چاہو بیعت کرلو۔

پھر اُنھوں نے میرے اور ابوعبیدہ بن الجراح کے ہاتھوں کو پکڑا۔ میں نے کہا: مجھے قتل ہونا منظور ہے، لیکن میں کسی ایسی جماعت کا حاکم نہیں بن سکتا، جس میں ابوبکرؓ موجود ہو۔ اس وقت انصار میں سے ایک شخص نے کہا: میں دانا اور تجربہ کار شخص ہوں۔ ایک امیر تم میں سے ہونا چاہیے اور ایک ہم میں سے ہونا چاہیے۔ اس پر ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگی۔ اس میں مجھے اختلاف کا خوف لاحق ہوا۔

میں نے ابوبکرؓ سے کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ اُنھوں نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے

Presented by Ziaraat.Com

اُن کی بیعت کی اور مہاجرین نے اُن کی بیعت کی۔ پھر انصار نے اُن کی بیعت کی اور ہم سعد بن عبادہ پر چڑھ دوڑے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا: تم لوگوں نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا ہے۔ میں نے کہا: اللہ سعد بن عبادہ کو مارے۔ [1]

ج: بیعتِ ابوبکرؓ سے تخلف کرنے والے

مؤرخ یعقوبی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سے مہاجرین و انصار کی ایک جماعت نے بیعت سے تخلف کیا تھا اور وہ علیؑ بن ابی طالبؑ کی طرف مائل تھے۔ ان لوگوں میں عباس بن عبدالمطلبؓ، فضل بن عباسؓ، زبیرؓ بن العوام، خالدؓ بن سعید، مقدادؓ بن عمرو، سلمانؓ فارسی، ابوذرؓ غفاری، عمارؓ بن یاسر، براءؓ بن عازب اور ابیؓ بن کعب جیسی ممتاز شخصیات شامل تھیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ بن الخطاب، ابوعبیدہؓ بن الجراح اور مغیرہؓ بن شعبہ کو طلب کر کے اُن سے مشورہ طلب کیا۔ انھوں نے کہا: ہماری رائے یہ ہے کہ آپ عباسؓ بن عبدالمطلبؓ سے ملاقات کریں اور اُن کے لیے اور اُن کی اولاد کے لیے اس حکومت میں خصوصی حصّہ مقرر کریں۔ اس طرح سے وہ علیؑ بن ابی طالبؑ سے علیحدہ ہو جائیں گے اور آپ کی پوزیشن مضبوط ہو جائے گی۔ (تاریخ یعقوبی، جلد ۲، ص ۱۲۴)

جب علیؑ کو سقیفہ کے واقعہ کی اطلاع ملی

شیخ مفیدؒ ارشاد میں لکھتے ہیں: جب حضرت ابوبکرؓ کی بیعت ہو گئی تو ایک شخص حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا۔ اس وقت آپؑ رسولِ اکرمؐ کی قبرِ مبارک کی مٹی کو درست کر رہے تھے۔ اُس نے آپؑ کو بتایا کہ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی ہے اور انصار میں پھوٹ پڑ چکی ہے اور "طلقاء" نے تیزی سے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی کہ کہیں خلافت آپؑ کو نہ مل جائے۔

اس وقت آپؑ نے قبرِ رسولؐ پر ہاتھ رکھ کر یہ آیت پڑھی:

الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا

---

[1] صحیح بخاری: جلد ۶، ص ۲۵۰۵، حدیث ۶۴۴۲

Presented by Ziaraat.Com

يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (العنکبوت:۱-۴)

"الف، لام، میم۔ کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے سے چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور یہ کہ وہ آزمائے نہ جائیں گے۔ بالتحقیق ہم اُن سے پہلوں کو بھی آزما چکے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو بہرحال یہ واضح کرنا ہے کہ کون سچے ہیں اور یہ بھی ضرور واضح کرنا ہے کہ کون جھوٹے ہیں۔ بُرائی کے مرتکب افراد کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہم سے بچ نکلیں گے؟ کتنا بُرا فیصلہ ہے جو وہ کر رہے ہیں"۔ [1]

بنتِ رسولؐ کے گھر پر حملہ

انساب الاشراف میں سلیمان تیمی اور ابن عون سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؑ کے پاس اپنا ایک آدمی بھیجا کہ آپؑ بیعت کرلیں، لیکن حضرت علی علیہ السلام نے بیعت نہ کی۔ حضرت عمرؓ آئے۔ اُن کے ساتھ جلتی ہوئی لکڑی کے شعلے تھے۔ حضرت فاطمہؑ دروازے پر ملیں۔

حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: اے فرزندِ خطاب! میں سمجھتی ہوں کہ تم میرا دروازہ جلانے آئے ہو؟ اُس نے کہا: جی ہاں، یہ بات تیرے باپ کی لائی شریعت کے لیے زیادہ قوت دینے والی ہے۔ [2]

تاریخ طبری میں زیاد بن کلیب سے منقول ہے کہ عمر بن الخطابؓ حضرت علی علیہ السلام کے گھر پر آئے۔ گھر میں طلحہ، زبیر اور مہاجرین کے کچھ افراد جمع تھے۔ اُس نے کہا: اللہ کی قسم! میں گھر کو آگ لگا دوں گا یا پھر باہر آکر بیعت کرو۔

---

[1] ارشاد، جلد اوّل، ص ۱۸۹

[2] انساب الاشراف: جلد ۲، ص ۲۶۸

Presented by Ziaraat.Com

زبیر تلوار بلند کر کے نکلے، ان کا پاؤں پھسلا، ان کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ حضرت عمرؓ کے ساتھیوں نے اس کا گھیرا کر لیا اور اُسے پکڑ لیا۔ (تاریخ طبری: جلد ۳، ص ۲۰۲)

و: امام علیہ السلام کا بیعت سے انکار

کتاب المروہ میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علی علیہ السلام کو پیغام بھیج کر بلایا۔ حضرت علیؑ تشریف لے گئے۔ وہاں پر لوگ موجود تھے۔ آپؑ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ پھر لوگوں کی طرف دیکھ کر فرمایا: تم لوگوں نے مجھے کیوں بلایا ہے؟

حضرت عمرؓ نے کہا: ہم نے آپؑ کو بیعت کے لیے بلایا ہے اور اس بیعت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "لوگو! تم نے انصار سے یہ حق اس دلیل پر لیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ رسولِ خدا کے رشتہ دار ہیں۔ اب میں تمھارے سامنے وہی دلیل رکھتا ہوں جو تم نے انصار کے سامنے رکھی تھی۔ ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ سے زیادہ قرابت رکھتے ہیں۔ ہم حضرتؐ کے اہلِ بیتؑ ہیں اور تمام مخلوق کی بہ نسبت آپؐ کے زیادہ قریب ہیں۔ اب اگر تمھارے اندر خدا کا خوف ہے تو ہم سے انصاف کرو اور ہمیں وہ حق واپس کرو جو تم نے انصار سے لیا ہے"۔

اس پر عمرؓ بن الخطاب نے کہا: تمھیں دوسروں کی طرح سے بیعت کرنا ہوگی۔ اس کے بغیر تمھیں نہیں چھوڑا جائے گا۔

حضرت علیؑ نے کہا: پھر میں تیری بات نہیں مانتا۔ میں ابوبکرؓ کی بہ نسبت بیعت لینے کا زیادہ حق دار ہوں۔]

ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے کہا: اے ابوالحسنؑ! اللہ کی قسم! آپؑ اپنی فضیلت، سبقت اور قرابت کی وجہ سے اس اَمر کے حق دار ہیں لیکن بات یہ ہے کہ لوگوں نے اس بزرگ کی بیعت کر لی ہے اور اس پر راضی ہو چکے ہیں۔ آپؑ بھی اس بات پر راضی ہو جائیں جس پر دوسرے لوگ راضی ہو چکے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "اے ابوعبیدہ! تو اس اُمت کا امین ہے، اپنے دل میں خدا کا خوف کر۔ آج کے دن کے اثرات آئندہ دنوں پر مرتب ہوں گے۔ تمھیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ محمدؐ کی حکومت کو اُن کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں لے جاؤ۔ ہمارے گھر میں قرآن نازل ہوا ہے اور ہم علم، فقہ، دین، سنت اور فرائض کا معدن ہیں اور ہم تمھاری بہ نسبت اُمورِ خلق کو بہتر جانتے ہیں۔ تم لوگ خواہشات کی پیروی نہ کرو ورنہ تمھارا حصّہ بہت خراب ہوگا"۔

بشیر بن سعد انصاری نے کہا: اے ابوالحسنؑ! اگر بیعت سے قبل لوگ آپؑ کی یہ گفتگو سن لیتے تو دو افراد کا بھی آپؑ کے متعلق اختلاف نہ ہوتا اور تمام لوگ آپؑ کی بیعت کر لیتے۔ لیکن آپ تو اپنے گھر میں بیٹھے رہے اور جب فیصلہ ہو رہا تھا تو آپؑ وہاں پر نہیں تھے۔ لوگوں نے یہ گمان کیا کہ آپؑ کو اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اب تو اس بزرگ کی بیعت ہو چکی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: بشیر! تجھ پر افسوس ہے؟ کیا میں رسولِ خدا کی تجہیز و تکفین کو چھوڑ کر خلافت کے جھگڑوں میں پڑ جاتا۔ (الردۃ، ص ۴۶)

حضرت علی علیہ السلام کے سقیفہ کی حکومت پر تاثرات

حضرت علی علیہ السلام نے سقیفائی خلافت پر جامع خطبہ دیا جسے "خطبۂ شقشقیہ" کہا جاتا ہے۔ اس خطبہ میں آپؑ نے فرمایا:

اَمَا وَاللهِ لَقَد تَقَمَّصَهَا فُلَانٌ وَ اِنَّهُ لَيَعلَمُ اَنَّ مَحَلِّی مِنهَا مَحَلُّ القُطبِ مِنَ الرَّحَا، يَنحَدِرُ عَنِّی السَّيلُ وَلَا يَرقٰی اِلَیَّ الطَّيرُ، فَسَدَلتُ دُونَهَا ثَوبًا، وَطَوَيتُ عَنهَا كَشحًا، وَطَفِقتُ أَرتَئِی بَينَ اَن أَصُولَ بِيَدٍ جَذَّاءَ، اَوْ أَصبِرَ عَلٰی طَخيَةٍ، عَمياءَ، يَهرَمُ فِيهَا الكَبِيرُ، وَيَشِيبُ فِيهَا الصَّغِيرُ، وَيَكدَحُ فِيهَا مُؤمِنٌ حَتّٰی يَلقٰی رَبَّهُ! فَرَأَيتُ اَنَّ الصَّبرَ عَلٰی هَاتَا أَحجٰی، فَصَبَرتُ وَفِی العَينِ قَذیً، وَفِی الحَلقِ شَجًا، أَرٰی تُرَاثِی نَهبًا..... الی آخرہ

"خدا کی قسم! فرزندِ ابی قحافہ نے پیراہنِ خلافت پہن لیا حالانکہ وہ میرے

Presented by Ziaraat.Com

بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چکی کے اندر اُس کی کیلی کا ہوتا ہے۔ میں وہ (کوہِ بلند ہوں) جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا (اسی کے باوجود) میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اس سے پہلوتہی کرلی اور سوچنا شروع کیا کہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا پھر اس سے زیادہ بھیانک تیرگی پر صبر کرلوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہوجاتا ہے اور مومن اسی میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ مجھے اس اندھیر پر صبر ہی قرینِ عقل نظر آیا۔ لہٰذا میں نے صبر کیا حالانکہ آنکھوں میں (غبار اندوہ کی) خلش تھی اور حلق میں (غم ورنج کے) پھندے لگے ہوئے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۳)

ح: مہاجرین وانصار سے نصرت طلبی

کتاب سلیم بن قیس میں مرقوم ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے بیان کیا ہے کہ جیسے ہی رات کا پہلا پہر ہوا تو حضرت علی علیہ السلام نے اپنی زوجہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو سواری پر بٹھایا اور حسنؑ وحسینؑ کے ہاتھوں سے پکڑا اور مہاجرین وانصار میں سے جتنے بھی بدری صحابی تھے، ان سب کے گھر گئے اور انھیں اپنا حق یاد دلایا اور اپنی مدد کی دعوت دی۔ ان میں سے صرف چوالیس افراد نے ہی لبیک کہی۔

آپؑ نے انھیں حکم دیا کہ کل صبح سر منڈوا کر اپنے ہتھیار اُٹھا کر میرے پاس آنا اور موت پر بیعت کرنا۔

ان میں سے صرف چار افراد نے آپؑ کے فرمان پر عمل کیا۔ میں نے پوچھا: وہ چار افراد کون تھے؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایا: ایک میں تھا، دوسرا ابوذرؓ تھا، تیسرا مقداد تھا، اور چوتھا زبیر بن عوامؓ تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

دوسری رات ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام ان سب کے پاس گئے۔ اُنھوں نے کہا: ہم کل صبح آپؑ کے پاس آجائیں گے لیکن ہمارے علاوہ اور کوئی نہ آیا۔

حضرت علی علیہ السلام پھر تیسری رات اُن لوگوں کے پاس گئے، مگر ہم چار افراد کے علاوہ اور کوئی نہ آیا۔ جب آپؑ نے لوگوں کی غداری اور قلتِ وفا کا مشاہدہ کیا تو آپؑ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور قرآنِ کریم کی جمع و تالیف شروع کر دی۔ آپؑ اُس وقت تک گھر سے باہر نہ آئے جب تک سارے قرآن کو جمع نہ کر لیا۔ (کتاب سلیم بن قیس: جلد ۲، ص ۵۸۰، حدیث ۴)

تاریخ یعقوبی میں مرقوم ہے کہ ایک جماعت حضرت علی علیہ السلام کے پاس گئی اور اُن سے کہا کہ آپؑ ہم سے بیعت لیں۔

آپؑ نے فرمایا: کل صبح میرے پاس سر منڈوا کر آنا۔ دوسرے دن تین افراد کے علاوہ اور کوئی نہ آیا۔ (تاریخ یعقوبی، جلد ۲، ص ۱۲۶)

ط: اپنی شرعی ذمہ داری کا احساس

انساب الاشراف میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے تو ابوسفیان حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا: یا علیؑ! تم لوگوں نے قریش کے کمزور ترین قبیلہ کے فرد کی بیعت کر لی ہے۔ اگر آپؑ حکم دیں تو میں مدینہ کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں اور ہر طرف سے فوجیں لے آؤں؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تو طویل عرصہ سے خدا اور اُس کے رسولؐ کو دھوکہ دینے کے درپے رہا ہے، مگر پھر بھی تو آج تک اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ (انساب الاشراف: جلد ۲، ص ۲۷۱)

وفاتِ زہرا سلام اللہ علیہا کے بعد بیعت کرنا

الکامل فی التاریخ میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام، بنی ہاشم اور زبیر نے چھے ماہ تک حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی تھی، یہاں تک کہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کی وفات ہوئی۔ بی بیؑ کی وفات کے بعد اُنھوں نے بیعت کی تھی۔ (الکامل فی التاریخ، جلد ۲، ص ۱۴)

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ حضرت فاطمہؑ بنت محمدؐ نے حضرت ابوبکرؓ

Presented by Ziaraat.Com

کی طرف پیغام بھیجا اور اُنھوں نے مدینہ کے مالِ فے سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا اور فدک اور جو خمس خیبر سے بچا ہوا تھا اُس میں سے اپنے حصّہ کا مطالبہ کیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے حضرت فاطمہؑ حضرت ابوبکرؓ پر غضب ناک ہوئیں اور اُن سے قطع تعلق کر لیا۔ اُن سے کلام کرنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ اُن کی رحلت ہوگئی۔ اور بی بیؑ پیغمبرؐ خدا کے بعد چھے ماہ تک زندہ رہی تھیں۔

جب بی بیؑ کی رحلت ہوئی تو آپؑ کے شوہر حضرت علی علیہ السلام نے رات کے وقت آپؑ کو دفن کیا اور حضرت ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع تک نہ دی اور بی بیؑ کا جنازہ پڑھا۔ حضرت فاطمہ زہراؑ کی زندگی میں حضرت علی علیہ السلام کا لوگوں کی نظروں میں احترام تھا۔ جب بی بی کی وفات ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام کے لیے لوگوں کے چہرے بگڑ گئے تو اُنھوں نے حضرت ابوبکرؓ سے مصالحت کی اور اُس کی بیعت کی جستجو کی۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان مہینوں میں حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی تھی۔ (صحیح بخاری: جلد ۴، ص ۱۵۴۹، حدیث ۳۹۹۸)

ک: حضرت علیؑ کی مصالحت کی وجوہات

① تفریق کا خوف

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے جنگِ جمل روانگی سے پہلے فرمایا تھا:

"جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو ہم آپؐ کے اہلِ بیتؑ اور اہلِ خاندان تھے اور ہم آپؐ کے وارث تھے اور تمام مخلوقِ خدا میں سے آپؐ کی وراثت کا زیادہ حق رکھتے تھے، اور ہمارے حقوق کے متعلق ہم سے جھگڑا کرنا ممکن نہ تھا لیکن لوگوں نے ہم سے ہمارے نبیؐ کا اقتدار چھین لیا اور ہماری جگہ ہمارے غیر کو حکومت سپرد کر دی۔

خدا کی قسم! اگر مسلمانوں میں تفریق کا خدشہ نہ ہوتا اور یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ کفر کی طرف پلٹ جائیں گے تو پھر ہم پوری طاقت سے اس صورتِ حال کو تبدیل کر دیتے۔ (الجمل: ص ۴۳۷)

Presented by Ziaraat.Com

۲ لوگوں کے ارتداد کا خوف

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

لوگوں نے جب حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی تو حضرت علی علیہ السلام لوگوں کو اپنی جانب دعوت دے سکتے تھے۔ لیکن آپؑ نے یہ کام اس لیے نہیں کیا کہ انھیں یہ اندیشہ تھا کہ لوگ اسلام کو چھوڑ کر بت پرستی کی طرف پلٹ جائیں گے اور وہ کلمۂ شہادتین چھوڑ دیں گے۔
(الکافی: جلد ۸، ص ۳۹۵، حدیث ۴۵۴)

۳ مددگاروں کی عدم موجودگی

الکافی میں سدیر سے منقول ہے کہ ہم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس اَمر پر گفتگو شروع ہوئی کہ لوگوں نے کتنا جلدی امیرالمومنینؑ کو چھوڑ دیا تھا۔ وہاں پر موجود ایک شخص نے امام علیہ السلام سے کہا: اس وقت بنی ہاشم کہاں تھے؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

بنی ہاشم میں سے کتنے افراد باقی تھے۔ حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت حمزہؓ دونوں شہید ہو چکے تھے اور دو کمزور افراد باقی بچے تھے: ایک عباسؓ تھے اور دوسرے عقیلؓ۔ یہ دونوں افراد کمزور تھے اور طلقاء میں سے شمار کیے جاتے تھے۔

جی ہاں! اگر جعفرؓ اور حمزہؓ زندہ ہوتے تو وہ اربابِ سقیفہ کو من مانی کی اجازت نہ دیتے اور اس مقصد کے لیے اپنی جانوں کو قربان کر دیتے۔ [1]

۴ صبر

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

خدا کی قسم! حضرت علی علیہ السلام نے اس وقت تک بیعت نہ کی تھی جب تک اپنے گھر میں سے دھوئیں کو اُٹھتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ (الشافی: جلد ۳، ص ۲۴۱)

---

[1] الکافی: جلد ۸، ص ۱۸۹، حدیث ۲۱۶

Presented by Ziaraat.Com

سقیفہ کی کامیابی کے پس پردہ عوامل

① حضرت علیؑ سے قریش کا بغض رکھنا

نثر الدر میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عثمانؓ کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؑ سے کہا: اگر قریش تم سے محبت نہیں کرتے تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ تم نے جنگ بدر میں ان کے ستر افراد کو قتل کیا تھا۔ ان کے منہ سے پہلے ان کے ناک پانی میں ڈوبتے ہیں۔ (نثر الدر: جلد ۲، ص ۶۸)

② حسد

امالی مفید میں مرقوم ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفادار صحابی اور حضرت علی علیہ السلام کے جانثار ساتھی حضرت ابی الہیثم بن التیہانؓ نے جنگ جمل شروع ہونے سے پہلے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو خطاب کر کے کہا:

اے امیر المومنینؑ! قریش کو دو وجوہات کی بنا پر آپؑ سے حسد ہے:

اُن کے نامور افراد آپؑ کی فضیلت اور بلند درجہ کی وجہ سے آپؑ سے حسد کرتے ہیں۔

اُن کے اَشرار کو آپؑ سے خدا واسطے کا بیر ہے جس کی وجہ سے خدا نے اُن کے اعمال ضائع کیے ہیں اور ان کے گناہوں کے بوجھ کو زیادہ کیا ہے۔

یہ لوگ آپؑ سے مساوی حیثیت پر راضی نہیں ہیں۔ یہ آپؑ کے رہبر بننے کے خواہش مند ہیں۔ ان کا مقصود بہت دُور ہے اور یہ مقابلہ کے میدان میں گر چکے ہیں۔ آپؑ امرِ خلافت کے لیے تمام قریش سے زیادہ حق دار ہیں۔ جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ تھے آپؑ نے اُن کی مدد کی تھی اور اُن کی رحلت کے بعد آپؑ نے اُن کے حقوق ادا کیے ہیں۔ ان کی بغاوت کا نقصان خود انھیں ہی پہنچے گا۔ ہم آپ کے اَعوان و اَنصار ہیں۔ آپؑ ہمیں حکم دیں ہم تعمیل کریں گے۔ (امالی مفید: ص ۱۵۵، حدیث ۶)

Presented by Ziaraat.Com

حضرت عمرؓ، بیعت ابوبکر کو کس نظر سے دیکھتے تھے

تاریخ یعقوبی میں مرقوم ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا:

كَانَت بَيعَةُ اَبِي بَكر خَلقَةٌ وَقَى اللهُ شَرَّهَا فَمَن عَادَ لِمِثلِهَا فَاقتُلُوهُ[1]

"ابوبکرؓ کی بیعت کسی مشورہ کے بغیر اچانک ہوئی تھی۔ خدا نے اُس کے شر سے بچا لیا تھا، اب اگر کوئی ایسا کام کرے تو اُسے قتل کر دو"۔

---

[1] تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۵۸

Presented by Ziaraat.Com

دوسری فصل

حضرت عمر بن الخطاب کا عہد حکومت

الف: حضرت ابوبکرؓ کی نظر میں حضرت عمرؓ کا مقام

ذہبی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: خدا کی قسم! پوری روئے زمین پر مجھے عمرؓ سے زیادہ کوئی بھی شخص محبوب نہیں ہے۔ (تاریخ اسلام ذہبی: جلد ۳، ص ۲۶۵)

ابن قتیبہ، الامامۃ والسیاسۃ میں حضرت عمرؓ کی نامزدگی کے متعلق لکھتے ہیں:

حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کی تحریر لے کر نکلے اور لوگوں سے کہا: یہ ابوبکر کی وصیت ہے۔

لوگوں نے کہا: ہم سمع واطاعت کا اظہار کرتے ہیں۔

اتنے میں ایک شخص نے اُن سے کہا: اے ابوحفص! اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟

حضرت عمرؓ نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے البتہ میں اس تحریر کو سب سے پہلے سنوں گا اور سب سے پہلے اس کے مطابق عمل کروں گا۔

پہلے شخص نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ اس دستاویز میں کیا لکھا ہے؟

آپ نے اسے حاکم مقرر کیا تھا اور اُنھوں نے آپ کو حاکم مقرر کیا ہے۔ [1]

ب: حضرت علیؑ کی نظر میں حضرت عمرؓ کا عہد حکومت

آپؑ نے خطبۂ شقشقیہ میں فرمایا:

حتی مضی الاول لسبیله فادلی بها الی فلان بعد شتان مایومی علی کورها ویوم حیان اخی جابر فیا عجبا! بینا هو یستقلها فی حیاته اذعقدها لاخر بعد وفاته. لشد ما تشطر

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ، جلد اوّل، ص ۳۸

Presented by Ziaraat.Com

اضرعیها، فصیرها فی حوزة خشناء یغلظ کلمها ویخشن مسها ویکثر العثار فیها والاعتذار منها فصاحبها کراکب الصعبة ان اشنق لها خرم وان اسلس لها تقحم ضمنی الناس لعمر الله بخبط وشماس وتلون واعتراض

"یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد خلافت ابن خطابؓ کو دے گیا۔ پھر آپؓ نے بطورِ تمثیل یہ شعر پڑھا:

"کہاں یہ دن جو کہ ناقہ پر گزرتا ہے اور کہاں وہ دن جو حیان برادر جابر کی صحبت میں گزرتا تھا"۔

تعجب ہے کہ وہ اپنی زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے مرنے کے بعد اُس کی بنیاد دوسرے کے لیے اُستوار کرتا گیا۔ بے شک ان دونوں نے سختی کے ساتھ خلافت کے تھنوں کو آپس میں بانٹ لیا۔ چنانچہ اُس نے خلافت کو ایک سخت اور درشت محل میں رکھ دیا جس کے چرکے کاری تھے، جس کو چھو کر بھی درشتی محسوس ہوتی تھی۔ جہاں بات بات میں ٹھوکر کھانا اور پھر عذر کرنا تھا جس کا اسی سے سابقہ پڑے وہ ایسا ہے جیسے سرکش اُونٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے تو (اُس کی منہ زوری سے) اُس کی ناک کا درمیانی حصّہ ہی شگافتہ ہوا جاتا ہے جس کے بعد مہار دینا ہی ناممکن ہوجائے گا اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مہلکوں میں پڑ جائے گا۔ اس کی وجہ سے بقائے ایزدی کی قسم! لوگ کجروی، سرکشی، متلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہوگئے"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۳)

ج: حضرت عمرؓ کا مشکلات میں امیر المومنین حضرت علیؑ سے رجوع کرنا

ابن حنبل نے فضائل الصحابہ میں سعید بن مسیب سے روایت کی ہے۔ اُنھوں نے کہا:

كَانَ عُمَرُ يَتَعَوَّذُ بِاللهِ مِنْ مُعْضِلَةٍ لَيْسَ لَهَا اَبُو الْحَسَن

Presented by Ziaraat.Com

"حضرت عمرؓ خدا سے پناہ چاہتے تھے کہ مشکل آئے اور مشکل کشائی کے لیے ابوالحسن (علیؑ) موجود نہ ہوں"۔ (فضائل الصحابہ: جلد ۸، ص ۶۴۷، حدیث ۱۱۰۰)

ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں: ایک شخص اپنی بیوی کو حضرت عمرؓ کے پاس لایا اور کہا: آپ اس پر حد جاری کریں۔ ہماری شادی کو چھے ماہ گزرے ہیں اس نے پورے چھے ماہ بعد بچے کو جنم دیا ہے۔ لہٰذا یہ زانیہ ہے اور اس پر حدِ زنا جاری کی جائے۔

حضرت عمرؓ نے اس عورت کو رجم (سنگسار) کرنے کا حکم جاری کیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اس پر کوئی شرعی حد جاری نہیں ہوتی، کیونکہ چھے ماہ میں بھی بچہ پیدا ہو سکتا ہے اور اس کے اثبات میں آپؑ نے قرآنِ کریم کی یہ آیت پڑھی:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (احقاف: ۱۵)

"مائیں اپنی اولاد کو دو سال تک دودھ پلائیں"۔

آپؑ نے فرمایا: دو سالوں کے چوبیس مہینے بنتے ہیں اور اگر تیس سے چوبیس نفی کیے جائیں تو پھر مدتِ حمل چھے ماہ بنتی ہے اور وہ کم از کم مدتِ حمل ہے۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ بے حد خوش ہوئے اور اپنا حکم واپس لے لیا اور کہا:

لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ [1]

"اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا"۔

وضاحت: امام علیہ السلام اپنی قیمتی آرا کا اظہار اس وقت کرتے تھے جب اُن سے اُمتِ اسلامیہ کو فائدہ پہنچنے کی اُمید ہوتی تھی۔ آپؑ خلیفہ کے ذاتی مفادات کے لیے مشورہ نہیں دیا کرتے تھے جیسا کہ حسب ذیل روایت میں بیان کیا گیا ہے۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ شام کے ایک سفر میں تھا۔ ایک دن اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ میں تیرے سامنے تیرے ابن عم (حضرت علیؑ) کا شکوہ کرتا ہوں۔

---

[1] استیعاب: جلد ۳، ص ۲۰۶، حدیث ۱۸۷۵۔ واضح رہے کہ اس روایت میں دو واقعات کو خلط کیا گیا جس کی ہم نے ترجمہ میں اصلاح کر دی ہے۔ (مترجم)

Presented by Ziaraat.Com

میں نے اُن سے کہا تھا کہ وہ میرے ساتھ چلیں، لیکن انھوں نے میری بات نہ مانی۔ ①

قتالِ فارس کے لیے حضرت کا مشورہ

یعقوبی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ اسلامی تقویم مرتب کریں اور انھوں نے چاہا کہ اسلامی سال کا آغاز رسولِ اکرمؐ کی ولادت کے دن سے کریں یا روزِ بعثت سے کریں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: آپ سال کی ابتدا ہجرتِ نبویؐ سے شروع کریں۔ چنانچہ آپؓ کے مشورہ پر عمل کیا گیا۔ (تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۴۵)

مؤرخ طبری لکھتے ہیں: جب اہلِ فارس سے قتال کی نوبت آئی تو وہ پورے طمطراق سے فوجیں لے کر آئے اور اُدھر مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا کہ اس سنگین صورتِ حال کا تقاضا یہ ہے کہ آپ خود میدانِ جنگ میں جائیں اور اسلامی افواج کی قیادت کریں۔

اس پر خلیفہ نے مجلسِ مشاورت طلب کی۔ حضرت علی علیہ السلام نے انھیں یوں مشورہ دیا:

> "دینِ اسلام کی نصرت ہو یا اس کا بے یار و مددگار ہونا ہو اس کا تعلق نہ تو قلت سے ہے اور نہ ہی کثرت سے ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا دین ہے جسے اُس نے غلبہ دیا ہے اور ہمارا لشکر خدا کا لشکر ہے جس کی خدا نے ملائکہ سے تائید کرائی ہے یہاں تک کہ یہ دین جہاں پہنچنا تھا وہاں پہنچ گیا ہے۔ ہم خدا کی طرف سے وعدہ پر ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی مدد کرے گا۔ تمھارا مقام اس دھاگے کا سا ہے جو کہ لڑی کو مضبوط کرتا ہے اور اگر دھاگا ہی ٹوٹ جائے تو پورا ہار بکھر جاتا ہے اور کبھی جمع ہونے میں نہیں آتا۔ اس وقت عرب کی تعداد کم ہے لیکن وہ اسلام کی برکت سے غالب ہیں۔ آپ یہاں ہی ٹھہرے رہیں اور اہلِ کوفہ اور اہلِ بصرہ کو خطوط تحریر کریں کہ وہ وہاں سے فوجیں روانہ کر کے مسلمان لشکر کی مدد کریں"۔ ②

---

① شرح نہج البلاغہ: جلد ۱۲، ص ۷۸

② تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۱۲۳

Presented by Ziaraat.Com

زمینوں کی ملکیت کا مسئلہ

یعقوبی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کوفہ کی جائیدادوں کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا۔ کچھ صحابہ نے کہا: آپ یہ جائیدادیں ہمارے درمیان تقسیم کردیں۔ بعدازاں حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام سے مشورہ کیا تو آپؑ نے فرمایا:

> "اگر آج آپ نے یہ زمینیں تقسیم کردیں تو بعد میں آنے والوں کے لیے کچھ بھی باقی نہیں بچے گا۔ یہ زمینیں فی الحال اُن لوگوں کے پاس رہنے دیں، یہ زمینوں کو آباد کریں۔ پھر یہ زمینیں ہمارے لیے اور ہماری نسلوں کے لیے ہوں گی"۔

حضرت عمرؓ نے کہا: خدا آپؑ کو کامیابی دے۔ یہ اصل مشورہ اور اصل رائے ہے۔ [1]

---

[1] تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۵۱

Presented by Ziaraat.Com

تیسری فصل

خلافتِ عثمانؓ کا آغاز

الف: حضرت عمرؓ کی طرف سے شوریٰ کا قیام

صحیح بخاری میں عمرو بن میمون سے منقول ہے: جب حضرت عمرؓ پر حملہ ہوا تو اُس کے بعد لوگوں نے اُن سے کہا: آپ کسی کو اپنا جانشین مقرر کریں۔

حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اس امر کا حق داران افراد سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے جن سے پیغمبرؐ اسلام وفات کے وقت راضی تھے۔ پھر اُنھوں نے علیؑ، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمٰن کے نام لیے۔ اور یہ کہا: عبداللہ بن عمر اس معاملہ میں تمھارے ساتھ رہے گا، لیکن اس کا خلافت میں کوئی حصّہ نہیں ہوگا۔ اگر مشورہ کے بعد سعد کی تقرری کی جائے تو یہ اس منصب کے لیے درست ہے، ورنہ اس مسئلہ میں مدد کرنا۔ میں نے عاجزی یا خیانت کی وجہ سے اسے معزول نہیں کیا تھا۔ [1]

ب: خلافت کے اُمیدواروں کے متعلق حضرت عمرؓ کی رائے

طبقاتِ کبریٰ میں عمرو بن میمون سے مرقوم ہے کہ جس دن حضرت عمرؓ پر حملہ ہوا اور اُنھوں نے چھے رکنی شوریٰ تشکیل دی تو مجھے کہا کہ تم علیؑ، عثمان، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن اور سعد بن ابی وقاص کو بلا لاؤ۔ سب آگئے تو اُنھوں نے صرف علیؑ اور عثمانؓ کے علاوہ اور کسی سے بات نہ کی۔

اُنھوں نے کہا: اے علیؑ! ممکن ہے کہ یہ لوگ تمھاری قرابت و پیغمبرؐ، تمھاری دامادی اور تمھارے علم و فقہ کا خیال کرتے ہوئے تمھیں خلیفہ منتخب کرلیں تو خدا سے ڈرتے رہنا۔ بعدازاں اُنھوں نے حضرت عثمانؓ کو بلا کر اُن سے کہا: ممکن ہے کہ یہ لوگ تمھیں رسولؐ خدا کے عزیز ہونے اور تمھاری پیرانہ سالی اور شرف کی وجہ سے تمھیں خلیفہ منتخب کریں تو پھر خدا سے

---

[1] صحیح بخاری: جلد ۳، ص ۱۳۵۵، حدیث ۳۴۹۷

Presented by Ziaraat.Com

ڈرتے رہنا اور ابی معیط کی اولاد (بنی اُمیہ) کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کرنا۔

اس کے بعد اُنھوں نے صہیب کو بلایا اور اُن سے کہا: تم دس دنوں تک لوگوں کو نماز پڑھانا اور ارکانِ شوریٰ کو ایک مکان میں جمع کرنا۔ جب اُن کی اکثریت کسی ایک کو قبول کرلے تو وہ خلیفہ ہوگا اور اگر کوئی اکثریتی فیصلہ کے خلاف بات کرے تو اُس کی گردن کاٹ دینا۔

جب ارکانِ شوریٰ اُن کے پاس سے اُٹھ کر باہر گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا: اگر یہ لوگ اجلح (جس کے سر کے کناروں پر بال کم ہوں، یہ حضرت علیؑ کی طرف اشارہ تھا) کو اپنا حاکم بنالیں تو وہ انھیں صحیح راستے پر چلائے گا۔

ابن عمرؓ نے کہا: امیر المومنین! آپ خود کسی کو نامزد کیوں نہیں کردیتے؟

اُنھوں نے جواب دیا: میں زندگی اور موت دونوں حالتوں میں یہ بوجھ اُٹھانا پسند نہیں کرتا۔ (طبقاتِ کبریٰ: جلد ۳، ص ۳۴۰)

ج: شوریٰ کا نتیجہ پہلے سے ہی معلوم تھا

تاریخ طبری میں مرقوم ہے (کہ جب شوریٰ کے ارکان کی تقرری ہوگئی تو) حضرت علیؑ نے اپنے ساتھ بنی ہاشم کے افراد سے کہا: اگر اس مرحلہ پر تمھاری قوم کی بات مان لی گئی تو تمھیں کبھی حکومت نہیں ملے گی۔

عباس بن عبدالمطلبؓ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اُن سے کہا: ہم سے حکومت کو دُور کردیا گیا ہے۔

عباسؓ نے کہا: آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میرے ساتھ عثمانؓ کو شامل کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اکثریت کا ساتھ دینا۔ اگر دو افراد ایک شخص کو منتخب کریں اور دو شخص کسی دوسرے کو منتخب کریں تو تم ان کا ساتھ دینا جن میں عبدالرحمٰن بن عوف شامل ہو۔

سیدھی سی بات ہے کہ سعد اپنے ابن عم عبدالرحمٰن کی مخالفت نہیں کرے گا اور عبدالرحمٰن عثمانؓ کا داماد ہے۔ یہ اُس سے اختلاف نہیں کریں گے اور نتیجہ ظاہر ہے کہ عبدالرحمٰن، عثمانؓ کو

Presented by Ziaraat.Com

خلیفہ مقرر کرے گا یا پھر عثمانؓ، عبدالرحمٰن کو خلیفہ مقرر کرے گا۔ اس صورت میں اگر دوسرے افراد نے بھی میری حمایت کی تو مجھے اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ [1]

امیرالمومنین علی علیہ السلام کا شوریٰ کی قرارداد پر موقف

جب شوریٰ کے ارکان نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کا ارادہ کیا تو آپؑ نے فرمایا:

لَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّیْ اَحَقُّ النَّاسِ بِهَا مِنْ غَیْرِیْ وَ وَاللّٰهِ لَاُسْلِمَنَّ مَا سَلِمَتْ اُمُوْرُ الْمُسْلِمِیْنَ وَلَمْ یَکُنْ فِیْهَا جَوْرٌ اِلَّا عَلَیَّ خَاصَّةً اِلْتِمَاسًا لِاَجْرِ ذٰلِكَ وَفَضْلِهٖ وَزُهْدًا فِیْمَا تَنَافَسْتُمُوْهُ مِنْ زُخْرُفِهٖ وَزِبْرِجِهٖ [2]

"تم جانتے ہو کہ مجھے اوروں کی نسبت خلافت کا زیادہ حق پہنچتا ہے۔ خدا کی قسم! جب تک مسلمانوں کے اُمور کا نظم ونسق برقرار رہے گا اور صرف میری ہی ذات ظلم وجور کا نشانہ بنتی رہے گی جب تک میں خاموشی اختیار کرتا رہوں گا تاکہ (اس صبر پر) اللہ سے اجر وثواب طلب کروں اور اس زیب وزینت اور آرائش کو ٹھکرادوں جس پر تم مٹے ہوئے ہو"۔

امیرالمومنین علیؑ کا تیسری خلافت پر جامع تبصرہ

خطبۂ شقشقیہ کا تسلسل

حَتّٰی اِذَا قَضٰی لِسَبِیْلِهٖ جَعَلَهَا فِیْ جَمَاعَةٍ زَعَمَ اَنِّیْ اَحَدُهُمْ فَیَا لِلّٰهِ وَلِلشُّوْرٰی! حَتّٰی اِعْتَرَضَ الرَّیْبُ فِیَّ مَعَ الْاَوَّلِ مِنْهُمْ حَتّٰی صِرْتُ اُقْرَنُ اِلٰی هٰذِهِ النَّظَائِرِ! لٰکِنِّیْ اَسْفَفْتُ اِذْ اَسَفُّوْا وَطِرْتُ اِذْ طَارُوْا فَصَغٰی رَجُلٌ مِّنْهُمْ لِضِغْنِهٖ وَمَالَ الْاٰخَرُ

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۲۲۹

[2] نہج البلاغہ: خطبہ ۷۲

Presented by Ziaraat.Com

لِضَعْفِهِ مَعَ هَنٍ وَهَنٍ اِلٰى اَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ نَافِجًا حِضْنَيْهِ بَيْنَ نَثِيْلِهِ وَمُعْتَلَفِهِ وَقَامَ مَعَهُ بَنُوْ اَبِيْهِ يَخْضِمُوْنَ مَالَ اللّٰهِ خِضْمَةَ الْاِبِلِ نَبْتَةَ الرَّبِيْعِ اِلٰى اَنِ انْتَكَثَ عَلَيْهِ مَثْلُهُ وَاَجْهَزَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ وَكَبَتْ بِهِ بِطْنَتُهُ!

فَمَا رَاعَنِيْ اِلَّا وَالنَّاسُ كَعُرْفِ الضَّبُعِ اِلَيَّ يَنْشَالُوْنَ عَلَيَّ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ حَتّٰى لَقَدْ وُطِئَ الْحَسَنَانِ وَشُقَّ عِطْفَايَ مُجْتَمِعِيْنَ حَوْلِيْ كَرَبِيْضَةِ الْغَنَمِ فَلَمَّا نَهَضْتُ بِالْاَمْرِ نَكَثَتْ طَائِفَةٌ وَمَرَقَتْ اُخْرٰى وَقَسَطَ اٰخَرُوْنَ كَاَنَّهُمْ لَمْ يَسْمَعُوْا اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يَقُوْلُ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (القصص:۸۳)

بَلٰى وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعُوْهَا وَوَعَوْهَا وَبَكِتَهُمْ حُلِيَتِ الدُّنْيَا فِيْ اَعْيُنِهِمْ وَرَاقَهُمْ زِبْرِجُهَا!

اَمَا وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ لَوْلَا حُضُوْرُ الْحَاضِرِ وَقِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُوْدِ النَّاصِرِ وَمَا اَخَذَ اللّٰهُ عَلَى الْعُلَمَاءِ اَلَّا يُقَارُّوْا عَلٰى ظَالِمٍ وَلَا سَنَبِ مَظْلُوْمٍ لَاَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلٰى غَارِبِهَا وَلَسَقَيْتُ اٰخِرَهَا بِكَاْسِ اَوَّلِهَا وَلَاَلْفَيْتُمْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهٖ اَزْهَدَ عِنْدِيْ مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ (نہج البلاغہ، خطبہ شقشقیہ نمبر ۳)

"میں نے اس طویل مدت اور شدید مصیبت پر صبر کیا، یہاں تک کہ دوسرا بھی اپنی راہ لگا اور وہ خلافت کو ایک جماعت میں محدود کر گیا اور مجھے بھی اسی جماعت کا فرد خیال کیا۔ اے اللہ! مجھے بھلا اس شوریٰ سے کیا لگاؤ؟ ان کے پہلے فرد کے مقابلہ میں میرے استحقاق میں کیا شک تھا اور اب مجھے ان لوگوں میں بھی شامل کیا گیا ہے۔ مگر میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب وہ زمین کے قریب ہو کر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا ہی

Presented by Ziaraat.Com

کرنے لگوں اور جب وہ اُونچے ہو کر اُڑنے لگیں تو میں بھی ایسا ہی کرنے لگوں۔ یعنی حتیٰ الامکان کسی نہ کسی صورت میں نباہ کرتا رہوں۔ ان میں سے ایک شخص تو کینہ وعناد کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا دامادی اور بعض ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے اُدھر جھک گیا۔ یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا فرد پیٹ پھلائے سرگین اور چارے کے درمیان کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اس کے بھائی بند اُٹھ کھڑے ہوئے جو اللہ کے مال کو اسی طرح نگلتے تھے جس طرح سے اُونٹ فصلِ ربیع کا چارہ چرتا ہے، یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب اُن کی بٹی ہوئی رسی کے بل کھل گئے اور اُس کی بداعمالیوں نے اس کا کام تمام کر دیا اور شکم پری نے اُسے منہ کے بل گرا دیا۔ اس وقت مجھے لوگوں کے ہجوم نے دہشت زدہ کر دیا جو میری جانب بجو کے ایال کی طرح ہر طرف سے میری جانب لگاتار بڑھ رہا تھا، یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسنؑ و حسینؑ کچلے جا رہے تھے اور میری ردا کے دونوں کنارے پھٹ گئے۔ وہ سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے، مگر جب اس کے باوجود میں اَمرِ خلافت کو لے کر اُٹھا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی اور دوسرا گروہ دین سے نکل گیا اور تیسرے گروہ نے فسق اختیار کر لیا۔ گویا اُنھوں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہی نہ تھا کہ (یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو دُنیا میں نہ تو (بے جا) بلندی چاہتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے ہیں اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ ہاں ہاں! خدا کی قسم! ان لوگوں نے اس آیت کو سنا اور یاد کیا تھا لیکن ان کی نگاہوں میں دُنیا کا جمال کھب گیا تھا اور اس کی سج دھج نے اُنھیں لبھا دیا تھا۔

دیکھو! اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں۔ اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود

Presented by Ziaraat.Com

سے مجھ پر حجت تمام نہ ہوئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون وقرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اسی کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اسی پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اس کو اوّل سیراب کیا تھا اور تم اپنی دُنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ناقابلِ اعتنا پاتے"۔

واقعاتِ شوریٰ پر ایک نظر

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد سقیفہ کا واقعہ پیش آیا جس کے نتیجے میں حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے اور اُن کی خلافت کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا کہ اُن کی خلافت اجماعِ اُمت کا مظہر تھی۔ پہلے خلیفہ نے حضرت عمرؓ کو خلافت کے لیے نامزد کیا تھا اور یوں نامزدگی کو رواج دیا گیا۔ حضرت عمرؓ زندگی کے آخری ایام میں اپنے جانشین کے تعین کے لیے پریشان تھے۔ دراصل وہ بھی تین افراد میں سے کسی کو نامزد کرنا چاہتے تھے، لیکن وہ تینوں افراد دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، اس لیے حضرت عمرؓ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر معاذ بن جبل [1]، ابوعبیدہ بن جراح [2] اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ [3] میں سے کوئی زندہ ہوتا تو میں اُسے خلیفہ مقرر کرتا۔ [4]

آخر کار طویل سوچ بچار کے بعد حضرت عمرؓ کے ذہن میں شوریٰ تشکیل دینے کی تجویز آئی۔ اُنھوں نے یہ بھی سوچا کہ ان کی نامزد کردہ شوریٰ میں حضرت علیؑ کو بھی شامل ہونا چاہیے۔ لیکن اس کے ساتھ اُنھوں نے یہ پیش بندی بھی کر دی تھی کہ شوریٰ سے حضرت علیؑ منتخب نہ ہو سکیں۔

---

[1] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۳، ص ۵۹۰

[2] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۲۲۷

[3] مصدر سابق

[4] عجیب بات یہ ہے کہ سقیفہ میں انصار کے مقابلہ میں یہ کہا گیا تھا: الائمۃ من قریش۔ رسولِ خدا کا فرمان ہے: ائمہ قریش میں سے ہوں گے لیکن حضرت عمرؓ نے جن تین افراد کے نام لیے ان میں سے ابوعبیدہ بن جراح کے علاوہ باقی دو کا تعلق قریش سے نہیں تھا۔ (عرضِ مترجم)

Presented by Ziaraat.Com

ایک طرف سے وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت علیؑ ہی واحد فرد ہیں جو کہ اُمت کو راہِ حق پر چلانے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ اُنھوں نے ایک انصاری سے مستقبل کے خلیفہ کا مشورہ لیا تو انصاری نے بہت سے افراد کے نام گنوائے لیکن اس نے حضرت علیؑ کا نام نہ لیا۔

اس پر حضرت عمرؓ نے کہا:

فَمَا لَهُم عَنْ اَبِي الْحَسَنِ فَوَاللهِ اَنَّهُ لَاَحَرَاهُم اِن كَانَ عَلَيهِم اَن يُقِيمَهُمْ عَلٰى طَرِيقَةٍ مِنَ الْحَقِّ [1]

''نجانے انھیں ابوالحسن (علی علیہ السلام) سے کیا بیر ہے، حالانکہ اگر وہ حکومت حاصل کرلیں تو وہ لوگوں کو راہِ حق پر چلانے کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں''۔

الغرض مستقبل کی حکمرانی کے لیے خلیفہ ثانی نے چھے افراد کی شوریٰ مقرر فرمائی اور اس شوریٰ کے ارکان یہ تھے: ① حضرت علیؑ ② حضرت عثمان ③ طلحہ ④ زبیر ⑤ سعد بن ابی وقاص اور ⑥ عبدالرحمٰن بن عوف۔

بعدازاں ان افراد میں سے ہر ایک کو حضرت عمرؓ نے اس کا آئینہ دکھایا اور اس کے نقائص سے باخبر کیا۔ حضرت علی علیہ السلام میں اُنھیں اور تو کوئی عیب دکھائی نہ دیا تھا۔ اُنھوں نے حضرت علی علیہ السلام پر صرف یہ اعتراض کیا تھا کہ ان میں حسِ مزاح پائی جاتی ہے، لیکن یہ بھی کہا کہ آپؑ ہی لوگوں کو سیدھے راستے پر چلانے کی اہلیت و صلاحیت رکھتے ہیں۔ [2]

حضرت عمرؓ نے شوریٰ کی تشکیل ہی ایسے انداز سے کی تھی کہ حضرت علی علیہ السلام کے انتخاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اسی لیے اُنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کے خاندان میں سے کسی بھی ہاشمی کو شوریٰ میں شامل نہیں کیا تھا۔

حضرت عمرؓ نے شوریٰ کے قواعد و ضوابط بھی خود ہی متعین کیے تھے اور یہ کہا تھا کہ ارکانِ شوریٰ جس گھر میں اجتماع کریں گے اس کے باہر پچاس مسلح انصاری پہرہ دیں گے۔ اگر چھے

---

[1] مصنف عبدالرزاق: جلد ۵، ص ۴۴۷، حدیث ۹۷۶۲

[2] مصنف عبدالرزاق: جلد ۵، ص ۴۴۷، حدیث ۹۷۶۲

Presented by Ziaraat.Com

میں سے پانچ افراد ایک شخص پر اجتماع کرلیں اور ایک شخص علیحدہ ہوجائے تو پھر علیحدہ رہنے والے شخص کو بے دریغ قتل کردیا جائے۔

اور اگر دونوں طرف سے سلسلہ برابر ہو، یعنی ایک اُمیدوار کے پاس دو سپورٹر ہوں اور دوسرے کے ساتھ بھی دو سپورٹر ہوں اور یوں مقابلہ برابر ہو تو پھر اس کا فیصلہ عبداللہ بن عمر کریں گے اور اگر فریقین ان کے فیصلہ پر راضی نہ ہوں تو جس کی حمایت عبدالرحمٰن بن عوف کرے اُسے خلیفہ سمجھا جائے گا۔ (تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۲۲۹)

خلیفہ نے اپنے ذہن رسا سے شوریٰ کا جو خاکہ تشکیل دیا تھا اُس کی ہیئت کذائی کو دیکھ کر ہر دانش مند قبل از وقت اس کا نتیجہ نکال سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شوریٰ کی ہیئت کذائی دیکھ کر ابن عباسؓ نے امیرالمومنین علی علیہ السلام کو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپؑ اس میں شمولیت ہی اختیار نہ کریں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں شوریٰ میں ضرور شرکت کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے مجھے خلافت کا اہل سمجھا ہے جب کہ اس سے پہلے تو وہ یہ کہا کرتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناپسند کرتے تھے کہ نبوت اور خلافت ایک ہی گھر میں ہو۔

اب میں شوریٰ میں شریک ہوکر بتاؤں گا کہ ان کا سابقہ بیان درست ہے تو پھر اُنھوں نے شوریٰ کا رکن کیوں نامزد کیا ہے؟ (شرح نہج البلاغہ: جلد اوّل، ص ۱۸۹)

اس کے ساتھ آپؑ نے حضرت عباسؓ کو یہ بھی کہہ دیا تھا: شوریٰ کی ترکیب بتا رہی ہے کہ حکومت و اقتدار کو بنی ہاشم سے روک دیا گیا ہے، کیونکہ میرے ساتھ عثمان کو منتخب کیا گیا ہے اور اکثریت کی اتباع کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس صورت میں سعد اپنے ابن عم عبدالرحمٰن کی مخالفت نہیں کرے گا اور عبدالرحمٰن عثمانؓ کا داماد ہے اور وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے اور اگر اس صورتِ حال میں دوسرے دو افراد میرا انتخاب بھی کریں تو بھی مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ عبدالرحمٰن بن عوف کو بادشاہ گر 'کنگ میکر' کی پوزیشن دی گئی ہے۔ (ارشاد: جلد اوّل، ص ۲۸۵)

طلحہ کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ وہ شوریٰ کے اجلاس میں شریک ہوا تھا اور اُس نے حضرت عثمانؓ کو ووٹ دیا تھا اور زبیر نے حضرت علی علیہ السلام کو ووٹ دیا تھا۔ سعد نے اپنے ووٹ کا حق عبدالرحمٰن بن عوف کے سپرد کیا تھا۔ عبدالرحمٰن نے اعلان کیا کہ میں حق خلافت سے

Presented by Ziaraat.Com

دستبردار ہوتا ہوں اور علیؑ وعثمانؓ دونوں سے کہتا ہوں کہ ان میں سے ایک شخص دوسرے کے حق میں دستبردار ہوجائے، لیکن دونوں اُمیدوار اپنے اپنے مقام پر ڈٹے رہے۔

طبری لکھتے ہیں: اس دوران عبدالرحمٰن راتوں کو معزز شہر اور فوج کے سالاروں سے ملاقات کرتا رہا اور ہر ایک نے اُسے کہا کہ تم عثمانؓ کو خلافت کا عہدہ سپرد کرو۔ [1]

پھر تین دن گزرنے کے بعد لوگ صبح کے وقت مسجد میں جمع ہوئے۔ عبدالرحمٰن بھی وہاں آئے اور کہا: میں نے لوگوں سے گفتگو کی ہے وہ عثمانؓ کے مقابلہ میں کسی کو نہیں سمجھتے۔ [2]

حضرت عمارؓ اور حضرت مقدادؓ نے چیخ چیخ کر حضرت علی علیہ السلام کے انتخاب کی تاکید کی۔ مسجد میں آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت عمارؓ نے چیخ کر کہا: تم لوگ اہل بیتؑ رسولؐ کو خلافت سے کیوں دُور کر رہے ہو؟ [3]

بعدازاں عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا: آپؑ خدا کو حاضر شاہد جان کر یہ وعدہ کریں کہ آپؑ اللہ کی کتاب اور نبی اکرمؐ کی سنت اور سیرتِ شیخین پر عمل کریں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنی قوت وطاقت کے مطابق کتابِ خدا اور سنتِ رسولؐ پر عمل کروں گا۔ ابن عوف نے یہی شرائط عثمانؓ کے سامنے پیش کیں تو اس نے کہا: میں اللہ کی کتاب، رسولؐ خدا کی سنت اور سیرتِ شیخین پر عمل کروں گا۔

پھر عبدالرحمٰن نے حضرت علی علیہ السلام سے یہی سوال کیا تو آپؑ نے پہلا سا جواب دیا اور اُس کے ساتھ یہ الفاظ بھی کہے کہ خدا کی کتاب اور سیرتِ رسولؐ کی موجودگی میں کسی دوسرے کی سیرت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو اس شرط کا اضافہ مجھے حقِ خلافت سے محروم کرنے کی غرض سے کر رہا ہے۔ (تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۶۲)

اس طرح سے ابنِ عوف نے حضرت عثمانؓ کے خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا اور اُنھیں مسندِ حکومت پر بٹھایا اور یوں حق کو دوبارہ ذبح کر دیا گیا اور وہ بنی اُمیہ جنھوں نے برس ہا برس تک

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۲۳۱

[2] المصنف عبدالرزاق: جلد ۵، ص ۴۷۷، حدیث ۹۷۷۵

[3] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۲۳۳

Presented by Ziaraat.Com

رسولؐ خدا کے خلاف جنگیں کی تھیں اب وہی خاندان خلافت رسولؐ کے عہدہ پر فائز ہو گیا تھا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے عبدالرحمٰن سے فرمایا: یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہم پر ظلم روا رکھا ہو۔ روز اوّل سے ہی تم ہم پر ظلم کرتے آرہے ہو۔ فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔

پھر آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! تو نے عثمانؓ کو اس لیے خلیفہ مقرر کیا ہے تاکہ کل کلاں وہ تجھے خلیفہ مقرر کرے۔ [1]

مقدادؓ نے چیخ کر کہا: اہل بیتؑ نبیؐ پر جو ظلم ہوا ہے اس جیسا ظلم میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ مجھے قریش کی روش پر تعجب ہوتا ہے کہ اُنھوں نے سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے قاضی کو چھوڑ دیا ہے۔ کاش! اگر مجھے مددگار مل جاتے (تو میں جنگ کرتا)"۔ [2]

اس وقت حضرت عمارؓ نے اسلام کی تباہی پر یہ شعر پڑھا:

يَافَاعِيَ الْإِسْلَامِ قُمْ فَانْعِهِ
قَدْمَاتَ عُرْفٌ وَاَتٰى مُنْكَرٌ

"اے اسلام کی موت کی خبر دینے والے! اُٹھو اور اسلام کی موت کی خبر دو۔ آج نیکی مرگئی ہے اور برائی چھا گئی ہے"۔ [3]

یقیناً حضرت عمارؓ نے درست کہا تھا۔ بنی اُمیہ جو کہ اسلام کا بدترین دشمن تھا آج وہ خاندان اسلام کا حاکم بن گیا تھا۔ کیا اس طرح سے جاہلیت جدید کا آغاز نہیں ہوا تھا؟ اسی رات نماز عشاء کے لیے حضرت عثمان روانہ ہوئے تو اُن کے آگے ایک شمع بردار شخص شمع لے کر چل رہا تھا۔ حضرت مقدادؓ نے یہ منظر دیکھا اور کہا: یہ کیا بدعت ہے؟ [4]

تکمیل بحث کے لیے ہم حسب ذیل تجزیات کا اضافہ کرتے ہیں:

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۲۳۳
[2] حوالہ سابق
[3] البدء والتاریخ: جلد ۵، ص ۱۹۲
[4] تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۶۳

Presented by Ziaraat.Com

① امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا تھا: ''خدا کی قسم! تو نے عثمانؓ کو اس لیے خلیفہ بنایا ہے تاکہ کل وہ تجھے خلیفہ بنائے؟''

امام علیہ السلام کی یہ گفتگو آپؑ کے گہرے سیاسی تجزیہ کو ظاہر کرتی ہے۔ اور امام علیہ السلام کا یہ فرمان سچ ثابت ہوا۔ مؤرخین لکھتے ہیں: حضرت عثمانؓ بیمار ہوئے اور جب بیماری نے شدت اختیار کی تو اُنھوں نے کاتب کو بلایا اور حکم دیا کہ لکھو کہ میرے بعد خلیفہ عبدالرحمٰن بن عوف ہے۔ کاتب نے خلیفہ کا حکم لکھا۔ [1]

② امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ابن عوف کی شرط کو ماننے سے کیوں انکار کیا تھا؟ رحلتِ پیغمبرؐ کو ایک عرصہ گزر چکا تھا اور اس دوران بہت سے واقعات پیش آئے تھے اور حکومت کی طرف سے ایسے احکام صادر ہوئے تھے جو کہ حکمِ رسولؐ کے سراسر خلاف تھے اور بہت سے مقامات پر حضرتؐ کی سنت کو بدلا گیا تھا۔ [2]

اندریں حالات حضرت علیؑ اس شرط کو کیسے قبول کر سکتے تھے؟ فرض کریں کہ آپؑ سیرتِ شیخین کو قبول کر لیتے تو بہت سے مقامات پر ان بزرگوں کی سیرت ایک دوسرے کے متضاد ہے۔ اس صورت میں آپؑ کس کی سیرت کو اپناتے اور کس کی سیرت کو مسترد کرتے؟ اگر حضرت علیؑ سیرتِ شیخین کو قبول کرنے کا اعلان کر دیتے تو کیا اس کا مطلب یہ نہ ہوتا کہ بزرگوں نے دین میں جو نئی ایجادات کی تھیں ان پر مہر تصدیق ثبت ہو جاتی؟

حضرت علی علیہ السلام کے پیش نظر حق کی حکومت کا قیام تھا اور دوسروں کی سیرت کو قبول کر کے آپؑ اپنے مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

علاوہ ازیں کچھ دیر کے لیے فرض کریں کہ آپ ابن عوف کی اس شرط کو قبول کر لیتے تو کیا یہ یقینی تھا کہ ابن عوف اپنے بھائی بند کو چھوڑ کر آپؑ کی ہی بیعت کرتے اور وہ آپؑ کو محروم

---

[1] تاریخ مدینہ: جلد ۳، ص ۱۰۲۹۔ مگر یہ خواہش پوری نہ ہو سکی، کیونکہ خلیفہ صاحب ٹھیک ہو گئے تھے اور پھر کچھ دنوں کے بعد ابن عوف اور حضرت عثمانؓ میں اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ ابن عوف ان کے انتخاب پر نہایت شرمندہ تھے اور ابن عوف خلیفہ کی زندگی ہی میں فوت ہو گیا تھا اور خلافت کی آرزو دل ہی میں مچلتی رہی۔

[2] تفصیل کے لیے علامہ سید شرف الدین کی کتاب ''النص والاجتہاد'' کا مطالعہ فرمائیں۔

Presented by Ziaraat.Com

کرنے کے لیے کوئی اور بہانہ تلاش نہ کرتے؟!!

سیدھی سی بات ہے کہ اگر آپؑ ابن عوف کے سامنے کتاب وسنت کے ساتھ سیرتِ شیخین کو تسلیم کرنے کا اعلان کرتے اور حضرت عثمانؓ بھی کتاب وسنت کے ساتھ سیرتِ شیخین کی پابندی کا عہد کرتے تو اس لحاظ سے تو دونوں اُمیدوار برابر ہو جاتے۔

اس کے بعد ابن عوف کا لائحہ عمل کیا ہو سکتا تھا؟ جب کہ یہ بات طے تھی کہ ہر قیمت پر بنی اُمیہ کو ہی اقتدار پر لانا ہے تو عبدالرحمٰن کے پاس اس کا متبادل بہانہ یہ ہوتا جس کا اُنھوں نے اظہار بھی کیا تھا۔ میں نے شرفاء ومعززین اور مدینہ کے اشرافیہ اور فوج کے سالاروں سے گفتگو کی ہے۔ وہ سب کے سب چاہتے ہیں کہ عثمان کو خلیفہ مقرر کیا جائے لہٰذا میں اُسے خلیفہ بناتا ہوں جس کی سفارش اشرافیہ اور ملٹری آفیسر کر رہے ہیں۔

شوریٰ حضرت علی علیہ السلام کو خلافت پر لانے کے لیے نہیں، بلکہ اُنھیں قتل کرانے کے لیے بنائی گئی تھی۔ خلیفہ ثانی کی یہ نصیحت موجود تھی کہ جو فریق اختلاف کرے اُس کا سر اُڑا دیا جائے اور اس کارِ خیر کے لیے پچاس فوجیوں کا پہرہ بھی لگا دیا گیا تھا۔ ابن عوف نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کر لی۔ اب علیؑ تن تنہا رہ گئے تو ابن عوف نے یہ جسارت کی تھی کہ علیؑ! بیعت کرو ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔

حضرت علیؑ اس گھر سے نکلے اور ارکانِ شوریٰ ساتھ تھے۔ اُنھوں نے آپؑ سے کہا کہ آپؑ بیعت کریں ورنہ ہم آپؑ کے خلاف جہاد کریں گے۔ (انساب الاشراف: جلد ۶، ص ۱۲۸)

شریف مرتضیٰ نے کتنے درد سے یہ کلمات لکھے ہیں:

> ''یہاں کون سی رضامندی ہے..... جسے قتل اور جہاد کی دھمکی دی جائے کیا وہ مختار ہوتا ہے''۔ (شرح نہج البلاغہ: جلد ۱۲، ص ۲۶۵)

شوریٰ کی تشکیل سے لوگوں کے دلوں میں خلافت کی طمع کا پیدا ہونا

اس سلسلہ کا آخری تجزیہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے شوریٰ کا اعلان کر کے سب ارکانِ شوریٰ کے دلوں میں خلافت کی اُمید پیدا کر دی تھی اور اُن میں سے ہر ایک اپنے آپ کو مستقبل

Presented by Ziaraat.Com

کا خلیفہ سمجھنے لگ گیا تھا۔ چنانچہ شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

سعد بن ابی وقاص پہلے تو اپنے آپ کو حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ میں کچھ نہیں سمجھتا تھا، لیکن جب اُسے خلافت کا اہل سمجھ کر شوریٰ میں شامل کیا گیا تو وہ اپنے آپ کو مستقبل کا خلیفہ سمجھنے لگ گیا تھا۔

ابن ابی الحدید نے اپنے اُستاد کا یہ تبصرہ نقل کیا ہے اور اسی چیز سے شہ پا کر طلحہ نے اپنے آپ کو حضرت علی علیہ السلام کا مدمقابل سمجھ لیا تھا۔ [1]

معاویہ نے اپنی ایک گفتگو میں اس مقصد کی طرف اشارہ کیا تھا۔ [2]

الغرض حضرت عمرؓ نے حق خلافت کی حرمت کو زائل کرنے کے لیے شوریٰ تشکیل دی تھی اور اس شوریٰ کا ثمرہ یہ نکلا کہ بنی اُمیہ مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط ہو گئے اور عالمِ اسلام کے سیاہ و سفید پر اُن کا قبضہ ہو گیا اور طلحہ و زبیر جیسے افراد اپنے شاندار مستقبل کے سہانے خواب دیکھنے لگے تھے۔

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ، جلد اوّل، ص ۹۵

[2] العقد الفرید: جلد ۳۳، ص ۲۸۹

Presented by Ziaraat.Com

چوتھی فصل

حضرت عثمانؓ کی مخالفت کے علل و اَسباب

الف: دولت کی ہوس اور نمود

مروج الذہب میں مرقوم ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مدینہ میں اپنا محل تعمیر کرایا اور اُسے سنگِ مرمر اور رُخام سے سجایا اور ساج اور عرعر کے دروازے لگوائے۔ اُنھوں نے مدینہ میں اپنے لیے بہت سے باغات لگوائے اور اُن میں چشمے بھی تعمیر کرائے۔

عبداللہ بن عتبہ کا بیان ہے کہ جس دن عثمانؓ قتل ہوئے تھے تو اُن کے خزانچی کے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار دینار اور دس لاکھ درہم تھے اور اس کے علاوہ وادیٔ القریٰ اور حنین وغیرہ میں اُن کی زمین تھی، جس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی۔ ان کے اصطبل میں لاتعداد اُونٹ اور گھوڑے تھے۔ (مروج الذہب: جلد ۲، ص ۳۴۱)

انساب الاشراف میں سلیم ابی عامر سے منقول ہے کہ میں نے عثمانؓ کو ایک چادر پہنے ہوئے دیکھا جس کی قیمت آٹھ سو دینار تھی۔ (انساب الاشراف: جلد ۶، ص ۱۳۷)

ب: اسلامی خزانے کو ریوڑیوں کی طرح سے بنی اُمیہ میں تقسیم کرنا

انساب الاشراف میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ مسلمانوں کو حضرت عثمانؓ پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اُس نے حکم بن ابی العاص کو قبیلہ قضاعہ کی زکوٰۃ و صدقات کا عامل بنا کر بھیجا۔ وہ وہاں سے تین لاکھ درہم لے کر آیا۔ حضرت عثمانؓ نے ''فیاضی'' کرتے ہوئے ساری رقم اُسے بخش دی۔ (انساب الاشراف: جلد ۶، ص ۱۳۷)

حضرت عثمانؓ کی فیاضی اور دریا دلی ملاحظہ فرمائیں:

مؤرخ ابوالفدا لکھتے ہیں:

Presented by Ziaraat.Com

حضرت عثمانؓ نے فدک [1] کی تمام جاگیر مروان کو ہبہ کر دی تھی اور یہ وہی جائیداد ہے جس کا حضرت فاطمہ زہراؑ نے حضرت ابوبکرؓ سے مطالبہ کیا تھا اور اُنھوں نے جواب میں نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ، (ہم انبیاءؑ کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے) کی حدیث پڑھی تھی۔ پھر یہ جائیداد مروان اور اُس کی اولاد کے ہاتھ میں چلی گئی۔ بعدازاں عمر بن عبدالعزیز نے اُسے اپنے خاندان سے چھین کر اسے صدقہ کا درجہ دیا تھا۔ (تاریخ ابوالفداء، جلد اوّل، ص ۱۶۹)

ابن قتیبہ المعارف میں لکھتے ہیں: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرور نامی بازارِ مدینہ مسلمانوں پر صدقہ کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے وہ جائیداد مروان بن الحکم کے بھائی حارث بن الحکم کو بخش دی تھی۔ مروان کو فدک کی جاگیر عطا کی تھی جب کہ وہ رسولِ خداؐ کا صدقہ تھی۔ [2]

حضرت عثمانؓ نے اپنی صاحب زادی کی شادی عبداللہ بن خالد بن اسید سے کی تھی اور اپنے داماد کو بیت المال سے ساٹھ لاکھ درہم عطا کیے تھے اور عبداللہ بن عامر والیِ بصرہ کو لکھا تھا کہ وہ یہ رقم اُس کے حوالے کرے۔ (تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۶۸)

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: عبداللہ بن خالد بن اُسید نے ان سے صلہ طلب کیا تو اُنھوں نے اسے چار لاکھ درہم عطا کیے تھے۔ (المعارف ابن قتیبہ، ص ۱۹۵)

حضرت عثمانؓ بڑے فیاض اور دریا دل تھے۔ اُنھوں نے جس دن مروان بن الحکم کو ایک لاکھ دیے تھے اسی دن اُنھوں نے ابوسفیان کو دو لاکھ عطا کیے تھے۔ (شرح نہج البلاغہ: جلد اوّل، ص ۱۹۹)

انساب الاشراف میں مرقوم ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں طلحہ کو

---

[1] فدک یہودیوں کی ایک بستی ہے۔ مدینہ سے دو دنوں کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ جاگیر بعنوانِ مصالحت رسولِ خداؐ کے سپرد کی گئی تھی اور آپؐ نے اپنی دُختر فاطمہ زہراؑ کو عطا کی تھی۔ وفاتِ رسولؐ تک اس کی ملکیت حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ہاتھ میں رہی تھی اور حضرت ابوبکرؓ نے قہر و غلبہ کے ذریعے سے اُن سے وہ جائیداد چھین لی تھی۔ (ملاحظہ فرمائیں: مجمع البحرین، جلد ۳، ص ۱۳۷، درمادہ فدک)

[2] المعارف ابن قتیبہ: ص ۱۹۵؛ العقد الفرید: جلد ۳، ص ۲۹۱

Presented by Ziaraat.Com

دو لاکھ دینار عطا کیے تھے۔(انساب الاشراف: جلد ۶، ص ۱۰۸)

تاریخ مدینہ میں موسیٰ بن طلحہ سے منقول ہے کہ حضرت عثمانؓ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ تھے جنھوں نے عراق میں جائیدادیں تقسیم کی تھیں۔ اُنھوں نے آلِ کسریٰ کی متروکہ جائیداد طلحہ بن عبیداللہ کو عطا کی تھی۔ اُنھوں نے طلحہ کو "نشاستج" کی جائیداد الاٹ کی تھی۔(تاریخ مدینہ: جلد ۳، ص ۱۰۲۰)

طبقاتِ کبریٰ میں ابی حسین سے منقول ہے کہ حضرت عثمانؓ نے زبیر بن العوام کو چھے لاکھ دینار عطا کیے تھے۔ وہ یہ رقم لے کر اپنے ماموں بنی کاہل کے پاس گئے اور اُن سے پوچھا: کون سی جائیداد بہتر ہے؟

اُنھوں نے کہا: اصفہان کی جائیداد بڑی زرخیز ہے۔ زبیر نے کہا: مجھے اصفہان کی جائیداد خرید کر دو۔(طبقاتِ کبریٰ: جلد ۳، ص ۱۰۷)

ج: رسولِ اکرمؐ کے دھتکارے ہوئے لوگوں کو مدینہ بلا کر مالا مال کیا گیا

یعقوبی لکھتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم بن ابی العاص کو مدینہ سے دھتکار کر جلاوطن کیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں عثمانؓ نے اُسے واپس مدینہ لانے کی درخواست کی تھی، لیکن اُنھوں نے دشمنِ رسولؐ کو واپس آنے کی اجازت نہ دی۔

اس طرح سے حضرت عمرؓ سے بھی حضرت عثمانؓ نے اپنے بزرگ چچا کی واپسی کے لیے بھی درخواست کی تھی، لیکن اُنھوں نے "طرید رسول" کو مدینہ آمد کی اجازت نہیں دی تھی۔ پھر جب حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو اُنھوں نے رسولؐ خدا کے دھتکارے ہوئے شخص کو مدینہ آمد کی دعوت دی۔ اس کا مسلمانوں نے بُرا منایا۔

راوی بیان کرتا ہے: جس دن طرید رسول حکم بن ابی العاص مدینہ میں داخل ہوا تو اُس نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور وہ بھیڑ بکریوں کے ایک ریوڑ کو ہانک رہا تھا۔ جب وہ قصرِ عثمانؓ میں داخل ہوا تو اُس کی یہ حالت تھی اور کچھ دیر بعد قصرِ عثمانؓ سے نکلا تو اُس نے ریشم اور طیلسان کا قیمتی لباس پہنا ہوا تھا۔(تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۶۴)

Presented by Ziaraat.Com

د: حضرت عثمانؓ کا ناقدین کے ساتھ رویہ اور حضرت ابوذرؓ کی جلاوطنی

مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے جن اقدامات پر لوگوں نے تنقید کی ہے ان میں حضرت ابوذرؓ کے ساتھ اُنھوں نے جو سلوک روا رکھا تھا، وہ بھی شامل ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت ابوذرؓ حضرت عثمانؓ کی محفل میں گئے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا: لوگو! اگر ایک شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے تو کیا اس پر کوئی اور مالی حق بھی باقی رہتا ہے؟

کعب الاحبار محفل میں موجود تھے، اُنھوں نے کہا: امیر المومنین! زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد کوئی مالی حق باقی نہیں رہتا۔

حضرت ابوذرؓ نے کعب کے سینہ سے اسے دھکا دیا اور فرمایا:

اے یہودی کے بیٹے! تو نے جھوٹ کہا ہے۔ پھر اُنھوں نے یہ آیت پڑھی:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ .....

(البقرہ: ۱۷۷)

حضرت عثمانؓ نے کہا: لوگو! مجھے یہ بتاؤ کہ اگر ہم بیت المال سے رقم لے کر اپنی ضروریات پوری کریں اور اس میں سے تمھیں بھی کچھ دیتے رہیں تو کیا اس میں شرعی طور پر کوئی حرج ہے؟

کعب الاحبار نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابوذرؓ برداشت نہ کر سکے اور کعب کے سینہ سے دھکا دے کر فرمایا:

اے فرزندِ یہود! تو ہمارے دین میں جسارت سے کام لے رہا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوذرؓ سے کہا: تو ہمیں زیادہ اذیت دے رہا ہے۔ اپنا چہرہ مجھ سے دُور رکھ۔ تم نے ہمیں اذیت دی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوذرؓ شام چلے گئے۔

پھر معاویہ نے حضرت عثمانؓ کو خط بھیجا کہ لوگ ابوذرؓ کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگوں کو خراب کرے گا۔ اگر تجھے شام کی ضرورت ہے تو پھر ابوذرؓ کو یہاں سے نکال دو۔

حضرت عثمانؓ نے معاویہ کو خط لکھا کہ اسے سوار کر کے ہمارے ہاں بھیج دو۔

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ نے انھیں ایسے اُونٹ پر بٹھایا جس پر خشک قسم کا پالان تھا اور ان کے ساتھ پانچ صقالبی غلام بھیجے، جنھوں نے انھیں راستے میں کہیں بھی آرام نہیں کرنے دیا تھا۔ جب ابوذرؓ مدینہ پہنچے تو ان کی رانوں کا گوشت اُڑ چکا تھا اور اُن کی حالت بہت غیر ہو چکی تھی۔

کسی نے اُن سے کہا: تم یہاں مرجاؤ گے۔

ابوذرؓ نے جواب دیا: نہیں، میں یہاں نہیں مروں گا۔ مجھے جلاوطن کیا جائے گا اور میری صحرا میں موت واقع ہوگی اور حاجیوں کا ایک قافلہ مجھے دفن کرے گا۔

چند دن مدینہ میں خاموشی رہی۔ پھر حضرت ابوذرؓ کو قصرِ خلیفہ میں لے جایا گیا اور حضرت ابوذرؓ وہاں گھٹنوں کے بل جا کر بیٹھ گئے اور کچھ باتیں ہوئیں۔ گفتگو ابی العاص کی اولاد پر شروع ہوئی تو حضرت ابوذرؓ نے فرمایا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمھارے ان بھائی بندوں کے لیے فرمایا تھا:

اذا بلغوا ثلاثین رجلا اتخذوا عباد اللہ خولا ومال اللہ مغنما

"جب ان کی تعداد تیس مردوں تک پہنچ جائے تو یہ لوگ اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنالیں گے، خدا کے مال کو اپنے لیے غنیمت قرار دیں گے"۔

اس دن ایک اور واقعہ بھی رونما ہوا۔ عبدالرحمٰن بن عوف مرچکے تھے۔ اُن کا ترکہ حضرت عثمانؓ کے پاس تقسیم کے لیے لایا گیا۔ اتفاق سے حضرت ابوذرؓ بھی موجود تھے۔ درہم و دینار اور سونے چاندی کی تھیلیاں کھولی گئیں تو اتنا بڑا ڈھیر بن گیا کہ ایک شخص کو ڈھیر کی دوسری طرف کھڑا ہوا شخص دکھائی نہیں دیتا تھا۔

حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن کی آخرت کی بھلائی کی اُمید کرتا ہوں۔ وہ زکوٰۃ دیتا تھا اور مہمان نوازی کیا کرتا تھا اور اس کے باوجود وہ یہ ترکہ چھوڑ گیا ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔

کعب الاحبار نے کہا: امیرالمومنین! آپ نے سچ فرمایا ہے۔

حضرت ابوذرؓ نے عصا اُٹھا کر کعب الاحبار کے سر پر دے مارا اور اُس کے درد کی پرواہ تک نہ کی اور فرمایا: یہودی زادے! تو اس شخص کی نجات کی گواہی دے رہا ہے جو اتنا زیادہ مال چھوڑ کر مرا، مگر تو یہ کہتا ہے کہ خدا نے اُسے دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کی ہے اور پھر تو اس پر خدا

Presented by Ziaraat.Com

کو بھی گواہ بنا کر ایسی باتیں کرتا ہے جب کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا تھا:

مَا يَسُرُّنِي أَنْ أَمُوتَ وَأَدَعَ مَا يَزِنُ قِيرَاطًا

"مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں اس حال میں ایک قیراط کے وزن برابر سونا چاندی چھوڑ کر مر جاؤں"۔

حضرت عثمانؓ نے کہا: تم اپنا منہ مجھ سے چھپاؤ۔

حضرت ابوذر نے کہا: کیا میں مکہ چلا جاؤں؟

حضرت عثمانؓ نے کہا: نہیں، خدا کی قسم! اگر تو مکہ چلا گیا تو تو مجھے میرے رب کے گھر سے روک دے گا اور میں مرتے دم تک مکہ نہیں جا سکوں گا

حضرت ابوذرؓ نے کہا: خدا کی قسم! یہ سچ ہے۔ پھر کہا: کیا میں شام چلا جاؤں؟

خلیفہ نے کہا: نہیں۔

حضرت ابوذرؓ نے کہا: میں بصرہ چلا جاؤں؟

خلیفہ نے کہا: نہیں، تم وہاں بھی نہیں جا سکتے۔ ان شہروں کے علاوہ کسی اور شہر کا نام لو۔

حضرت ابوذرؓ نے کہا: ان شہروں کے بغیر میں کسی اور شہر کا نام نہ لوں گا۔ اگر تو مجھے میری ہجرت گاہ میں رہنے دے تو یہ مجھے پسند ہے، ورنہ اگر تو نے مجھے جلاوطن ہی کرنا ہے تو جہاں چاہے بھیج دے۔

خلیفہ نے کہا: میں تجھے 'ربذہ' روانہ کرتا ہوں۔

حضرت ابوذرؓ نے 'ربذہ' کا نام سنا تو آپ نے اللہ اکبر کہا۔ رسولِ اکرمؐ نے سچ فرمایا تھا۔ آنحضرتؐ نے مجھے یہ ساری باتیں بتائی تھیں۔

خلیفہ نے کہا: رسولِ خدا نے کیا فرمایا تھا؟

حضرت ابوذرؓ نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے مکہ اور مدینہ سے روک دیا جائے گا اور یہ کہ میں 'ربذہ' میں مروں گا اور عراق سے حجاز آنے والے حجاج مجھے دفن کریں گے۔ اس کے بعد حضرت ابوذرؓ کو ایک اُونٹ پر بٹھا کر 'ربذہ' بھیجا گیا۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے ساتھ اُن کی بیٹی بھی تھی۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ خبردار! کوئی شخص ابوذرؓ کو الوداع کرنے کے لیے نہ آئے۔

حضرت ابوذرؓ مدینہ سے نکلنے لگے۔ مروان اُن کے اُونٹ کو ہانک رہا تھا۔ اتنے میں حضرت علیؑ، حسنین کریمینؑ، عقیلؑ، عبداللہ بن جعفرؓ اور عمار بن یاسرؓ ان کو الوداع کہنے آئے۔

مروان نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: خلیفہ نے حکم دیا ہے کہ کوئی بھی اُنھیں الوداع نہ کرے اگر تمھیں حکم معلوم نہیں تھا تو میں نے تمھیں سنا دیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے دُرّہ ہاتھ میں لیا اور مروان کے اُونٹ کے دونوں کانوں کے درمیان مارا اور فرمایا: دفع ہو جا! خدا تجھے دوزخ میں ڈالے۔

آپؑ کچھ دیر تک حضرت ابوذرؓ کے ساتھ چلے پھر الوداع کہا اور واپس جانے لگے۔ اس وقت حضرت ابوذرؓ نے کہا: اے ابوالحسنؑ! میں جب آپؑ اور آپؑ کی اولاد کو دیکھتا ہوں تو مجھے رسولؐ خدا یاد آجاتے ہیں۔

مروان نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف حضرت عثمانؓ سے شکایت کی۔ حضرت عثمانؓ نے کہا: لوگو! تم میں سے کوئی علیؑ کی بے گناہی بیان کرسکتا ہے؟ اس نے میرے قاصد کو واپس کیا ہے اور اس کے ساتھ نامناسب سلوک کیا ہے۔ خدا کی قسم! میں اُسے اس کا جواب دوں گا۔

جب حضرت علی علیہ السلام واپس آئے تو لوگوں نے کہا: خلیفہ آپؑ پر سخت ناراض ہے، کیونکہ آپؑ نے حضرت ابوذرؓ کی مشایعت کی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اس کی ناراضگی کی وہی حیثیت ہے جو کہ گھوڑے کو لگام پر ہوتی ہے۔

شام ہوئی تو آپؑ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا: آپؑ نے مروان کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟ آپؑ نے میرے خلاف جسارت کیوں کی اور میرے حکم اور میرے قاصد کو کیوں ٹھکرایا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: مروان مجھے واپس کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے واپس کیا ہے، میں نے تمھارے حکم کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت عثمان نے کہا: مروان نے آپ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ میں نے منع کیا تھا کہ کوئی شخص ابوذرؓ کو الوداع کرنے نہ جائے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا ہم تمھارے ہر حکم کو مانیں گے؟ جب کہ اللہ کی اطاعت اور حق اس کے خلاف ہو تو اس صورت میں بھی تمھارا حکم قابلِ نفاذ ہوگا؟ ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔

حضرت عثمانؓ نے کہا: مروان کو قصاص دیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کیسا قصاص؟

حضرت عثمانؓ نے کہا: آپؑ نے اُس کے اُونٹ کو دُرّہ مارا ہے اور مروان کو گالیاں دی ہیں۔ مروان آپؑ کے اُونٹ کو تازیانہ مارے گا اور وہ آپؑ کو گالیاں دے گا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جہاں تک اُونٹ کا معاملہ ہے تو اگر مروان چاہے تو اُسے ایک دُرّہ مار سکتا ہے۔ خبردار! اگر تُو نے یا مروان نے مجھے گالی دی تو میں تمھیں ایسی گالی دوں گا جو کہ حقیقت پر مبنی ہوگی۔ میں حق کے علاوہ اور کچھ نہیں کہوں گا۔

حضرت عثمانؓ نے کہا: آپؑ نے مروان کو گالیاں دیں، اُسے قصاص میں گالی دینے کا پورا حق ہے۔ میری نظر میں آپؑ مروان سے بہتر نہیں ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام غضب ناک ہوئے اور فرمایا: کیا میرے متعلق تو یہ بات کہتا ہے؟ اور مجھے مروان کے برابر قرار دیتا ہے؟ سنو! مروان تو دُور رہا، میں تجھ سے افضل ہوں اور میرے والد تیرے والد سے افضل تھے اور میری ماں تیری ماں سے افضل تھیں۔ یہ میں نے اپنا نیزہ نصب کر دیا ہے جرأت ہے تو مقابلے میں نیزہ لے آ۔

حضرت عثمانؓ سخت ناراض ہوئے اور غصہ سے اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ وہ اُٹھ کر اپنے گھر چلے گئے۔

حضرت علی علیہ السلام بھی اپنے گھر تشریف لائے۔ حضرت علی علیہ السلام کے پاس آپؑ کے خاندان کے افراد اور مہاجرین و انصار جمع ہوئے اور اُنھوں نے آپؑ کو تسلی دی۔

دوسرا دن ہوا لوگ حضرت عثمانؓ کے پاس جمع ہوئے تو اُس نے لوگوں کے سامنے حضرت علی علیہ السلام کی شکایت کی اور کہا: علیؑ میرا شکوہ کرتا ہے اور جو لوگ میرا شکوہ کرتے ہیں،

Presented by Ziaraat.Com

علیؑ اُن کی مدد کرتا ہے۔ اس سے اُس کی مراد حضرت ابوذرؓ اور عمارؓ تھے۔

حاضرین نے مداخلت کی اور ان دونوں میں صلح کرادی۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں نے ابوذرؓ کی مشایعت صرف خدا کی رضامندی کے لیے کی تھی۔ (مروج الذہب: جلد ۲، ص ۳۴۸)

کچھ مؤرخین کی طرف سے ابوذرؓ کے واقعات میں تحریف

تاریخ اَحوالِ ماضی کا آئینہ دار ہوتی ہے اور یہ ہمیں ماضی کے واقعات مجسم کر کے دکھاتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ آئینہ شفاف ہو، داغ دار نہ ہو اور اگر آئینہ ہی خیر سے داغدار ہوگا تو حسین سے حسین منظر کو بھی دُھندلا کر کے دکھائے گا۔

ہمیں افسوس ہے کہ سلاطین وملوک کے دروازوں پر جھکنے والے مؤرخین نے واقعات میں تحریف کی ہے اور اپنے ممدوح افراد کی غلطیوں پر پردے ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو مؤرخ کے فیضان سے مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم پاتے ہیں۔

حضرت ابوذرؓ، حضرت عثمانؓ اور معاویہ کے واقعات میں بھی دستِ تحریف پوری طرح سے متحرک دکھائی دیتا ہے۔ طبری اور ابن اثیر نے اپنے ممدوح افراد کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے اس واقعہ میں تحریف کی ہے۔ اُنھوں نے اپنی طرف سے حق چھپانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اب ذرا ان مؤرخین کے بیانات کا مطالعہ فرمائیں۔

طبری لکھتے ہیں کہ ۳۰ ہجری میں حضرت ابوذرؓ، حضرت عثمانؓ اور معاویہ کا واقعہ پیش آیا۔ معاویہ نے حضرت ابوذرؓ کو شام سے نکال کر مدینہ روانہ کیا تھا اور اُس کی وجوہات کے متعلق بہت سے اَقوال بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر اَقوال کو نقل کرنا مجھے ناپسند ہے، جو لوگ معاویہ کا دفاع کرتے ہیں اُنھوں نے اس کے لیے ایک قصہ بیان کیا ہے۔ (تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۲۸۳)

اب آیئے ابن اثیر کی روش کا جائزہ لیں، وہ لکھتے ہیں:

اس سال ۳۰ ہجری میں حضرت ابوذرؓ کو معاویہ نے شام سے نکال کر مدینہ روانہ کیا تھا اور

Presented by Ziaraat.Com

اس کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں اور راویوں نے یہاں تک لکھا کہ معاویہ نے حضرت ابوذرؓ کو سب وشتم کیا تھا اور اُنھیں قتل کی دھمکیاں دی تھیں اور اُنھیں شام سے مدینہ ایسے اُونٹ پر بھیجا تھا جس پر پالان اور کجاوہ تک موجود نہ تھا اور بعد میں حضرت عثمانؓ نے بھی اُنھیں بہت ہی بُرے طریقے سے مدینہ سے جلاوطن کیا تھا، مگر ایسے واقعات بیان کرنا درست نہیں ہے۔ اگر یہ ساری باتیں درست بھی مان لی جائیں تو بھی حضرت عثمانؓ کو بے گناہ سمجھنا چاہیے، کیونکہ حاکم کو یہ حق ہے کہ وہ جیسے چاہے اپنی رعایا کو سیدھا کرسکتا ہے۔ اس طرح کے اور جواز بھی پیش کیے جاسکتے ہیں۔ اس طرح کے واقعات کو طعن وتشنیع کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔ میں ان باتوں کو ذکر کرنا ناپسند کرتا ہوں اور جو حضرات ان کا دفاع کرتے ہیں اُنھوں نے اس کے متعلق یہ کہا ہے۔ (الکامل فی التاریخ: جلد ۲، ص ۲۵۱)

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ دونوں مورخین نے حق چھپانے کی پوری کوشش کی ہے۔ ان لوگوں نے دو طرح سے کام لیا ہے۔ اُنھوں نے پہلے پہل تو حضرت ابوذرؓ کو داغدار بنانے کی کوشش کی، لیکن آسمان کا تھوکا منہ پر ہی آتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ کے متعلق کوئی شخص جھوٹ تراشنا بھی چاہے تو بھی ان کے مقام میں کوئی فرق نہیں آتا، کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق یہ فرمایا تھا:

> ''آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے اپنی پشت پر کسی شخص کو اُٹھایا نہیں ہے جو کہ ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو''۔

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت ابوذرؓ کے متعلق جھوٹی روایات بدنامِ زمانہ سیف بن عمر کی وضع کردہ ہیں۔ عالمِ اسلام کے کسی بھی محدث نے سیف بن عمر کی توثیق نہیں کی۔

ابن معین نے کہا ہے: فلیس خیر منہ ''اس سے کسی بھلائی کی اُمید نہیں ہے''۔

ابوحاتم نے کہا ہے: اِنَّهٗ مَتْرُوكُ الْحَدِيْثِ ''وہ متروک الحدیث ہے''۔

نسائی اور دارقطنی نے اسے ضعیف کہا ہے اور ابوداؤد نے اسے لَيْسَ بِشَيْءٍ کہا ہے۔

ابن حبان لکھتے ہیں: یہ شخص سچے رواۃ کا نام لے کر جھوٹی روایات گھڑا کرتا تھا۔ اس پر زندیقیت کا الزام ہے۔ علمائے حدیث لکھتے ہیں: یہ شخص احادیث وضع کرتا تھا۔ امام حاکم لکھتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں: اس پر زندقہ وعقیدت کی تہمت ہے۔(تہذیب التہذیب: جلد ۲،ص ۴۶۷،نمبر ۳۱۸۴)

سیف بن عمرو نے جھوٹی روایات تراش کر حضرت عثمانؓ کا بھرپور دفاع کیا تھا اور ان کی ہر غلطی کو نیکی ثابت کیا تھا۔

سیف بن عمر نے حضرت ابوذرؓ کے واقعہ کے متعلق لکھا ہے: حضرت ابوذرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا: آپ مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دے دیں کیونکہ مدینہ میرا گھر نہیں ہے۔

حضرت عثمانؓ نے کہا: آپ اچھی جگہ کو چھوڑ کر بری جگہ کا انتخاب کر رہے ہیں۔

حضرت ابوذرؓ نے کہا: رسولؐ خدا نے مجھے فرمایا تھا: جب مدینہ پھیل کر "سلع" کے مقام تک پہنچ جائے تو پھر تم مدینہ چھوڑ دینا۔اب مدینہ پھیل کر وہاں تک پہنچ چکا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے کہا: اگر یہ بات ہے تو آپ فرمانِ رسولؐ پر عمل کریں۔ چنانچہ حضرت ابوذرؓ نے مدینہ چھوڑ دیا اور آپ ربذہ آگئے۔ یہاں اُنھوں نے ایک مسجد بنائی۔خلیفہ نے اُنھیں گزراوقات کے لیے کافی اُونٹ دیے تھے اور دو غلام بھی دیے تھے جو اُن کے اُونٹ چرایا کرتے تھے۔

خلیفہ نے حضرت ابوذرؓ کو پیغام بھیجا کہ آپ گاہے بہ گاہے مدینہ آیا کریں۔ چنانچہ وہ خلیفہ سے ملاقات کے لیے مدینہ آتے تھے۔

سیف بن عمر نے لکھا کہ حضرت ابوذرؓ اپنی مرضی سے مدینہ چھوڑ کر ربذہ گئے تھے کیونکہ حضرت عثمانؓ ان کی طرف توجہ نہ کرتے تھے۔(تاریخ طبری: جلد ۴،ص ۲۸۴)

واضح رہے کہ سیف بن عمرو ہی کذاب ہے جس نے عبداللہ بن سبا کا قصہ تراشا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف انقلاب کا آغاز

① عمار بن یاسرؓ پر تشدد

انساب الاشراف میں ابی مخنف کے حوالے سے لکھا ہے کہ بیت المال کے ایک کمرہ میں زیورات اور جواہرات رکھے ہوتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے کچھ زیورات اور جواہرات وہاں سے نکال کر اپنی خواتین کو پہنائے۔لوگوں کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے اعتراض کیا اور اس پر

Presented by Ziaraat.Com

سخت تنقید کی گئی اور اس اقدام کو امانت داری کے خلاف کہا گیا جس سے خلیفہ سخت ناراض ہوئے۔ اُنھوں نے خطاب کیا اور کہا: ہم قومی خزانے سے اپنی ضروریات پوری کریں گے، اگرچہ اس سے کسی کی ناک رگڑتی ہے تو رگڑتی رہے (ہمیں کسی کی پرواہ نہیں ہے)۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تجھے اس سے روکا جائے گا۔

عمار بن یاسرؓ نے کہا: میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اس اقدام پر سب سے پہلے میری ناک رگڑی گئی ہے۔ یعنی مجھے یہ عمل سخت ناپسند ہے۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت عمارؓ کو گالی دیتے ہوئے کہا: اے غیر مختون عورت کے بیٹے! تو مجھ پر جسارت کرتا ہے؟ پھر اُنھوں نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے گرفتار کرلیا جائے۔

حضرت عمارؓ کو گرفتار کیا گیا اور حضرت عثمانؓ نے اُنھیں اتنا پیٹا کہ وہ بے ہوش ہوگئے۔ بے ہوشی کی حالت میں اُنھیں قصرِ خلافت سے نکال کر حضرت اُمِ سلمہؓ کے گھر لایا گیا۔ وہ ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں نہ پڑھ سکے تھے۔ جب اُنھیں افاقہ ہوا تو اُٹھ کر وضو کیا اور کہا: الحمدللہ! آج کوئی پہلا دن نہیں جب ہمیں اللہ کی راہ میں اذیت دی گئی ہو۔ (ہم روزِ اوّل سے ہی اسلام کے لیے اذیتیں برداشت کرتے آرہے ہیں)۔

حضرت بی بی عائشہؓ کو علم ہوا تو وہ اس بدسلوکی پر سخت ناراض ہوئیں۔ اُنھوں نے رسولِ خدا کے کچھ موئے مبارک اور آپؐ کے کپڑوں کا ایک جوڑا اور آپؐ کی نعلین اُٹھائی اور لوگوں کو یہ تبرکات دکھا کر کہا: یہ دیکھو رسولِ اکرمؐ کے بال، آپؐ کا لباس اور آپؐ کی نعلین تک نہیں پھٹی، لیکن تم لوگوں نے اپنے نبیؐ کی سنت کو چھوڑ دیا ہے۔

حضرت عثمانؓ بی بی کی باتوں پر سخت ناراض ہوئے، لیکن کچھ کہنے کے لیے اُن کے پاس الفاظ نہیں تھے۔ (انساب الاشراف: جلد ۶، ص ۱۶۱)

① حضرت عبداللہ بن مسعود پر ظالمانہ تشدد

انساب الاشراف میں ابومخنف اور عوانہ کے حوالے لکھا ہے کہ جب عبداللہ بن مسعود نے کوفہ کے بیت المال کی چابیاں ولید بن عقبہ (یہ وہی ہے جسے سورۂ حجرات میں فاسق کہا گیا ہے)

Presented by Ziaraat.Com

کے سامنے پھینک دیں اور فرمایا: میں اپنے آپ کو مسلمانوں کے بیت المال کا امین اور خازن سمجھتا تھا لیکن تم مجھے بنی اُمیہ کے مال کا خازن بنانا چاہتے ہو لہٰذا یہ چابیاں سنبھالو۔ جو دین میں تبدیلی کرے گا خدا اُس پر ناراض ہوگا۔ تمھارا صاحب تغیر و تبدل کر چکا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ سعد بن ابی وقاص جیسے انسان کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا جائے اور ولید کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا جائے؟!

ابنِ مسعود مسلسل یہ کلمات کہا کرتے تھے:

"سب سے سچا قول اللہ کی کتاب کا ہے اور سب سے بہتر ہدایت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اور بدترین اُمور بعد کے پیدا کردہ ہیں اور ہر بعد میں پیدا کیا جانے والا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جائے گی"۔

ولید نے حضرت عثمانؓ کو خط لکھا کہ ابنِ مسعود تجھ پر اعتراض کرتا ہے اور تجھ پر طعن و تشنیع کرتا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے جواب میں لکھا کہ اُسے ہمارے ہاں مدینہ بھیج دیا جائے۔

جب ابن مسعود کوفہ سے روانہ ہونے لگے تو اہلِ کوفہ نے اُن کی مشایعت کی۔ ابن مسعود نے ان لوگوں کو خدا کے تقویٰ اور قرآن سے وابستگی کا حکم دیا۔ سب لوگوں نے اُنھیں دُعائے خیر دی اور کہا: اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے ہمارے جاہلوں کو تعلیم دی۔ ہمارے علماء کو ثباتِ قدم عطا کیا اور آپ نے ہمیں قرآن پڑھایا اور دین کی فہم و فراست عطا کی۔ آپ اسلام کے بہترین خیر خواہ اور عظیم دوست ہیں۔ پھر اہلِ کوفہ نے آپ کو الوداع کہا اور واپس چلے گئے۔

الغرض ابن مسعود مدینہ آئے۔ اُس وقت خلیفہ منبر رسولؐ پر خطبہ دے رہے تھے۔ خلیفہ کی اُن پر نظر پڑی تو کہا: اب تمھارے پاس بدترین جاندار آیا ہے، جو اپنے کھانے پر پاخانہ کرتا ہے اور قے کرتا ہے۔

ابن مسعود نے کہا: میں ایسا نہیں ہوں۔ میں تو رسولؐ خدا کا بدری صحابی ہوں اور مجھے

Presented by Ziaraat.Com

بیعت رضوان کا شرف حاصل ہے۔ [1]

حضرت عائشہؓ نے حجرہ سے آواز دے کر کہا: عثمانؓ! کیا تو ایسی باتیں رسولؐ خدا کے صحابی کے بارے میں کہتا ہے؟

خلیفہ نے حکم دیا: ابن مسعود کو دھکے دے کر مسجد سے نکال دیا جائے اور عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ نے اُنھیں اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا جس سے اُن کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

کچھ روایات میں ہے کہ اُنھیں حضرت عثمانؓ کے غلام سموم نے اُٹھا کر زمین پر پٹخا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے حضرت عثمانؓ سے کہا: کیا تو ولید بن عقبہ کے کہنے پر صحابی رسولؐ کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے؟

حضرت عثمانؓ نے کہا: میں نے ولید کے کہنے پر ایسا نہیں کیا۔ بات یہ ہے کہ میں نے زبید بن صلت الکندی کو کوفہ بھیجا تھا۔ ابن مسعود نے اُس سے کہا تھا کہ عثمان کا خون حلال ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تو نے ابن زبیر کی غیر موثق بات پر صحابی رسولؐ کی توہین کی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام اُٹھے اور ابن مسعود کو سنبھالا اور اُنھیں اُن کے گھر لے گئے۔

ابن مسعود گھر میں رہے۔ عثمانؓ نے ان پر کہیں باہر جانے پر پابندی عائد کر دی تھی۔

ابن مسعود نے جہاد میں شرکت کے لیے اجازت طلب کی، مگر خلیفہ نے اُنھیں اجازت نہ دی۔

مروان نے حضرت عثمانؓ سے کہا: آپ اُسے شام نہ جانے دیں۔ یہ آپ کے لیے کوفہ کو بگاڑ چکا ہے۔ اگر شام چلا گیا تو آپ کے لیے شام بھی بگڑ جائے گا۔

کوفہ سے واپسی کے بعد ابن مسعود تین برس تک مدینہ میں زندہ رہے اور قتل عثمان سے دو برس قبل اُن کی وفات واقع ہوئی تھی۔ وہ یہ سارا عرصہ سعد بن ابی وقاص کے ہاں ٹھہرے تھے۔

ابن مسعود کے مرض الموت کے زمانے میں حضرت عثمانؓ اُن کی عیادت کے لیے اُن کے گھر گئے اور کہا: آپ کو کس چیز کی شکایت ہے؟

---

[1] ان الفاظ سے ابن مسعود نے خلیفہ پر تنقید کی تھی کیونکہ خلیفہ نہ تو جنگ بدر میں تھے اور نہ ہی بیعت رضوان میں تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

اُنھوں نے جواب دیا: اپنے گناہوں کی شکایت ہے۔

خلیفہ نے کہا: کیا آپ کے لیے کسی طبیب کو بلاؤں؟

ابن مسعود نے جواب دیا: حقیقی طبیب ہی نے تو بیمار کیا ہے۔

خلیفہ نے کہا: کیا تمھارے لیے وظیفہ جاری کروں؟

ابن مسعود نے کہا: جب تک مجھے ضرورت تھی آپ نے مجھے محروم رکھا، اب جب کہ میں مرنے والا ہوں اس حالت میں آپ سے وظیفہ لے کر کیا کروں گا؟

خلیفہ نے کہا: یہ وظیفہ تمھاری اولاد کے کام آئے گا۔

ابن مسعود نے جواب دیا: ان کے رزق روزی کا خدا ضامن ہے۔

خلیفہ نے کہا: ابوعبدالرحمٰن! میرے لیے استغفار کریں۔

ابن مسعود نے کہا: میں خدا سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تجھ سے میرا حق لے۔

الغرض ابن مسعود نے وصیت کی تھی کہ اُن کے جنازہ میں عثمانؓ شریک نہ ہوں۔ چنانچہ موت کے بعد ان کو بقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور خلیفہ کو اُن کی تدفین کا کسی نے نہیں بتایا تھا۔ جب اُنھیں علم ہوا تو وہ ناراض ہوئے اور کہا: تم نے مجھے بھی اطلاع نہیں کی؟

حضرت عمار یاسرؓ نے فرمایا: مرنے والے کی وصیت تھی کہ آپ اُن کے جنازہ میں شامل نہ ہوں۔

زبیر نے یہ شعر پڑھا:

لا عرفنك بعد الموت تندبنی

وفی حیاتی ما زودتنی زادی

"میرے مرنے کے بعد تو مجھ پر گریہ کر رہا ہے جب کہ زندگی میں تو تُو نے زادِ راہ تک نہ دیا"۔ (انساب الاشراف)

Presented by Ziaraat.Com

پانچویں فصل

حضرت عثمانؓ کا انجام

ابن عوف کی کوشش سے حضرت عثمانؓ حکومت و اقتدار کے سنگھاسن پر فائز ہوئے تھے، لیکن اُنھوں نے اقتدار سنبھالتے ہی سیرتِ نبویؐ سے انحراف کرنا شروع کر دیا تھا۔ اُنھوں نے نہ تو صحابہ کے احترام کا خیال رکھا تھا اور نہ ہی عوام الناس کے مفادات کو مدنظر رکھا تھا اور اس سلسلہ میں اُنھیں کسی کے احتجاج کی بھی فکر نہیں تھی۔

عثمانی حکومت کی بے اعتدالیوں سے اَوراقِ تاریخ بھرے پڑے ہیں۔ کچھ مؤرخین نے یہ رائے دی ہے کہ ان کے اقتدار کا پہلا نصف حصّہ درست تھا اور اس عرصہ میں اُنھوں نے کوئی ایسی بڑی غلطی نہیں کی تھی کہ جس پر لوگ احتجاج کرتے، البتہ اُن کی حکومت کا پچھلا دور ایسا تھا جس میں اُنھوں نے سنگین غلطیاں کی تھیں۔ [1] لیکن ہمیں مؤرخین کی اس رائے سے اختلاف ہے، کیونکہ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اُنھوں نے اقتدار میں آتے ہی پہلا انحراف یہ کیا کہ طریدِ رسولؐ حکم بن العاص اور اُس کے بیٹے مروان کو مدینہ بلوایا اور مروان کو سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ علاوہ ازیں اُن کے جتنے بھی رشتہ دار تھے اُن سب کو اسلامی مملکت کے کلیدی عہدوں پر براجمان کر دیا تھا اور بیت المال میں سے خطیر رقم اپنے نااہل رشتہ داروں اور سابق دشمنانِ اسلام میں تقسیم کی تھی۔ ان اقدامات کی وجہ سے خلافت کے ابتدائی ایام ہی میں صحابہ کرام اُن کے مخالف ہو گئے تھے۔ البتہ عوامی اور عمومی مخالفت اُن کی حکومت کے آخری نصف حصّہ میں شروع ہوئی تھی۔ [2]

---

[1] تاریخ اسلام ذہبی: جلد ۳، ص ۴۳۱

[2] تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۶۳

Presented by Ziaraat.Com

پھر ۳۳ ہجری میں حضرت عثمانؓ نے مشاہیر صحابہ پر ظلم کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے بہت سے صالح ترین افراد کو کوفہ سے جلاوطن کیا تھا جن میں کچھ صحابہ بھی تھے، پھر ۳۴ ہجری میں اہل کوفہ نے اُن کے رشتہ دار سعید بن عاص کی حکومت سے معزولی کے لیے احتجاج کیا۔ خلیفہ صاحب کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔

آخرکار اہل کوفہ نے اپنے گورنر کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا جس کی وجہ سے خلیفہ نے مجبور ہو کر اُسے معزول کیا۔ واضح رہے کہ عوامی غیظ وغضب کا نشانہ بننے والا سعید بن عاص خلیفہ کا انتہائی قریبی عزیز تھا۔

بعدازاں اہل کوفہ کے مطالبہ پر خلیفہ نے ابوموسیٰ اشعری کو وہاں کا والی مقرر کیا تھا۔ اسی سال صحابہ نے حضرت عثمان کے خلاف قیام کرنے کے لیے مختلف شہروں میں خطوط بھیجے، جن میں اُن کی غلطی پالیسیوں کو واضح کیا گیا۔ صحابہ نے اسلامی لشکر کے سالاروں کو اس مضمون کے خطوط لکھے:

اِنْ کُنْتُمْ تُرِیْدُوْنَ الْجِهَادَ فَعِنْدَنَا الْجِهَادُ

''اگر آپ جہاد کے خواہش مند ہیں تو مدینہ آجائیں اور یہاں جہاد کریں''۔

صحابہ نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کو اپنا نمائندہ بنا کر خلیفہ کے پاس بھیجا کہ انھیں جا کر نصیحت کریں اور انھیں درست خطوط پر چلنے کی تلقین کریں۔

حضرت علی علیہ السلام نے انھیں نرم لہجے میں نصیحت کی اور اُن سے کہا: آپ اپنی روش کو تبدیل کر کے صحیح راستے پر چلیں لیکن اس کے جواب میں حضرت عثمانؓ نے تند وتیز لہجے میں خطاب کیا اور تنقید کرنے والوں کو دھمکیاں دیں۔

طلحہ اور دوسرے صحابہ نے مصر اور دیگر شہروں کے لوگوں کو خطوط لکھے اور انھیں خلیفہ کے خلاف انقلاب برپا کرنے کی دعوت دی۔ لوگ پہلے سے ہی تنگ تھے۔ جب انھیں صحابہ کے خطوط ملے تو اُن کے جوش وخروش میں اضافہ ہو گیا اور مصر، کوفہ و بصرہ سے ہزاروں افراد مدینہ آئے اور اُنھوں نے خلیفہ سے کہا: آپ اس عہدہ سے مستعفی ہو جائیں۔

اس مخالفت کی آگ بھڑکانے میں حضرت عائشہؓ، طلحہ، زبیر اور عمرو بن العاص جیسے افراد

Presented by Ziaraat.Com

پیش پیش تھے اور تاریخ اسلامی میں حضرت عائشہؓ کا یہ قول پوری آب و تاب سے موجود ہے۔ اُنھوں نے فرمایا تھا:

اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا. قَتَلَ اللّٰهُ نَعْثَلًا

"نعثل کو قتل کرو، خدا نعثل کو قتل کرے"۔

بی بی عائشہؓ کا یہ جملہ زبان زدِ عام و خاص ہو گیا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب پانی سر تک پہنچ گیا تو خلیفہ صاحب اپنی گہری نیند سے کچھ دیر کے لیے بیدار ہوئے تھے اور اُنھیں خطرات کا احساس ہوا تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے حضرت علیؑ سے درخواست کی کہ آپؑ ان انقلابی افراد کو واپس کریں۔ میں اپنی سیاست میں تبدیلی لاؤں گا اور جو کچھ یہ کہتے ہیں اس پر حرف بہ حرف عمل کروں گا۔

امام علیہ السلام نے اُن لوگوں سے مذاکرات کیے اور اُنھیں حصار ختم کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: "خلیفہ وعدہ کرتا ہے کہ آیندہ اس راستے پر عمل نہیں کرے گا۔ اس کی بجائے کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ پر عمل کرے گا"۔

حضرت عثمانؓ نے مسجد نبویؐ میں آ کر خطبہ دیا اور اپنی غلطیوں کو تسلیم کیا اور واضح الفاظ میں توبہ کے کلمات دُہرائے۔ اُنھوں نے مجمع عام میں یہ کہا تھا:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِمَّا فَعَلْتُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

"میں نے اب تک جو کچھ کیا ہے اس کے لیے خدا سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کے حضور توبہ بجا لاتا ہوں"۔

اُنھوں نے بہت سے وعدے وعید کیے۔ اس پر انقلابیوں نے اپنا حصار ختم کر دیا۔ خلیفہ نے اہلِ مصر کی خواہش پر حضرت ابوبکرؓ کے فرزند محمد بن ابی بکرؓ کو مصر کا گورنر بنایا اور اُن کے نام پر حکومتی پروانہ جاری کیا۔ اس کے بعد تمام افراد اپنے اپنے شہروں کو روانہ ہو گئے اور اسلامی شہروں میں سابقہ زندگی لوٹ آئی۔ لیکن یہ ندامت اور توبہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ مروان نے خلیفہ کو دوبارہ بھڑکانا شروع کر دیا۔ ابھی انقلابی اپنے شہروں تک پہنچے نہیں تھے کہ مروان کے غلط مشوروں کو دیکھ کر حضرت عثمانؓ کی زوجہ نائلہ چیخ اٹھی اور اس نے یہ کہا:

Presented by Ziaraat.Com

"خدا کی قسم! مروان اور اُس کے بھائی بند میرے شوہر کو قتل کرائیں گے اور مجھے بیوہ کریں گے۔ اب میرا شوہر وعدے کر چکا ہے لیکن یہ لوگ اُسے منحرف کرنا چاہتے ہیں"۔

اس کے بعد ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اہلِ مصر اپنے گورنر کو ساتھ لے کر اپنے وطن واپس جا رہے تھے کہ ایک مقام پر اُنھیں ایک غلام دکھائی دیا جو کہ اپنے اُونٹ کو تیزی سے ہنکائے لے جا رہا تھا اور اس کا رُخ بظاہر مصر کی طرف تھا۔

چند افراد نے اُس کا تعاقب کیا اور اُسے پکڑ کر مجمع کے پاس لائے۔ وہ حضرت عثمانؓ کا ایک غلام تھا اور جس اُونٹ پر وہ سوار تھا وہ بیت المال کا اُونٹ تھا۔ جب اُس کی تلاشی لی گئی تو اُس کے پاس سے ایک خط برآمد ہوا جو کہ خلیفہ کی جانب سے والی مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام تھا۔ اس خط میں اُسے یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اپنے منصب کو نہ چھوڑے اور انقلابی افراد کے سرغنہ لوگوں کو تہ تیغ کر دے۔

اس خط پر خلیفہ کی مہر خلافت ثبت تھی۔ یہ خط پکڑا گیا تو خلیفہ کی نیت واضح ہو گئی۔ تمام احتجاجی افراد مصر جانے کی بجائے مدینہ کی طرف پلٹ گئے۔ اور اُنھوں نے قصرِ خلافت کا محاصرہ کر لیا اور خلیفہ صاحب کو محصور کر لیا گیا۔ اس وقت کسی مصالحت کار اور سفارت کار کی سفارت کاری کسی کام نہ آئی۔

خلیفہ نے اپنے قریبی عزیز معاویہ سے مدد طلب کی۔ اس وقت معاویہ حاکمِ شام تھا اور اُس کے پاس فوجی قوت کی بھی کوئی کمی نہ تھی، لیکن معاویہ بھی خلیفہ کی ذات سے مخلص نہیں تھا۔ اس کی بجائے وہ چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے یہ بزرگ قتل ہوں تو میں ان کا وارث بن کر حکومت حاصل کروں۔ الغرض معاویہ نے خلیفہ کی کوئی مدد نہ کی اور وہ "تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو" کی پالیسی پر عمل پیرا رہا۔

چالیس دن تک قصرِ خلافت کا محاصرہ جاری رہا۔ خلیفہ نے دو بار حضرت علی علیہ السلام کو مدینہ چھوڑنے کا حکم دیا اور آپؑ نے مدینہ چھوڑا اور پھر چند دن بعد اُنھیں واپس مدینہ بلایا گیا۔ اس احتجاج میں بزرگ صحابہ کی اکثریت نے انقلابیوں کی حمایت کی تھی۔ خلیفہ کے مؤید

Presented by Ziaraat.Com

صحابہ کی تعداد انتہائی قلیل تھی، لیکن کسی نے بھی کھل کر خلیفہ کی تائید نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی نے انقلابیوں سے جنگ کی تھی۔ الغرض ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو انقلابیوں نے خلیفہ سوم کو قتل کر دیا۔ ان میں سے ایک شخص مروان کے ہاتھوں بھی قتل ہوا تھا۔

عثمانی خلافت کے خاتمہ پر جامع تجزیہ

حضرت عمرؓ کی تشکیل کردہ شوریٰ کا ثمر عثمانی خلافت کی شکل میں نمودار ہوا۔ ہم جانتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے مخالفین کسی ایک مخصوص شہر اور کسی مخصوص قبیلہ سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ اُن کا تعلق مختلف شہروں اور مختلف قبائل و عشائر سے تھا، لیکن مخالفتِ عثمانؓ کے یک نکاتی ایجنڈے پر وہ سب متفق تھے۔

قتلِ عثمانؓ کا واقعہ دُنیا کی تاریخ کا ایک عجوبہ ہے۔ مخالفین نے خلیفہ کو اچانک قتل نہیں کیا تھا بلکہ پورے چالیس دن تک اُنھوں نے خلیفہ کے محل کا محاصرہ کیا تھا اور مدینہ منورہ صحابہ سے بھرا ہوا تھا۔ اتنے ایام تک خلیفہ محصور رہے، لیکن کسی طرف سے بھی صدائے احتجاج بلند نہیں ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں وہ ایامِ حج تھے اور ابن عباسؓ امیرِ حج تھے۔

انھوں نے حج کے مجمع عام میں اعلان کیا: ''مسلمانو! تمھارا خلیفہ محصور ہے، لیکن کسی بھی حاجی کو یہ خیال نہ آیا کہ آخر وہ کیوں محصور ہیں''۔ الغرض شہر مدینہ سے ان کا کسی ایک بھی شخص نے ان کا ساتھ نہیں دیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ مدینہ کے تمام صحابہؓ یہ سب کچھ دیکھتے رہے، لیکن کسی نے بھی اس کے خلاف احتجاج کرنا مناسب کیوں نہ جانا تھا؟ جب خلیفہ اتنے دن محصور رہے تو فارس اور افریقہ کو فتح کرنے والے لشکر کہاں چلے گئے تھے؟

حد یہ ہے کہ معاویہ خلیفہ کا قریبی عزیز تھا اور یہ وہی معاویہ ہے جو خونِ عثمانؓ کا انتقام لینے کے لیے صفین میں ایک لاکھ کا لشکر لایا تھا۔ آخر اُس نے خلیفہ کی مدد کیوں نہ کی تھی؟ حالانکہ اگر شام سے لشکر روانہ کیا جاتا تو وہ چالیس دن سے پہلے مدینہ پہنچ سکتا تھا اور اس کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ خلیفہ نے اُس سے مدد طلب بھی کی تھی لیکن اُس نے خلیفہ کو چھڑانے

Presented by Ziaraat.Com

کے لیے ایک ہزار افراد تک بھیجنا بھی گوارا نہ کیا تھا۔ آخر اس کی کیا وجہ تھی؟

یہ واقعہ اچانک رُونما نہیں ہوا تھا۔ برسہا برس سے اس کے لیے زمین ہموار ہوئی تھی۔ آخر اس کے وہ علل و اسباب کیا تھے کہ مسلمانوں کا خلیفہ محصور ہو گیا اور چالیس دن تک محاصرہ جاری رہا اور پوری ملتِ اسلامیہ لاتعلقی سے یہ منظر دیکھتی رہی اور کسی نے خلیفہ کی مدد کے لیے آواز تک نہ اُٹھائی تھی؟

اس واقعہ کا پوری دیانت داری اور غیر جانب داری سے جائزہ لیا جائے تو اس کے پسِ منظر میں حسب ذیل وجوہات کارفرما دکھائی دیتی ہیں:

① طلقاء اور فرزندانِ طلقاء پر نوازشات

سب سے پہلے ہمیں حضرت عثمانؓ کا خاندانی پس منظر دیکھنا ہوگا۔ آپ کا تعلق بنی اُمیہ سے تھا اور بنی اُمیہ اسلام کے بدترین دشمن تھے اور یہ کفر کے سالار اور رہبر تھے۔ اُنھوں نے ہی جنگِ بدر، اُحد اور خندق کی جنگیں لڑی تھیں۔ جب مکہ فتح ہوا تو اُنھوں نے دیکھا کہ اگر ہم نے اپنی سابقہ روش جاری رکھی تو لشکرِ اسلام اُنھیں قتل کر دے گا۔ یہ خاندان مجبور ہو کر اسلام میں داخل ہوا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے سابقہ جرائم کا اُن سے کوئی بدلہ نہ لیا تھا اور یہ فرمایا تھا: اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ "آج سے تم ہمارے آزاد کردہ لوگ ہو"۔

مسلمان ان لوگوں کو "طلقاء" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اس خاندان حضرت عثمانؓ کا خاندانی پس منظر انھی طلقاء کے ساتھ ملتا ہے۔ آپ جب حکومت پر فائز ہوئے تو آپ نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی یہ کی کہ آپ نے طلقاء کو ہی اپنا دست و بازو بنایا اور ان لوگوں میں کچھ انتہائی رُسوائے زمانہ افراد بھی تھے۔

چنانچہ حکم بن ابی العاص اور اُس کے دو بیٹے مروان اور حارث یہ وہ افراد تھے جنھیں رسولِ اکرم ﷺ نے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کا چچا حکم رسولِ خداؐ کو اذیتیں دیتا تھا اور آپؐ کی نقلیں اُتارا کرتا تھا۔ چنانچہ حبیبِ خداؐ نے اُسے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اُسے مدینہ واپسی کی اجازت نہیں دی تھی، لیکن جیسے ہی

Presented by Ziaraat.Com

حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو آپ نے رسولِ اکرمؐ کے دھتکارے ہوئے افراد کو واپس مدینہ آنے کی دعوت دی اور جب وہ آئے تو انھیں بھرپور پروٹوکول دیا گیا اور جو حکم بن ابی العاص چیتھڑوں میں ملبوس ہو کر مدینہ سے فرار ہوا تھا لیکن چند لمحات بعد وہ خزدار طیلسان کے لباسِ فاخرہ میں نمودار ہوا تھا۔

ہر دردِ دل رکھنے والے سے سوال ہے کہ کیا اُسے رسولِ خداؐ کو ایذائیں پہنچانے اور حبیبِ خدا کی نقلیں اُتارنے کا یہ صلہ دیا گیا تھا؟ اور کیا اس کی مدینہ آمد سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کو اذیت نہ ہوئی ہوگی؟

حکم بن ابی العاص کے بیٹے مروان کو خلیفہ سوم نے اسٹیٹ سیکرٹری کا عہدہ دے کر اپنا کاتبِ خاص مقرر کیا تھا۔ مدینہ کا بازار "مہروز" حکم کے دوسرے بیٹے اور مروان کے بھائی حارث کے سپرد کر دیا گیا تھا۔

فدک کی جائیداد جس سے بنتِ پیغمبرؐ کو مطالبہ کے باوجود محروم رکھا گیا تھا خلیفہ نے فیاضی کرتے ہوئے بنتِ رسولؐ کی جائیداد مروان کی ملکیت میں دے دی تھی۔ اس دور میں جدھر بھی نگاہ اُٹھتی تھی تو ہر طرف بنی اُمیہ مملکتِ اسلامیہ پر چھائے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔

چنانچہ شام پر معاویہ کی حکومت تھی اور بصرہ پر بنی اُمیہ کا پچیس برس کا نوجوان عبداللہ بن عامر حکمران تھا۔ عبداللہ بن ابی سرح جس نے رسولِ خدا کے زمانہ میں اِرتداد کیا تھا، وہ مرتد مصر کا گورنر تھا۔ سعید بن العاص کوفہ کا والی تھا۔ اَشعث بن قیس آذربائیجان کا حاکم تھا۔ الغرض پورا اسلامی ملک بنی اُمیہ کے منحوس پنجوں میں گرفتار تھا۔ جب کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کا کوئی پُرسانِ حال نہیں تھا اور مشاہیر اُمت کے لیے خدا کی سرزمین تنگ کر دی گئی تھی اور اُن کی چیخ و پکار پر کان دھرنے کو کوئی آمادہ نہیں تھا اور اس تاریک رات میں اگر کسی نے کلمۂ حق کہنے کی جرأت بھی کی تو وہ دربارِ خلافت کے معتوب قرار پاتے تھے اور اُن کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک کیا جاتا تھا۔

جس صحابی کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شبیہ عیسیٰ بن مریمؑ قرار دیا تھا اور جس کے متعلق آپؐ نے فرمایا تھا: "نیلے آسمان کے سائے تلے اور خاکِ زمین پر ابوذرؓ سے زیادہ سچا انسان

Presented by Ziaraat.Com

موجود نہیں ہے"۔

خلیفہ کے حکم سے اُسے 'ربذہ' کے صحرا میں تنہا مرنے کے لیے جلاوطن کر دیا گیا تھا اور اسی غربت و یاس کے عالم میں اُن کی وفات ہوئی تھی، جسے صحرا میں کفن دینے والا کوئی نہ تھا۔ اسی اثنا میں عراق سے حاجیوں کا قافلہ آیا، جنھیں حضرت ابوذرؓ کی بیٹی نے اپنے والد کی موت کی خبر دی تو اُنھوں نے اس مظلوم صحابی کو غسل و کفن دیا تھا۔

خدارا! ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ رُحَمَاءُ بَیْنَھُم ایسے ہوتے ہیں؟

اس کے علاوہ ایک اور عظیم القدر صحابی عمار بن یاسرؓ پر کیا بیتی؟

مؤرخین نے لکھا ہے: "رحم دل خلیفہ" نے اُسے لٹکا کر اپنے پاؤں سے اُسے اتنے ٹھڈے مارے کہ اُن کی پسلی ٹوٹ گئی اور وہ بے ہوش ہو گئے اور بے ہوشی کے عالم میں اُن کی کئی نمازیں قضا ہو گئی تھیں اور اس ظلم و ستم کی وجہ سے وہ "مرضِ فتق" میں مبتلا ہو گئے تھے۔

علاوہ ازیں آپ نے قرآن کے عظیم قاری و معلّم حضرت عبداللہ بن مسعود سے جو سلوک روا رکھا تھا اس سلوک کو بنی اُمیہ کے دَر پر پلنے والے مؤرخ آج تک ہضم نہیں کر سکے۔

خلیفہ کی مالی سیاست

حضرت کے باقی اعمال و افعال کی طرح سے آپ کی اقتصادی اور مالی سیاست بھی انتہائی تعجب خیز تھی۔ آپ بیت المال کو اپنا ذاتی مال سمجھ کر دھڑلے سے خرچ کرتے تھے، مگر عامۃ المسلمین کی حالت بہتر بنانے کے لیے نہیں صرف بنی اُمیہ کو نوازنے کے لیے آپ نے ہمیشہ فراخ دلی کا مظاہرہ کیا تھا۔ چنانچہ حکم بن ابی العاص (طرید رسولؐ) مروان اور ابوسفیان کے لیے آپ نے خزانوں کے دروازے کھول دیے تھے اور آپ نے اس سلسلہ میں مسلمانوں کے اجتماع کی کوئی پرواہ تک نہ کی تھی اور عجیب معاملہ تو یہ ہے کہ یہ سخاوت و فیاضی خلیفہ کے ذاتی مال کے بجائے مسلمانوں کے قومی خزانے سے کی گئی تھی۔ آپ اسی فیاضی کو "صلۂ رحمی" کے نام سے تعبیر کرتے تھے۔

آپ کی اس داد و دہش کی وجہ سے عالمِ اسلام میں طبقاتی نظام پیدا ہو گیا تھا۔ خلیفہ اور

Presented by Ziaraat.Com

اُس کے رشتہ دار تھا اور خلیفہ کے بہی خواہ اربوں کھربوں میں کھیل رہے تھے اور عام مسلمانوں کو نانِ شبینہ بھی بصد مشکل میسر آتا تھا۔ الغرض اس طرح کی مالی بے قاعدگیوں کی وجہ سے لوگوں میں غم وغصہ پیدا ہوا اور وہی غم وغصہ آپ کے خلاف انقلاب کا باعث بنا تھا۔

دینی تعلیمات کا حشر

یہ ایک اہم ترین نکتہ ہے اور اکثر محققین اس پر توجہ نہیں کرتے جب کہ یہ نکتہ اس قابل ہے کہ اس پر بحث کی جائے اور وہ نکتہ دین سے کھلاڑ اور احکامِ دین کی تحریف سے تعلق رکھتا ہے۔

زید بن ارقمؓ سے پوچھا گیا:

بِأَيِّ شَيْءٍ أَلْقَرْتُمْ عُثْمَانَ؟ قَالَ: بِثَلَاثَةٍ. جَعَلَ الْمَالَ دُوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ وَجَعَلَ الْمُهَاجِرِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ بِمَنْزِلَةِ مَنْ حَارَبَ اللهَ وَرَسُوْلَهُ وَعَمِلَ بِغَيْرِ كِتَابِ اللهِ [1]

"تم (صحابہ) نے عثمانؓ کی تکفیر کیوں کی تھی؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ تین وجوہات کی بنا پر:

① اُس نے مال و دولت کو سرمایہ دار طبقہ میں محدود کر دیا تھا۔

② اور اصحابِ رسولؐ میں سے مہاجرین کو اُس نے ان لوگوں کا درجہ دیا جنھوں نے اللہ اور اُس کے رسولؐ سے جنگ کی تھی۔

③ اُس نے کتاب اللہ کے خلاف اعمال بجالائے تھے"۔

حضرت عمار یاسرؓ عثمانی سیاست کے شدید مخالف تھے۔ اُنھوں نے جنگِ صفین میں خطبہ دیتے ہوئے یہ فرمایا تھا:

اِنْهَضُوْا مَعِيَ عِبَادَ اللهِ إِلَى قَوْمٍ يَظْلِمُوْنَ، فِيْمَا يَزْعُمُوْنَ - بِدَمِ الظَّالِمِ لِنَفْسِهِ الْحَاكِمِ عَلَى عِبَادِ اللهِ بِغَيْرِ مَا فِيْ كِتَابِ اللهِ، إِنَّمَا قَتَلَهُ الصَّالِحُوْنَ الْمُنْكِرُوْنَ لِلْعُدْوَانِ الْآمِرُوْنَ بِالْإِحْسَانِ

---

[1] الشافی: جلد ۴، ص ۲۹۱

Presented by Ziaraat.Com

فَقَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ لَا يُبَالُوْنَ إِذَا اسْلُمَتْ دُنْيَاهُمْ وَلَوْ دَرَسَ هٰذَا الدِّيْنُ: لِمَ قَتَلْتُمُوْهُ؟ فَقُلْنَا لِأَحْدَاثِهِ

"اے مجاہدو! میرے ساتھ چلو، ہم اُس قوم سے جنگ کریں گے جو کہ ایسے شخص کے خون کا انتقام لینے کے لیے آئی ہے جس نے خود اپنی جان پر ظلم کیا تھا، جس نے بندگانِ خدا کے ساتھ قرآن کے خلاف سلوک کیا تھا۔ ہاں سنو! اسے ان لوگوں نے قتل کیا ہے جو صالح تھے اور جو ظلم و زیادتی کے مخالف تھے اور جو کہ عدل و احسان کا حکم دینے والے تھے۔ اب کچھ ایسے لوگ جن کی دُنیا سالم رہے، خواہ دین مٹ جائے تو اُنھیں اسی کی پرواہ نہیں ہے۔ ہم سے یہ پوچھتے ہیں کہ تم نے اُسے کیوں قتل کیا تھا؟ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی بدعات کی وجہ سے ہم نے اُسے قتل کیا تھا؟" (وقعۃ صفین: ص ۳۱۹)

صحابہ کرام نے قتلِ عثمانؓ کی توجیہات کو حسب ذیل الفاظ سے واضح کیا تھا، مثلاً:

بَدَّلَ دِيْنَكُمْ "اُس نے تمھارے دین کو بدلا ہے؟"

أَحْدَثَ أَحْدَاثًا "اُس نے بدعات قائم کی ہیں"۔

صحابہ نے خود اُن کے منہ پر یہ جملے بھی کہے تھے:

إِنَّكَ أَحْدَثْتَ أَحْدَاثًا لَمْ يَكُنِ النَّاسُ يَعْهَدُوْنَهَا

"تو نے ایسی بدعات پیدا کی ہیں جن سے لوگ مانوس نہیں تھے"۔

أَرَادَ أَنْ يُّغَيِّرَ دِيْنَنَا

"وہ ہمارے دین کو بدلنا چاہتا تھا"۔

أَحْدَثَ الْأَحْدَاثَ وَخَالَفَ حُكْمَ الْكِتَابِ

"اُس نے بدعات پیدا کی تھیں اور کتابِ خدا کے حکم کی مخالفت کی تھی"۔

اَلنَّابِذُ لِحُكْمِ الْقُرْاٰنِ وَرَاءَ ظَهْرِهٖ

"وہ حکمِ قرآن کو پسِ پشت ڈالنے والا ہے"۔

Presented by Ziaraat.Com

غَيَّرْتَ كِتَابَ اللهِ

"تو نے کتابِ خدا میں تبدیلی کی ہے"۔

اس طرح کی دیگر تعبیرات سے صحابہ نے اُن کے کردار کو واضح کیا تھا۔ [1]

سیدھی سی بات ہے کہ مذکورہ تعبیرات اس اَمر کو واضح کرتی ہیں کہ اس دور میں دین میں تحریف کی گئی اور احکام میں تبدیلی لائی گئی اور سنت محمدیہ میں ہیر پھیر کیا گیا۔ یہ سب کچھ حضرت کے دورِ حکومت میں ہوا۔

کچھ صحابہ نے دُور دراز کے شہروں کے لوگوں کو یہ الفاظ لکھے تھے:

دِيْنُ مُحَمَّدٍ قَدْ أُفْسِدَ

"دینِ محمدؐ کو تباہ کیا گیا ہے"۔

عہدِ رسولؐ کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور مسلمان تحریفِ دین کو برداشت کرنے پر آمادہ نہیں تھے اور کسی فرد یا اُس کے قبیلہ کے مفادات کی خاطر وہ خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔

خائن مشیر

کسی بھی حکومت کو چلانے میں مشیروں کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور مشیروں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حکمرانوں کو صحیح مشورہ دیں اور "سب اچھا" کی رپورٹ نہ دیں۔ اچھے مشیر کا انتخاب حاکم کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور ان کے مشوروں پر نگاہ رکھنا بھی حاکم کی ذمہ داری ہے۔ اچھے حاکم کا فرض ہے کہ وہ اپنے مشیروں کے مشورے کو غور سے دیکھے اور پھر یہ فیصلہ کرے کہ مخلص مشیر کون ہے اور خوشامدی مشیر کون ہے؟

ہمیں نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت عثمانؓ میں اچھے مشیروں کے انتخاب کی صلاحیت موجود نہیں تھی۔ اُنھوں نے نظامِ حکومت چلانے کے لیے ایسے مشیروں کا انتخاب کیا

---

[1] مذکورہ بالا تمام کلمات کو حسب ذیل کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے: الانساب الاشراف: جلد ۶، ص ۱۳۳-۱۳۸؛ تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۳۷۶ و جلد ۵، ص ۴۳؛ شرح معتزلی: جلد ۹، ص ۳۶ و جلد ۸، ص ۲۲؛ وقعۃ صفین: ص ۳۳۹

Presented by Ziaraat.Com

تھا جنھیں نہ تو اجتماعی مقام حاصل تھا اور نہ ہی انھیں دینی وجاہت حاصل تھی۔

اس حقیقت کے ساتھ ایک دوسری حقیقت کو بھی شامل کرلیں اور وہ دوسری حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ صاحب پختہ ارادے کی دولت سے محروم تھے۔ ان میں ذاتی طور پر قوتِ فیصلہ کا فقدان تھا اور وہ تمام اُمور کے لیے اپنے رشتہ داروں سے رائے لیتے تھے اور پھر ان کی غلط آرا کو اپنے لیے حتمی قرار دیتے تھے، جب کہ اُن کے مشیر صائبانہ فکر سے محروم تھے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ دین وتقویٰ کی دولت سے بھی بہت دُور تھے۔

آپ کے مشیران بے تدبیر آپ کو ہمیشہ ایسے مشورے دیا کرتے تھے جن سے ان کے مفادات کی تکمیل ہوتی تھی۔ ان کے پیش نظر اُمت کی صلاح وفلاح کا کوئی پروگرام نہیں ہوتا تھا۔ خلیفہ کے مشیروں کے تعلقات انصار سے اچھے نہیں تھے اور نہ ہی وہ جماعت طلقاء مخلص مہاجرین کی خیر خواہ تھی۔ اُنھوں نے خلیفہ کو ایسے تباہ کن مشورے دیے جو اُن کے قتل پر منتج ہوئے۔ ابوسفیان خلیفہ کا مشیر اعظم تھا اور اسلام دشمنی اُس کی رگوں میں شامل تھی۔ جیسے ہی حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو اُس نے آپ کو خلافت کی مبارک باد دی اور اُس کے ساتھ یہ کہا:

إِنَّ الْأَمرَ أَمرٌ عَالَمِيَّةٌ وَالمُلكُ مُلكٌ جَاهِلِيَّةٌ فَاجعَل أَوتَادَ الْأَرْضِ بَنِي أُمَيَّة

"اَمر عالمی اَمر ہے اور ملک واقتدار جاہلیت کا ملک واقتدار ہے۔ تم بنی اُمیہ کو زمین کی میخیں بنا دو"۔

حضرت عثمانؓ نے اپنے بزرگ کے مشورے پر حرف بہ حرف عمل کیا تھا۔ حضرت نے اپنے بزرگ کے مشورے پر عمل تو ضرور کیا تھا، لیکن یہ بھی دیکھیں کہ اس کا نتیجہ کیا برآمد ہوا تھا؟ خلیفہ کا صرف نام ہی نام تھا۔ اصل میں سارے کام مروان سرانجام دیتا تھا اور یہ شخص اسلامی تعلیمات سے بالکل کورا تھا۔ اسے اور اس کے باپ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ سے جلاوطن کیا تھا۔ جلاوطنی کا پورا عرصہ یہ بُغضِ مصطفیٰ میں بسر کرتا رہا تھا اور جب اس کی جلاوطنی ختم ہوئی اور وہ مدینہ پہنچا تو وہ اپنے مسموم ذہن میں یہ فیصلہ کرچکا تھا کہ میں اسلام اور مسلمانوں سے پورا بدلہ لوں گا۔ چنانچہ یہ اپنی اس ذہنی اُفتاد کی وجہ سے مہاجرین وانصار کی بے عزتی کا

Presented by Ziaraat.Com

کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا اور اس کے اس کردار نے لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ نہ صرف اس کے بلکہ اس کے ولی نعمت سے نفرت کریں۔

الغرض خلیفہ کے اعصاب پر مروان سوار تھا اور اُس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ جب خلیفہ نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا اور سر عام توبہ کی اور والی مصر کی معزولی کا وعدہ کیا تو یہی مروان ہی تھا جس نے خلیفہ کو سخت سست کہا اور ان سے کہا: آپ اپنی توبہ توڑ ڈالیں، اور اپنے رشتہ دار والی مصر کو ہرگز معزول نہ کریں اور انقلابی افراد کے سرغنوں کے قتل کا حکم جاری کریں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ہر علاقہ کے لوگ آپ پر سوار ہو جائیں گے اور اُن کے مطالبات آپ کو پورا کرنے پڑیں گے۔

مروان ہر وقت خلیفہ کو غلط مشورے دیا کرتا تھا اور خلیفہ بھی اس کی چرب زبانی سے اتنے مسحور تھے کہ آنکھیں بند کر کے اُس کی باتوں کو مان لیتے تھے۔ اُن کی اسی روش کو دیکھ کر اُن کی بیوی نائلہ نے یہ کہا تھا:

> "یہ لوگ اپنے غلط مشوروں سے خلیفہ کو قتل کرا دیں گے..... آپ ہر وقت مروان کی اطاعت کرتے رہتے ہیں وہ جدھر چاہتا ہے آپ کو پھیر دیتا ہے"۔

حضرت عثمانؓ کے باقی مشیران بھی مروان کی طرح کے لوگ تھے۔ ایک مرتبہ خلیفہ نے اپنے مشیروں کا اجلاس بلایا اور ان سے کہا: لوگ مجھ سے ناراض ہیں، اس کا حل کیا ہونا چاہیے؟

جواب میں معاویہ بن ابی سفیان نے کہا: ان عناصر پر سختی کر کے ان کی زبانوں کو خاموش کر دینا چاہیے۔

عبداللہ بن عامر نے یہ مشورہ دیا کہ آپ انھیں جہاد میں بھیج دیں۔ آخر کار وہ ذلیل ہو جائیں گے۔ پھر انھیں اپنی جان بچانے کی فکر ہوگی۔ آپ کی طرف کوئی بھی نگاہ نہیں اُٹھے گی۔

سعید بن العاص نے کہا: ہر جماعت کا کوئی نہ کوئی رہبر ہوتا ہے، اگر رہبر نہ رہے تو جماعت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، لہٰذا آپ مخالف سربراہوں کو قتل کرا دیں اُن کے پیروکار منتشر ہو جائیں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ نے اپنی تجویز کی وضاحت یہ کی کہ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ علیؑ، طلحہ اور زبیر کو قتل کرا دیں۔

جب مشیر اس طرح کے مشورے دینے لگ جائیں تو پھر حکمرانوں کا اللہ ہی حافظ ہوتا ہے۔ اس طرح کے مشوروں کے بعد یہ پوچھنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کہ لوگ خلیفہ کی مخالفت پر کیوں جمع ہوئے تھے؟

ان حالات میں صرف ایک عظیم انسان ایسا بھی تھا جو کہ خلیفہ کا خیر خواہ تھا اور اُمتِ اسلامیہ کے مستقبل سے اُسے بے حد پیار تھا اور وہ عظیم القدر آسمانِ قامت ذات حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی تھی۔ آپؑ ہمیشہ خلیفہ کو زریں مشورے دیتے تھے اور اُنھوں نے خلیفہ کو برے انجام سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔

کاش! حضرت عثمانؓ ان کے مشوروں کو مان لیتے تو آج تاریخ کا رُخ کچھ اور ہوتا۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے موقف کا اظہار یوں کیا تھا:

وَاللهِ مَا زِلْتُ اَذُبُّ عَنْهُ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَسْتَحِيْ وَلٰكِنَّ مَرْوَانَ وَمُعَاوِيَةَ وَعِنْدَ اللهِ بْنِ عَامِرٍ وَسَعِيْدَ بْنِ الْعَاصِ هُمْ صَنَعُوا بِهٖ مَا تَرٰى فَاِذَا نَصَحْتُهٗ وَاَمَرْتُهٗ اَنْ يُّنْعَثَّهُمْ اِسْتَغَشَّنِيْ حَتّٰى جَآءَ مَا تَرٰى

"خدا کی قسم! میں نے ہمیشہ اُن کا دفاع کیا اور اتنی بار کیا کہ خود مجھے شرم محسوس ہونے لگی۔ ہر بار مروان، معاویہ، عبداللہ بن عامر اور سعید بن العاص نے اُن کے ساتھ جو کچھ کیا اُس کا نتیجہ تم خود دیکھ سکتے ہو۔ میں نے ہمیشہ اُسے نصیحت کی اور کہا کہ خدارا اِن مشیروں سے جان چھڑاؤ تو اُس نے ہمیشہ مجھے دھوکہ دیا۔ اب نتیجہ تم خود دیکھ سکتے ہو"۔

چنانچہ انھی علل و اسباب کی وجہ سے عوام المسلمین کے دلوں میں خلیفہ کے خلاف نفرت پھیلی اور اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ خلیفۃ المسلمین مارے گئے اور پھر مسلمانوں میں طویل خانہ جنگی نے جنم لیا۔

Presented by Ziaraat.Com

مسعودی نے لوگوں کی ناراضگی کے اسباب کو یوں بیان کیا ہے۔

۳۵ ہجری میں حضرت عثمانؓ کے خلاف اعتراضات میں اضافہ ہوا اور لوگوں کو ان کے بہت سے اعمال پر اعتراض کا موقع ہاتھ آیا۔ ان میں سے کچھ اعتراضات یہ ہیں:

① خلیفہ نے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود کی بے ادبی کی تھی، جس کی وجہ سے ہذیل نامی قبیلہ خلیفہ سے منحرف ہو گیا تھا۔

② خلیفہ نے مشہور صحابیٔ رسولؐ حضرت عمار بن یاسرؓ پر تشدد کیا تھا اور اُنھیں لاتوں سے مارا، یہاں تک کہ وہ مرضِ فتق میں مبتلا ہو گئے اور اس بدسلوکی کی وجہ سے بنی مخزوم کا سارا خاندان خلیفہ سے منحرف ہو گیا تھا۔

③ خلیفہ کے قریبی عزیز اور اُن کے مقربِ خاص ولید بن عقبہ (جسے قرآن میں فاسق کہا گیا ہے) نے مسجد کوفہ میں نمازِ فجر پڑھائی تو دو رکعات کی جگہ چار رکعات پڑھائی تھیں۔ نماز کے وقت وہ شراب کے نشہ میں دُھت تھا۔

④ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم القدر صحابی حضرت ابوذرؓ کو خلیفہ نے مدینہ سے جلاوطن کیا تھا۔ اُن کی وفات 'ربذہ' کے صحرا میں واقع ہوئی تھی۔ [1]

مؤرخ یعقوبی نے لوگوں کی ناراضگی کی وجوہات یہ بیان کی ہیں: عثمانی خلافت کے ابتدائی چھے برس کے بعد لوگوں نے اُن پر بہت سے اعتراضات اُٹھائے اور اُنھوں نے کہا:

① یہ اقربا پروری کرتے ہیں۔

② اُنھوں نے عمومی چراگاہ کو اپنے لیے مخصوص کیا ہے۔

③ اُنھوں نے اپنے لیے عظیم الشان محلات تعمیر کرائے ہیں۔

④ مسلمانوں کے لیے مخصوص جائیدادوں پر اپنا ذاتی تصرف قائم کیا ہے۔

⑤ بیت المال میں ناحق تصرف کیا ہے۔

⑥ حضرت ابوذرؓ اور عبدالرحمٰن بن حنبل کو جلاوطن کیا۔

---

[1] مروج الذہب: جلد ۲، ص ۳۵۰

Presented by Ziaraat.Com

⑦ حکم بن ابی العاص اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جیسے طریدانِ رسولؐ کو اپنے ہاں بلایا۔

⑧ ہرمزان کے خون کا قصاص نہیں تھا اور حضرت عمرؓ کے قاتل بیٹے عبیداللہ بن عمر کو قتلِ ناحق معاف کر دیا تھا۔

⑨ اُنھوں نے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا تھا اور اُس نے شراب کے نشے میں فجر کی نماز پڑھائی تو دو رکعات کے بجائے چار رکعات پڑھائیں اور پھر کہا: اگر یہ تمھیں کم دکھائی دے تو میں اس میں اضافہ کر دوں؟

⑩ اُنھوں نے قبیلہ جہینہ سے تعلق رکھنے والی ایک عورت کو رجم کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

اس کا معاملہ یہ تھا کہ اس نے شادی کے چھے ماہ بعد بچہ جنم دیا تھا۔ شوہر نے شکایت کی اور کہا کہ یہ بچہ حرام زادہ ہے اور میری بیوی زانیہ ہے، لہٰذا اس پر حدِ شرعی نافذ کی جائے۔ خلیفہ نے سنگساری کا حکم جاری کیا۔ کچھ دیر بعد حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے اور آپؑ کو صورتِ حال کا علم ہوا تو آپؑ نے فرمایا: بچہ چھے ماہ کی عمر میں بھی پیدا ہو سکتا ہے۔

آپؑ نے قرآنِ مجید کی آیت پڑھی:

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (سورۂ احقاف: ۱۵)

"اس کی مدتِ حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ ہے"۔

پھر آپؑ نے یہ آیت پڑھی:

حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ

"مائیں دو سال تک بچوں کو دودھ پلائیں"۔

پھر آپؑ نے یوں استدلال کیا کہ دو سال کے چوبیس مہینے بنتے ہیں اور اگر تیس میں سے چوبیس نفی کیے جائیں تو باقی چھے مہینے بچتے ہیں، لہٰذا چھے ماہ میں بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اس میں کوئی اِشکال نہیں ہے۔

خلیفہ نے جب یہ دلیل سنی تو اُنھوں نے نوکروں سے کہا کہ جاؤ اس خاتون کو رجم نہ ہونے دو لیکن جب نوکر وہاں پہنچے تو خاتون رجم ہو چکی تھی۔ اُس عورت کے مرد نے بچہ کو اپنا بیٹا تسلیم کر لیا۔ (تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۷۳)

Presented by Ziaraat.Com

مؤرخ طبری نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر قتلِ عثمانؓ کے کچھ عوامل کو بیان کیا ہے اور زیادہ تر عوامل کو حذف کر دیا ہے اور یہ لکھا ہے:

ہم نے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کی طرف سے کچھ اسبابِ قتل بیان کیے ہیں اس کے علاوہ اور بھی قتل کے اسباب تھے جنھیں ہم نے بیان کرنا مناسب نہیں جانا۔

یہاں تک تو ہم نے خلیفہ کے قتل کے اسباب کا تذکرہ کیا ہے اور اب ہم ایک اہم نکتے کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں اور وہ نکتہ یہ ہے کہ اس واقعہ میں شریک افراد کا ہدف ایک نہیں تھا۔ قاتلانِ عثمانؓ کے اہداف ایک دوسرے سے مختلف تھے اور اُن اہداف کی ہم ذیل میں نشان دہی کرتے ہیں:

قاتلانِ عثمانؓ میں بہت سے افراد ایسے تھے جو کہ اعلیٰ درجہ کے دیندار تھے

اس تحریک میں بہت سے مخلص اور اعلیٰ درجہ کے صحابہ نے حصہ لیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ عوامی طبقات نے ان بزرگ شخصیات کی وجہ سے اس تحریک میں حصہ لیا تھا اور یہ ایسی شخصیات ہیں جن کے اخلاص اور جن کی صداقت پر شک نہیں کیا جاسکتا۔ ایسی ہی چند معتبر شخصیات کی ہم ذیل میں نشاندہی کرتے ہیں:

① عمار بن یاسرؓ

حضرت عمارؓ کا تعلق سابقین اوّلین سے تھا اور دینِ اسلام پر سب سے پہلے اُن کی والدہ اور اُن کے والد کا خون بہا تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمارؓ کو حق و باطل کا معیار قرار دیا تھا اور اُن کے حق میں فرمایا تھا:

إِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ كَانَ ابنُ سُمَيَّةَ مَعَ الْحَقِّ مَا خُيِّرَ عَمَّارٌ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَرْشَدَهُمَا وَمَلِئَ عَمَّارٌ إِيمَانًا إِلَى مُشَاشِهِ يَزُولُ مَعَ الْحَقِّ حَيْثُ يَزُولُ

"جب لوگوں میں اختلاف واقع ہو تو ابنِ سمیہ عمار یاسرؓ حق کے ساتھ

Presented by Ziaraat.Com

ہوگا.....''۔ ①

② عمارؓ کو جب بھی دو اشیاء میں چناؤ کا حق دیا جائے گا تو وہ اسے چنے گا جو دونوں میں زیادہ بہتر ہوگی۔ ②

③ عمار یاسرؓ پاؤں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ ③

④ عمارؓ حق کے ساتھ ساتھ گردش کرتا ہے، جدھر حق جاتا ہے عمارؓ بھی اُدھر ہی جاتا ہے۔ ④ چنانچہ وہ عمارؓ جو حق و صداقت کا مینار تھا وہی حضرت عثمانؓ کا سب سے بڑا نقاد تھا۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

كَانَ عَمَّارٌ يُحَرِّضُ النَّاسَ عَلَى عُثْمَانَ وَلَم يَقْلَع وَلَم يَرجَع وَلَم يَنزَع ⑤

''عمارؓ لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے خلاف بھڑکاتے تھے۔ اُنھوں نے اپنے موقف سے نہ تو انحراف کیا تھا اور نہ ہی اپنے نظریہ سے پیچھے ہٹے تھے''۔

اس طرح کی تنقید کی وجہ سے عمارؓ پر سخت جسمانی تشدد کیا گیا تھا اور اُنھیں اتنے ٹھڈے مارے گئے کہ وہ بے ہوش ہو گئے تھے اور وہ فتق کی مرض میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ⑥

② حضرت زید بن صوحانؓ

آپ عالمِ اسلام کے مشہور زاہد تھے اور تاریخ اسلام کی نامور شخصیت تھے۔ اہلِ نظر کہتے ہیں کہ آپ کا تعلق اَبدال سے تھا۔ آپ امیر المومنین علی علیہ السلام کے سچے خیر خواہ تھے۔ بعض

---

① معجم الکبیر: جلد اوّل ص ۹۶، حدیث نمبر ۱۱۰۷۱؛ سیر اعلام النبلاء: جلد اوّل، ص ۴۱۶، نمبر ۸۴؛ البدایہ والنہایہ: جلد ۶، ص ۲۱۴؛ کنز العمال: جلد ۱۱، ص ۲۷۱، حدیث ۳۳۵۲۵

② مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۴۳۸، حدیث ۵۶۶۴ و ۵۶۶۵۔

③ مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۴۴۳، حدیث ۵۶۸؛ تاریخ دمشق: جلد ۴۳، ص ۳۹۱، حدیث ۹۲۶۲

④ تاریخ دمشق: جلد ۴۳، ص ۴۰۶، حدیث ۹۱-۹۲

⑤ مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۴۴۳، حدیث ۵۶۸۰؛ تاریخ دمشق: جلد ۴۳، ص ۳۹۱، حدیث ۹۲۶۲ و ۹۲۶۳

⑥ تاریخ دمشق: جلد ۴۳، ص ۴۰۸، حدیث ۹۲۹۱

Presented by Ziaraat.Com

روایات میں نقل ہوا ہے کہ آپ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف بھی حاصل تھا۔ کیونکہ آپؓ کے متعلق رسولِ اعظم کی یہ حدیث ملتی ہے:

مَن سَرَّهُ أَن يَنظُرَ إِلَى رَجُلٍ يَسبِقُهُ بَعضُ أَعضَائِهِ إِلَى الجَنَّةِ فَلْيَنظُر إِلَى زَيدِ بنِ صُوحَانَ

"جو کسی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے کہ جس کے کچھ اعضاء اس کے باقی وجود سے جنت میں پہلے جائیں گے تو وہ زید بن صوحان کو دیکھے"۔ [1]

زید بن صوحان اپنے دور کے اکابر ابدال اور زاہدوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ [2]

حضرت عمرؓ اُن کا بے حد احترام کرتے تھے اور اُن کی تعریف کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اُنھیں شام کی طرف جلاوطن کیا تھا۔ وہ جنگِ صفین میں امیر المومنین علی علیہ السلام کے لشکر میں شامل تھے اور اس جنگ میں اُن کی شہادت واقع ہوئی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام نے اُنھیں خطاب کر کے کہا تھا:

قَدْ كُنتَ خَفِيفَ المَؤُونَةِ عَظِيمَ المَعُونَةِ

"آپ دنیاوی بوجھ کم سے کم اُٹھانے والے تھے اور اسلام کے زیادہ سے زیادہ مددگار تھے"۔

۳ جبلہ بن عمرو انصاری

آپ جلیل القدر فقیہ صحابی تھے۔ [3] آپ نے جنگِ اُحد میں شرکت کی تھی۔ [4] جب حضرت عثمانؓ نے بنی اُمیہ کے بدترین افراد کو اپنا مشیر مقرر کیا تھا تو آپ نے اس روش پر تند و تیز لہجے میں تنقید کی تھی اور وہ اکثر خلیفہ کو مخاطب کر کے یہ الفاظ کہا کرتے تھے:

---

[1] مسند ابی یعلیٰ، جلد اوّل، ص ۲۶۷، حدیث ۵۰۷

[2] تاریخ بغداد، جلد ۸، ص ۴۳۹، حدیث ۴۵۴۹

[3] اسد الغابہ: جلد اوّل، ص ۵۱۱، نمبر ۶۸۶؛ رجال طوسی، ص ۵۹، حدیث ۵۰۱، ذکرہ ضمن من روی عن امیر المومنین۔

[4] الاصابہ: جلد اوّل، ص ۵۶۶، نمبر ۱۰۸۳

Presented by Ziaraat.Com

يَا نَعْثَلُ ! وَاللهِ لَأَقْتُلَنَّكَ ، وَلَأَحْمِلَنَّكَ عَلَى قَلُوصٍ جَرْبَاءَ ، وَلَأُخْرِجَنَّكَ إِلَى حَرَّةِ النَّارِ ①

"اے نعثل! خدا کی قسم! میں تجھے قتل کروں گا اور میں تجھے خارشتی اونٹنی پر سوار کروں گا اور تجھے آگ کی طرح سے تپتی ہوئی وادی کی طرف دھکیل دوں گا"۔

④ جہجاہ الغفاریؓ

آپ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے۔ آپ بیعت رضوان میں شامل ہوئے تھے۔ بخاری اور مسلم نے ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ ②

⑤ عمرو بن الحمقؓ

آپ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے اور صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ ③

⑥ عبدالرحمٰن بن عدیسؓ

آپ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے اور آپ کو بیعت رضوان میں شمولیت کا بھی شرف حاصل تھا۔ (الاصابہ: جلد ۴، ص ۲۸۱، نمبر ۵۱۷۹)

خلیفہ ثالث کی مخالفت میں جو عوامی تحریک چلی تھی اس میں اسلام کی مشہور شخصیات شامل تھیں۔ اس تحریک میں مالک بن اشترؓ، محمد بن ابی بکرؓ، محمد بن ابی حذیفہؓ اور حکیم بن جبلہؓ جیسے آسمانِ قامت افراد شامل تھے اور اُنھوں نے اس میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

چنانچہ جب ہم اس ہمہ گیر تحریک کا جائزہ لیتے ہیں تو اس میں عالمِ اسلام کی نامور شخصیات دکھائی دیتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک کے بہت سے اَبعاد تھے۔ اس میں صحابہ کا کردار سب سے زیادہ تھا۔ اور یوں اس تحریک کو ہم "انقلابِ صحابہ" کا نام دے سکتے

---

① البدایہ والنہایہ: ج ۷، ص ۱۷۶

② الاصابہ: جلد اوّل، ص ۶۲۱، نمبر ۱۲۴۸

③ استیعاب: جلد ۳، ص ۲۵۷، نمبر ۱۹۳۱

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ اس مقصد کو سمجھنے کے لیے تاریخ طبری کے حسب ذیل کلمات پر توجہ فرمائیں:

لَمَّا رَأَى النَّاسُ مَا صَنَعَ عُثْمَانُ، كَتَبَ مَن بِالْمَدِينَةِ مِن أَصْحَابِ النَّبِيِّ إِلَى مَن بِالْآفَاقِ مِنْهُمْ ..... أَنَّ دِينَ مُحَمَّدٍ قَدْ أُفْسِدَ

"جب لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے اعمال کو دیکھا تو مدینہ میں رہائش پذیر اصحاب نے اطراف و اکناف میں خطوط روانہ کیے۔ محمدؐ کا دین اُجڑ چکا ہے"۔ (تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۳۶۷)

ب: مفاد پرست عناصر

خلیفہ کے خلاف تحریک چلانے میں جہاں عظیم القدر صحابہ شامل تھے تو ان کی دیکھا دیکھی کچھ مفاد پرست عناصر بھی اس تحریک میں شامل ہو گئے تھے اور ان مفاد پرست عناصر کو نہ تو دین کی تحریف سے کوئی واسطہ تھا اور نہ ہی اُنھیں سنتِ نبویؐ کے اُجڑنے کا کوئی احساس تھا اور اُن کی شمولیت کی وجوہات کچھ اور تھیں:

① یہ وہ طبقہ تھا جنھیں سابقہ حکومتوں نے مناصب و اعزازات سے نوازا تھا، لیکن خلافتِ عثمانی میں اُنھیں کوئی عہدہ اور منصب نہیں ملا تھا۔ سارے عہدے اور سارے مناصب پر خلیفہ کے رشتہ دار فائز تھے۔ ان حالات میں وہ سمجھتے تھے کہ ان کی مراعات اور اشرافیت پر بنی اُمیہ قابض ہو چکے ہیں۔ اسی لیے وہ اس صورتِ حال کو برداشت کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔

② مفاد پرست اور طالع آزما افراد نے جب یہ ملاحظہ کیا کہ عوامی تحریک کامیابی کی جانب بڑھ رہی ہے تو اُنھوں نے موقع مناسب جان کر اس میں اپنی شرکت کا فیصلہ کیا تھا، لیکن اُنھیں یہ اندازہ نہ تھا کہ قتلِ عثمانؓ کے بعد حالات کیا کروٹ اختیار کریں گے۔

اس طرح کے طالع آزما مسلمانوں کی مصلحتِ عامہ کے لیے تحریک میں شامل نہیں ہوئے تھے اور اُن کے سامنے غیرتِ اسلامیہ اور اپنا شرعی وظیفہ نہیں تھا۔ ان کا اوّل و آخر مقصد

Presented by Ziaraat.Com

جاہ و ریاست کا حصول تھا۔

اس طرح کے افراد میں سے ہم بعنوان مثال "طلحہ" کو پیش کرتے ہیں۔ اُنھوں نے اہلِ کوفہ کو خطوط لکھے تھے کہ تم عثمانؓ کے ناجائز تصرفات کو روکنے کے لیے مدینہ آؤ۔ غالباً موصوف کو یہ توقع تھی کہ حضرت عثمانؓ کے بعد خلافت کا منصب پکے پھل کی مانند اُن کی جھولی میں آ کر گرے گا۔ چنانچہ جب سودان بن حمران نے خلیفہ کو قتل کیا تو وہ قصرِ خلافت سے نکلا اور اُس نے یہ آواز دی:

"طلحہ بن عبیداللہ! تم کہاں ہو؟ ہم نے ابن عفان کو قتل کر دیا ہے"۔ [1]

جنگِ جمل میں مروان نے اُن کے پیچھے سے اُنھیں تیر مارا اور قتل کر دیا کیونکہ مروان طلحہ کو حضرت عثمانؓ کا قاتل تصور کرتا تھا۔

یہی حال اُم المومنین حضرت عائشہؓ کا تھا۔ بی بی عثمانؓ کی شدید نقاد تھیں اور اُن کا خیال تھا کہ اگر عثمانؓ مارے گئے تو خلافت اُن کے کسی قریبی رشتہ دار کو ملے گی۔ اسی لیے وہ کہا کرتی تھیں:

اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا فَقَدْ كَفَرَ [2]

"نعثل کو قتل کر دو، وہ کافر ہو گیا ہے"۔

حضرت عثمانؓ بی بی عائشہ کے آتشیں خطبات کی وجہ سے قتل ہو گئے، لیکن حالات نے عجیب پلٹا کھایا جس کی توقع اُم المومنین کو نہیں تھی۔

جیسے ہی حالات بدلے تو بی بی نے اپنا موقف بھی بدل دیا اور چلّا چلّا کر کہنے لگیں:

عثمانؓ مظلوم تھا، علیؑ نے اُسے قتل کر دیا ہے۔ میں اُن کا انتقام لوں گی"۔

جب یہی بی بی جنگِ جمل میں تشریف لائیں تو کسی نے کہا: بی بی! آپ نے تو خود عثمانؓ

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۳۷۹

[2] تاریخ طبری: جلد ۱۴، ص ۴۵۹؛ الکامل فی التاریخ: جلد ۲، ص ۳۱۳؛ العقد الفرید، جلد ۳، ص ۳۰۰؛ الفتوح: جلد ۲، ص ۴۳۷؛ الامامۃ والسیاسۃ: جلد اوّل، ص ۷۲؛ اس کتاب میں قَدْ کَفَرَ کے بجائے قَدْ تَجَرَ کے الفاظ ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

کی مخالفت کی تھی۔ اب آپ کس لحاظ سے انتقام اور قصاص کی بات کر رہی ہیں؟

بی بی نے کہا: جی ہاں! میں نے کہا تھا اور اب بھی کچھ کہہ رہی ہوں لیکن میرا آخری قول پہلے قول سے بہتر ہے۔ (تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۵۹)

ایسے ہی مفاد پرست عناصر میں عمرو بن العاص کا نام بھی لیا جاسکتا ہے۔ اسے خلیفہ سے اس بات کا رنج تھا کہ مصر کو فتح تو اس نے کیا تھا لیکن خلیفہ نے اسے حکومت مصر سے معزول کر کے اپنے قریبی عزیز عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اسی لیے جب اُس نے دیکھا کہ خلیفہ کے خلاف عوامی تحریک شروع ہو چکی ہے تو اُس نے بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کو پسند کیا تھا اور کھل کر خلیفہ کی مخالفت کرنا شروع کر دی تھی اور وہ یہ کہا کرتا تھا:

اَنَا اَبُو عَبدِاللهِ اِذَا حَكَكتُ قَرحَةً نَكَأتُهَا! اِن كُنتُ لَاُحَرِّضَ عَلَيهِ حَتّٰى اِنِّي لَاُحَرِّضَ عَلَيهِ الرَّاعِيَ فِي غَنَمِهِ فِي رَأسِ الجَبَلِ

"میں عبداللہ کا باپ ہوں، جب بھی کسی زخم کو کریدتا ہوں تو اس سے خون نکال کر چھوڑتا ہوں۔ میں اس کے خلاف لوگوں کے جذبات بھڑکاؤں گا۔ حد یہ ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر رہنے والے بکریوں کے چرواہے کو بھی اس کے خلاف بھڑکاؤں گا"۔

یہی حال زبیر کا تھا۔ وہ طلحہ کا ساتھی تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ خلیفہ کے خلاف انقلاب کامیاب ہو جائے، تاکہ وہ اپنے من مانے مقاصد کو حاصل کر سکے اور وہ بزعمِ خویش اس جماعت کا اپنے آپ کو سربراہ تصور کرتا تھا۔

ج: مطلب پرست مددگار

ع جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

ان حالات میں کچھ افراد ایسے بھی تھے جو کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھی تھے اور اُن جیسی رائے رکھتے تھے لیکن وہ سراسر مطلب پرست ثابت ہوئے۔ آزمائش کی گھڑی میں اُنھوں نے خلیفہ کی مدد کرنے کے بجائے اُنھیں بے یارومددگار چھوڑ دیا تھا اور یوں بالواسطہ اُنھوں نے

Presented by Ziaraat.Com

آپ کے مخالف کا کردار ادا کیا تھا۔ اس رویہ کو مجائبات زمانہ کا نام دینا چاہیے۔

اور اگر نیرنگی دوراں کے ان کرتوتوں کو دیکھنا ہو تو اس کی واضح مثال معاویہ بن ابی سفیان کا کردار ہے۔ معاویہ اور اُس کے ساتھیوں کا کردار نیرنگی زمانہ کا مظہر تھا۔

سچ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے قتل میں معاویہ کے کردار کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ معاویہ کے پاس بہت بڑی فوج موجود تھی اگر وہ چاہتا تو خلیفہ کو مخالفین کے غیظ و غضب سے بچا سکتا تھا، لیکن اُس نے "تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو" کی پالیسی پر عمل کیا تھا۔ معاویہ نے قدرت رکھنے کے باوجود خلیفہ کی کوئی مدد نہیں کی تھی۔ حد یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اُسے مدد کے لیے طلب کیا تو وہ خلیفہ کے پاس تن تنہا آیا۔ جب حضرت عثمانؓ نے اُس کا یہ حال دیکھا تو اُنھوں نے فرمایا:

اَرَدْتَ اَنْ اُقْتَلَ فَتَقُوْلَ: اَنَا وَلِیُّ الثَّارِ [1]

"میں تیرا مقصد سمجھ گیا ہوں تو چاہتا ہے کہ میں قتل ہو جاؤں اور اس کے بعد تو یہ نعرہ بلند کرے کہ میں اس کے قصاص کا وارث ہوں"۔

حضرت عثمانؓ نے معاویہ کو خط لکھا کر اس سے مدد طلب کی تھی لیکن اس نے لیت و لعل سے کام لیا، یہاں تک کہ کاتبِ تقدیر نے اپنا فیصلہ سنا دیا اور تاریخ کے اَوراق میں یہ واضح الفاظ دکھائی دیتے ہیں:

فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابُ تَرَبَّصَ بِهِ وَكَرِهَ اِظْهَارَ مُخَالَفَةِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ وَقَدْ عَلِمَ اجْتِمَاعَهُمْ

"جب معاویہ کے پاس خط پہنچا تو وہ انتظار کرنے لگا اور اصحابِ رسولؐ کی مخالفت کے اظہار کو ناپسند کیا کیونکہ اُسے اصحاب کے اجتماع کا علم ہو چکا تھا"۔

چنانچہ ان حالات و واقعات کو دیکھ کر یہ کہنا درست ہے کہ قتلِ عثمانؓ میں معاویہ کا بالواسطہ ہاتھ تھا اور اس بالواسطہ ہاتھ نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ اور امام علی علیہ السلام نے اپنے کلمات

---

[1] تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۷۵

Presented by Ziaraat.Com

میں اس حقیقت کو بیان کیا تھا۔ الغرض تمام مذکورہ علل و اسباب جمع ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے خلیفہ کے خلاف مخالفت کا طوفان ٹکرا گیا اور وہ طوفان پوری قوت کے ساتھ قصرِ خلافت سے ٹکرایا تو اُس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

جب کہ اگر اصلاحِ احوال کی جاتی تو اس "سونامی" کو روکا جاسکتا تھا۔ مدینہ میں مسلمان موجود تھے اور وہ خلیفہ کے عمال پر تنقید بھی کرتے تھے۔ اگر اسی وقت اصلاح کر دی جاتی تو لوگوں کے جذبات میں کبھی تلاطم پیدا نہ ہوتا اور یہ دن دیکھنے نہ پڑتے۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف جو انقلاب برپا ہوا، اُس کے بہت سے اَبعاد تھے۔ اس میں صحابہ کرام، مظلوم عوام، مفاد پرست عناصر اور اُن کے طوطا چشم ساتھیوں نے یکساں کردار ادا کیا تھا۔ جب کہ سیف بن عمر نے تجاہلِ عارفانہ کرتے ہوئے خود ساختہ اسباب بنا کر حضرت عثمانؓ کو بے جرم و خطا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

سیف بن عمر نے عبداللہ بن سبا کا فرضی ہیولا تراشا اور یہ بیان کیا کہ اس انقلاب کا اصل بانی وہی تھا۔ اُس نے عوام کو احتجاج پر مجبور کیا تھا اور اسی نے صحابہ کرام کو گمراہ کیا تھا اور حد یہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عمار یاسرؓ جیسے افراد اس کے دام ہم رنگ زمیں میں پھنس گئے تھے۔ اگر عبداللہ بن سبا کا وجود ہوتا تو معاویہ یہ کہتا کہ ہمارے بھائی کو ابنِ سبا نے قتل کرایا ہے، اسے ہمارے سپرد کیا جائے لیکن معاویہ کو بھی ابنِ سبا کے وجود کا کوئی علم نہیں تھا۔ اور سیف کی کتاب "الردہ" سے پہلے کسی بھی مسلمان مؤرخ کو اس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ سیف کے مبنی بر کذب بیانات کی تصدیق ممکن نہیں ہے۔ ابنِ سبا کا واقعہ سارے کا سارا خود ساختہ ہے اور سیف کے منافق ذہن کی پیداوار ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

پانچواں باب

حضرت علی علیہ السلام کی سیاست

پہلی فصل : بیعت نور

دوسری فصل : علوی اصلاحات

تیسری فصل : نظم ونسق کی سیاست

چوتھی فصل : ثقافتی سیاست

پانچویں فصل : اقتصادی سیاست

چھٹی فصل : اجتماعی سیاست

ساتویں فصل : عدلیہ کی سیاست

آٹھویں فصل : امن وامان کی سیاست

نویں فصل : جنگی سیاست

دسویں فصل : بین الاقوامی سیاست

Presented by Ziaraat.Com

پہلی فصل

سیاست کا دو مکاتبِ فکر میں مفہوم

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو تختِ حکومت سنبھالا اور ۲۱ ماہِ رمضان ۴۰ ہجری میں آپؑ نے شہادت پائی تھی۔ آپؑ نے چار سال نو ماہ اور تین دن تک حکومت کی تھی۔ اس عہد سے حسبِ ذیل مباحث کا تعلق ہے:

① حضرت علی علیہ السلام منصبِ حکومت پر کیسے فائز ہوئے اور آپؑ نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد کون سی مرکزی اصلاحات کی تھیں؟

② آپؑ کی اصلاحی سیاست کا مقابلہ کن لوگوں نے کیا تھا اور آپؑ کی اصلاحات کو غیر موثر بنانے کے لیے کون سے اقدامات کیے گئے تھے؟

③ وہ کون سے اسباب تھے جن کی وجہ سے آپؑ کے لشکر میں کمزوری پیدا ہوئی تھی اور آپؑ کی مملکت پر حملے کیے گئے تھے اور معاویہ کی طرف غارتوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ جن کی وجہ سے آپؑ کی زندگی تلخ ہو گئی تھی۔

④ امام علی علیہ السلام کے قتل کی سازش جس کی وجہ سے آپؑ شہید ہوئے تھے۔

⑤ امام علی علیہ السلام کے بعد حکومت میں آپؑ کے اصحاب، سپہ سالاروں اور عاملینِ حکومت کا طرزِ عمل کیا تھا؟

مذکورہ بالا پانچ عناوین ہی اس تلخیص کے ایک بڑے حصے کا موضوع ہیں۔ اس کے ساتھ ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ آپؑ کا طرزِ حکومت ہر عادلانہ حکومت کے لیے اُسوۂ حسنہ کا درجہ رکھتا ہے۔ بالخصوص جمہوریہ اسلامیہ کے رہبروں کے لیے مشعلِ راہ ہے اور وہ اس سے مکمل رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں لیکن امام علیہ السلام کے طرزِ حکمرانی کو بیان کرنے سے پہلے یہ بتانا ضروری

Presented by Ziaraat.Com

ہے کہ "سیاست" کی تعریف کیا ہے اور مکتب امامت اور مکتب خلافت میں اس کی تعریف میں کیا فرق پایا جاتا ہے۔ اس طرح سے ہم سیاست علویہ اور سیاست اُمویہ کے فرق کو ظاہر کر سکیں گے۔ پھر ہم امام علیہ السلام کی سیاست کے مرکزی اُصولوں کو واضح کریں گے۔ جن پر آپؑ نے اپنی حکومت کو چلانا چاہا تھا۔

اس کے بعد ہم ان سوالات کے جوابات دیں گے جو کہ آپؑ کی سیاست پر وارد کیے جاتے ہیں اور یہ ثابت کریں گے کہ حضرتؑ کی ذات ہی حقیقی اور صحیح سیاست مدار تھی۔

امام علی علیہ السلام سیاست کو قیادت کے لیے اہم شرط تصور کرتے تھے۔ آپؑ کی نظر میں سیاست دوامِ اقتدار اور حکومت سے عبارت نہ تھی اور آپؑ سیاست سے یہ مراد نہ لیتے تھے کہ اُمت ہمیشہ اپنے قائد کی اطاعت پر ہی قائم و دوائم رہے، خواہ اُس کے لیے کچھ بھی قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔ امام علیہ السلام ہمیشہ اس نکتے پر زور دیتے تھے:

اَلْمُلْكُ سِيَاسَةٌ

"حکومت کو عادلانہ بنیادوں پر چلانا ہی صحیح سیاست ہے"۔ (غرر الحکم، حدیث ۱۷)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام عجزِ سیاسی کو ایک ایسی آفت سے تعبیر کرتے تھے جو کہ رہنماؤں کے لیے چیلنج کا درجہ رکھتی ہے۔ آپؑ فرماتے تھے: "جو رہنما سیاسی بصیرت سے محروم ہوں تو اُن کی سلطنت جلد زائل ہو جاتی ہے اور آپؑ کا فلسفہ یہ تھا کہ غلط سیاست حکومت و مملکت کے سقوط کا سبب ہوتی ہے"۔

مکتب علویہ کا نظریہ یہ ہے کہ اسلامی اُصول کی روشنی میں معاشرے کو چلانا ہی سیاست ہے، لیکن یہ عمل اُس وقت ہی ممکن ہے جب حکومتی رہنما اس کی سیاسی اہلیت رکھتے ہوں۔ بالفاظِ دیگر حکومت چلانے کے لیے سیاسی اہمیت کی ضرورت ہے اور یہ وہ نکتہ ہے جس پر تمام مکاتب فکر کا اتفاق ہے۔

اس سلسلے میں آپؑ کی تعلیمات مشعلِ راہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ اسلامی سیاست کا نمونہ امام علیہ السلام کا طرزِ عمل ہے اور مفاد پرستانہ سیاست کا نمونہ اُموی سیاست میں دیکھا جا سکتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مکتبِ اُموی میں سیاست کا مفہوم

اُموی مکتبِ فکر کے تحت سیاست ہدف کی تشخیص اور کسی بھی طریقہ سے اس کے حصول کا نام سیاست ہے۔ عصرِ حاضر کے مفکرین اجتماعی طور پر اپنی مطلب براری اور ہدف کے حصول کو ہی سیاست کا نام دیتے ہیں۔

آج کی اکثر حکومتیں اور اُن کے سربراہ اُموی سیاست کو ہی اپنے لیے مثالی سیاست کا درجہ دیتی ہیں اور اپنے آپ کو اصول کی پابندی سے آزاد قرار دیتی ہیں۔

چنانچہ شینظر کہتے ہیں: ''ایک کامیاب سیاست دان کو اس بات سے غرض نہیں ہوتی کہ اُمور حق ہیں یا باطل ہیں''۔

برینڈرسل نے بھی اسی طرح کا نظریہ پیش کیا ہے اور اُس نے بھی کہا تھا:

''لوگوں کی اکثریت کی نظر میں سیاست دان وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے اور اُس میں انانیت اور حُبِ سلطنت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہو۔ سیاسی رہنما وہ ہے جو اپنی طاقت کے ذریعے سے لوگون کو اس بات پر قانع کر سکے کہ وہ اُن کی ضروریات کو پورا کرنے کا اہل ہے اور اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ دو اور دو مل کر پانچ بنتے ہیں تو بھی عوام اس کی بات کو آنکھیں بند کر کے مان لیں گے اور عوام الناس اُسے خدائی ''اَوتار'' کا درجہ دیں۔

وہ قائد جو ان صلاحیتوں سے محروم ہو تو عام طور پر وہ مستضعف عوام کی تائید و حمایت سے محروم رہتا ہے۔ کامیاب سیاست دان بس وہی ہے جو عوام الناس کی نفسیات کو جانتا ہو اور اُنھیں اپنے حق میں موڑنے کی صلاحیت رکھتا ہو''۔ (منتخبات افکارِ رأس (فارسی)، ص ۲-۳)

موصوف مزید لکھتے ہیں:

''سیاسی رہنما عوام کے بڑے طبقہ کی تائید سے مناصب پر فائز ہوتے ہیں اور اُن کی کامیابی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اُنھیں لوگوں کی نفسیات سے آگاہی

Presented by Ziaraat.Com

حاصل ہوتی ہے اسی لیے لوگ اُن پر اعتماد کرتے ہیں۔

عوام الناس رسومات کے قیدی ہوتے ہیں اُوپر سے رہبر کی جادو بیانی اُنھیں مسحور کرتی ہے، اسی لیے وہ اپنے رہنماؤں کا دم بھرنے کو ہی اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں۔ سیاسی رہبر اپنے مخالفین کو غیر قانونی سزائیں دے کر لوگوں کے قلب و اذہان میں اپنی دھاک بٹھاتے ہیں۔ بعض اوقات اپنے عوام کے غیظ و غضب کو دوسرا رُخ دینے کے لیے کسی ہمسایہ ملک سے جنگ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

ذاتی طور پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ غیر منطقی فکر کو ماننے والا دھوکہ باز سیاست دانوں کی جلد بھینٹ چڑھ جاتے ہیں"۔ (منتخبات افکار راسل، ص ۲۲۲)

معاشرے کی سیاسی قیادت کے متعلق یہ تجزیہ و تحلیل اُموی مکتبِ فکر کے عین مطابق ہے اور تاریخ اسلام میں اس طرح کی سیاست کا مؤسس معاویہ بن ابی سفیان تھا۔ حکومت و اقتدار لوگوں کو اتنا عزیز ہے کہ اس سلسلہ میں اَلْمُلْكُ عَقِيْمٌ کی ضرب المثل وجود میں آئی ہے، یعنی "حکومت و اقتدار کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا"۔ [1] (امالی صدوق، ص ۱۳۲، حدیث ۱۲۵)

علوی مکتبِ فکر اور سیاست

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْمُلْكُ سِيَاسَةٌ

"نظامِ مملکت چلانا سیاست ہے"۔

آپ کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ اقتدار حاصل کرو خواہ کسی بھی طریقہ سے ہو۔ آپ کا مقصد اس کے بالکل برعکس ہے۔ آپؑ کے مکتبِ فکر میں غیر قانونی طریقوں سے اقتدار حاصل کرنا ممنوع ہے، خواہ حکومت ہاتھ سے جاتی ہے تو بے شک چلی جائے لیکن ناجائز ذرائع بروئے کار

---

[1] (عرضِ مترجم) غالباً علامہ اقبال نے اسی پس منظر میں یہ کہا تھا:

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے تو احکامِ حق سے نہ کر بے وفائی

Presented by Ziaraat.Com

قَوْلِ الْقَائِلِ وَعَتْبِ الْعَاتِبِ [1]

"تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر میں تمھاری خواہش کو مان لوں (اور تمھاری خواہش پر حکومت سنبھال لوں) تو میں تمھیں اس راستے پر لے چلوں گا جو میرے علم میں ہے اور اس کے متعلق کسی کہنے والے کی بات اور کسی ملامت کرنے والے کی سرزنش پر کان نہیں دھروں گا"۔

آپؑ نے خلافت کے دوسرے دن اپنے پہلے دن کے فرمان کی مزید وضاحت کے بعد فرمایا:

"عثمانؓ نے جو جائیدادیں اور بیت المال کے جو اموال لوگوں کو عطا کیے ہیں وہ بیت المال میں واپس کیے جائیں گے، کیونکہ پرانے حق کو کوئی چیز واپس نہیں کرسکتی، اور اگر مجھے ایسا مال بھی کہیں نظر آیا جو عورتوں کے مہر میں خرچ ہو چکا ہے اور مختلف شہروں میں پھیل چکا ہے تو بھی اُسے اُس کے اصل مقام پر واپس کروں گا کیونکہ عدل میں وسعت ہے اور جسے عدل میں تنگی محسوس ہو تو ظلم کی صورت میں اُسے اور تنگی محسوس ہوگی"۔

امام علیہ السلام نے اپنے تفصیلی خطاب میں اجتماعی عدالت کے پھیلاؤ کے لیے حکمرانوں کی ذمہ داریوں کو بیان کیا اور آپؑ نے صاف الفاظ میں یہ اعلان کیا کہ کسی کو بھی بیت المال لوٹنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اور جن لوگوں نے بیت المال سے جائیدادیں بنائی ہیں یا جن لوگوں کو بیت المال کی زرخیز زمینیں دی جاچکی ہیں وہ تمام زمینیں اور جائیدادیں بیت المال میں لوٹائی جائیں گی۔

حضرتؑ کا یہ اعلان استحصالی طبقات کے سروں پر بجلی بن کر گرا۔ تیسرے دن آپؑ نے اپنے کاتب عبیداللہ بن رافع کو حکم دیا کہ بیت المال کی رقم کو لوگوں میں تقسیم کردیا جائے اور اُس کی ابتدا مہاجرین سے کی جائے۔ اس کے بعد انصار کو اُن کا حق دو پھر اُمت اسلامیہ کے ہر فرد

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ ۹۰

Presented by Ziaraat.Com

حاصل ہوتی ہے اسی لیے لوگ اُن پر اعتماد کرتے ہیں۔

عوام الناس رسومات کے قیدی ہوتے ہیں اُوپر سے رہبر کی جادو بیانی اُنھیں مسحور کرتی ہے، اسی لیے وہ اپنے رہنماؤں کا دم بھرنے کو ہی اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں۔ سیاسی رہبر اپنے مخالفین کو غیر قانونی سزائیں دے کر لوگوں کے قلب و اذہان میں اپنی دھاک بٹھاتے ہیں۔ بعض اوقات اپنے عوام کے غیظ و غضب کو دوسرا رُخ دینے کے لیے کسی ہمسایہ ملک سے جنگ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

ذاتی طور پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ غیر منطقی فکر کو ماننے والا دھوکہ باز سیاست دانوں کی جلد بھینٹ چڑھ جاتے ہیں"۔ (منتخبات افکار راسل، ص ۲۲۲)

معاشرے کی سیاسی قیادت کے متعلق یہ تجزیہ و تحلیل اُموی مکتبِ فکر کے عین مطابق ہے اور تاریخ اسلام میں اس طرح کی سیاست کا مؤسس معاویہ بن ابی سفیان تھا۔ حکومت و اقتدار لوگوں کو اتنا عزیز ہے کہ اس سلسلہ میں اَلْمُلْكُ عَقِيْمٌ کی ضرب المثل وجود میں آئی ہے، یعنی "حکومت و اقتدار کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا"۔ [1] (امالی صدوق، ص ۱۳۲، حدیث ۱۲۵)

علوی مکتبِ فکر اور سیاست

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْمُلْكُ سِيَاسَةٌ

"نظامِ مملکت چلانا سیاست ہے"۔

آپؑ کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ اقتدار حاصل کرو خواہ کسی بھی طریقہ سے ہو۔ آپؑ کا مقصد اس کے بالکل برعکس ہے۔ آپؑ کے مکتبِ فکر میں غیر قانونی طریقوں سے اقتدار حاصل کرنا ممنوع ہے، خواہ حکومت ہاتھ سے جاتی ہے تو بے شک چلی جائے لیکن ناجائز ذرائع بروئے کار

---

[1] (عرضِ مترجم) غالباً علامہ اقبال نے اسی پس منظر میں یہ کہا تھا:

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے — تو احکامِ حق سے نہ کر بے وفائی

Presented by Ziaraat.Com

نہ لائے جائیں۔

مکتبِ علوی میں سیاست کا مفہوم یہ ہے کہ سیاست کے جائز ذرائع کی پہچان کی جائے اور اُنھیں حکومت چلانے میں استعمال میں لایا جائے اور اس سے عوام کو مادی اور معنوی رفاہ فراہم کیا جائے۔

مکتبِ علوی میں غیر شرعی اور غیر قانونی ذرائع کو استعمال میں لانا سیاست کے اُصول کے خلاف ہے۔ آپؑ اُسے سیاست نہیں سمجھتے تھے۔ آپؑ کی نظر میں یہ عمل مکر، دھوکہ اور شیطانیت ہے۔ [1]

مکتبِ علوی میں غیر قانونی ذرائع سے حکومت چلانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس عظیم مکتب کی تعلیم یہ ہے کہ صحیح اور قانونی ذرائع سے سیاست کر کے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کیا جائے اور حکومت کو مادی اور معنوی کمال کا ذریعہ بنایا جائے۔

بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ غیر قانونی سیاست وقتی طور پر مفید ثابت ہوتی ہے، لیکن وہ پائیدار کامیابی کا ذریعہ نہیں بنتی اور وہ بہت سے نقصانات کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔

علوی اِصلاح کی حرکت

یہی وجہ ہے کہ جب لوگوں نے امیر المومنینؑ کی بیعت کی اور آپؑ نے نظامِ سلطنت سنبھالا تو آپؑ نے اصلاح کا آغاز اقتصادی اور اجتماعی عدالت سے کیا تھا اور اس امر کی ترجیح کی ضرورت یوں پیش آئی تھی کہ آپؑ سمجھتے تھے کہ سابقہ اَدوار میں اسلامی معاشرے میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں، لیکن آپؑ سابقہ اَدوار میں کوئی اہم کردار ادا کرنے سے قاصر تھے کیونکہ حکمرانوں نے آپ کو سیاسی میدان سے دُور رکھا تھا اسی لیے اقتدار حاصل کرنے کے فوراً بعد آپؑ نے یہ محسوس کیا کہ اسلامی حکومت اسلام اور سیرتِ نبویؐ سے بڑی دُور چلی گئی ہے۔

آپؑ کو اس بات کا پورا اندازہ تھا کہ جب معاشرے میں محمدی اقتصادیات کو رائج کیا

---

[1] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے معاویہ کی سیاسی زندگی کے متعلق فرمایا: تِلْكَ النَّكْرَاءُ تِلْكَ الشَّيْطَنَةُ "وہ عقل نہیں بلکہ وہ دھوکہ اور شیطنت ہے"۔ (اصولِ کافی، جلد اوّل، کتاب العقل والجہل، حدیث ۳)

Presented by Ziaraat.Com

جائے گا تو بہت سے حلقے اس کی مخالفت کریں گے، کیونکہ سابقہ حکومتوں کی وجہ سے لوگوں کے مزاج بدل گئے تھے، اسی لیے آپؑ نے فرمایا تھا:

لَا تَقُوْمُ لَهُ الْقُلُوْبُ وَلَا تَثْبُتُ عَلَيْهِ الْعُقُوْلُ [1]

"انھیں نہ تو دل برداشت کر سکتے ہیں اور نہ ہی عقلیں اسے مان سکتی ہیں"۔

سابقہ حالات آپؑ کے سامنے تھے۔ جب اُفق عالم پر گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اور راستوں کی پہچان تک مٹ چکی تھی۔ اس لیے ان حالات میں سیاسی اور اجتماعی اصلاح کے لیے گہرے فکر و تدبر کی ضرورت تھی۔

انحرافات کے مقابلہ کی سیاست

مدت سے قائم شدہ انحرافات کو یک جنبش آبرو مٹانا ممکن نہیں تھا، کیونکہ اس وقت کا معاشرہ ان انحرافات کا عادی ہو چکا تھا اور اچانک اصلاح کے عمل سے عوام الناس میں تفریق پیدا ہونے کا خدشہ تھا۔ امام علیہ السلام خداداد فراست کے مالک تھے، اسی لیے آپؑ نے مرحلہ وار اصلاحات کے عمل کو جاری کیا۔ آپؑ کے سامنے دو طرح کے انحرافات پائے جاتے تھے:

① حکومتی اور اقتصادی انحراف

② ثقافتی انحراف

حکومتی اور اقتصادی انحراف کا مقابلہ

آپؑ نے اپنی اِصلاحات کا آغاز دو باتوں سے کیا تھا:

① آپؑ نے نااہل حکمرانوں کو اُن کے عہدوں سے معزول کیا تھا۔

② عمومی اَموال بیت المال میں لوٹائے۔

امام علیہ السلام نے بیعت کے پہلے دن ہی اپنی اُصولی اِصلاح کا اعلان کر دیا تھا۔ آپؑ نے اپنی پالیسی کا پہلے ہی دن یہ کہہ کر اعلان کیا تھا:

اِعْلَمُوْا اَنِّيْ اِنْ اَجَبْتُكُمْ رَكِبْتُ بِكُمْ مَا اَعْلَمُ وَلَمْ اُصْغِ اِلٰى

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ ۹۰

Presented by Ziaraat.Com

قَوْلِ الْقَائِلِ وَعَتَبِ الْعَاتِبِ [1]

"تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر میں تمھاری خواہش کو مان لوں (اور تمھاری خواہش پر حکومت سنبھال لوں) تو میں تمھیں اس راستے پر لے چلوں گا جو میرے علم میں ہے اور اس کے متعلق کسی کہنے والے کی بات اور کسی ملامت کرنے والے کی سرزنش پر کان نہیں دھروں گا"۔

آپؑ نے خلافت کے دوسرے دن اپنے پہلے دن کے فرمان کی مزید وضاحت کے بعد فرمایا:

"عثمانؓ نے جو جائیدادیں اور بیت المال کے جو اموال لوگوں کو عطا کیے ہیں وہ بیت المال میں واپس کیے جائیں گے، کیونکہ پرانے حق کو کوئی چیز واپس نہیں کرسکتی، اور اگر مجھے ایسا مال بھی کہیں نظر آیا جو عورتوں کے مہر میں خرچ ہو چکا ہے اور مختلف شہروں میں پھیل چکا ہے تو بھی اُسے اُس کے اصل مقام پر واپس کروں گا کیونکہ عدل میں وسعت ہے اور جسے عدل میں تنگی محسوس ہو تو ظلم کی صورت میں اُسے اور تنگی محسوس ہوگی"۔

امام علیہ السلام نے اپنے تفصیلی خطاب میں اجتماعی عدالت کے پھیلاؤ کے لیے حکمرانوں کی ذمہ داریوں کو بیان کیا اور آپؑ نے صاف الفاظ میں یہ اعلان کیا کہ کسی کو بھی بیت المال لوٹنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اور جن لوگوں نے بیت المال سے جائیدادیں بنائی ہیں یا جن لوگوں کو بیت المال کی زرخیز زمینیں دی جا چکی ہیں وہ تمام زمینیں اور جائیدادیں بیت المال میں لوٹائی جائیں گی۔

حضرتؑ کا یہ اعلان استحصالی طبقات کے سروں پر بجلی بن کر گرا۔ تیسرے دن آپؑ نے اپنے کاتب عبیداللہ بن رافع کو حکم دیا کہ بیت المال کی رقم کو لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے اور اُس کی ابتدا مہاجرین سے کی جائے۔ اس کے بعد انصار کو اُن کا حق دو پھر اُمت اسلامیہ کے ہر فرد

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ ۹۰

Presented by Ziaraat.Com

کو بیت المال میں سے رقم دو۔

آپؑ نے اپنے کاتب سے فرمایا: "ہر شخص کو تین دینار دینا کسی کو بھی اس سے کم یا زیادہ نہ دینا"۔

بیت المال کی اسی منصفانہ تقسیم سے اشرافیہ اور مراعات یافتہ طبقہ کو یقین ہو گیا تھا کہ آپؑ نے جس پالیسی کا اعلان کیا تھا آپؑ ہر صورت میں اس پر قائم رہنا چاہتے ہیں۔ اشرافیہ طبقہ نے اس تقسیم پر اعتراض کیا اور کہا: یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں بھی بیت المال سے اتنا ہی وظیفہ ملے جتنا کہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں کو ملے۔

لیکن امام علیہ السلام نے کسی کی پرواہ نہ کی اور آپؑ نے فرمایا:

وَاللّٰہِ اِنْ بَقِیْتُ وَسَلِمْتُ لَھُمْ لَاُقِیْمَنَّھُمْ عَلَی الْمَحَجَّۃِ الْبَیْضَاءِ

"خدا کی قسم! اگر میں زندہ سلامت رہا تو میں اُنھیں سیدھے راستے پر چلاؤں گا"۔

حضرتؑ کی اسی مساویانہ تقسیم کا ردعمل یہ ہوا کہ طبقۂ اشرافیہ نے خونِ عثمان کے قصاص کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا۔ کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے دولت مند افراد نے آپؑ کی بیعت دو شرائط پر کی تھی:

پہلی شرط یہ تھی اب تک اُنھوں نے جو لوٹ مار سے رقم جمع کی ہے وہ اُن سے واپس نہیں لی جائے گی۔

دوسری شرط یہ تھی کہ آپؑ قاتلانِ عثمان سے قصاص لیں گے۔

امام علیہ السلام بخوبی جانتے تھے کہ قاتلانِ عثمانؓ سے قصاص کا مطالبہ دراصل مساویانہ تقسیم کا ردعمل ہے، لیکن آپؑ اپنے موقف پر سختی سے ڈٹے رہے۔

ثقافتی اِصلاح کی سیاست

امام علیہ السلام نے اقتدار پر متمکن ہوتے ہی اقتصادی اور اداری اصلاحات نافذ کی تھیں اور اس کے برعکس ان حالات میں ثقافتی اصلاح کی سیاست کو بروئے کار لانا انتہائی مشکل ہی نہیں

Presented by Ziaraat.Com

بلکہ ناممکن تھا البتہ یہ چیز آپؑ کے مستقبل کے پروگرام میں شامل تھی اور آپؑ فرمایا کرتے تھے:

لَوْ اسْتَوَتْ قَدَمَایَ مِنْ هٰذِهِ الْمَرَاحِضِ لَغَيَّرْتُ أَشْيَاءَ

"اگر اس پھسلن پر میرے قدم ڈگمگانے سے بچ گئے تو میں بہت سی اشیاء کو تبدیل کروں گا"۔

پچیس برس کے طویل عرصہ میں لوگ جن باتوں کے عادی ہو چکے تھے اُن سے فی الفور وہ عادت چھڑانا ممکن نہیں تھا۔ اور اگر حکومتی ذرائع سے اس پر عمل کرایا جاتا تو عوام الناس میں کھلبلی سی مچ جاتی اور اُمت میں اختلافات جنم لیتے، اس لیے آپؑ نے ثقافتی انحرافات کی اصلاح کو کچھ دیر کے لیے مؤخر کر دیا تھا۔

آپؑ نے معاشرے کو سنتِ نبوی کی طرف واپس پلٹانے کے لیے اپنے اصلاحی پروگراموں کو جاری رکھا جس میں سرفہرست عدالتِ اجتماعی کا قیام اور دولت کی منصفانہ تقسیم کا عمل شامل تھا۔ اور زندگی کے آخری ایام تک آپؑ نے اس طرزِ عمل کو جاری رکھا تھا۔

اس حصّہ میں ہم اصلاحِ علوی کے اہم نکات کو بیان کریں گے اور ان اہم نکات کا تعلق حکومت کے نظم و نسق، ثقافتی اصلاح، اقتصادی، اجتماعی، عدالتی، امن عامہ کی بحالی اور فوج کی صلاحیتوں میں اضافہ سے ہے اور ہم اس کے لیے تاریخی اور حدیثی نصوص کو بیان کریں گے۔

اس کے بعد ہم حکومت کے استقلال اور سقوط کے متعلق حضرتؑ کی آرا کو بیان کریں گے۔ امام علیہ السلام کی سیاست کے تمام اجزا کو بیان کرنے کے لیے بہت سا وقت درکار ہے۔

دلوں پر راج کرنے کا ذریعہ

دین اسلام آمریت کا دین نہیں ہے، اس کی بجائے یہ دلوں پر حکومت کرنے کا دین ہے۔ اسلام نے ایسا نظامِ حکومت متعارف کروایا ہے کہ جو دلوں کو توڑنے کے بجائے جوڑنے کی بات کرتا ہے اور علوی نظامِ سیاست اس کی بہترین مثال ہے۔ اسلام انسان کو مادی اور معنوی تکامل عطا کرتا ہے اور اس میں محبت اہم کردار ادا کرتی ہے اور دین اسلام میں محبت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام دین اسلام کو دین محبت قرار دیتے تھے اور آپؑ فرمایا کرتے تھے:

هَلِ الدِّيْنُ اِلَّا الْحُبُّ

"دین محبت کے علاوہ اور کیا ہے؟"

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اسلام کے بنیادی ارکان کی بنیاد محبت خداوندی کو قرار دیتے تھے۔ آپؑ نے فرمایا:

"اسلام ہی وہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کے لیے پسند کیا اور اپنی نظروں کے سامنے اُس کی دیکھ بھال کی اور اُس کی تبلیغ کے لیے بہترین خلق کا انتخاب فرمایا اور اپنی محبت پر اُس کے ستون کھڑے کیے"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۶ سے اقتباس)

یہی وجہ ہے کہ خدا نے جن ہستیوں کو دین کا امام بنایا اور جنھیں اُمت اسلامیہ کا سچا رہبر مقرر کیا وہ محبت خالق کے مظہر تھے اور خدا نے ان سے محبت رکھنے کو اپنی محبت سے تعبیر کیا ہے۔ اسی لیے ائمہ کی تعلیمات میں یہ الفاظ دکھائی دیتے ہیں:

مَنْ اَحَبَّكُمْ فَقَدْ اَحَبَّ اللهَ [1]

"جس نے تم سے محبت رکھی تو اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھی"۔

اسی اساس کے تحت حکومت اسلامیہ نے بیعت اور عوام کی رائے کو اہمیت دی ہے، کیونکہ اس عمل سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محبت اہل بیتؑ کو اَجر رسالت قرار دیا ہے۔

دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آپ جبر کے ذریعے سے کسی شخص سے ایسا عمل کرا سکتے ہیں جس پر وہ راضی نہ ہو، لیکن آپ جبر کے ذریعے سے کسی کو کسی دوسرے کی محبت پر مجبور نہیں کر سکتے۔ محبت اس وقت تک ممکن ہی نہیں ہے جب تک کسی کی طرف دل مائل نہ ہو۔

---

[1] تہذیب الاحکام، جلد ۶، ص ۹۷، ۱۰۱، حدیث اوّل، الفقیہ، جلد ۲، ص ۶۱۳، حدیث ۳۲۱۳

Presented by Ziaraat.Com

ہر انسان فطری طور پر جمال و کمال سے محبت کرتا ہے اور اُسے جمالِ مادی و معنوی کے جملہ مظاہر سے محبت ہے۔ اور جب کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے تو پھر اُس کے طور طریقوں کی بھی پیروی کرتا ہے اور جب کسی کو کسی سے نفرت ہو تو وہ اس کی پیروی سے بھی نفرت کرتا ہے۔

محبتِ آلِ محمدؐ کے وجوب کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ جب انسان کو ان کی حقیقی معرفت حاصل ہوگی تو دل میں ان کی اتباع کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اہلِ بیتؑ کی سیرت میں جمال و جاذبیت پائی جاتی ہے چنانچہ ہر سلیم الفطرت انسان اُن کی مودّت کو محسوس کر کے اُن کی پیروی پر مجبور ہو جاتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی ذات محاسن کا مجموعہ تھی، اس لیے جس نے بھی آپؑ کی سیرت کا مطالعہ کیا وہ آپ کا گرویدہ ہو گیا اور یہ عشق صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہیں ہے۔ غیر مسلم بھی آپؑ کے شیدائی نظر آتے ہیں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنی مختصر مدتِ حکومت میں ایسے اثرات چھوڑے جو رہتی دُنیا تک تمام انسانوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ چنانچہ یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی شخص آپؑ کی سیرت کا مطالعہ کرے اور پھر آپؑ سے محبت نہ کرے۔ آپؑ نے ایسے سیاسی اُصول وضع کیے تھے جن سے دلوں پر حکومت کرنا ممکن ہے۔

آپؑ کی سیاست کے بنیادی اصول

① سچائی کی سیاست

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے جس سیاست کو متعارف کرایا تھا اس کا اہم ترین ستون سچائی ہے اور یہی ستون حیدری سیاست کی جاذبیت کا سبب ہے اور اُموی سیاست اور حیدری سیاست میں بنیادی فرق بھی یہی ہے۔ علوی سیاست میں جھوٹ کی کوئی گنجائش نہیں ہے جب کہ اُموی سیاست میں سچ کا داخلہ ممنوع ہے۔

عصرِ حاضر کی زیادہ تر سیاست پر اُموی سیاست کی چھاپ دکھائی دیتی ہے۔

حضرت امام خمینیؒ نے اپنا ایک واقعہ سنایا:

"میں زندان میں قید تھا۔ حکومتِ وقت کا ایک بڑا افسر مجھ سے ملاقات

Presented by Ziaraat.Com

کرنے کے لیے آیا اور اُس نے مجھ سے کہا: آپ تقدس مآب فرد ہیں۔ آپ سیاست کے جھمیلوں میں نہ پڑیں۔ کیونکہ سیاست جھوٹ اور فریب ہے۔ آپ اس برائی سے دُور رہیں اور یہ برائی ہمارے لیے ہی رہنے دیں۔ حضرت امام خمینیؒ نے فرمایا: واقعی جو سیاست آپ کر رہے ہیں وہ سراسر دھوکہ بازی اور جھوٹ پر مبنی ہے، لیکن ہمیں جو سیاست کرنی ہے وہ امیرالمومنینؑ کی بیان کردہ ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اگر عصر حاضر کی سیاست سے جھوٹ کو نکال دیا جائے تو اس سیاست کے دامن میں کچھ بھی باقی نہیں بچتا"۔

امام المتقینؑ نے وہ سیاست متعارف کرائی تھی جس کی اہلیت کی پہلی شرط صداقت ہے کیونکہ جب تک سیاست صداقت پر مبنی نہ ہوگی تب تک حق اور قانون کی حاکمیت، انسانی حقوق اور عدالت اجتماعی کے تقاضے پورے نہیں ہوں گے۔

بقول شاعر:

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

علوی سیاست میں کسی بھی موقع پر جھوٹ کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ جنگی سیاست میں دھوکہ دہی کی اجازت ہے۔ اس کی ہم آیندہ صفحات میں وضاحت کریں گے۔

۲ حق کی محوریت

علوی سیاست میں حق کی محوریت کو سیاسی صداقت کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔ آپ امیرالمومنینؑ کی سیاست کے جملہ پہلوؤں پر نگاہ کریں تو ہر مقام پر آپ کو حق کی محوریت دکھائی دے گی۔

حضرت امیرالمومنینؑ اقامت حق کو اپنی حکومت کا مرکزی ستون قرار دیتے تھے۔ آپؑ کی سیاست کا مقصد احیائے حق اور ابطال باطل کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ اسی لیے آپؑ نے ہر طرح کی مداہنت کی مخالفت کی تھی۔ اس کے برعکس اُصول سیاست میں ہر جگہ منافقت اور مداہنت دکھائی دیتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

۳ قانون کی حکمرانی

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی پوری زندگی اس امر کی گواہی دیتی ہے کہ آپؑ قانون کی حکمرانی پر یقین رکھتے تھے اور آپؑ کسی بھی شخص کو قانون سے بالاتر نہیں سمجھتے تھے۔ کسی بھی شخص کو یہ جرأت نہ تھی کہ وہ آپؑ کو قانونِ الٰہی کے نفاذ سے باز رکھ سکے۔

۴ نظم ونسق کی پابندی

آپؑ کی سیرت اس امر کی شاہد ہے کہ آپؑ انفرادی اور اجتماعی معاملات میں نظم ونسق کا شدت سے خیال رکھتے تھے۔ امام علیہ السلام کا فلسفہ یہ تھا کہ قرآنی احکام ہمیں نظم وضبط کا حکم دیتے ہیں اور قرآن کے مقاصد نزول میں نظم ونسق کی تعلیم بھی شامل ہے۔ چنانچہ آپؑ نے فرمایا:

اَلَا اِنَّ فِيْهِ عِلْمَ مَا يَأْتِي، وَالْحَدِيْثَ عَنِ الْمَاضِي، وَدَوَاءَ دَائِكُمْ وَنَظْمَ مَا بَيْنَكُمْ

"اسی میں آیندہ کے واقعات اور گذشتہ زمانہ کی معلومات اور تمھاری بیماریوں کا چارہ اور تمھارے باہمی تعلقات کی شیرازہ بندی ہے"۔

آپؑ اپنے عاملین کو ہمیشہ باہمی شیرازہ بندی کی ترغیب دیتے تھے اور اس کے ساتھ آپؑ یہ تعلیم بھی دیتے تھے کہ ہر کام کو اُس کے وقت پر انجام دیا جائے۔ آپؑ باہمی صلح صفائی کو عام نماز روزے سے بہتر قرار دیتے تھے۔ آپؑ نے یہی بات اپنے اس وصیت نامہ میں بھی تحریر کرائی تھی جو آپؑ نے اپنی شہادت سے کچھ دیر پہلے لکھوایا تھا۔

اس میں ایک جملہ یہ ہے:

وَصَلَاحَ ذَاتِ الْبَيْنِ فَإِنِّي سَمِعْتُ جَدَّكُمَا رَسُولَ اللهِ: صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ أَفْضَلُ مِنْ عَامَةِ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ

"باہمی صلح صفائی کا خیال رکھنا میں نے تمھارے نانا جان رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے۔ باہمی صلح صفائی کرانا عام نماز اور روزوں سے افضل ہے"۔

Presented by Ziaraat.Com

⑤ سوچ سمجھ کر عاملین کا انتخاب کرنا

امام علی علیہ السلام عاملین کے انتخاب میں انتہائی حساس تھے۔ آپؑ کا فلسفہ یہ تھا کہ عاملین کا انتخاب کسی رشتہ داری اور خاندانی شہرت کی بجائے اُن کی صلاحیت اور قابلیت کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ عامل کے انتخاب کے وقت اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ کیا منصوب ہونے والا شخص اس کام کے لیے مناسب بھی ہے اور کیا وہ شخص اس کام کی جزئیات کو بھی جانتا ہے؟ اور کیا وہ اس منصب کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟

آپؑ خاندانی رشتہ داری اور سیاسی تعلقات کی بنیاد پر کسی کو بھی کسی علاقہ کے عامل مقرر نہیں کرتے تھے۔ سرکاری عہدہ کے لیے رُسوا خاندانوں کے افراد اور بداَخلاق افراد کا انتخاب کرنا نامناسب ہے۔

⑥ عاملین کی اقتصادی ضروریات کا خیال رکھنا

حضرت امام علی علیہ السلام یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ بیورو کریسی کو معقول تنخواہیں دی جائیں تاکہ وہ آبرومندانہ زندگی بسر کرسکیں اور جب اُنھیں معقول تنخواہ دی جائے گی تو وہ سرکاری خزانے میں لوٹ مار نہیں کریں گے۔

⑦ مسلح افواج کا خصوصی اہتمام

آپؑ ملک وقوم کی بقا کے لیے مسلح افواج کو ضروری سمجھتے تھے۔ آپؑ دفاعی قوت کو مضبوط دیکھنے کے خواہش مند رہتے تھے اور یہ تعلیم دیتے تھے کہ والی کو چاہیے کہ وہ مسلح افواج سے وہی سلوک کرے جو ایک شفیق والد اپنی اولاد سے کرتا ہے۔

⑧ عاملین کی دیکھ بھال کے لیے مخبر مقرر کرنا

کسی بھی شخص کے ذاتی معاملات کی جاسوسی کرنا انتہائی ممنوع ہے۔ [1]

لیکن افسرانِ بالا کی کارکردگی پر نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ امیرالمومنین اس مسئلے میں

---

[1] نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳

Presented by Ziaraat.Com

بڑے حساس تھے۔ آپؑ نے گورنروں اور اعلیٰ افسروں پر نگاہ رکھنے کے لیے مخلص مخبر مقرر کیے ہوئے تھے جو کہ آپؑ کو آپؑ کے عاملین کی کارکردگی سے آگاہ رکھتے تھے۔ اشعث بن قیس، زیاد بن ابیہ، قدامہ بن مجلان، مصقلہ بن ہبیرہ اور منذر بن جارود کا احتساب بھی مخبروں کی خبروں پر کیا گیا تھا۔

آپؑ نے مخبری کے لیے باکردار افراد کو متعین کیا تھا جو آپؑ کو ہر واقعہ سے آگاہ کرتے تھے اور اُن کی خبروں کی بنیاد پر آپؑ بہتر کارکردگی دکھانے والے عاملین کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور اچھی کارکردگی نہ دکھانے والوں کو معزول کر دیتے تھے اور جس پر خیانت ثابت ہوتی تو اُسے ایسی سزا دیتے تھے جو دوسروں کے لیے باعثِ عبرت ہوتی تھی۔

⑨ ہدیہ جات سے پرہیز

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سرکاری ملازمین کو ہدیہ لینے سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے: ہدیہ جات رشوت کی دوسری شکل ہیں۔ آپؑ ہدیہ لینے کو خیانت اور رشوت لینے کو شرک سے تعبیر کرتے تھے۔

⑩ احتیاط اور نرمی کا امتزاج

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام حکومتی ملازمین سے نرمی اور احتیاط کا سلوک کرتے تھے۔ آپؑ مکمل سختی کے قائل نہیں تھے اور آپؑ یہ سمجھتے تھے کہ اس سے حکومتی نظم و نسق میں خلل واقع ہوتا ہے اور اس کے ساتھ آپؑ بے حد نرمی کے بھی قائل نہیں تھے۔ آپؑ زیادہ نرمی کو بھی نقصان دہ قرار دیتے تھے۔ جہاں سختی کی ضرورت ہوتی تو آپؑ محتاط انداز میں سختی کیا کرتے تھے۔

ثقافتی سیاست کے اُصول

ثقافتی سیاست کے اصولوں کو حسب ذیل نکات میں پیش کیا جا سکتا ہے:

① تعلیم و تربیت

آپؑ ثقافتی رُشد و نمو کو اقتصادی رُشد و نمو سے متصل قرار دیتے تھے اور آپؑ یہ سمجھتے

Presented by Ziaraat.Com

تھے کہ ثقافتی رُشد کے بغیر اقتصادی رُشد ممکن نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جسم کو کھانے پینے کی اتنی احتیاج نہیں ہے جتنا کہ روح کو تعلیم و تربیت کی احتیاج ہے۔

نبوت اور وحی کے فلسفہ میں انسانی تربیت و تعلیم کارفرما ہے۔ اور انبیائے کرامؑ نے عام انسانوں کو انسانِ کامل بنانے کے لیے جدوجہد کی تھی۔ انبیائے کرامؑ اور اُن کے برحق جانشین لوگوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ امیر المومنینؑ کی زندگی کا بھی یہی شیوہ تھا۔

۲ عمومی ثقافت کی اصلاح

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی سیرت میں عمومی ثقافت کی اصلاح اور اس کی تصحیح کو بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔ آپؑ مثبت ثقافت کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور غلط رسومات کی حوصلہ شکنی کرتے تھے۔ آپؑ غلط رسومات کے جاری رہنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتے تھے۔

۳ خوشامد کی بجائے مثبت تنقید کی حوصلہ افزائی

آپؑ کے دورِ حکومت سے قبل حکمران خوشامد پسند طبقہ کو پسند کرتے تھے اور جی حضوریوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی، لیکن آپؑ نے اپنے عاملین کو یہ نصیحت کی تھی کہ وہ ایسے لوگوں سے دُور رہیں اور ان لوگوں کے بجائے حق گو افراد کی حوصلہ افزائی کریں اور اپنے مصاحبین کو سمجھائیں کہ وہ خوشامد سے پرہیز کریں۔ آپؑ اپنی پوری زندگی میں خوشامدی افراد سے دُور رہتے تھے اور کھل کر اُن کی حوصلہ شکنی کرتے تھے۔ اور آپؑ لوگوں کو یہ سمجھاتے تھے کہ فرائض الٰہیہ کی ادائیگی پر آپؑ کی مدح و ثنا نہ کی جائے اور اس کی بجائے خیر خواہی کو رواج دیا جائے اور اگر حکومتی کاموں میں کہیں نقص دکھائی دے تو اس پر مثبت تنقید کی جائے۔

۴ شخصیات کی بجائے حق کو معیار بنانا چاہیے

آپؑ نے معاشرہ میں جس ثقافت کو رائج کیا اُس کا پہلا اُصول یہ تھا:

''شخصیات کی بجائے حق کو معیار بنانا چاہیے''۔

آپؑ یہ عقیدہ رکھتے تھے:

Presented by Ziaraat.Com.

"سیاست اور اجتماع کے زیادہ تر انحرافات کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے شخصیات کو معیارِ حقانیت سمجھ لیا ہے اور لوگوں کی شخصیت سے متاثر ہو کر اُن کے راستے کو حق و حقیقت کا راستہ سمجھ لیا ہے"۔

آپؑ نے یہ تعلیم دی کہ حق کو شخصیات کے احترام اور عدم احترام کا معیار ہونا چاہیے، لہٰذا کسی بھی شخص کے بڑے پن کو نہ دیکھا جائے بلکہ یہ دیکھا جائے کہ وہ شخص حق کا کس قدر پیروکار ہے۔ بالفاظِ دیگر آپؑ نے یہ تعلیم دی کہ حق کو شخصیات کا میزان قرار دیا جائے اور شخصیات کو دیکھ کر حق کا تعین نہ کیا جائے۔

اقتصادی سیاست کے اُصول

حضرت علی علیہ السلام نے اقتصادی سیاست کے حسبِ ذیل اُصول متعارف کرائے:

① کام کاج کی ترغیب اور سُستی سے پرہیز

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سُستی اور کام چوری سے سخت متنفر تھے اور اسے فقر و فاقہ کا سب سے بڑا سبب قرار دیتے تھے۔ آپؑ کا یہ عقیدہ تھا کہ جس معاشرے میں کام کو اہمیت دی جاتی ہو وہ معاشرہ افلاس میں مبتلا نہیں ہوتا۔ آپؑ کی نظر میں بہت سی مادی اور معنوی ناکامیوں میں بے روزگاری کا عمل دخل ہوتا ہے۔

② زراعت کا فروغ

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے معاشرے کی غربت و افلاس دُور کرنے کے لیے زراعت کی ترغیب دی تھی اور جن بنجر زمینوں تک پانی کی رسائی ممکن تھی آپؑ نے وہاں نہریں جاری کرائیں۔ آپؑ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے:

مَنْ وَجَدَ مَاءً وَتُرَابًا اِفْتَقَرَ فَاَبْعَدَهُ اللهُ

"جس کے پاس آبپاشی کے لیے پانی اور زراعت کے لیے زمین موجود ہو پھر بھی اگر وہ مفلس ہو تو خدا اُسے اپنی رحمت سے دُور کرے"۔

Presented by Ziaraat.Com

آپؑ نے اپنے تمام عاملین کو حکم دیا تھا کہ جہاں تک بھی ممکن ہو وہ زراعت کے فروغ میں مدد کریں اور آپؑ لشکر کے سالاروں کو یہ نصیحت کرتے تھے کہ وہ کھیتوں کی حفاظت کریں۔

۳ صنعت کا فروغ

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے عہد حکومت میں صنعت وحرفت کا کوئی زیادہ رواج نہیں تھا لیکن اس کے باوجود آپؑ صنعت وحرفت کو انتہائی اہمیت دیتے تھے۔ آپؑ نے اپنے کلمات میں صنعت کو ایک خزانے کا درجہ دیا تھا۔ آپؑ اپنے عاملین کو یہ نصیحت فرماتے تھے کہ وہ صنعت کاروں کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپؑ اہل صنعت پر بھی زور دیتے تھے کہ وہ اپنی صنعتوں میں ہمیشہ معیار پر توجہ دیں۔

۴ تجارتی پالیسی

صدر اسلام اور امیر المومنین علی علیہ السلام کے عہد حکومت میں تجارت کو بڑا فروغ حاصل تھا، اور اس معاشرے کی زیادہ تر ضروریات کی کفالت تجارت سے ہوتی تھی، اس لیے امام علیہ السلام نے جہاں کاشت کاروں اور ارباب صنعت کی حوصلہ افزائی کی تھی تو وہاں آپؑ نے تجارت کے بھی ضروری اُصول بیان کیے تھے۔

۵ بازار پر کڑی نگرانی

بازار کو اقتصادیات میں وہی مقام حاصل ہے جو کہ ریڑھ کی ہڈی کو انسانی جسم میں حاصل ہے اسی لیے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام بازار کی خود نگرانی کرتے تھے اور آپؑ تقریباً ہر روز کوفہ کے بازاروں کا جائزہ لیا کرتے تھے اور دکانداروں کو اسلامی اقتصادیات وتجارت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپؑ انھیں ناجائز منافع خوری، ذخیرہ اندوزی اور کم فروشی سے منع کرتے تھے اور اُنھیں تقویٰ کی نصیحت کرتے تھے اور اُنھیں گاہکوں سے مناسب رویہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔

۶ خراج کی وصولی

آپؑ نے خراج کی وصولی کا ایک طریقہ رائج نہیں کیا تھا، بلکہ ہر علاقہ کی ضروریات کو

Presented by Ziaraat.Com

مدنظر رکھ کر اُن سے خراج وصول کیا کرتے تھے۔ آپؑ خراج وصول کرنے والے عاملین کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ وہ انصاف اور اسلامی اخلاق کے تقاضوں کے مطابق رعایا سے خراج وصول کریں۔

۷ بیت المال کی بروقت تقسیم

آپؑ مسلمانوں کی دولت کو بیت المال میں قید رکھنے کے قائل نہیں تھے اور آپؑ بیت المال کی تقسیم میں تاخیر کے قائل نہیں تھے اور آپؑ ضروریات سے زیادہ ایک رات کے لیے بھی تاخیر کے روادار نہ تھے۔

۸ دولت کی مساویانہ تقسیم

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام مساویانہ انداز سے دولت تقسیم کیا کرتے تھے اور آپؑ کی نظر میں عربی، عجمی اور مہاجر و انصار کا کوئی فرق نہیں تھا۔ حد یہ ہے کہ تازہ آزاد شدہ غلام کو بھی بیت المال میں سے اتنا حصہ دیتے تھے جتنا کہ اُس کے مالک کو عطا کرتے تھے۔

۹ بیت المال سے سب کی ضروریات کی کفالت ہونی چاہیے

آپؑ کی اقتصادی سیاست کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ معاشرے سے غربت کا خاتمہ کیا جائے۔ آپؑ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے:

مَا جَاعَ فَقِيرٌ إِلَّا بِمَا مُتِّعَ بِهِ غَنِيٌّ

"دولت مندوں کے استحصال سے غریب بھوک میں مبتلا ہوتا ہے"۔

اس لیے آپؑ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اسلامی حکومت ہر شخص کی بنیادی ضروریات فراہم کرنے کی ذمہ دار ہے، تاکہ لوگ اسلامی مملکت میں اپنی بنیادی ضروریات سے محروم نہ رہیں۔

آپؑ چاہتے تھے کہ اگر دارالحکومت (کوفہ) میں رہنے والے کو کھانے، پینے اور رہائش کی سہولت میسر ہے تو یہی سہولتیں دوسرے شہروں میں رہنے والے افراد کو بھی میسر ہونی چاہییں۔ کمزور طبقات کی دیکھ بھال آپؑ کی پالیسی کا بنیادی حصہ تھا۔ آپؑ یتامیٰ اور شہدا کے خاندانوں کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ آپؑ ذاتی اور شخصی طور پر بھی یتامیٰ و مساکین کی خبر گیری کیا کرتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

⑩ بیت المال کی خصوصی نگہداشت

آپؑ کی طرف سے حکام کو یہ اجازت نہیں تھی کہ وہ شہر کے معززین اور اشرافیہ کو بیت المال سے تحائف اور ہدایا پیش کریں۔ آپؑ فرمایا کرتے تھے:

جُوْدُ الْوُلَاةِ بِفَيْءِ الْمُسْلِمِيْنَ جَوْرٌ وَفَتْرٌ

"مسلمانوں کی دولت سے حکمرانوں کی سخاوت ظلم اور زیادتی ہے"۔

⑪ اولاد اور قریبی عزیزوں کے لیے سرکاری امتیازات کی ممنوعیت

امام علیہ السلام تقسیم مال کے لیے کسی کے لیے بھی خصوصی امتیاز کے قائل نہیں تھے۔ علاوہ ازیں اشرافیہ میں سے کسی کو بھی خصوصی امتیاز دے کر راضی نہیں تھے۔ آپؑ اپنی اولاد اور قرابت داروں کو سرکاری خزانے سے ہمیشہ دُور رکھتے تھے۔

⑫ عمومی مال میں سخت احتیاط

آپؑ عمومی مال کے لیے سخت محتاط تھے اور اس کے لیے اپنے عاملین سے باز پرس کرتے تھے۔ آپؑ کے دور کے کاتب سرکاری احکامات لکھا کرتے تھے۔ آپؑ سرکاری کاغذ کے استعمال میں بھی احتیاط کو مدنظر رکھتے تھے اور ضرورت سے زیادہ استعمال کو بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

آپؑ نے سرکاری کاتبوں کو یہ نصیحت فرمائی تھی:

اَدِقُّوْا اَقْلَامَكُمْ وَقَارِبُوْا بَيْنَ سُطُوْرِكُمْ وَاحْذَفُوْا عَنِّيْ فُضُوْلَكُمْ وَاقْصُدُوْا قَصْدَ الْمَعَانِيْ وَ اِيَّاكُمْ وَ الْاِكْثَارَ فَاِنَّ اَمْوَالَ الْمُسْلِمِيْنَ لَا تَحْتَمِلُ اِضْرَارًا

"اپنی قلم کی نب کو باریک رکھو اور سطروں کو ایک دوسرے کے قریب رکھو اور خطوط سے فضولیات کو حذف کرو اور معانی پر نگاہ رکھو۔ خبردار! طوالت سے پرہیز کرو، مسلمانوں کا مال اس کا متحمل نہیں ہے"۔

آپؑ نے اپنے کاتب عبیداللہ بن رافع سے فرمایا:

Presented by Ziaraat.Com

اَلْقِ دَوَاتَكَ وَاَطِلْ جِلْفَةَ قَلَمِكَ وَمَزِّحْ بَيْنَ السُّطُوْرِ وَقَرْمِطْ بَيْنَ الْحُرُوْفِ فَاِنَّ ذٰلِكَ اَجْدَرُ بِصَبَاحَةِ الْخَطِّ [1]

"دوات میں صدف ڈالا کرو اور قلم کی زبان لانبی رکھا کرو اور سطروں کے درمیان فاصلہ زیادہ چھوڑا کرو اور حروف کو ساتھ ملا کر لکھا کرو۔ یہ خط کی دیدہ زیبی کے لیے مناسب ہے"۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام بیت المال کی حفاظت کے لیے کتنے حریص تھے اس کا اندازہ حسب ذیل واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے:

رات کا وقت تھا، آپؑ بیت المال کے کمرے میں بیٹھ کر بیت المال کی آمدوخرچ کا حساب دیکھ رہے تھے اور آپؑ کے سامنے تیل کا ایک دیا جل رہا تھا۔ اس کی روشنی میں آپؑ کام کر رہے تھے کہ اتنے میں طلحہ و زبیر آپؑ کے پاس آئے۔ آپؑ نے پوچھا کہ تم دونوں کسی سرکاری کام کے سلسلہ کے لیے آئے ہو؟

جواب ملا: نہیں، ہمیں آپؑ سے ذاتی کام ہے۔

امیرالمومنینؑ نے اس دیئے کو بجھا دیا اور اس کے بجائے دوسرا دیا جلایا۔

طلحہ و زبیر نے پوچھا: حضرتؑ! آپؑ نے ایک دیا کیوں بجھایا اور دوسرا کیوں روشن کیا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ دیا بیت المال کا ہے اور اس کا تیل بھی بیت المال سے آتا ہے۔ میں بیت المال کے حساب میں مصروف تھا، اسی لیے دیا بھی بیت المال کا استعمال کر رہا تھا۔ اب آپ حضرات آئے ہیں میں آپ سے گفتگو کروں گا تو ہماری اس گفتگو کا خرچہ بیت المال سے کیوں ادا کیا جائے؟ اس لیے میں نے دوسرا دیا روشن کیا ہے۔ یہ میرا ذاتی دیا ہے اور اس میں تیل بھی میرا ذاتی خرید کردہ ہے۔ لہٰذا ہم اس کی روشنی میں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔

سیاست اجتماعیہ کے اصول

حضرت علی علیہ السلام کی اجتماعی سیاست کے بنیادی اصول یہ تھے:

---

[1] نہج البلاغہ کلمات قصار، ص ۳۱۵

Presented by Ziaraat.Com

① عدالت اجتماعی

عدل آپؑ کی حکومت کا مرکزی نقطہ تھا۔ عدل و انصاف آپؑ میں اتنا رچ بس گیا تھا کہ آپؑ عدل و انصاف کا مجسمہ دکھائی دیتے تھے۔ آپؑ کا نام ہی عدالت کا عنوان بن چکا ہے اور اگر کہیں عدالت کی بحث ہو تو ناممکن ہے کہ اس میں آپؑ کا نام نہ لیا جائے۔

آپؑ اپنے عاملین کو بہت سی نصیحتیں کیا کرتے تھے، لیکن سب سے زیادہ عدالت کی نصیحت کرتے تھے۔ نظامِ علوی میں عدل کو مرکزی مقام حاصل ہے۔

② اُمت اور حکومت کے باہمی حقوق کا احترام

امام علیہ السلام کا فلسفہ یہ ہے کہ دنیا میں بس وہی حکومتیں اور سلطنتیں قائم رہتی ہیں جو کہ رعایا کے حقوق کا احترام کرتی ہیں اور اس کے مدمقابل رعایا بھی اپنے نظامِ مملکت کے حقوق کا احترام کرتی ہیں اور جب تک دونوں طرف سے حقوق کا خیال نہ رکھا جائے تب تک عدالت اجتماعی کا قیام ممکن نہیں ہے اور اُمت و حکومت کے دوطرفہ حقوق کا احترام عملی طور پر انتہائی مشکل ہے۔ زبان سے تو ہر شخص حق کا احترام کرتا ہے، لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو اہلِ حق کی تعداد انتہائی کم ہو جاتی ہے اور اکثریت حق سے منحرف دکھائی دیتی ہے۔

اَکْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُوْنَ

''اُن کی اکثریت حق سے کراہت کرتی ہے''۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس حقیقت کو انتہائی خوبصورت الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

اَلْحَقُّ اَوْسَعُ الْاَشْيَاءِ فِي التَّوَاصُفِ وَاَضْيَقُهَا فِي التَّنَاصُفِ [1]

''یوں تو حق کے بارے میں باہمی اوصاف گنوانے میں بہت وسعت ہے، لیکن آپسی میں حق و انصاف کا دائرہ بہت تنگ ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں آج تک حقیقی معنوں میں عدالت اجتماعیہ قائم نہیں ہو سکی، کیونکہ حق اور حق پرستی صرف زبانوں تک محدود رہی ہے۔ عملی زندگی میں اس کا قیام ممکن

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ ۲۱۴ سے اقتباس

Presented by Ziaraat.Com

نہ ہوسکا۔ ستم تو یہ ہے کہ عدالتِ اجتماعی کا نام لے کر لوگوں کے حقوق پر ڈاکا ڈالا گیا ہے۔

اسلامی تاریخ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادلانہ حکومت کے بعد ایک مختصر سا موقع حضرت علی علیہ السلام کو نصیب ہوا تھا اور آپؑ نے لوگوں کے سامنے عدالتِ اجتماعی کے نظام کو قائم کیا تھا لیکن یہ علیحدہ بات ہے کہ رعایا اور اُمت نے اس نظام کی قدر نہیں کی تھی اور آپؑ کو بڑے دُکھ سے یہ کہنا پڑا تھا:

اِنْ كَانَتِ الرَّعَايَا قَبْلِيْ لَتَشْكُوْ حَيْفَ دُعَاتِهَا فَاِنِّيْ الْيَوْمَ اَشْكُوْ حَيْفَ رَعِيَّتِيْ

"مجھ سے پہلے رعایا اپنے حاکموں کے ظلم و جور کی شکایت کیا کرتی تھی، لیکن میں آج اپنی رعیت کی زیادتیوں کا گلہ کرتا ہوں"۔

ہائے! علی علیہ السلام یوں دُنیا سے رخصت ہوگئے اور عدالت کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ علی علیہ السلام سے عدالت کا درس لیں اور عدالتِ اجتماعی کے لیے زمین ہموار کریں۔

۳ حقیقی اور مثبت حُریت کی پرورش

حُریت قیامِ عدالت اور حقوقِ اُمت کے احترام کا پہلا زینہ ہے، لیکن حُریت سے مراد ہماری وہ حقیقی حُریت ہے جو فسق و فجور کی غلامی سے آزاد ہو۔ اور اگر کوئی شخص فسق و فجور کی رسیوں میں جکڑا ہوا ہو اور اُس کے باوجود وہ اپنے آپ کو آزاد تصور کرے تو یہ اس کی غلط فہمی ہوگی۔

حُریت اندرونی اور بیرونی رسیوں سے آزادی کا نام ہے اور قرآنِ کریم نے حبیبِؐ خدا کا ایک کارنامہ یہ بیان کیا ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (اعراف: ۱۵۷)

"وہ ان سے بوجھ ہٹاتا ہے اور وہ اُنھیں ان زنجیروں سے آزاد کرتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے"۔

اس نکتہ کو امیر المومنین علی علیہ السلام بعثتِ نبویؐ کا فلسفہ قرار دیتے تھے۔ آپؑ نے فرمایا تھا:

Presented by Ziaraat.Com

إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا لِيُخْرِجَ عِبَادَهُ مِنْ عِبَادَةِ عِبَادِهِ إِلَى عِبَادَتِهِ وَمِنْ وِلَايَةِ عِبَادِهِ إِلَى وِلَايَتِهِ

"اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا تا کہ وہ خدا کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر خدا کی غلامی میں لے آئیں اور بندوں کی حکومت سے نکال کر خدا کی حکومت میں لے آئیں"۔

منہج علوی کے تحت تمام انسان آزاد ہیں۔ انھیں غیر کا غلام نہیں ہونا چاہیے جب کہ اندرونی خواہشات کی زنجیریں اور باطنی عبودیت انسان کی آزادی کو سلب کر کے غیروں کا غلام بنا دیتی ہے۔

اگر انسانی معاشرہ یہ چاہتا ہے کہ وہ حریت کی منزل کی طرف سفر کرے اور حقیقی آزادی سے ہمکنار ہو تو اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خدا سے اپنے رابطہ کو اُستوار کرے اور امیرالمومنینؑ کی تعبیر کے مطابق عبودیت الٰہی کی شرائط پر عمل کرے تو اُسے حقیقی حریت میسر آسکے گی۔

خدا کی عبودیت کے شرائط درحقیقت انسانوں کی حقیقی حریت کے قوانین ہیں اور جب تک اس طرح کی آزادی حاصل نہ ہو تب تک انسان محض غلام ہی رہے گا۔ کبھی حکومت کا غلام ہوگا اور کبھی اپنی نفسانی خواہشات کا غلام ہوگا۔

۴ شفقت اور نرمی کی سیاست

حضرت علی علیہ السلام کے اجتماعی منہج میں خلق خدا سے مدارات کی بڑی اہمیت ہے۔ اس منہج کے تحت حکام اور ولاۃ کو پوری ملت وقوم کے ساتھ نرمی اور شفقت کی تاکید کی گئی ہے۔

عصر حاضر میں یہ معاملہ اُلٹ دکھائی دیتا ہے۔ عوام کے حقوق پر ڈاکا ڈال کر چند مخصوص افراد کو راضی کیا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر حکومتوں کی پالیسی یہ ہے کہ عوام ورعایا کے حقوق غصب کرلو، لیکن حکومت کی بقا کے لیے اشرافیہ کو راضی رکھو۔

امیرالمومنینؑ نے جو سیاسی تعلیم دی تھی اس کا ایک اہم نکتہ یہ تھا:

إِنَّ سُخْطَ الْعَامَّةِ يُجْحِفُ بِرِضَى الْخَاصَّةِ وَ إِنَّ سُخْطَ الْخَاصَّةِ

Presented by Ziaraat.Com

يُغْتَفَرُ مَعَ رِضَى الْعَامَّةِ [1]

"عوام کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بے اثر بنا دیتی ہے اور عوام کی رضامندی کے ہوتے ہوئے خواص کی ناراضگی بے اثر ہو جاتی ہے"۔

چنانچہ عوام الناس کی رضامندی کے حصول کے لیے آپؑ نے اپنے عاملین کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کے ساتھ شفقت و نرمی سے پیش آئیں اور مزید یہ کہ عوام الناس سے براہِ راست رابطہ میں رہیں اور ہر شخص کے شکوے شکایت کو سن کر اس کا ازالہ کریں اور کبھی عوام بدخلقی کا مظاہرہ بھی کریں تو بھی کمالِ صبر سے اُسے برداشت کریں۔

امام علیہ السلام نے اپنے تمام عمّال کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ لوگوں کے ساتھ ترش روئی سے پیش نہ آئیں اور اُن کے متعلق بدگمانی نہ کریں اور اُن کے ذاتی حالات کا تفحص نہ کریں۔ اور اگر کسی نے لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر کوئی گناہ کیا ہو تو اس سے اس کی باز پرس نہ کریں۔

۵ مظلوم طبقہ کی حمایت

نظامِ علوی میں مظلومین کی مدد اور حمایت کو خصوصیت اہمیت حاصل ہے اور ظلم کو روکنے کے لیے ظالموں سے نمٹنے کی تاکید کی گئی ہے۔ آپؑ ہمیشہ اس جستجو میں رہتے تھے کہ کوئی مظلوم آئے تو اس کا حق ظالم سے واپس دلایا جائے۔ آپؑ اکثر اوقات یہ کلمات فرمایا کرتے تھے:

اَيُّهَا النَّاسُ! اَعِينُونِي عَلَى اَنْفُسِكُمْ وَاَيْمُ اللهِ لَاُنْصِفَنَّ الْمَظْلُومَ مِنْ ظَالِمِهِ وَلَاَقُودَنَّ الظَّالِمَ بِخِزَامَتِهِ حَتّٰى اُورِدَهُ مَنْهَلَ الْحَقِّ وَاِنْ كَانَ كَارِهًا (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۳۴)

"اے لوگو! اپنی نفسانی خواہشوں کے مقابلہ میں میری اعانت کرو۔ خدا کی قسم! میں مظلوم کا اُس کے ظالم سے بدلہ لوں گا اور ظالم کی ناک میں نکیل ڈال کر اُسے سرچشمہ حق تک کھینچ کر لے جاؤں گا، اگرچہ اُسے یہ ناگوار ہی کیوں نہ گزرے"۔

---

[1] (نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳ سے اقتباس)

Presented by Ziaraat.Com

آپؑ کی زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جن میں آپؑ نے ظالم سے مظلوم کو حق دلایا۔ ان واقعات میں عبرت کے بہت سے دروس پائے جاتے ہیں۔

⑥ مرکز شکایات

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے محسوس کیا کہ کچھ ایسے ستم رسیدہ افراد بھی موجود ہیں جن کی انصاف کے حصول کے لیے عالمین تک رسائی نہیں ہے۔ آپؑ نے ایسے افراد کے لیے ہر شہر اور ہر قصبہ میں مرکز شکایت قائم کیے، تاکہ ہر شخص کسی خوف وخطر کے بغیر اپنی شکایت لکھ کر وہاں جمع کرادے اور اس طرح سے اُسے انصاف میسر آسکے۔

⑦ اتحاد اُمت کے لیے اقدامات

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ملک وقوم کی بقا کا راز اُس کی وحدت میں مضمر ہے اور جہاں اختلاف و افتراق آجائے تو وہاں قومیں اَوجِ کمال سے گر کر ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر جاتی ہیں۔

آپؑ وحدت واتفاق کے شیدائی تھے اسی لیے حضرتؑ یہ جملہ فرمایا کرتے تھے:

لَيْسَ رَجُلٌ اَحْرَصَ عَلٰى جَمَاعَةِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ وَالْفَهَا مِنِّي

''اُمت محمدؐ کے اتفاق واتحاد کے لیے مجھ سے زیادہ کوئی حریص نہیں ہے''۔

آپؑ نے اُمت کے اتحاد و اتفاق کو برقرار رکھنے کے لیے اپنے ذاتی حقوق کی قربانی دی، کیونکہ آپؑ دیکھ رہے تھے کہ اگر آپؑ نے اپنے ذاتی حقوق کے لیے اصرار کیا تو اُس سے باطل پرست قوتوں کو موقع مل جائے گا اور وہ اُمت اسلامیہ کو کمزور کردیں گی۔

آپؑ وحدت واتحاد پر اتنا عقیدہ رکھتے تھے کہ آپؑ نے اپنے قاضیوں (ججوں) کو یہ حکم دیا تھا کہ حتی الامکان ایسے فیصلوں سے گریز کریں جن کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوتا ہو۔

اس نکتہ کی مزید وضاحت ''حضرتؑ کی عدالتی سیاست'' کے زیر عنوان پیش کی جائے گی۔

Presented by Ziaraat.Com

عدالتی سیاست کے اُصول

① قضاوت کے لیے اہل افراد کا انتخاب

عوام الناس کے اِحقاقِ حقوق کے لیے قاضی کا کردار اہم ہوتا ہے۔ چنانچہ قاضی جتنا عالم و عامل ہوگا اتنا ہی اُس کے فیصلوں میں خوبصورتی دکھائی دے گی۔ یہی وجہ ہے کہ نظامِ علوی میں قاضی کے انتخاب میں خوب غور و خوض کیا جاتا تھا۔

② قاضی کو فکرِ معاش سے آزاد ہونا چاہیے

علوی نظام میں قاضی کو معاشی اور اقتصادی طور پر آزاد ہونا چاہیے۔ قاضی کو معقول تنخواہ دی جانی چاہیے، تاکہ وہ فکرِ معاش سے آزاد ہو کر عادلانہ فیصلہ کر سکے۔ اگر قاضی فکرِ معاش سے آزاد نہ ہوگا تو خطرہ ہے کہ وہ رشوت اور دیگر ناجائز ذرائع سے اپنی اور اپنے خاندان کی معاشی ضروریات کو پورا نہ کرنے لگ جائے۔

اگر قاضی ناانصافی پر اُتر آئے تو پھر عدل و انصاف کی حیثیت ایک خواب کی سی رہ جائے گی۔

③ قاضی کے لیے امن و امان ضروری ہے

نظامِ علوی میں اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ قاضی کو شرپسندوں اور مجرموں کی جماعت سے مکمل تحفظ فراہم کیا جائے۔ کوئی قاضی کسی بھی دہشت گرد اور امن دشمن لوگوں کے دباؤ میں نہ ہو اور ان کے خوف سے آزاد ہو کر منصفانہ فیصلہ کرے اور عوام الناس کے حقوق کا دفاع کرے۔

④ آدابِ قضاوت کی پاسداری

قضاوت کے کچھ آداب و شرائط ہیں اور نظامِ علوی میں یہ سفارش کی گئی ہے کہ قاضی تمام واجب و مسنون آداب کا خیال رکھے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام عدلیہ اور قاضی کے متعلق انتہائی حساس تھے۔ آپؑ نے ایک قاضی

Presented by Ziaraat.Com

کو اس لیے معزول کر دیا کہ اُس کی آواز فریق مخالف کی آواز سے بلند تھی۔

⑤ عدلیہ کے ججوں اور ان کے فیصلوں پر گہری نظر رکھنا

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام خود اقضی الامۃ (اُمت کے سب سے بڑے قاضی) تھے۔ اس لیے آپؑ قاضیوں کے فیصلوں پر گہری نظر رکھتے تھے اور جہاں ضروری ہوتا تھا تو آپؑ خود دکۃ القضا کے مقام پر بیٹھ کر خود فیصلے کرتے تھے۔

⑥ فیصلہ ایک ہونا چاہیے

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ایک ہی مقدمہ کے لیے مختلف فیصلوں کے قائل نہیں تھے، مثلاً آپؑ نہیں چاہتے تھے کہ ایک مقدمہ میں کوفہ کے قاضی کا فیصلہ اور ہو اور اس مقدمہ میں بصرہ کے قاضی کا فیصلہ اور ہو۔

⑦ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں

حضرت علی علیہ السلام نے جو قانون متعارف کرایا تھا اُس میں سب انسان یکساں ہیں اور آپؑ نے قاضیوں کو یہ حکم دیا تھا کہ فیصلہ کرتے وقت کسی امیر غریب میں تفریق نہ کریں۔ قاضی کی عدالت میں ایک مفلس ترین شخص اور حاکمِ وقت دونوں یکساں ہونے چاہییں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اپنے زمانہ حکومت میں کئی بار عدالت میں پیش ہوئے تھے اور فریق ثانی کے ساتھ عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے عمل سے پوری دُنیا کو یہ درس دیا کہ اسلامی عدالت سب کے لیے یکساں ہے۔ اس میں حاکم اور مزدور کا کوئی فرق نہیں ہے۔

⑧ وہ مواقع جہاں قاضی عام قانون سے ہٹ کر فیصلہ دے سکتا ہے

قاضی کو ہمیشہ قانون کے تحت فیصلہ کرنا چاہیے البتہ اگر کبھی اَحکامِ اسلامیہ کے مطابق کیا جانے والا فیصلہ اگر اُمت اسلامیہ میں اختلاف و تفریق کا سبب بنتا ہو تو اس صورت میں چشم پوشی کی اجازت ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

امیر المومنین علی علیہ السلام سے سابقہ حکومتوں نے کچھ غلط فیصلے کیے تھے اور اُمت اسلامیہ ان فیصلوں کو دین کا حصہ سمجھ بیٹھی تھی۔ اب اگر ان احکام کو آپؑ کالعدم قرار دیتے تو پھر اُمت میں انتشار پیدا ہو جاتا۔ آپؑ نے انتشار سے بچنے کے لیے قاضی شریح سے فرمایا تھا:

اِقْضِ كَمَا كُنْتَ تَقْضِيْ حَتّٰى يَجْتَمِعَ اَمْرُ النَّاسِ

"جب تک لوگوں کے معاملات سلجھ نہ جائیں تب تک اس طرح سے فیصلے کرتے رہو جیسا کہ تم سابقہ اَدوار میں کرتے تھے"۔

امن عامہ کی سیاست کے اُصول

امیر المومنین علی علیہ السلام کی پوری زندگی امن عامہ کے تحفظ کی شہادت دیتی ہے۔ حد یہ ہے کہ آپؑ نے امن عامہ کی خاطر صفین کے میدان میں تحکیم کو قبول کر لیا تھا۔ آپؑ کی امن عامہ کی پالیسی حسب ذیل نکات پر مبنی تھی:

① ایک متحرک امن عامہ کی تاسیس

تاریخ میں اگرچہ امن عامہ کے ادارہ کی گواہی نہیں ملتی اور یہ دکھائی نہیں دیتا کہ آپؑ نے امن عامہ کے لیے مستقل ادارہ قائم کیا تھا، لیکن جب ہم تاریخ کی متفرق شہادتیں دیکھتے ہیں اور امام علیہ السلام کے اقدامات کا جائزہ لیتے ہیں تو اس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آپؑ نے اس مقصد کے لیے مستقل ادارہ قائم کیا ہوا تھا، جس کا تعلق داخلی امن، عسکری اطلاعات اور عمال و حکام کے حالات سے تھا۔ لیکن اس سلسلہ کی ہمارے پاس زیادہ شہادتیں موجود نہیں ہیں کہ آپؑ نے اس مقصد کے لیے ایک دفتر قائم کیا تھا یا متعدد دفتر قائم کیے تھے۔

② قبائلی کینہ توزیوں کا خاتمہ

آپؑ نے ہمیشہ متحارب گروہوں میں آبرومندانہ مصالحت کرائی تھی اور ماضی کے دشمنوں کو حال کے دوست بنایا تھا۔ آپؑ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جب تک پرانے کینے باقی رہیں گے اُس وقت تک امن عامہ کی صورتِ حال بہتر نہیں ہوگی۔

Presented by Ziaraat.Com

③ احتیاط اور مناسب مواقع سے استفادہ

امیر المومنین علی علیہ السلام نے جہاں متحارب گروہوں میں مصالحت کرائی تھی وہاں آپؑ اس بات کی تلقین بھی کیا کرتے تھے کہ دشمن سے بھلائی کی اُمید نہیں رکھنی چاہیے اور دشمن کو کبھی خیر خواہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ آپؑ لوگوں کو ہمیشہ یہ درس دیتے تھے کہ دشمنوں کی اہانت سے گریز کیا جائے اور انھیں حقیر تصور نہ کیا جائے۔ آپؑ ہمیشہ یہ تعلیم دیتے تھے کہ جو دشمن کھل کر سامنے نہ آئے ہوں تو بھی ان سے محتاط رہنا چاہیے اور اندرونی طور پر مقابلہ کی تیاری بھی جاری رکھنی چاہیے۔

④ ڈرانے، دھمکانے کی سیاست سے پرہیز کیا جائے

امام علیہ السلام نے یہ تعلیم دی تھی کہ کسی بھی گروہ کو ڈرا دھمکا کر تابع نہیں کرنا چاہیے اور کسی بھی وقت مشتبہ شخص کو مجرم تصور نہیں کرنا چاہیے اور جرم سے قبل کسی کو سزا نہیں دینی چاہیے۔

⑤ مجرم کو قانون سے زیادہ سزا نہیں دینی چاہیے

امیر المومنین علی علیہ السلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی مجرم کو جرم کی مقدار کے برابر سزا دینا چاہیے۔ آپؑ نے اپنی شہادت سے کچھ دیر قبل اپنی اولاد سے فرمایا تھا:

"اگر میری موت کے بعد تم قاتل سے قصاص لینا چاہو تو تمھیں اس کی اجازت ہے، لیکن خیال کرنا کہ اس نے مجھے ایک ضرب ماری تھی اور اس کے قتل کے بعد اس کے اعضاء نہ کاٹنا اور اس کا مثلہ نہ کرنا"۔

آپؑ نے ایک مرتبہ قنبرؓ سے فرمایا: "اس مجرم کو تین کوڑے مارو"۔

قنبرؓ نے اُسے تین کی بجائے چار کوڑے مارے۔ آپؑ نے وہ کوڑا قنبرؓ سے لے کر مجرم کو دیا اور فرمایا: تجھے حق حاصل ہے کہ تو قنبرؓ کو قصاص میں ایک کوڑا مار سکتا ہے۔

⑥ مقابلہ پر آنے سے پہلے دشمنوں سے حُسنِ سلوک کا رویہ

آپؑ کی سیرت یہ تھی کہ آپؑ محض مخالفت کی وجہ سے کسی پر سختی نہیں کرتے تھے۔ البتہ جب مخالف قانون کو ہاتھ میں لیتا اور امنِ عامہ کو برباد کرتا تو پھر آپؑ اُس سے نمٹنے کو ضروری

---

① نہج البلاغہ: خطبہ نمبر ۱۱

Presented by Ziaraat.Com

آخری صفوں پر اپنی نظر رکھنا اور (دشمن کی کثرت و طاقت سے) آنکھوں کو بند کر لینا اور یقین رکھنا کہ مدد خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے"۔

۲ مخصوص فوجی دستوں کا قیام

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے جنگ کے لیے ایک مخصوص تیز رفتار دستہ تیار کیا تھا جسے شُرطَةُ الخَمِیس کہا جاتا تھا۔ عصر حاضر کی اصطلاح میں انھیں "فدائی دستہ" کہا جاتا ہے۔ اس دستہ میں حضرتؑ کے اعلیٰ ترین جانباز اور وفادار افراد شامل ہوتے تھے۔ اس دستہ کی اپنی منفرد شان تھی اور مخصوص مہمات میں اس دستہ کو بھیجا جاتا تھا۔

شرطۃ الخمیس سے امیر المومنینؑ کا خطاب

اَنْتُمُ الاَنْصَارُ عَلَى الحَقِّ، وَالْاِخوَانُ فِي الدِّينِ، وَالجُنَنُ يَوْمَ البَأْسِ، وَالبِطَانَةُ دُونَ النَّاسِ، بِكُمْ أَضرِبُ المُدبِرَ، وَأرجو طَاعَةَ المُقبِلِ، فَأَعِينُونِي بِمُنَاصَحَةٍ خَلِيَّةٍ مِنَ الغِشِّ، سَلِيمَةٍ مِنَ الرَّيْبِ، فَوَاللهِ اِنِّي لَأَولَى النَّاسِ بِالنَّاسِ [1]

"تم حق کے قائم کرنے میں (میرے) ناصر و مددگار ہو، اور دین میں ایک دوسرے کے بھائی ہو اور سختیوں میں (میری) سپر ہو اور تمام لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی میرے رازدار ہو۔ تمھاری مدد سے رُوگردانی کرنے والے پر میں تلوار چلاتا ہوں اور پیش قدمی کرنے والے کی اطاعت کی توقع رکھتا ہوں۔ ایسی خیر خواہی کے ساتھ میری مدد کرو۔ جس میں ذرہ بھی دھوکہ و فریب نہ ہو اور شک اور بدگمانی کا شائبہ تک نہ ہو اس لیے کہ میں ہی لوگوں (کی امامت) کے لیے سب سے زیادہ اولیٰ اور مقدم ہوں"۔

عصر حاضر میں شرطۃ الخمیس سے حزب اللہ جیسا دستہ مراد لیا جاسکتا ہے۔ یہ دستہ امیر المومنین کا فدائی اور جانثار دستہ شمار ہوتا تھا۔ جنگ کے سخت ترین مراحل میں یہ دستہ آپؑ

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ نمبر ۱۱۶

Presented by Ziaraat.Com

۳ احتیاط اور مناسب مواقع سے استفادہ

امیر المومنین علی علیہ السلام نے جہاں متحارب گروہوں میں مصالحت کرائی تھی وہاں آپؑ اس بات کی تلقین بھی کیا کرتے تھے کہ دشمن سے بھلائی کی اُمید نہیں رکھنی چاہیے اور دشمن کو کبھی خیر خواہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ آپؑ لوگوں کو ہمیشہ یہ درس دیتے تھے کہ دشمنوں کی اہانت سے گریز کیا جائے اور اُنھیں حقیر تصور نہ کیا جائے۔ آپؑ ہمیشہ یہ تعلیم دیتے تھے کہ جو دشمن کھل کر سامنے نہ آئے ہوں تو بھی ان سے محتاط رہنا چاہیے اور اندرونی طور پر مقابلہ کی تیاری بھی جاری رکھنی چاہیے۔

۴ ڈرانے، دھمکانے کی سیاست سے پرہیز کیا جائے

امام علیہ السلام نے یہ تعلیم دی تھی کہ کسی بھی گروہ کو ڈرا دھمکا کر تابع نہیں کرنا چاہیے اور کسی بھی وقت مشتبہ شخص کو مجرم تصور نہیں کرنا چاہیے اور جرم سے قبل کسی کو سزا نہیں دینی چاہیے۔

۵ مجرم کو قانون سے زیادہ سزا نہیں دینی چاہیے

امیر المومنین علی علیہ السلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی مجرم کو جرم کی مقدار کے برابر سزا دینا چاہیے۔ آپؑ نے اپنی شہادت سے کچھ دیر قبل اپنی اولاد سے فرمایا تھا:

> ''اگر میری موت کے بعد تم قاتل سے قصاص لینا چاہو تو تمھیں اس کی اجازت ہے، لیکن خیال کرنا کہ اس نے مجھے ایک ضرب ماری تھی اور اس کے قتل کے بعد اس کے اعضاء نہ کاٹنا اور اس کا مُثلہ نہ کرنا''۔

آپؑ نے ایک مرتبہ قنبرؓ سے فرمایا: ''اس مجرم کو تین کوڑے مارو''۔

قنبرؓ نے اُسے تین کی بجائے چار کوڑے مارے۔ آپؑ نے وہ کوڑا قنبرؓ سے لے کر مجرم کو دیا اور فرمایا: تجھے حق حاصل ہے کہ تو قنبرؓ کو قصاص میں ایک کوڑا مار سکتا ہے۔

۶ مقابلہ پر آنے سے پہلے دشمنوں سے حُسنِ سلوک کا رویہ

آپؑ کی سیرت یہ تھی کہ آپؑ محض مخالفت کی وجہ سے کسی پر سختی نہیں کرتے تھے۔ البتہ جب مخالف قانون کو ہاتھ میں لیتا اور امنِ عامہ کو برباد کرتا تو پھر آپؑ اُس سے نمٹنے کو ضروری

Presented by Ziaraat.Com

سمجھتے تھے۔ آپؑ کی کوشش تھی کہ جنگ پیش نہ آئے۔ البتہ اگر دشمن جنگ پر اصرار کرتا تو آپؑ قوتِ یدِ الٰہی سے اس کا منہ توڑ جواب دیتے تھے۔ اس کے لیے خوارج کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ جب تک وہ زبانی کلامی مخالفت کرتے رہے آپؑ نے اُس وقت تک اُن کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی تھی لیکن جب اُنھوں نے امنِ عامہ میں خلل ڈالا اور بے گناہوں کو قتل کرنا شروع کیا تو اُس کے بعد آپؑ نے اُن سے فیصلہ کن جنگ کی تھی۔

آپؑ کا اُصول یہ تھا کہ مخالفین کی مخالفت کی مقدار کو دیکھ کر اُنھیں سزا دیتے تھے۔ آپؑ نے کچھ سازشیوں کو جلاوطن کیا تھا، بعض کو قید کیا تھا اور جو اس پر بھی باز نہ آئے اور مقابلے پر آگئے تو آپؑ نے اُن سے جہاد کیا تھا۔

جنگ کی سیاست کے اُصول

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی پالیسی میں بہت سے دروس اور عبرتیں مضمر ہیں۔ آپؑ کی جنگی پالیسی کے اہم نکات یہ تھے:

① جنگی مشقیں کرنا اور فوجیوں کو جنگ کی تربیت دینا

آپؑ دُنیائے اسلام کے واحد قائد ہیں جنھیں جنگوں کا زبردست تجربہ تھا۔ آپؑ کی زندگی کا بڑا حصّہ حرب وضرب میں گزرا ہے۔ آپؑ خداداد قوت وشجاعت کے مالک تھے۔ آپؑ تمام جنگی فنون کو بخوبی جانتے تھے۔

امیر المومنینؑ اپنے لشکر کو بذاتِ خود جنگ کی تربیت دیتے تھے اور جنگ سے پہلے اپنے لشکر کی خود صف بندی کراتے تھے اور اپنے لشکر کو مخصوص نسق سے ترتیب دیتے تھے اور آپؑ اُنھیں جنگ کے ضروری نکات زبانی یاد کراتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کا المناک پہلو یہ ہے کہ معاویہ نے آپؑ کی مملکت کے شہروں پر چھاپہ مار کارروائیاں شروع کرائیں تو کچھ لوگوں نے یہ کہا: علیؑ فنِ جنگ سے نابلد ہیں۔ اس کے جواب میں آپؑ نے اپنے مطلب پرست ساتھیوں کے جواب میں فرمایا:

وَاَفْسَدْتُمْ عَلَيَّ رَأْيِي بِالْعِصْيَانِ وَالْخِذْلَانِ ، حَتّٰى لَقَدْ قَالَتْ

Presented by Ziaraat.Com

قُرَيْشٌ : اِنَّ اَبِي طَالِبٍ رَجُلٌ شُجَاعٌ وَلٰكِن لَا عِلمَ لَهُ بِالْحَرْبِ، لِلّٰهِ أَبُوهُمْ ! وَهَلْ اَحَدٌ مِنْهُم اَشَدُّ لَهَا مِرَاسًا، وَأَقْدَمُ فِيهَا مَقَامًا مِنِّي ! لَقَدْ نَهَضْتُ فِيهَا وَمَا بَلَغْتُ الْعِشْرِيْنَ، وَهَا أَنَذا قَدْ ذَرَّفْتُ عَلَى السِّتِّيْنَ، وَلٰكِن لَا رَأْيَ لِمَنْ لَا يُطَاعُ

"تم لوگوں نے نافرمانی کر کے میری تدبیر اور رائے کو تباہ کر دیا، یہاں تک کہ قریش کہنے لگے کہ علیؑ ہے تو مردِ شجاع لیکن وہ جنگ کے طور طریقوں سے واقف نہیں ہے۔ اللہ ان کا بھلا کرے کیا ان میں سے کوئی ہے جو مجھ سے زیادہ جنگ کا تجربہ رکھنے والا ہو اور میدانِ کارزار میں مجھ سے زیادہ آگے بڑھ بڑھ کر حملے کرنے والا ہو؟ میں تو ابھی بیس برس کا نہ تھا کہ حرب وضرب کے لیے اُٹھ ہوا کھڑا تھا اور اب تو ساٹھ سے بھی اُوپر کا ہو گیا ہوں، لیکن اس کی رائے ہی کیا جس کی بات نہ مانی جائے"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۲۷)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اپنے ساتھیوں کو جنگ کے تمام داؤ پیچ سکھایا کرتے تھے۔ آپؑ اُنھیں جنگ کی مکمل تکنیک سے آگاہ کرتے تھے۔ آپؑ جنگ کی تربیت کس طرح سے دیتے تھے اس کے لیے ہم آپؑ کی اس جنگی نصیحت کو نقل کرتے ہیں کہ جب اُنھوں نے جنگِ جمل میں اپنے فرزند محمد بن حنفیہؒ کو علَم دیا تو آپؑ نے فرمایا:

محمد بن حنفیہؒ سے خطاب

تَزُوْلُ الْجِبَالُ وَلَا تَزُلْ عَضَّ عَلٰى نَاجِذِكَ اَعْيِرِ اللّٰهَ جُمْجُمَتَكَ تِدْ فِي الْاَرْضِ قَدَمَكَ اِرْمِ بِبَصَرِكَ اَقْصَى الْقَوْمِ وَغُضَّ بَصَرَكَ وَاعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ [1]

"پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اپنے دانتوں کو بھینچ لینا، اپنا کاسۂ سر اللہ کو عاریتاً دے دینا۔ اپنے قدم زمین میں گاڑ دینا اور لشکر کی

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ نمبر ۱۱

Presented by Ziaraat.Com

آخری صفوں پر اپنی نظر رکھنا اور (دشمن کی کثرت و طاقت سے) آنکھوں کو بند کر لینا اور یقین رکھنا کہ مدد خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے"۔

۲ مخصوص فوجی دستوں کا قیام

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے جنگ کے لیے ایک مخصوص تیز رفتار دستہ تیار کیا تھا جسے شُرطَةُ الخَمِیس کہا جاتا تھا۔ عصرِ حاضر کی اصطلاح میں انھیں "فدائی دستہ" کہا جاتا ہے۔ اس دستہ میں حضرتؑ کے اعلیٰ ترین جانباز اور وفادار افراد شامل ہوتے تھے۔ اس دستہ کی اپنی منفرد شان تھی اور مخصوص مہمات میں اس دستہ کو بھیجا جاتا تھا۔

شرطۃ الخمیس سے امیر المومنینؑ کا خطاب

أَنْتُمُ الأَنْصَارُ عَلَى الحَقِّ، وَالإِخوَانُ فِي الدِّينِ، وَالجُنَنُ يَوْمَ البَأْسِ، وَالبِطَانَةُ دُونَ النَّاسِ، بِكُمْ أَضرِبُ المُدبِرَ، وَأَرجو طَاعَةَ المُقبِلِ، فَأَعِينُونِي بِمُنَاصَحَةٍ خَلِيَّةٍ مِنَ الغِشِّ، سَلِيمَةٍ مِنَ الرَّيْبِ، فَوَاللهِ إِنِّي لَأَولَى النَّاسِ بِالنَّاسِ [1]

"تم حق کے قائم کرنے میں (میرے) ناصر و مددگار ہو، اور دین میں ایک دوسرے کے بھائی ہو اور سختیوں میں (میری) سپر ہو اور تمام لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی میرے رازدار ہو۔ تمھاری مدد سے رُوگردانی کرنے والے پر میں تلوار چلاتا ہوں اور پیش قدمی کرنے والے کی اطاعت کی توقع رکھتا ہوں۔ ایسی خیر خواہی کے ساتھ میری مدد کرو۔ جس میں ذرہ بھی دھوکہ و فریب نہ ہو اور شک اور بدگمانی کا شائبہ تک نہ ہو اس لیے کہ میں ہی لوگوں (کی امامت) کے لیے سب سے زیادہ اولیٰ اور مقدم ہوں"۔

عصرِ حاضر میں شُرطۃ الخمیس سے حزب اللہ جیسا دستہ مراد لیا جاسکتا ہے۔ یہ دستہ امیر المومنین کا فدائی اور جانثار دستہ شمار ہوتا تھا۔ جنگ کے سخت ترین مراحل میں یہ دستہ آپؑ

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ نمبر ۱۱۶

Presented by Ziaraat.Com

کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔

اس دستہ کو "شرطۃ الخمیس" کیوں کہا جاتا ہے اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس دستہ کی مخصوص علامات تھیں جن سے ان کی پہچان ہوتی تھی یا پھر یہ کہ اس دستہ کے جوانوں نے آپؑ سے مخصوص عہد کیا ہوا تھا۔ چنانچہ جب اصبغ بن نباتہؓ سے کسی نے پوچھا کہ تمھارے دستہ کا نام "شرطۃ الخمیس" کیوں ہے؟

انھوں نے جواب دیا: ہم نے امیرالمومنین علی علیہ السلام سے ذبح ہونے کا عہد کیا تھا اور انھوں نے ہم سے فتح کا عہد کیا تھا۔ (مجمع البحرین: جلد ۲، ص ۹۴۲)

۴ معنوی تقویت

امام علیہ السلام نے اپنی افواج کا معنوی مورال بلند کرنے کی پوری جدوجہد کی تھی۔ آپؑ نے انھیں حق کے قیام کے لیے قربانی اور وفا کا درس دیا تھا۔ آپؑ نے دشمن کی افواج کے مقابلہ کے لیے اپنی فوج کو ذہنی طور پر تیار کیا تھا اور اُن میں غیرت و ایثار کے جذبات کو پروان چڑھایا تھا۔ آپؑ نے اپنی فوج کو حیات بعدالموت اور جنّت کا اشتیاق دلایا تھا۔ آپؑ نے مجاہدین کی تربیت کے لیے "تلقین" سے استفادہ کیا تھا۔ اور آپؑ نے محمد بن حنفیہؒ کی تربیت بھی اسی بنیاد پر کی تھی۔

امام علیہ السلام نے اپنے فرزند کے سامنے اپنے ذاتی تجربے کو یوں بیان کیا ہے:

إِنِّي لَمْ أَلْقَ أَحَدًا إِلَّا حَدَّثَتْنِي نَفْسِي بِقَتْلِهِ، فَحَدِّثْ نَفْسَكَ بِعَوْنِ اللهِ بِظُهُورِكَ عَلَيْهِمْ

"میں نے جب بھی کسی کا مقابلہ کیا تو میرے دل نے مجھے یقین دلایا کہ تم اُسے قتل کرو گے، لہٰذا تم بھی اللہ کی مدد سے اپنے دل کو یہ یقین دلاؤ کہ تم اُن پر غالب رہو گے"۔ (نہج البلاغہ، حکمت ۳۱۸)

اور اس کے برعکس میدانِ مقابلہ میں جس فوجی کے ذہن پر یہ تصور غالب آجائے کہ آج مجھے مرنا ہے تو اُس کے دل پر خوف اپنا تسلط قائم کر لیتا ہے۔

اس سلسلہ میں جب آپؑ سے یہ پوچھا گیا کہ آپؑ کس وجہ سے اپنے حریفوں پر غالب

Presented by Ziaraat.Com

آتے رہے ہیں؟

شیرِ خدا علی علیہ السلام نے فرمایا: "میں جس شخص کا بھی مقابلہ کرتا تھا وہ اپنے خلاف میری مدد کرتا تھا"۔

اس جملہ کی تشریح سیّد رضی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کی ہے:

"امام علیہ السلام نے اس اَمر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپؑ کی ہیبت دلوں پر چھا جاتی تھی"۔

مقصد یہ ہے کہ جو بھی شخص اپنے حریفوں سے مرعوب ہو جائے تو اُس کی پسپائی یقینی ہو جاتی ہے، کیونکہ مقابلہ کے لیے صرف جسمانی طاقت ہی کافی نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دل کا ٹھہراؤ اور حوصلہ کی مضبوطی بھی ضروری ہے اور جب کوئی ہمت ہار دے اور یہ خیال کرے کہ میں مغلوب ہو جاؤں گا تو ایسا شخص یقیناً مغلوب ہو کر رہے گا۔ یہی صورتِ حال امیر المومنینؑ کے حریف کی ہوتی تھی۔ وہ آپؑ کی مسلّمہ شجاعت سے اس طرح متاثر ہوتا تھا کہ اُسے اپنی موت کا یقین ہو جاتا تھا، جس کے نتیجے میں اُس کی قوتِ معنوی اور خود اعتمادی ختم ہو جاتی تھی اور آخر یہ ذہنی تاثر اُسے موت کی راہ پر لا کھڑا کرتا تھا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے مجاہدین کو ہمیشہ یہ درس دیا تھا کہ وہ اپنی جنگی چالوں کو راز میں رکھیں۔ دشمن کو اُن کی جنگی چال کا اندازہ نہیں ہونا چاہیے۔

۱ جنگ اور حیلہ

امام علیہ السلام کی زندگی میں مکر اور دھوکہ بازی کی گنجائش نہیں تھی اور یہی علوی اور اُموی سیاست کا فرق تھا۔ البتہ امام علیہ السلام جنگ میں حیلہ کے نہ صرف خود قائل تھے، بلکہ اُس کی وصیت بھی کرتے تھے اور اُس کے لیے اپنے آپؑ کو سرگردہ سمجھتے تھے، آپؑ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے۔

كُنْ فِي الْحَرْبِ بِحِيلَتِكَ أَوْثَقَ مِنْكَ بِشِدَّتِكَ

"جنگ میں اپنی قوتِ بازو سے زیادہ اپنے حیلہ پر بھروسہ کرو"۔

۵ جنگی اَخلاق

حضرت علی علیہ السلام جنگی اَخلاق اور قوانین کی بے حد پابندی کیا کرتے تھے۔ آپؑ کے جنگی

Presented by Ziaraat.Com

اَخلاق حسب ذیل نکات پر مبنی تھے:

الف: جنگ میں پہل نہ کرنا

مولائے کائنات علیہ السلام کی بھرپور کوشش ہوتی تھی کہ پہلے تو جنگ ہی واقع نہ ہو اور اگر جنگ ناگزیر ہو جائے تو اُس میں پہل نہ کی جائے۔ آپؑ نے اپنے دورِ حکومت میں جتنی بھی جنگیں لڑی تھیں ان تمام جنگوں میں آپؑ نے اس اُصول کی پاسداری کی تھی۔ آپؑ اپنے لشکر کو ہمیشہ یہ نصیحت کرتے تھے:

"جنگ کا آغاز تمھاری طرف سے نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی ابتداء دشمن کی طرف سے ہونی چاہیے"۔

جندب ازدی بیان کرتے ہیں:

"ہم نے امیرالمومنین علی علیہ السلام کی معیت میں جتنی بھی جنگوں میں حصّہ لیا تھا تو آپؑ نے ہر جنگ کے موقع پر ہمیشہ یہ نصیحت کی تھی:

لَا تُقَاتِلُوا الْقَوْمَ حَتّٰى يَبْدَؤُوكُمْ. فَأَنْتُمْ بِحَمْدِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى حُجَّةٍ. وَتَرْكُكُمْ إِيَّاهُمْ حَتّٰى يَبْدَؤُوكُمْ حُجَّةٌ أُخْرٰى لَكُمْ

"تم دشمن سے جنگ کا آغاز نہ کرو، اللہ کے فضل سے تم حجت پر ہو اور تمھارا اُن سے جنگ میں آغاز نہ کرنا تمھارے لیے دوسری حجت ہے"۔

ب: دعوتِ مبارزہ میں پہل نہ کرنا

آپؑ دوبدو لڑائی میں دعوتِ مبارزہ کی پہل کے قائل نہ تھے۔ البتہ آپؑ یہ فرمایا کرتے تھے کہ: "جب دشمن تمھیں میدان میں آکر للکارے تو پھر اُس کا جواب دینا تمھارے لیے انتہائی ضروری ہوتا ہے"۔

ج: دشمن کے قاصدوں سے عدمِ تعرض

اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ غیر ملکی سفراء کا احترام کیا جائے اور دشمن کے قاصدوں سے

Presented by Ziaraat.Com

بھی تعرض نہ کیا جائے۔ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے لشکر کو ہمیشہ یہ تعلیم دی تھی کہ دشمن کے قاصد کی بھی توہین نہ کی جائے اور اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ دشمن کا قاصد بن کر آیا ہے تو اُس سے دشمنوں والا سلوک نہ کیا جائے۔

د: جنگ سے قبل اتمامِ حجت ضروری ہے

امیر المومنین علیہ السلام کی یہ پالیسی تھی کہ جب تک حجت تمام نہ ہو جائے اُس وقت تک جنگ کی شروعات نہ کی جائے۔ دشمن کو پہلے ہدایت کی جائے اور اپنی حقانیت کا اثبات کیا جائے۔ عین ممکن ہے کہ کچھ افراد جنگ سے علیحدگی اختیار کرلیں۔ امیر المومنینؑ دورانِ جنگ بھی اتمامِ حجت کیا کرتے تھے۔

ہ: جنگ سے قبل دُعا

تاریخ بیان کرتی ہے کہ جب علوی لشکر دشمن سے ٹکرانے کے لیے صفیں باندھ چکا ہوتا اور دشمن پر اتمامِ حجت کا مرحلہ بھی تمام ہو گیا ہوتا تو آپؑ جنگ سے پہلے خداوند عالم کے حضور دُعا مانگا کرتے تھے، تاکہ خدا کی غیبی نصرت شاملِ حال ہو اور جہاد قربتِ خداوندی کا سبب ہو اور انسانی اقدار کی سربلندی کا ذریعہ ثابت ہو۔

و: زوالِ آفتاب کے بعد جنگ شروع کی جائے

امام علیہ السلام ہمیشہ زوال کے بعد جنگ شروع کرتے تھے اور رات ہونے تک جنگ تمام کر دیتے تھے۔ اس طرح سے آپؑ جنگ کے اوقات کو کم سے کم کرنا چاہتے تھے۔ آپؑ کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ انسانی جانوں کا ضیاع کم سے کم ہو اور شکست خوردہ فریق بھی دُور تک چلا جائے۔

ز: شکست خوردہ دشمنوں سے حُسنِ سلوک

امیر المومنین علی علیہ السلام کا طرزِ عمل یہ تھا کہ شکست خوردہ دشمنوں سے حُسنِ سلوک کا رویہ روا رکھا جائے اور قیدیوں بالخصوص عورتوں کا خصوصی خیال رکھا جائے۔ آپؑ نے اپنے لشکر کو یہ نصیحت کی تھی کہ وہ بھاگنے والے دشمن کا تعاقب نہ کریں اور کسی زخمی پر ہاتھ نہ اُٹھائیں اور

Presented by Ziaraat.Com

دشمنوں کے گھروں میں داخل نہ ہوں اور میدانِ جنگ کے مال کے علاوہ اُن کے گھروں میں داخل ہوکر لوٹ مار نہ کریں اور دشمن کی عورتوں سے تعرض نہ کریں اور اگر دشمن کی عورتیں گالی گلوچ بھی کریں تو بھی اُن پر ہاتھ نہ اُٹھایا جائے۔

عالمی سیاست کے اُصول

حضرت امام علی علیہ السلام نے ان اُصولوں کو واضح کیا تھا، جن سے حکومتوں کو دوام اور استقلال حاصل ہوتا ہے اور اس کے لیے عدالت اجتماعی، عوام الناس سے حُسنِ سلوک، ملکی آزادی کی حفاظت اور افرادو معاشرے کا احترام انتہائی ضروری ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپؑ نے یہ بھی واضح کیا کہ کچھ اعمال وافعال ایسے بھی ہیں جن سے وقتی طور پر تو فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے، لیکن وہ مستقبل میں نقصان کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں، مثلاً عوام کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا، شکوک وشبہات کی بنا پر خون بہانا اور معاملات کے چلانے میں غلط تدابیر کا سہارا لینا اپنے اور اپنے مقربین کے مفادات کو ترجیح دینا اور نااہل افراد کو مناصب دینا ـــــ یہ ایسے اسباب ہیں، جن کی وجہ سے ممالک پر زوال چھا جاتا ہے۔

امام علیہ السلام بین الاقوامی تعلقات کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور ان ممالک کی سرزمین اور اُن کے قوانین کا احترام کرتے تھے اور دوسرے ممالک میں مداخلت کے قائل نہیں تھے۔ آپؑ دوسرے ممالک کی سرحدوں کا احترام کرتے تھے اور اُن سے کیے گئے معاہدوں کی پابندی کرتے تھے۔

قارئین کرام! یہاں تک آپؑ نے سیاستِ علویہ کے چیدہ چیدہ نکات کا مطالعہ کیا۔ ان نکات کی وضاحت ہم آیندہ صفحات میں کریں گے۔ آپؑ کی سیاست کے چیدہ چیدہ نکات سے ہر شخص یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ آپؑ کی سیاست کا مقصد عوام کی بھلائی اور سربلندی تھا۔ آپؑ اپنے اور اپنے خاندان کے مفادات کے لیے سیاست نہیں کرتے تھے۔

کچھ لوگ امام علی علیہ السلام کی سیاسی اہلیت پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم اُن کے اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کریں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

امام علیہ السلام کی سیاست کا دفاع

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی سیاست کو دو زاویوں سے دیکھا جاتا ہے۔ اُن میں سے پہلا زاویہ یہ ہے کہ اُمت پر تسلط قائم کیا جائے اور حقوقِ عوام سے اُس کا واسطہ نہ ہو تو اس زاویۂ نظر کا حامل شخص یہ رائے قائم کرے گا کہ آپؑ کے کچھ سیاسی مواقف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؑ مردِ سیاست نہیں تھے۔ آپؑ صرف ضرب و حرب کے ماہر تھے، لیکن سیاست کے تقاضوں پر پورا نہیں اُترتے تھے۔

اس زاویۂ نظر کے حامل افراد یہ کہتے ہیں: آپؑ موقع سے فائدہ اُٹھانا نہیں جانتے تھے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب مجلسِ شوریٰ میں آپؑ کو خلافت کی پیش کش کی گئی تھی تو آپؑ نے سیرتِ شیخین کی شرط کی وجہ سے اُسے مسترد کر دیا تھا۔

اس کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ جب آپؑ کو حکومت مل گئی تھی تو آپؑ کو چاہیے تھا کہ آپؑ معاویہ کو فوراً معزول نہ کرتے۔ اگر آپؑ سیاست دان ہوتے تو جیسے عبدالرحمٰن بن عوف نے سیرتِ شیخین کی شرط رکھی تھی تو آپؑ کو چاہیے تھا کہ اُسے رسمی طور پر قبول کر لیتے اور جب اقتدار پر فائز ہو جاتے تو سیرتِ شیخین کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھتے۔ آخر حضرت عثمانؓ نے بھی اس شرط کو قبول کیا تھا لیکن اس پر اُنھوں نے عمل نہیں کیا تھا۔ اسی طرح سے اگر حضرت علی علیہ السلام بھی اقرار کر کے اس پر عمل نہ کرتے تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑتی؟!

اسی طرح سے آپؑ کی سیاست پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ اگر آپؑ علمِ سیاست سے واقف ہوتے تو خلافت کے ابتدائی ایام میں طلحہ و زبیر کی حوصلہ افزائی کرتے اور اُنھیں اپنے ساتھ ملاتے۔ جب حالات نارمل ہو جاتے تو بے شک اُنھیں اپنے سے دُور کر دیتے اور اگر آپؑ نے طلحہ و زبیر کی دلجوئی کی ہوتی تو جنگِ جمل واقع نہ ہوتی۔ اسی طرح سے اگر آپؑ نے

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ کو شام کی گورنری سے معزول نہ کیا ہوتا تو جنگِ صفین کی نوبت ہی نہ آتی؟

الغرض آپؑ کی زندگی میں ایسے بہت سے مواقع دکھائی دیتے ہیں جن سے آپؑ نے فائدہ نہیں اُٹھایا تھا اور ہر وقت آپؑ اعلیٰ انسانی اقدار پر زور دیتے رہے تھے۔ اس کی بجائے آپؑ نے اقتدار کے حصول کے لیے کوئی قدم نہیں اُٹھایا تھا۔

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

"جو لوگ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت سے ناواقف ہیں تو وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؑ سے بڑے سیاست دان تھے، اگرچہ حضرت علیؑ اُن سے بڑے عالم تھے"۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے مخالفین یہاں تک کہتے ہیں کہ معاویہ آپؑ کی نسبت بڑا سیاست دان تھا اور اُس کی تدبیر آپؑ کی تدبیر سے زیادہ صحیح ہوتی تھی۔ [1]

اس اعتراض کا مختصر جواب یہ ہے کہ سیاست کی دو قسمیں ہیں:

سیاست کی پہلی قسم یہ ہے کہ حکومت و اقتدار اس لیے حاصل کیا جائے کہ اس سے خلقِ خدا کی خدمت کی جائے اور معاشرے کے ہر فرد کی جائز ضروریات کو پورا کیا جائے۔

اگر سیاست کا یہی مفہوم ہے تو رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام جیسا سیاست دان آج تک چشمِ فلک نے دیکھا ہی نہیں ہے۔

اگر اس کے برعکس سیاست کا مقصد حکومت و اقتدار پر قبضہ کر کے لوگوں کی گردنوں کو اپنے سامنے سرنگوں کیا جائے اور پورے ملک کے خزانے کو حیلے بہانے سے ہڑپ کیا جائے اور اپنے خاندان اور اپنی پارٹی کے افراد کو لوگوں کی گردن پر مسلط کیا جائے تو یقین جانیں کہ حضرت علی علیہ السلام ہرگز سیاست دان ہی نہ تھے۔

اس کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اس سلبی سیاست کو جانتے ہی نہ تھے۔ آپؑ سلبی سیاست اور اُس کے تقاضوں سے بخوبی واقف تھے، لیکن آپؑ کی سیاست کا

---

[1] شرح نہج البلاغہ، جلد ۱۰، ص ۲۱۲

Presented by Ziaraat.Com

مقصد احکامِ الٰہیہ کا نفاذ اور اعلیٰ انسانی اقدار کی سربلندی تھا۔

امیر المومنینؑ نے اس سلسلہ میں یہ فرمایا تھا:

لَوْلَا اَنَّ الْمَكْرَ وَالْخَدِيعَةَ فِي النَّارِ لَكُنتُ اَمْكَرَ النَّاسِ

"اگر مکر اور دھوکہ دہی کا مقام دوزخ نہ ہوتا تو میں تمام لوگوں سے بڑا شاطر ہوتا"۔

آپؑ فرمایا کرتے تھے:

هَيْهَاتَ. لَوْلَا التُّقٰى لَكُنتُ اَدْهَى الْعَرَبِ

"اگر تقویٰ مانع نہ ہوتا تو میں پورے عرب میں سب سے زیادہ چالباز انسان ہوتا"۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا:

وَاللهِ مَا مُعَاوِيَةُ بِأَدْهٰى مِنِّي . وَلٰكِنَّهُ يَغْدِرُ وَيَفْجُرُ . وَلَوْلَا كَرَاهِيَّةُ الْغَدْرِ لَكُنتُ مِنْ ادْهَى النَّاسِ، وَلٰكِنْ كُلُّ غُدَرَةٍ فُجَرَةٌ وَكُلُّ فُجَرَةٍ كُفَرَةٌ وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يُعْرَفُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

"خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ چلتا پرزہ اور ہوشیار نہیں ہے، مگر فرق یہ ہے کہ وہ غداریوں سے چوکتا نہیں اور بدکرداریوں سے باز نہیں آتا اور اگر مجھے عیاری اور غداری سے نفرت نہ ہوتی تو میں سب لوگوں سے زیادہ ہوشیار اور زیرک ہوتا، لیکن ہر غداری گناہ اور ہر گناہ حکمِ الٰہی کی نافرمانی ہے۔ چنانچہ قیامت کے دن ہر غدار کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۶۹)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام مطلب پرستی کی سیاست کو بخوبی جانتے تھے اور وہ ترغیب اور دھمکی کی سیاست کو بروئے کار لا کر عوام الناس کے حقوق پر بھی قابض ہو سکتے تھے، لیکن آپؑ نے ہر مقام پر انسانی اقدار کو سربلند رکھا اور آپؑ اپنی حکومت کی مضبوطی کے لیے غیر انسانی اور غیر قانونی ہتھکنڈوں سے ہمیشہ دُور رہے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

امام علیہ السلام نے کئی بار یہ فرمایا تھا:

اِنِّی لَاَعْلَمُ بِمَا یُصْلِحُکُمْ وَیُقِیْمُ اَوَدَکُمْ لٰکِنِّی لَا اَرٰی اِصْلَاحَکُمْ بِاِفْسَادِ نَفْسِیْ

"میں اُن تمام ذرائع کو جانتا ہوں جن سے تمھیں ٹھیک رکھا جاسکتا ہے اور تمھاری کجی کو سیدھا کیا جاسکتا ہے، لیکن میں اپنی ذات کو بگاڑ کر تمھاری اصلاح کا خواہش مند نہیں ہوں"۔

آپؑ کسی ایسی جبری اِصلاح کے قائل نہیں تھے جو خود مُصلح کی خرابی کا ذریعہ بن جائے۔ آپؑ کی زندگی کا سیاسی منہج آپؑ کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ غیر اخلاقی اور غیر قانونی ہتھکنڈوں سے لوگوں کی اصلاح کی جائے، مثلاً آپؑ ایسی اقتصادی اصلاح کے ہرگز طرفدار نہیں تھے جس کے لیے عدالت اجتماعی کو قربان کیا جائے۔

امام علیہ السلام اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے اور آپؑ کو علم تھا کہ طاقتور مخالفین کو جھانسا کیسے دیا جاسکتا ہے اور آپؑ ان سے عصرِ حاضر کے سیاست دانوں کی طرح سے اس طرح کے وعدے کرسکتے تھے کہ آپؑ کی مصلحتوں کا بھرپور خیال رکھا جائے گا۔

الغرض اس طرح کے وعدوں کے بعد تدریجی طور پر اُن کے مفادات پر ضرب لگاتے۔ اس طرح سے آپؑ کو یہ بھی علم تھا کہ سادہ لوح معاشرے کو کیسے دھوکہ دیا جاسکتا ہے اور آپؑ کو علم تھا کہ عوام سے جھوٹے وعدے کرکے اُنھیں خوش کیا جاسکتا ہے۔

یاد رکھیں! اگر امیر المومنین علی علیہ السلام بھی وہی کچھ کرتے جو کہ عام سیاست دان کرتے آئے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں تو آپ کو آج کوئی بھی امام المتقین نہ کہتا اور آپؑ کی ذات اور دیگر حکومت کے مُجاریوں میں کوئی فرق دکھائی نہ دیتا۔

یاد رکھیں! حضرت علیؑ کی سیاست کا محور حق کا قیام تھا۔ اپنا ذاتی اقتدار آپؑ کو مطلوب نہ تھا۔ آپؑ احکامِ نبویؐ کو زندہ رکھنا چاہتے تھے، اسی لیے آپؑ غیر قانونی اور غیر اخلاقی اقدامات کے قائل نہیں تھے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے مصائب و آلام کو برداشت کیا اور اس طرح سے آپؑ نے سنتِ

Presented by Ziaraat.Com

نبوی کا احیا کیا اور آنے والی نسلوں کو یہ بتایا کہ دلوں پر راج کرنے والی حکومت کا رنگ ڈھنگ کیا ہوتا ہے۔

اس گفتگو کے بعد ایک اہم سوال جنم لیتا ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام نے صاف شفاف دینی سیاست کو متعارف کرایا تو عوام الناس کی اکثریت آپؑ سے جدا کیوں ہوگئی تھی اپنی خلافت کے آخری ایام میں آخر آپؑ تن تنہا کیوں رہ گئے تھے؟

اس سوال کا اجمالی جواب یہ ہے کہ لوگوں کا امام علیہ السلام سے دُور ہو جانا اور آپؑ کا یکا و تنہا رہ جانا اس اَمر کی دلیل نہیں ہے کہ آپؑ کا طریق کار غلط تھا۔

اس کے پس منظر میں اور بہت سے عوامل کارفرما تھے جن کی وضاحت اس موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) کے ساتویں حصّہ میں پیش کی جائے گی۔ اس مقام پر ہم آپؑ کے تنہا رہ جانے کے علل و اسباب کا جائزہ لیں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

پہلی فصل

بیعت نور

الف: امیر المومنینؑ کی تاریخ بیعت

مؤرخین میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی تاریخ بیعت کے متعلق کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ مؤرخین کا بیان ہے کہ جس دن حضرت عثمانؓ قتل ہوئے تو آپؑ کی بیعت اسی دن ہوئی تھی۔ [1]

کچھ مؤرخین کہتے ہیں کہ آپؑ کی بیعت قتلِ عثمانؓ کے بعد میں واقع ہوئی تھی۔ البتہ ان دونوں واقعات میں کتنے دنوں کا فاصلہ تھا؟

کچھ مؤرخ لکھتے ہیں: ایک دن کا فاصلہ تھا، جب کہ کچھ مؤرخین نے پانچ دن کا فاصلہ لکھا ہے۔ [2]

کچھ تاریخی مصادر میں لکھا ہے:

بُوْيِعَ عَلِيٌّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ وَالنَّاسُ يَحْسَبُوْنَ مِنْ يَوْمِ قَتْلِ عُثْمَانَ [3]

"حضرت علی علیہ السلام کی بیعت جمعہ کے دن ہوئی تھی۔ ماہ ذی الحجہ کے اختتام

---

[1] استیعاب، جلد ۳، ص ۲۱۷، نمبر شمار ۱۸۷۵

[2] کچھ مصادر میں لکھا ہے کہ آپؑ کی بیعت قتل عثمانؓ کے دوسرے دن ہوئی تھی۔ (انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۷) جب کہ مستدرک حاکم، جلد ۳، ص ۱۲۳، حدیث ۴۵۹۴، اخبار الطوال: ص ۱۴۰ میں تین دن کا فاصلہ مذکور ہے۔ کچھ مؤرخین نے قتل اور بیعت میں چار دن اور بعض نے پانچ دن کا فاصلہ لکھا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں: مستدرک حاکم، جلد ۳، ص ۱۲۳، حدیث ۴۵۹۴)

[3] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۳۶

Presented by Ziaraat.Com

سے پانچ دن پہلے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ آپؑ کی بیعت قتلِ عثمانؓ کے دن ہوئی تھی"۔

طبری نے ابی الملیح [1] سے اور ابن ابی الحدید نے ابوجعفر اسکافی [2] سے وہی بیان نقل کیا ہے جو کہ تاریخ دمشق اور تذکرۃ الخواص [3] میں مذکور ہے کہ لوگوں نے اٹھارہ ذی الحجہ ۳۵ھ کو امیرالمومنین علی علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ دوسرا قول صحت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ قتلِ عثمانؓ اور بیعتِ امامؑ کا ایک تاریخ میں واقع ہونا کچھ مناسب دکھائی نہیں دیتا۔ علاوہ ازیں اس قول کی تائید دوسرے مصادر سے بھی ہوتی ہے۔

اور اس کا دوسرا پہلو بھی کچھ کم وزنی نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ اس زمانہ کے حالات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں اور اُس کے ساتھ امام علیہ السلام کی عدیم النظیر شخصیت کو دیکھتے ہیں تو پھر قتلِ خلیفہ اور بیعتِ امامؑ میں فاصلہ درست محسوس نہیں ہوتا۔

ب: لوگوں نے پوری آزادی سے امامؑ کا انتخاب کیا تھا

جب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام مدینہ سے بصرہ جا رہے تھے تو آپؑ نے اس دوران اہلِ کوفہ کو ایک خط لکھا تھا جس میں آپؑ نے یہ تحریر کیا تھا:

بَايَعَنِي النَّاسُ غَيْرَ مُسْتَكْرَهِينَ وَلَا مُجْبَرِينَ بَلْ طَائِعِينَ مُخَيَّرِينَ [4] "لوگوں نے کسی جبر و اکراہ کے بغیر پوری آزادی اور خوشی سے میری بیعت کی ہے"۔

ج: امام علیؑ حکومت کو ناپسند کرتے تھے

جب لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کے دستِ حق پر بیعت کی تو آپؑ نے اس وقت ارشاد فرمایا:

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۲۸

[2] شرح نہج البلاغہ، جلد ۷، ص ۳۶

[3] تاریخ دمشق، جلد ۴۲، ص ۴۳۷؛ تذکرۃ الخواص: ص ۵۶

[4] نہج البلاغہ: مکتوبِ اوّل

Presented by Ziaraat.Com

اَمَّا بَعدُ! فَاِنِّی قَد کُنتُ کَارِھًا لِھٰذِہِ الوِلَایَۃِ - یَعلَمُ اللّٰہُ فِی سَمَاوَاتِہٖ وَفَوقَ عَرشِہٖ، عَلٰی اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ، حَتّٰی اجتَمَعتُمْ عَلٰی ذٰلِکَ فَدَخَلتُ فِیہِ

"امابعد! مجھے اُمت محمدؐ پر حکومت کرنے سے کراہت تھی اور آسمانوں اور عرش پر خدا اس کو جانتا ہے، یہاں تک کہ تم نے اس پر اجتماع کرلیا تو میں اس میں داخل ہوگیا"۔ (امالی طوسی: ص ۷۲۸، حدیث ۱۵۳)

امام علی علیہ السلام حکومت کو ناپسند کیوں کرتے تھے؟

خلیفہ ثالث کی غلط مالی پالیسیوں اور اُن کی اقربا پروری کی وجہ سے عوام الناس نے اُن کی سخت مخالفت کی تھی اور اُن کا احتجاج خونی انقلاب کی شکل میں سامنے آیا۔ اس وقت کے مسلمانوں کی شدید خواہش تھی کہ ایسے فرد کو خلیفہ ہونا چاہیے جو کہ مجسمۂ عدل ہو۔ اس لیے تمام افراد کی نگاہیں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی طرف اُٹھ رہی تھیں۔ پچیس برس کی مظلومیت کے بعد اب تمام زبانوں پر امام علیہ السلام کا نام جاری وساری تھا۔ الغرض حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد ہر زبان پر آپؑ کا چرچا تھا اور ہر شخص کہہ رہا تھا کہ اس وقت آپؑ ہی اُمت کو پریشانیوں کی دلدل سے نکال سکتے ہیں۔ لیکن جب عوام المسلمین نے آپؑ سے عہدۂ خلافت سنبھالنے کی بات کی تو آپؑ نے اُن سے فرمایا:

اَنَا لَکُمْ وَزِیرًا خَیرٌ لَکُمْ مِنِّی اَمِیرًا

"امیر ہونے کی بہ نسبت میرا وزیر ہونا ہی تمھارے لیے بہتر ہے"۔

یہ بات انتہائی تعجب خیز ہے کہ آپؑ اس سے پہلے تو ہمیشہ خلافت کے دعویدار رہتے تھے اور اپنی اہلیت و قابلیت کا اظہار کرتے تھے اور اس سے قبل ہر مناسب موقع پر آپؑ نے اپنے حق خلافت کا مطالبہ کیا تھا اور آپؑ اپنے حق کے غصب ہونے کو اپنے لیے باعث مصیبت تصور کرتے تھے اور اس کا برملا اظہار بھی کیا کرتے تھے اور جن لوگوں نے مختلف حیلوں بہانوں سے آپؑ کو خلافت سے محروم کیا تھا۔ آپؑ اُن کا شکوہ بھی کیا کرتے تھے، لیکن پھر اچانک یہ کیا ہوا

Presented by Ziaraat.Com

کہ لوگ آپؑ کو خلافت کی پیش کش کر رہے تھے اور پورے اخلاص سے یہ درخواست کر رہے تھے کہ خدارا! آپؑ خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں مگر آپؑ نے ان کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا؟

آخر اس انکار کے پس منظر میں ایسی کون سی وجوہات تھیں جن کی وجہ سے آپؑ حکومت واقتدار سے دُوری کو پسند کر رہے تھے؟

اصل بات یہ ہے کہ آپ حکومت واقتدار کو اپنے لیے پسند نہیں کرتے تھے اس کے بجائے اگر آپؑ حکومت واقتدار کے خواہش مند تھے تو صرف اس لیے تھے کہ آپؑ حکومت کو احقاقِ حق، ابطالِ باطل اور عدل وانصاف کی ترویج کے لیے پسند کرتے تھے۔ آپؑ کی نظر میں خلافت مقصود نہیں تھی، بلکہ مقصود کے حصول کا ذریعہ تھی اور آپؑ ان خونی حالات میں اپنی نگاہِ بصیرت سے دیکھ رہے تھے کہ موجودہ حالات میں وہ مقصد پورا ہونا ہی محال ہے اور آپؑ سوچ رہے تھے کہ اگر میں حکومت واقتدار پر فائز ہو بھی جاؤں تو کیا میں اس سے مقاصد خلافت کو بھی حاصل کر سکوں گا یا نہیں؟

آپؑ کی نگاہیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ جس طرح کی آپؑ اصلاحات چاہتے تھے اس وقت کے معروضی حالات میں ان اصلاحات کا لانا ناممکن ہو چکا تھا اور پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکا تھا۔ سیاسی واجتماعی حالات اُلٹ چکے تھے اور پچیس برس کے طویل عرصہ میں لوگوں کی ترجیحات بدل چکی تھیں اور اسلامی سادگی کی جگہ قیصر وکسریٰ کی امارت رائج ہو چکی تھی اور پچیس برس کے عرصہ میں جو نئی نسل جوان ہوئی تھی اُن کے دینی معیار اور اُن کے سوچ کے زاویے تبدیل ہو چکے تھے اور ان لوگوں کو عہدِ رسالت کی سادگی اور عدل کی طرف پلٹانا اگر ناممکن نہ تھا تو مشکل ضرور تھا۔

مسلمانوں کی نوجوان نسل نہ تو حضرت علی علیہ السلام کو پہچانتی تھی اور نہ ہی آپؑ کی اسلامی خدمات سے واقفیت رکھتی تھی۔ پچیس برس کے طویل عرصہ میں نصوصِ دین کی من مانی تاویلات وتفسیریں منظرِ عام پر آ چکی تھیں اور احکامِ اسلام میں واضح تبدیلیاں واقع ہو چکی تھیں بالخصوص خلیفۂ ثالث کے عہد میں رہی سہی کسر بھی پوری ہو چکی تھی اور ان حالات میں دین کی حقیقی تعبیر لوگوں کو عجیب دکھائی دے رہی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

آپؑ بخوبی جانتے تھے کہ حالات کے پہیے کو واپس لوٹانا مشکل ہے اور اربابِ باطل کو حق وصداقت کے آگے جھکانا ناممکن ہو چکا ہے۔ حالات کی سنگینی کی وجہ سے آپؑ حکومت قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھے اور جب لوگوں نے آپؑ کو مجبور کیا تو آپؑ نے اُن سے یہ فرمایا:

دَعُونِي وَالتَمِسُوا غَيرِي فَإِنَّا مُستَقبِلُونَ أَمراً لَهُ وُجُوهٌ وَأَلوَانٌ، لَا تَقُومُ لَهُ القُلُوبُ، وَلَا تَثبُتُ عَلَيهِ العُقُولُ، وَإِنَّ الآفَاقَ قَد أَغَامَت، وَالمَحَجَّةَ قَد تَنَكَّرَت، وَاعلَمُوا رَكِبتُ بِكُم مَا أَعلَمُ، وَلَم أُصغِ إِلَى قَولِ القَائِلِ وَعَتبِ العَاتِبِ، وَإِن تَرَكتُمُونِي فَأَنَا كَأَحَدِكُم، وَلَعَلِّي أَسمَعُكُم وَأَطوَعُكُم لِمَن وَلَّيتُمُوهُ أَمرَكُم، وَأَنَا لَكُم وَزِيراً خَيرٌ لَكُم مِنِّي أَمِيراً [1]

"مجھے چھوڑ دو اور (اس خلافت کے لیے) میرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈ لو۔ ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے جس کے کئی رُخ اور کئی رنگ ہیں جسے نہ دل برداشت کر سکتے ہیں اور نہ عقلیں اُسے مان سکتی ہیں۔ اُفقِ عالم پر گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ راستہ پہچاننے میں نہیں آتا۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر میں تمھاری اس خواہش کو مان لوں تو تمھیں اس راستے پر لے چلوں گا جو میرے علم میں ہے اور اس کے متعلق کسی کہنے والے کی بات اور کسی ملامت کرنے والے کی سرزنش پر کان نہیں دھروں گا۔ اور اگر تم میرا پیچھا چھوڑ دو تو پھر جیسے تم ہو ویسا میں ہوں اور ہو سکتا ہے کہ جسے تم اپنا امیر بناؤ اُس کی میں تم سے زیادہ سنوں اور مانوں اور میرا (تمھارے دنیوی مفاد کے لیے) امیر ہونے سے وزیر ہونا بہتر ہے"۔

اس وقت کی حالات کی تصویر کچھ یوں تھی کہ جب خلیفۂ ثالث کے قتل ہو جانے سے مسندِ حکومت خالی ہوئی تو مسلمانوں کی نظریں آپؑ کی طرف اُٹھنے لگیں، جن کی سلامت روی،

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۹۰

Presented by Ziaraat.Com

اصول پرستی اور سیاسی بصیرت کا اس طویل مدت میں انھیں بڑی حد تک تجربہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ مسلمان متفقہ طور پر آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے، جس طرح بھولے بھٹکے مسافر دُور سے منزل کی جھلک دیکھ کر اُس کی سمت لپک پڑتے ہیں جیسا کہ طبری لکھتے ہیں:

فَغَشِيَ النَّاسُ عَلِيًّا فَقَالُوا بُنَايِعُكَ فَقَدْ تَرىٰ مَا نَزَلَ بِالْإِسْلَامِ وَمَا ابْتَلَيْنَا بِهِ مِنْ ذَوِي الْقُرْبٰى

"لوگ امیرالمومنینؑ پر ہجوم کر کے ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے: ہم آپؑ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ آپؑ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام پر کیا کیا مصیبتیں ٹوٹ پڑی ہیں اور پیغمبرؐ خدا کے قریبوں کے بارے میں ہماری کیسی آزمائش ہو رہی ہے"۔ (طبری: جلد ۵، ص ۱۵۶)

مگر امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اُن کی خواہش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر اُن لوگوں نے شور مچایا اور چیخ چیخ کر کہنے لگے: اے ابوالحسنؑ! آپؑ اسلام کی تباہی پر نظر نہیں کرتے؟ کیا آپ خدا کا خوف بھی نہیں کرتے؟

اس کے باوجود آپؑ نے آمادگی کا اظہار نہ کیا کیوں کہ آپؑ دیکھ رہے تھے کہ پیغمبرؐ خدا کے بعد جو ماحول بن گیا تھا اُس کے اثرات دل و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں۔ طبائع میں خودغرضی اور جاہ پسندی جڑ پکڑ چکی ہے۔ اور اذہان پر مادیت کے غلاف چڑھ چکے ہیں اور حکومت کو مقصد برآریوں کا ذریعہ قرار دینے کی عادت پڑ چکی ہے۔ اب خلافتِ الٰہیہ کو بھی مادیت کا رنگ دے کر اس سے کھیلنا چاہیں گے۔ ان حالات میں ذہنیتوں کو بدلنا اور طبائع کا رُخ موڑنا ناممکن ہو چکا ہے۔ ان تاثرات کے علاوہ یہ مصلحت بھی کارفرما تھی کہ ان لوگوں کو سوچنے کا موقع دیا جائے، تاکہ کل اپنے مادی توقعات کی ناکامی کو دیکھ کر یہ نہ کہنے لگیں کہ یہ بیعت وقتی ضرورت اور ہنگامی جذبے کے زیر اثر ہو گئی تھی اور اس میں سوچ بچار سے کام نہیں لیا گیا تھا۔

غرض جب اصرار حد سے بڑھا تو اس موقع پر آپؑ نے مذکورہ بالا خطبہ دیا جس میں آپؑ نے یہ واضح کیا تھا کہ اگر تم مجھے دُنیاوی مقاصد کی تکمیل کے لیے چاہتے ہو تو میں تمھارا

Presented by Ziaraat.Com

آلۂ کار بننے کو تیار نہیں ہوں۔ بہتری اسی میں ہے کہ تم مجھے چھوڑ دو اور اس مقصد کے لیے کسی اور کو منتخب کرلو، جو تمھاری توقعات پر پورا اُترتا ہو۔

المختصر امیر المومنین علی علیہ السلام نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا بعد کے واقعات نے آپؑ کی مکمل تصدیق کر دی تھی۔ چنانچہ جن لوگوں نے ذاتی اغراض و مقاصد کے پیش نظر بیعت کی تھی جب اُنھیں کامیابی حاصل نہ ہوئی تو وہ بیعت توڑ کر الگ ہو گئے تھے اور بے بنیاد الزامات تراش کر حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

د: آخر امامؑ نے حکومت کیوں قبول کی تھی؟

اس سوال کا جواب امیر المومنین علی علیہ السلام کی زبانی سنیے، آپؑ نے فرمایا:

اَمَا وَالَّذِی فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، لَوْلَا حُضُورُ الْحَاضِرِ، وَقِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُودِ النَّاصِرِ، وَمَا أَخَذَ اللهُ عَلَى الْعُلَمَاءِ أَلَّا يُقَارُّوا عَلَى كِظَّةِ ظَالِمٍ، وَلَا سَغَبِ مَظْلُومٍ لَأَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلَى غَارِبِهَا، وَلَسَقَيْتُ آخِرَهَا بِكَأْسِ أَوَّلِهَا وَلَأَلْفَيْتُمْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهِ أَزْهَدَ عِنْدِي مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ [1]

"دیکھو! اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں۔ اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہوگئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون و قرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اُسی کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اس پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اس کے اوّل کو سیراب کیا تھا اور تم اپنی دُنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ناقابلِ اعتنا پاتے"۔

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۳

Presented by Ziaraat.Com

۵: سب سے پہلے کس نے بیعت کی تھی؟

الکامل فی التاریخ میں مرقوم ہے۔ جب حضرت عثمانؓ قتل ہوئے تو مہاجرین و انصار جمع ہوئے۔ ان میں طلحہ و زبیر بھی شامل تھے۔ یہ سب مل کر حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور اُنھوں نے آپؑ سے کہا: لوگوں کے لیے امام کا ہونا بہت ضروری ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے تمھاری امارت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم جس کا بھی انتخاب کرو گے میں اس پر راضی رہوں گا۔

صحابہ نے کہا: ہم آپؑ کے علاوہ کسی اور کا چناؤ نہیں کرتے۔

الغرض کئی بار صحابہ یہ پیش کش لے کر آپؑ کے پاس آئے اور اُنھوں نے آخری بار کہا: ''ہم آپؑ سے بڑھ کر خلافت کا اور کوئی حق دار نہیں سمجھتے اور نہ ہی سبقتِ اسلام میں ہمیں کوئی آپؑ کا ثانی دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی آپؑ سے بڑھ کر ہمیں رسولِ خدا کا کوئی قرابت دار دکھائی دیتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو۔ میرا وزیر ہونا امیر ہونے کی نسبت بہتر ہے۔

صحابہ نے کہا: خدا کی قسم! ہم تو آپؑ کی بیعت کر کے ہی جائیں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر ایسا ہی ہے تو پھر میری بیعت مسجد میں ہوگی۔ میری بیعت خفیہ نہیں ہوگی۔ میری بیعت صرف مسجد میں ہوگی۔ یہ باتیں آپؑ کے گھر میں ہوئی تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ بنی عمرو بن مبذول کے احاطہ میں ہوئی تھیں۔

اس کے بعد آپؑ مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؑ نے اُزار اور قمیص پہنی ہوئی تھی اور آپؑ کی نعلین آپؑ کے ہاتھ میں تھی اور آپؑ نے کمان کا سہارا لیا ہوا تھا۔ سب سے پہلے طلحہ بن عبیداللہ نے آپؑ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی تھی۔

طلحہ کا ایک ہاتھ شل تھا۔ جب حبیب بن ذؤیب نے یہ منظر دیکھ کر کہا: انا للہ! پہلا ہاتھ مشلول ہے، مجھے تو یہ معاملہ پورا ہوتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ پھر زبیر نے بیعت کی۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ و زبیر سے کہا تھا کہ اگر تم میری بیعت کرنا چاہو تو کرو اور اگر تم اپنے میں سے کسی ایک کی بیعت چاہتے ہو تو میں تمھارا ہمنوا ہوں گا۔

Presented by Ziaraat.Com

اُن دونوں نے کہا: نہیں، ہم آپؑ کی بیعت کریں گے۔ [1]

و: عمومی بیعت

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنی بیعت کی کیفیت کو یوں بیان فرمایا:

تَدَاكَكْتُمْ عَلَيَّ تَدَاكَّ الْإِبِلِ الْهِيمِ عَلَى حِيَاضِهَا يَوْمَ وِرْدِهَا حَتَّى انْقَطَعَتِ النَّعْلُ وَسَقَطَ الرِّدَاءُ، وَوُطِئَ الضَّعِيفُ وَبَلَغَ مِنْ سُرُورِ النَّاسِ بِبَيْعَتِهِمْ إِيَّايَ أَنِ ابْتَهَجَ بِهَا الصَّغِيرُ، وَهَدَجَ إِلَيْهَا الْكَبِيرُ، وَتَحَامَلَ نَحْوَهَا الْعَلِيلُ، وَحَسَرَتْ إِلَيْهَا الْكِعَابُ (نہج البلاغہ: خطبہ ۱۲۶)

"تم نے (بیعت کے لیے) میرا ہاتھ اپنی طرف پھیلانا چاہا تو میں نے اُسے روکا اور تم نے کھینچا تو میں اُسے سمیٹتا رہا، مگر تم نے مجھ پر اس طرح ہجوم کیا جس طرح پیاسے اُونٹ پانی پینے کے دن تالابوں پر ٹوٹتے ہیں، یہاں تک کہ جوتی (کے تسمے) ٹوٹ گئے اور عبا کاندھے سے گر گئی۔ کمزور و ناتواں کچلے گئے اور میری بیعت پر لوگوں کی مسرت یہاں تک پہنچ گئی کہ چھوٹے چھوٹے بچے خوشیاں منانے لگے اور بوڑھے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے بیعت کے لیے بڑھے اور بیمار بھی اُٹھتے بیٹھتے ہوئے پہنچ گئے اور نوجوان لڑکیاں پردوں سے نکل کر دوڑ پڑیں"۔

طبقات الکبریٰ میں مرقوم ہے:

لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِثَمَانِ عَشْرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ وَبُويِعَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، بِالْمَدِينَةِ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ قُتِلَ عُثْمَانُ بِالْخِلَافَةِ. بَايَعَهُ طَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ

---

[1] الکامل فی التاریخ: جلد ۲، ص ۳۰۲

Presented by Ziaraat.Com

نُفَيلٍ وَعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَسَهلُ بنُ حُنَيفٍ ، وَاَبُو اَيُّوبَ الأَنْصَارِيُّ وَمُحَمَّدُ بنُ مَسَلَمَةَ وَزَيدُ بنُ ثَابِتٍ ، وَخُزَيمَةُ بنُ ثَابِتٍ ، وَجَمِيعُ مَن كَانَ بِالْمَدِينَةِ مِن اَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَغَيْرُهُم (طبقات الکبریٰ: جلد ۳، ص ۳۱)

"جب حضرت عثمانؓ انصاری ذی الحجہ ۳۵ ہجری بروز جمعہ قتل ہوئے تو قتلِ عثمانؓ کے دوسرے دن مدینہ میں حضرت علی علیہ السلام کی بیعت خلافت کی گئی۔ بیعت کرنے والوں میں طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، عمار بن یاسر، اُسامہ بن زید، سہل بن حُنیف، ابوایوب انصاری، محمد بن سلمہ، زید بن ثابت، خزیمہ بن ثابت پیش پیش تھے۔ ان کے علاوہ اس وقت مدینہ میں جتنے بھی اصحابِ پیغمبرؐ تھے اور اُن کے علاوہ بھی جو لوگ موجود تھے اُن سب نے آپؑ کی بیعت کی تھی"۔

ز: بیعت سے تخلّف کرنے والے افراد

حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کرنے میں سب لوگ شامل تھے۔ اس میں تمام مہاجرین و انصار شامل تھے۔ [1] اس بیعت میں تمام اہلِ مدینہ شامل تھے۔ سب نے پورے اختیار اور آزادی سے کسی خوف و جبر کے بغیر آپؑ کی بیعت کی تھی۔ بعدازاں مکہ، حجاز اور کوفہ کے لوگوں نے آپؑ کی بیعت کی تھی۔ [2]

امام علیہ السلام نے خود تصریح کی تھی کہ آپؑ کی بیعت کرنے میں سب لوگ شامل تھے۔ [3] تاریخ کے اکثر مصادر میں بیان ہوا ہے کہ مہاجرین و انصار سب نے امام علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ [4]

---

[1] تاریخ دمشق: جلد ۴۲، ص ۴۳۷

[2] الفتوح: جلد ۲، ص ۴۳۹

[3] کامل نمبر ۵، جلد اوّل، ص ۴۲۸

[4] عقد الفرید: جلد ۳، ص ۳۱۱

Presented by Ziaraat.Com

کچھ تاریخی مصادر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حسب ذیل افراد نے آپؑ کی بیعت نہیں کی تھی: عبداللہ بن عمر، سعد بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ، اُسامہ بن زید، حسان بن ثابت، کعب بن مالک، عبداللہ بن سلام، مروان بن الحکم، سعید بن العاص اور ولید بن عقبہ۔ [1]

مذکورہ بالا افراد کے بیعت نہ کرنے کے متعلق دو نظریے پائے جاتے ہیں:

① مذکورہ افراد آپؑ کی بیعت کے مخالف تھے، اسی لیے اُنھوں نے آپؑ کی بیعت نہیں کی تھی۔

② یہ لوگ آپؑ کی بیعت کے مخالف نہیں تھے، البتہ اُنھوں نے آپؑ کے ساتھ داخلی جنگوں میں شرکت نہیں کی تھی۔

حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں: "جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر، ابومسعود انصاری، سعد بن ابی وقاص، ابوموسیٰ اشعری، محمد بن مسلمہ انصاری اور اسامہ بن زید نے آپؑ کی بیعت نہیں کی تھی۔ یہ بات کہنے والے افراد حقیقتِ اُحوال کے منکر ہیں۔ البتہ مذکورہ بالا افراد نے حضرتؑ کی بیعت ضرور کی تھی لیکن داخلی جنگوں میں ہر طرف سے کنارہ کش ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھ گئے تھے۔ چنانچہ اُن کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر کچھ لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ افراد سرے سے آپؑ کی بیعت کے منکر تھے"۔ [2]

ابن ابی الحدید بھی اسی رائے سے متفق ہیں اور اُنھوں نے لکھا ہے کہ تمام بزرگ معتزلہ کی بھی یہی رائے ہے۔ [3]

جب ہم اس سلسلہ کی نصوصِ تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جن لوگوں کے متعلق یہ مشہور کیا گیا ہے کہ اُنھوں نے آپؑ کی بیعت نہیں کی تھی۔ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اُنھوں نے آپؑ کی بیعت ضرور کی تھی البتہ داخلی جنگوں میں اُنھوں نے آپؑ کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ بالخصوص عبداللہ بن عمر اور سعد بن ابی وقاص نے مسلمانوں کی باہمی جنگیں سمجھ کر حضرتؑ

---

[1] ارشاد: جلد اوّل، ص ۲۴۳

[2] مستدرک حاکم، جلد ۳، ص ۱۲۴، حدیث ۱۲۷

[3] شرح نہج البلاغہ: جلد ۴، ص ۹-۱۰

Presented by Ziaraat.Com

کا ساتھ نہ دیا تھا، جب کہ مروان بن الحکم، سعید بن العاص اور ولید بن عقبہ جیسے افراد نے سیاسی وجوہات کی وجہ سے آپؑ کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ [1]

ان لوگوں کے اس کردار کی وجہ سے انھیں مخلفین بیعت میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اُن کی بیعت حقیقت وصداقت پر مبنی نہیں تھی، لیکن ان لوگوں نے ابتدا میں آپؑ کی بیعت ضرور کی تھی۔ اس تاویل سے دونوں نظریات کا جمع کرنا ممکن ہے۔

ان افراد کے متعلق ایک اور احتمال بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:

"ان لوگوں نے بیعت عمومی میں شرکت نہیں کی تھی، لیکن جب تمام لوگوں نے آپؑ کی بیعت کرلی تو اُنھوں نے بھی آپؑ کی بیعت کی تھی"۔

اس نظریہ کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ بیعت عمومی کے بعد مروان، ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص امام علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور اُنھوں نے آپؑ کی بیعت کی تھی۔

عبداللہ بن عمر، اُسامہ بن زید اور سعد بن ابی وقاص کے اعترافات موجود ہیں کہ اُنھوں نے آپؑ کی بیعت کی تھی۔ چنانچہ کچھ تاریخی نصوص میں اس کا ذکر موجود ہے۔

---

[1] جنگ جمل میں مروان نے گرفتاری کے بعد تجدید بیعت کی درخواست کی تھی۔ اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا: کیا اُس نے قتل عثمانؓ کے بعد میری بیعت نہیں کی تھی؟ مجھے اس کی بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۷۳)

Presented by Ziaraat.Com

دوسری فصل

علوی اِصلاحات

الف: ندائے عدالتِ انسانی

۱۹۲- ابن ابی الحدید معتزلی نے ابوجعفر السکافی کے حوالے سے لکھا ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام بیعت کے دوسرے دن منبر پر تشریف لائے۔ یہ ہفتہ کا دن تھا اور ماہ ذی الحجہ سے گیارہ راتیں باقی تھیں۔

آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور رسولِ خدا پر درود بھیجا۔ پھر اہلِ اسلام پر اللہ کی نعمات کا ذکر کیا۔ پھر آپؑ نے حُبِ دُنیا سے بچنے کی تلقین کی اور آخرت کی ترغیب دی۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

> ''امابعد! جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو ان کا جانشین مقرر کیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین بنایا۔ پھر حضرت عمرؓ نے چھے افراد پر مشتمل شوریٰ تشکیل دی اور حکومت و اقتدار حضرت عثمانؓ کو سونپا گیا۔ اُن کے کچھ کاموں کو آپ لوگوں نے پسند کیا اور کچھ کاموں کو ناپسند کیا۔ آخرکار وہ محصور ہوئے اور مارے گئے۔
>
> بعدازاں تم اپنی رضا و رغبت سے میرے پاس آئے۔ تم نے میری بیعت کرنے کا ارادہ کیا، جب کہ میں بھی تمھاری جماعت کا ایک فرد ہوں۔ تمھاری منفعت میری منفعت ہے اور تمھارا نقصان میرا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمھارے اور اہلِ قبلہ کے درمیان دروازہ کھول دیا ہے۔ اس وقت کالی گھٹاؤں کی مانند فتنہ کی تیز آندھیاں اُٹھ رہی ہیں اور ان حالات

Presented by Ziaraat.Com

میں صرف وہی ثابت قدم رہیں گے، جنھیں خدا نے صبر، علم اور بصیرت عطا کی ہوگی۔ میں تم لوگوں کو تمھارے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے پر چلاؤں گا اور ان احکام کا مجھے حکم ملا ہے میں تمھارے اندر نافذ کروں گا۔ اگر تم نے استقامت کا مظاہرہ کیا تو خدا مدد کرے گا۔ تمھیں جو حکم دیا جائے اُس پر عمل کرو اور جہاں سے روکا جائے وہاں سے رُک جاؤ اور کسی کام میں جلد بازی نہ کرنا جب تک ہم خود تمھارے لیے اس کی وضاحت نہ کریں۔ عین ممکن ہے کہ تمھیں جو کام ناپسند ہو ہمارے پاس اس کا عذر موجود ہو۔ آسمان و عرش کا مالک جانتا ہے کہ مجھے اُمت محمدؐ پر حکومت کرنا ناپسند تھا۔ یہاں تک کہ تمھاری رائے اس پر جمع ہوگئی"۔

میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے:

"میرے بعد جو بھی والی مقرر ہوگا تو اُسے پُل صراط پر کھڑا کیا جائے گا اور ملائکہ اُس کا نامۂ اعمال کھولیں گے۔ اگر وہ عادل ہوگا تو خدا اُس کے عدل کی وجہ سے اُسے نجات عطا فرمائے گا اور اگر وہ ظالم ہوگا تو پُل صراط سے پھسل جائے گا، جس سے اُس کے جوڑ بند جدا ہو جائیں گے۔ پھر وہ دوزخ میں اُوندھے منہ گر جائے گا اور سب سے پہلے اس کی ناک اور چہرے کو آگ جلائے گی"۔

اب جب کہ تمھاری رائے جمع ہو چکی ہے تو میں تمھیں چھوڑ نہیں سکتا۔ بعدازاں آپؑ نے دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا:

"کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنھوں نے کل تک خوب لُوٹ مار کی تھی اور اُنھوں نے جائیدادیں بنائیں اور زمینوں میں نہری انتظام قائم کیا اور تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہوئے اور خوب صورت کنیزیں خریدیں۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تمام چیزیں اُن کے لیے عار اور رُسوائی کا باعث ہیں۔ میں ان سے ان کی ناجائز جائیدادیں چھین لوں گا اور اُنھیں اُن کے

Presented by Ziaraat.Com

اصل حقوق تک محدود کردوں گا تو یہ گروہ مجھ پر ناراض ہوجائے گا اور واویلا کرے گا کہ ابوطالبؑ کے فرزند نے ہمیں ہمارے حقوق سے محروم کردیا ہے۔ اور اگر مہاجرین و انصار یہ تصور کرتے ہیں کہ اُنھوں نے اسلام کی خدمت کی ہے، لہٰذا اُنھیں باقی لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔ یہ درست ہے اُن کی فضیلت اور اُن کا اجر وثواب خدا کے ذمہ ہے۔

یاد رکھو! جب بھی انسان نے خدا اور اُس کے رسولوں کے فرمان پر لبیک کہا اور ہماری ملت کی تصدیق کی اور ہمارے دین میں داخل ہوا اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تو وہ اسلام کے جملہ حقوق و حدود کا حق دار ہے۔ تم سب اللہ کے بندے ہو اور بیت المال کی دولت خدا کی دولت ہے۔ لہٰذا یہ دولت تمھارے درمیان برابر تقسیم کی جائے گی اور اس کے لیے کسی کو کسی پر برتری نہیں دی جائے گی اور متقین کو خدا کی طرف سے اجر وثواب ملے گا۔ اللہ نے اس دنیا کو اجر وثواب کا گھر نہیں بنایا۔ اس کے برعکس آخرت ہی خدا کے اجر وثواب کا گھر ہے۔

کل آپ حضرات ہمارے پاس آئیں، ہمارے پاس کچھ مال ہے، جسے ہم تمھارے درمیان تقسیم کریں گے اور ہم ہر عرب اور غیر عرب کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنا وظیفہ لینے کے لیے کل ضرور آئے۔ اس مال میں ہر آزاد مسلمان کا حق ہے۔ مجھے یہی کہنا تھا اور میں اللہ سے اپنے اور تمھارے لیے استغفار کرتا ہوں"۔

یہ کہہ کر آپؑ منبر سے اُتر آئے۔

ہمارے شیخ ابوجعفر کا قول ہے کہ اشرافیہ طبقہ کو آپؑ کی یہ گفتگو پسند نہ آئی اور اُن کے دلوں میں آپؑ کے خلاف نفرت کے جذبات بھڑک اُٹھے اور آپؑ کی مساویانہ تقسیم اُنھیں پسند نہ آئی۔ الغرض دوسرا دن ہوا تو لوگ اپنے وظائف لینے کے لیے جمع ہوئے۔

امام علیہ السلام نے اپنے کاتب عبیداللہ بن ابی رافع سے فرمایا:

Presented by Ziaraat.Com

تم مہاجرین سے ابتدا کرو اور انھیں صدا دو اور ہر مہاجر کو تین دینار دو۔ پھر انصار کو بلاؤ اور اُن میں سے ہر ایک شخص کو تین دینار دو۔ اس کے بعد جو بھی سرخ و سیاہ آئے اُسے تین دینار دو۔

سہل بن حنیف نے کہا: اے امیر المومنینؑ! یہ میرا آزاد کردہ غلام ہے۔ یہ کل تک میرا غلام تھا اور آج صبح میں نے اُسے آزاد کیا ہے۔ آپؑ نے مجھے بھی تین دینار دیے ہیں اور اُسے بھی تین دینار دیے ہیں؟

خزانے کی تقسیم کے وقت طلحہ، زبیر، عبداللہ بن عمر، سعید بن العاص اور مروان بن الحکم کے علاوہ قریش کے بہت سے افراد موجود نہ تھے۔ بیت المال کے کاتب عبیداللہ بن ابی رافع کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن زبیر سے سنا وہ اپنے والد زبیر اور طلحہ، مروان اور سعید کو مخاطب کر کے یہ کہہ رہا تھا: ''ہم نے تو کل کی تقریر سے ہی علیؑ کا مقصد سمجھ لیا تھا''۔

سعید بن العاص نے زید بن ثابت کو متوجہ کر کے کہا: تم نے بھی کچھ سنا؟

ابن زبیر ہمیں مخاطب کر کے آپ کو بھی یہ پیغام دینا چاہتا ہے کہ آپ بھی ہوشیار رہیں۔

اس وقت عبیداللہ بن ابی رافع نے سعید اور عبداللہ بن زبیر کو مخاطب کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ (الزخرف: ۷۸)

''تمھاری اکثریت حق کو ناپسند کرتی ہے''۔

پھر عبیداللہ بن ابی رافع نے امیر المومنینؑ کو یہ گفتگو سنائی۔ اس گفتگو کو سننے کے بعد آپؑ نے فرمایا:

وَاللهِ اِنْ بَقِيتُ وَسَلِمتُ لَهُم لَاُقِيمَنَّهُمْ عَلَى المَحَجَّةِ البَيْضَاءِ وَالطَّرِيْقِ الواضِحِ. قَاتَلَ اللهُ ابنَ العَاصِ. لَقَدْ عَرَفَ مِن كَلَامِي وَنَظَرِي اِلَيْهِ أَمسِ اَنِّي اُرِيدُهُ وَاَصْحَابَهُ عَمَّن هَلَكَ فِيمَن هَلَكَ (شرح نہج البلاغہ، جلد ۷، ص ۳۶)

''خدا کی قسم! اگر میں زندہ اور صحیح سالم رہا تو میں اُنھیں صحیح راستے پر چلاؤں گا۔ خدا ابن العاص کو غارت کرے۔ میں نے کل جو گفتگو کی تھی

Presented by Ziaraat.Com

اور اس کی طرف نگاہ کی تھی تو اس سے وہ سمجھ گیا کہ میں اُس کا اور اُس کے ساتھیوں کا احتساب کرنے والا ہوں"۔

ب: عثمانی حکام کی معزولی

۱۹۳- تاریخ یعقوبی میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے عثمانی حکام کو اُن کے عہدوں سے معزول کر دیا۔ البتہ مالک اشترؓ نے ابوموسیٰ اشعری کی سفارش کی تھی۔ آپؑ نے اُسے اس کے عہدہ پر باقی رہنے دیا۔ (تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۷۹)

۱۹۴- الاختصاص میں مرقوم ہے: لوگ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور آپؑ کو یہ مشورہ دیا کہ آپؑ فی الحال عثمانی حکام کو اُن کے مناصب پر باقی رہنے دیں۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اُنھیں معزول کر دیں۔

آپؑ نے فرمایا:

اَلْمَكْرُ وَالْخَدِيْعَةُ وَالْغَدْرُ مِنَ النَّارِ

"مکر، دھوکہ اور غداری کا مقام دوزخ ہے"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۵)

ج: بیت المال کی لوٹی ہوئی دولت کی واپسی

۱۹۵- امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے حضرت عثمانؓ کی بخشی ہوئی جاگیروں کو مسلمانوں میں واپس کیا تو اُس وقت فرمایا:

وَاللهِ لَو وَجَدتُهُ قَد تُزُوِّجَ بِهِ النِّسَاءُ، وَمُلِكَ بِهِ الْإِمَاءُ، لَرَدَدتُهُ، فَإِنَّ فِي الْعَدْلِ سَعَةً، وَمَن ضَاقَ عَلَيْهِ الْعَدْلُ فَالْجَوْرُ عَلَيْهِ أَضيَقُ (نہج البلاغہ، حکمت ۲۷۲)

"خدا کی قسم! اگر مجھے ایسا مال بھی کہیں نظر آیا جو عورتوں کے مہر اور کنیزوں کی خریداری پر صرف کیا جا چکا ہوتا تو میں اُسے بھی واپس پلٹا لیتا، کیونکہ عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے میں وسعت ہے اور جسے عدل کی صورت میں تنگی محسوس ہو تو اُسے ظلم کی صورت میں اور زیادہ تنگی محسوس ہوگی"۔

Presented by Ziaraat.Com

د: مشکل اِصلاحات کو آپؑ نے مناسب وقت کے لیے ملتوی کر دیا تھا

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

لَوْ قَدِ استَوَت قَدَامَایَ مِن هٰذِهِ المَدَاحِضِ لَغَیَّرتُ اَشْیَاءَ

"اگر ان پھسلنوں سے بچ کر میرے پیر جم گئے تو میں بہت سی چیزوں میں تبدیلی کر دوں گا"۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دین اسلام میں تغیرات رُونما ہونا شروع ہو گئے تھے اور کچھ افراد نے قیاس و رائے سے کام لے کر احکامِ شریعت میں ترمیم و تنسیخ کی بنیاد ڈال دی حالانکہ حکمِ شرعی میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن و سنت کے واضح احکام کو ٹھکرا کر اپنے قیاسی اَحکام کا نفاذ کرے۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں طلاق کی واضح صورت بیان ہوئی ہے:

الطلاق مَرَّتٰنِ "طلاق (رجعی کہ جس میں بغیر مُحلل کے رجوع ہو سکتی ہے) دو مرتبہ ہے"۔ مگر حضرت عمرؓ نے بعض مصالح کے پیش نظر ایک ہی نشست میں تین طلاقوں کے واقع ہونے کا حکم دے دیا۔

اسی طرح میراث میں عول کا طریقہ رائج کیا اور نمازِ جنازہ میں چار تکبیروں کو رواج دیا۔ یونہی حضرت عثمانؓ نے نمازِ جمعہ میں ایک اذان بڑھا دی اور قصر کے موقع پر پوری نماز کے پڑھنے کا حکم دیا اور نمازِ عید میں خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا۔ اور اسی طرح کے بے شمار اَحکام وضع کر لیے گئے جس سے صحیح اَحکام بھی غلط احکام کے ساتھ مخلوط ہو کر بے اعتماد بن گئے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جو شریعت کے سب سے زیادہ واقف کار تھے، وہ ان احکام کے خلاف احتجاج کرتے اور صحابہ کے خلاف اپنی رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے: "ہمارے لیے اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ امیر المومنینؑ شرعی احکام و قضایا میں صحابہ کے خلاف رائے رکھتے تھے"۔

جب حضرت ظاہری خلافت پر متمکن ہوئے تو ابھی آپ کے قدم پوری طرح سے جمنے نہ پائے تھے کہ چاروں طرف سے فتنے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان الجھنوں سے آخر وقت تک

Presented by Ziaraat.Com

چھٹکارا حاصل نہ کر سکے جس کی وجہ سے تبدیل شدہ احکام میں پوری طرح ترمیم نہ ہو سکی، اور مرکز سے دُور علاقوں میں بہت سے غلط سلط اَحکام رواج پا گئے۔ البتہ وہ طبقہ جو آپؑ سے وابستہ تھا، وہ آپؑ سے احکامِ شریعت کو دریافت کرتا تھا اور اُنھیں محفوظ رکھتا تھا جس کی وجہ سے صحیح احکام نابود اور غلط مسائل ہمہ گیر نہ ہو سکے۔

Presented by Ziaraat.Com

تیسری فصل

انتظامی سیاست

الف: ہر جگہ سچائی کو اہمیت دینا

۱۹۷- حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

• هَيْهَاتَ! لَوْلَا التُّقٰى لَكُنْتُ أَدْهَى الْعَرَبِ

"اگر تقویٰ کے تقاضے مدنظر نہ ہوتے تو میں عرب کا سب سے ہوشیار فرد ہوتا"۔ (الکافی: جلد ۸، ص ۲۴، حدیث ۴)

۱۹۸- آپؑ ہی کا فرمان ہے:

وَاللهِ مَا مُعَاوِيَةُ بِأَدْهٰى مِنِّي، وَلٰكِنَّهُ يَغْدِرُ وَيَفْجُرُ، وَلَوْلَا كَرَاهِيَةُ الْغَدْرِ لَكُنْتُ مِنْ أَدْهَى النَّاسِ وَلٰكِنْ كُلُّ غُدَرَةٍ فُجَرَةٌ، وَكُلُّ فُجَرَةٍ كُفَرَةٌ، وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ، يُعْرَفُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَاللهِ مَا أُسْتَغْفَلُ بِالْمَكِيدَةِ، وَلَا أُسْتَغْمَزُ بِالشَّدِيدَةِ

"خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ چلتا پرزہ اور ہوشیار نہیں ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ وہ غداریوں سے چوکتا نہیں اور بدکرداریوں سے باز نہیں آتا۔ اور اگر مجھے عیاری و غداری سے نفرت نہ ہوتی تو میں سب لوگوں سے زائد ہوشیار اور زیرک ہوتا، لیکن ہر غداری گناہ اور ہر گناہ حکمِ الٰہی کی نافرمانی ہے۔ چنانچہ قیامت کے دن ہر غدار کے ہاتھوں میں ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

خدا کی قسم! مجھے ہتھکنڈوں سے غفلت میں نہیں ڈالا جاسکتا اور نہ سختیوں سے دبایا جاسکتا ہے"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۸)

Presented by Ziaraat.Com

ب: حق کی پاسداری

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کے نام جو مکتوب لکھا تھا اس میں آپؑ نے یہ نصیحت بھی کی تھی:

أَلزِمِ الحَقَّ مِن كَرِمِهِ مِنَ الْقَرِيبِ وَالبَعِيدِ وَكُن فِي ذٰلِكَ صَابِرًا مُحتَسِبًا ،وَاقِعًا ذٰلِكَ مِن قَرَابَتِكَ وَخَاصَّتِكَ حَيثُ وَقَعَ وَابتَغِ عَاقِبَتَهُ بِمَا يَثقُلُ عَلَيكَ مِنهُ فَإِنَّ مَغَبَّةَ ذٰلِكَ مَحمُودَةٌ

"اور جس پر جو حق عائد ہوتا ہے اُس پر اُسی حق کو نافذ کرنا چاہیے۔ وہ تمھارا اپنا ہوگا یا بیگانہ اور اُس کے بارے میں تحمل سے کام لینا چاہیے اور ثواب کا اُمیدوار رہنا چاہیے۔ اس کی زد تمھارے کسی قریبی عزیز یا کسی مصاحب پر کیسی ہی پڑتی ہو اور اُس میں تمھاری طبیعت کو جو گرانی محسوس ہو اُس کے اُخروی نتیجہ کو پیش نظر رکھنا کہ اس کا انجام بہرحال اچھا ہوگا"۔ (نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳)

ج: قانون سب کے لیے برابر ہے

۲۰۰- کتاب الغارات میں مذکور ہے کہ ایک شاعر تھا جسے نجاشی کہا جاتا تھا۔ وہ اپنے اشعار میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی مدح سرائی کرتا تھا اور آپؑ کے دشمنوں کی ہجو کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے کوفہ میں شراب پی۔ حضرت علی علیہ السلام نے یہ نہیں دیکھا کہ یہ ہمارا درباری شاعر ہے۔ آپؑ نے تمام عواقب کی پرواہ کیے بغیر اُس پر شرعی حد نافذ کی۔ وہ ناراض ہوکر معاویہ کے پاس چلا گیا اور اُس نے حضرت علی علیہ السلام کی ہجو لکھی۔

جب آپؑ نے نجاشی پر حد جاری کی تو اُس کے یمنی ساتھیوں کو یہ بات بُری محسوس ہوئی۔ اُس کا ایک دوست جس کا نام طارق بن عبداللہ بن کعب بن اُسامہ نہدی تھا، وہ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا: مولاؑ! کم از کم اطاعت گزار اور نافرمان میں فرق تو ہونا چاہیے۔ آپؑ نے اُس پر حد جاری کر کے ہمیں اذیت دی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اُس کی کوئی پرواہ نہ کی اور فرمایا: جو بھی شخص حرماتِ الٰہی کی ہتک کرے گا تو ہم اُس پر حد جاری کریں گے اور یہ حد اُس کے گناہ کا کفارہ ثابت ہوگی۔(الغارات جلد ۲،ص ۵۳۳ و ۵۳۹)

د: عدمِ مداہنت

۲۰۱- رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِرْفَعُوا اَلسِنَتَكُمْ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ فَاِنَّهُ خَشِنٌ فِي ذَاتِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ غَيْرُ مُدَاهِنٍ فِي دِيْنِهِ

"اپنی زبانوں کو علیؑ بن ابی طالبؑ سے دُور رکھو، وہ ذاتِ خداوندی کے متعلق نہایت سخت ہے اور دین میں مداہنت کرنے والا نہیں ہے"۔(ارشاد: جلد اوّل، ص ۱۷۳)

۲۰۲- کتاب حلیۃ الاولیاء میں عبدالواحد دمشقی سے روایت ہے: حوشب خیری نے جنگِ صفین میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے کہا:

اے فرزندِ ابوطالبؑ! آپؑ ہم سے سروکار نہ رکھیں۔ آپؑ کو خدا کا واسطہ! آپؑ ہمارے اور اپنے اُوپر رحم کھائیں۔ آپؑ عراق اپنے پاس رکھ لیں اور شام ہمارے سپرد کردیں۔ اس طرح سے امن قائم ہوجائے گا اور مسلمانوں کے خون نہیں بہیں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اے فرزندِ اُمِ ظلیم! خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ دین میں مداہنت کی گنجائش ہے تو میں ضرور ایسا کرتا اور یہ کام میرے لیے آسان ثابت ہوسکتا تھا، لیکن اللہ نے اہلِ قرآن کے لیے مداہنت اور خاموشی کی اجازت نہیں دی ہے، اس سے خدا کی نافرمانی ہوتی ہے۔(حلیۃ الاولیاء، جلد اوّل، ص ۸۵)

ہ: تنظیمی اُمور

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے حضرت مالک اشترؓ کو نظامِ مملکت چلانے کے لیے جو

Presented by Ziaraat.Com

دستاویز لکھ کر دی تھی اُس میں یہ کلمات بھی شامل ہیں:

وَأَمضِ لِكُلِّ يَومٍ عَمَلَهُ فَإِنَّ لِكُلِّ يَومٍ مَا فِيهِ، إِيَّاكَ وَالعَجَلَةَ بِالأُمُورِ قَبلَ أَوَانِهَا، أَو التَّسَقُّطَ فِيهَا عِندَ إِمكَانِهَا، أَو اللَّجَاجَةَ فِيهَا إِذَا تَنَكَّرَت، أَوِ الوَهنَ عَنهَا إِذَا استَوضَحَت، فَضَعَ كُلَّ أَمرٍ مَوضِعَهُ وَأَوقِع كُلَّ أَمرٍ مَوقِعَهُ

''روز کا کام اسی روز ختم کر دیا کرو کیونکہ ہر دن اپنے ہی کام کے لیے مخصوص ہوتا ہے..... دیکھو! وقت سے پہلے کسی کام میں جلد بازی نہ کرو اور جب اس کا موقع آجائے تو پھر کمزوری نہ دکھاؤ۔ جب صحیح صورتِ حال سمجھ میں نہ آئے تو اُس پر اصرار نہ کرو اور جب طریق کار واضح ہو جائے تو پھر سُستی نہ کرو۔ ہر چیز کو اُس کی جگہ پر رکھو اور ہر کام کو اُس کے موقع پر انجام دو''۔ (نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳ سے اقتباس)

و: باصلاحیت عُمّال کا انتخاب

مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام نے حضرت مالک اشترؓ کے نام اپنے مکتوب میں لکھا:

فَاصطَفِ لِوِلَايَةِ أَعمَالِكَ أَهلَ الوَرَعِ وَالعِلمِ وَالسِّيَاسَةِ

''اپنے معاملات چلانے کے لیے ایسے افراد کا انتخاب کرنا جو اہلِ تقویٰ، اہلِ علم اور اہلِ سیاست ہوں''۔ (تحف العقول: ص ۱۳۷)

ز: فاسد افراد کو حکومت کا حصّہ نہیں بنانا چاہیے

۲۰۵- سیّد الاوصیاء علیہ السلام نے فرمایا:

آفَةُ الأَعمَالِ عَجزُ العُمَّالِ

''عُمّال کی عاجزی اعمال کے لیے آفت ہے''۔ (غرر الحکم، حدیث ۳۹۵۸)

۲۰۶- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: (خلافت کے ابتدائی ایام میں) مغیرہ بن شعبہ نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ میں شام کا حاکم معاویہ کو رہنے دو اور مدینہ پر خود اُسے (مغیرہ

Presented by Ziaraat.Com

بن شعبہ) حاکم مقرر کروں۔

میں نے اس کی درخواست کو ٹھکرا دیا اور کہا: خدا مجھے گمراہ کرنے والے عناصر کو قوتِ بازو بناتے ہوئے نہ دیکھے۔ (دعائم الاسلام: جلد ۲، ص ۵۳۱، حدیث ۱۸۹)

۲۰۷- امام المتقین علیہ السلام نے اُہواز میں اپنے قاضی رفاعہ کے نام خط میں یہ تحریر فرمایا:

"اے رفاعہ! جان لو یہ حکومت امانت ہے، جس نے اس امانت میں خیانت کی اُس پر روزِ قیامت تک اللہ کی لعنت ہوگی اور جس نے خائن کو عہدہ دیا تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا و آخرت میں اُس سے بے زار ہوں گے"۔

ح: ملازمین کو معقول تنخواہ دینی چاہیے

۲۰۸- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کے نام اپنی دستاویز میں فرمایا:

"پھر اُن کی تنخواہوں کا معیار بلند رکھنا، کیونکہ اس سے اُنھیں اپنے نفوس کے درست رکھنے میں مدد ملے گی اور وہ اس مال سے بے نیاز ہوں گے جو ان کے ہاتھوں میں بطورِ امانت ہوگا۔ اس کے بعد بھی وہ تمھارے حکم کی خلاف ورزی یا امانت میں رخنہ اندازی کریں تو تمھاری حجت اُن پر قائم ہوگی"۔ (نہج البلاغہ مکتوب ۵۳ سے اقتباس)

ج: ملازمین کی دیکھ بھال کے لیے مخبر مقرر کرنے چاہییں

۲۰۹- مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کے نام اپنے خط میں تحریر فرمایا:

ثُمَّ انظُر فِي أُمورِ عُمَّالِكَ فَاستَعمِلهُم اِختِيارًا ..... ثُمَّ تَفَقَّد أَعمَالَهُم، وَابعَثِ العُيونَ مِن أَهلِ الصِّدقِ وَالوَفَاءِ عَلَيهِم، فَإِنَّ تَعَاهُدَكَ فِي السِّرِّ لِأُمُورِهِم حَدوَةٌ لَهُم عَلى استِعمَالِ الأَمَانَةِ، وَالرِّفقِ بِالرَّعِيَّةِ، وَتَحَفَّظ مِنَ الأَعوَانِ، فَإِن أَحَدٌ مِنهُم بَسَطَ يَدَهُ إِلى خِيَانَةٍ اِجتَمَعَت بِهَا عَلَيهِ عِندَكَ أَصَابَ

Presented by Ziaraat.Com

مِن عَمَلِهِ ثُمَّ نَصِبتَهُ بِمَقَامِ المَذَلَّةِ، وَوَسَمتَهُ بِالخِيَانَةِ، وَقَلَّدتَهُ عَارَ التُّهَمَةِ (مکتوب ۵۳ سے اقتباس)

"پھر اپنے عہدہ داروں کے بارے میں نظر رکھنا، ان کی خوب آزمائش کے بعد منصب دینا، پھر اِن کے کاموں کو دیکھتے بھالتے رہنا اور سچے اور وفادار مخبروں کو اُن پر چھوڑ دینا، کیونکہ خفیہ طور پر اِن کے اُمور کی نگرانی اُنھیں امانت کے برتنے اور رعیت کے ساتھ نرم رویہ رکھنے کا باعث ہوگی۔ خائن مددگاروں سے اپنا بچاؤ کرتے رہنا۔ اگر اُن میں سے کوئی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور متفقہ طور پر جاسوسوں کی اطلاعات تم تک پہنچ جائیں تو شہادت کے لیے اُسے کافی سمجھنا۔ اسے جسمانی طور پر سزا دینا اور جو کچھ اس نے اپنے عہدہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سمیٹا ہے، اسے واپس لینا اور اسے ذلت کی منزل پر کھڑا کر دینا اور خیانت کی رُسوائیوں کے ساتھ اسے روشناس کرانا اور ننگ اور رُسوائی کا طوق اُس کے گلے میں ڈال دینا"۔

ی: نیکوکار کی حوصلہ افزائی اور بدکار کو سزا ضروری ہے

حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کے نام خط میں تحریر فرمایا:

وَلَا يَكُونُ المُحسِنُ وَالمُسِيءُ عِندَكَ بِمَنزِلَةٍ سَوَاءٍ، فَإِنَّ فِي ذٰلِكَ تَزهِيدًا لِأَهلِ الإِحسَانِ فِي الإِحسَانِ، وَتَدرِيبًا لِأَهلِ الإِسَاءَةِ عَلَى الإِسَاءَةِ، وَأَلزِم كُلًّا مِنهُم مَا أَلزَمَ نَفسَهُ

"تمھارے نزدیک نیکوکار اور بدکار دونوں برابر نہ ہوں، اس لیے کہ ایسا کرنے سے نیکوں کو نیکی سے بے رغبت کرنا اور بدوں کو بدی پر آمادہ کرنا ہے۔ ہر شخص کو اُس کی منزلت پر رکھو، جس کا وہ مستحق ہے"۔ (نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳ سے اقتباس)

Presented by Ziaraat.Com

خائن حکام کے ساتھ سلوک

الف: اَشعث بن قیس

یہ شخص حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں آذربائیجان کا حاکم تھا۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اُسے معزول کر دیا تھا۔

آپؑ نے اُس بلا کر فرمایا: تم نے آج تک جو لوٹ کھسوٹ کی ہے وہ لوٹی ہوئی دولت بیت المال میں جمع کروا دو، ورنہ میں تلوار سے تیری گردن اُڑا دوں گا۔ اُس نے ساری لوٹی ہوئی دولت واپس کر دی۔

کسی نے کہا: تو علیؑ کی ایک دھمکی سے اتنا مرعوب کیوں ہوا؟

اُس نے جواب دیا: میں جانتا ہوں کہ علیؑ صرف دھمکی نہیں دیتے جو کہتے ہیں وہ کر دکھاتے ہیں۔ (نثر الدر، جلد اوّل، ص ۲۹۲)

ب: زیاد بن اُبیہ

یہ شخص امیر المومنین علی علیہ السلام کے عہد میں صوبہ فارس کے شہر اصطخر کا والی تھا۔ حضرتؑ کو اس کے متعلق کچھ شکایات موصول ہوئیں۔ آپؑ نے بطورِ انتباہ اُسے یہ خط تحریر فرمایا:

اِنِّی اُقسِمُ بِاللهِ قَسَمًا صَادِقًا ، لَئِنِ بَلَغَنِی اَنَّكَ خُنتَ مِن فَیءِ الْمُسلِمِینَ شَیئًا صَغِیرًا اَو کَبِیرًا لَاَشُدَّنَّ عَلَیكَ شِدَّةً تَدَعُكَ قَلِیلَ الوَفرِ ، ثَقِیلَ الظَّهرِ ، ضَئِیلَ الأَمرِ ، وَالسَّلَامُ

"میں اللہ کی سچی قسم کھاتا ہوں کہ اگر مجھے یہ پتہ چل گیا کہ تو نے مسلمانوں کے مال میں خیانت کرتے ہوئے کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں ہیر پھیر کیا ہے تو پھر یاد رکھ! میں ایسی مار ماروں گا جو تمھیں تہی دست، بوجھل پیٹھ والا اور بے آبرو کر کے چھوڑے گی"۔ (نہج البلاغہ، مکتوب ۲۰، زیاد بن اُبیہ کے نام)

Presented by Ziaraat.Com

ج: خائن عُمال کی برطرفی

۲۱۳- استیعاب میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام دین دار اور امین افراد کو حاکم مقرر کرتے تھے۔ اور اگر کسی حاکم کی خیانت کا پتہ چلتا تو آپؑ اُسے اس مضمون کا خط لکھتے تھے:

قَدْ جَاءَ تكُمْ بَيِّنَةٌ مِن رَبِّكُمْ فَأَوفُوا الكَيلَ وَالمِيزَانَ بِالْقِسطِ وَلَا تَبخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوا فِي الْأَرْضِ مُفسِدِينَ. بَقِيَّةُ اللهِ خَيرٌ لَكُمْ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ. إِذَا أَتَاكَ كِتَابِي هٰذَا فَاحتَفِظ بِمَا فِي يَدَيكَ مِن أَعْمَالِنَا حَتّٰى نَبعَثَ إِلَيكَ مَن يَتَسَلَّمُهُ مِنكَ. ثُمَّ يَرفَعُ طَرفَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَقُولُ: اَللّٰهُمَّ تَعلَمُ أَنِّي لَم آمُرهُمْ بِظُلمِ خَلقِكَ وَلَا بِتَركِ حَقِّكَ

"تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے، لہٰذا تم ناپ تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں اِصلاح ہو چکی ہے تو اس میں فساد نہ پھیلاؤ۔

خدا کی طرف سے باقی ماندہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔ میں تم پر نگہبان تو نہیں ہوں۔ جب تمھیں میرا یہ خط موصول ہو تو تمام معاملات کو اپنے ہاتھوں میں محفوظ کر لو۔ ہمارا نمایندہ آ کر تم سے وہ تمام چیزیں وصول کرے گا۔

پھر آپؑ آسمان کی طرف نگاہ کر کے کہا کرتے تھے: خدایا! تُو جانتا ہے میں نے اُنھیں تیری مخلوق پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ہی تیرے حق کے چھوڑنے کا حکم دیا تھا"۔ (نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳ سے اقتباس)

جب آپؑ اپنے عُمال کو روانہ کرتے تو آپؑ اُنھیں بہت سی نصیحتیں کیا کرتے تھے اور وہ نصائح کتب میں مذکور ہیں۔ ہم اُنھیں نقل کر کے کتاب کا حجم نہیں بڑھانا چاہتے۔

Presented by Ziaraat.Com

م: خائن عمّال کو سزا

۲۱۴-حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کو اپنے خط میں لکھا تھا:

فَإِن أَحَدٌ مِنهُم بَسَطَ يَدَهُ إِلَى خِيَانَةٍ اجتَمَعت بِهَا اخبَارُ عُيُونِكَ، اكتَفيتَ بِذٰلِكَ شَاهِدًا، فَبَسَطتَ عَلَيهِ العُقوبَةَ فِي بَدَنِهِ، وَأَخَذتَهُ بِمَا أَصَابَ مِن عَمَلِهِ، ثُمَّ نَصَبتَهُ بِمَقَامِ المَذَلَّةِ، وَوَسَمتَهُ بِالخِيَانَةِ، وَقَلَّدتَهُ عَارَ التُّهَمَةِ

"اگر ان میں سے کوئی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور متفقہ طور پر جاسوسوں کی اطلاع تم تک پہنچ جائے تو شہادت کے لیے اُسے جسمانی طور پر سزا دینا۔ اور جو کچھ اُس نے اپنے عہدہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سمیٹا ہے، اُسے واپس لینا اور اُسے ذلت کی منزل پر کھڑا کر دینا اور خیانت کی رُسوائیوں کے ساتھ اُسے روشناس کرانا اور ننگ اور رُسوائی کا طوق اُس کے گلے میں ڈال دینا"۔

Presented by Ziaraat.Com

چوتھی فصل

ثقافتی سیاست

الف: تعلیم و تربیت کی توسیع

۲۱۵-مولائے متقیان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

عَلَى الْإِمَامِ أَنْ يُعَلِّمَ أَهْلَ وِلَايَتِهِ حُدُودَ الْإِسْلَامِ وَالْإِيمَانِ

''امام علیہ السلام کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعیت کو اسلام و ایمان کے حدود کی تربیت دے''۔(غرر الحکم، حدیث ۶۱۹۹)

۲۱۶-امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے عامل مکہ قثم بن عباس کو یہ خط لکھا تھا:

فَأَقِمْ لِلنَّاسِ الْحَجَّ ، وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللهِ وَاجْلِسْ لَهُمُ الْعَصْرَيْنِ، فَأَفْتِ الْمُسْتَفْتِيَ، وَعَلِّمِ الْجَاهِلَ، وَذَاكِرِ الْعَالِمَ

''لوگوں کے لیے حج کے قیام کا سروسامان کرو اور اللہ کے یادگار دنوں کی یاد دلاؤ اور لوگوں کے لیے صبح و شام اپنی نشست قرار دو۔ مسئلہ پوچھنے والے کو مسئلہ بتاؤ اور جاہل کو تعلیم دو اور عالم سے تبادلۂ خیالات کرو''۔(نہج البلاغہ، مکتوب ۶۷)

۲۱۷-حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے:

''امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا دستور تھا کہ آپؑ نمازِ فجر پڑھ کر طلوعِ آفتاب تک مسجد میں بیٹھ کر تعقیبات کیا کرتے تھے۔ آفتاب طلوع کرتا تو آپؑ کے پاس فقراء و مساکین اور دوسرے لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ آپؑ انھیں فقہ اور قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ آپؑ کی یہ مجلس کافی دیر تک جاری رہتی تھی''۔(شرح نہج البلاغہ، جلد ۴، ص ۱۰۹)

Presented by Ziaraat.Com

ب: عمدہ رسومات کو جاری رہنا چاہیے

۲۱۸-حضرت علی علیہ السلام نے اپنے عامل مالک اشترؓ کے نام خط میں لکھا:

لَا تَنقُضْ سُنَّةً صَالِحَةً عَمِلَ بِهَا صُدُورُ هٰذِهِ الأُمَّةِ، وَاجتَمَعَت بِهَا الأُلفَةُ، وَصَلَحَت عَلَيهَا الرَّعِيَّةُ، وَلَا تُحدِثَنَّ سُنَّةً تَضُرُّ بِشَيءٍ مِن مَاضِي تِلكَ السُّنَنِ، فَيَكُونَ الأَجرُ لِمَن سَنَّهَا، وَالوِزرُ عَلَيكَ بِمَا نَقَضتَ مِنهَا ... وَالوَاجِبُ عَلَيكَ أَن تَتَذَكَّرَ مَا مَضَى لِمَن تَقَدَّمَكَ مِن حُكومَةٍ عَادِلَةٍ أَوْ سُنَّةٍ فَاضِلَةٍ أَو أَثَرٍ عَن نَبِيِّنَا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، أَو فَرِيضَةٍ فِي كِتَابِ اللهِ

"دیکھو کسی اچھے طور طریقے کو ختم نہ کرنا کہ جس پر اُس اُمت کے بزرگ چلتے رہے ہیں اور جس سے اتحاد و یک جہتی اور رعیت کی اصلاح ہوئی ہو اور ایسے طریقے ایجاد نہ کرنا جو پہلے طریقوں کو ضرر پہنچائیں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو نیک روش کے قائم کرجانے والوں کو تو ثواب ملتا رہے گا، مگر ان کے ختم کرنے کا گناہ تمھاری گردن پر ہوگا۔ تمھارے لیے لازم ہے کہ گذشتہ زمانے کی چیزوں کو یاد رکھو خواہ وہ کسی عادل حکومت کا طریق کار ہو یا کوئی اچھا عمل درآمد ہو، یا پھر رسولؐ اللہ کی کوئی حدیث ہو یا کتاب اللہ میں درج شدہ کوئی فریضہ ہو"۔ (نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳)

ج: غلط رسومات کا خاتمہ کرنا چاہیے

۲۱۹-مولائے کائنات علی علیہ السلام نے فرمایا:

اِعلَم أَنَّ أَفضَلَ عِبَادِ اللهِ عِندَ اللهِ إِمَامٌ عَادِلٌ هُدِيَ وَهَدَى فَأَقَامَ سُنَّةً مَعلومَةً، وَأَمَاتَ بِدعَةً مَجهولَةً، وَ إِنَّ السُّنَنَ لَنَيِّرَةٌ لَهَا أَعلَامٌ، وَإِنَّ البِدَعَ لَظَاهِرَةٌ لَهَا أَعلَامٌ

"یاد رکھو! اللہ کے نزدیک سب بندوں سے بہتر وہ انصاف پرور حاکم ہے جو خود بھی ہدایت یافتہ ہو اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے اور جانی پہچانی

Presented by Ziaraat.Com

سنت کو مستحکم کرے اور انجانی بدعتوں کو فنا کرے۔ سنتوں کے نشانات جگمگا رہے ہیں اور بدعتوں کی علامتیں بھی واضح ہیں"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۶۲ سے اقتباس)

د: تعریف وتوصیف کے بجائے مثبت تنقید کی حوصلہ افزائی

۲۲۰- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کے نام خط میں یہ تحریر فرمایا:

فَاتَّخِذْ أُولٰئِكَ خَاصَّةً لِخَلَوَاتِكَ وَحَفَلَاتِكَ، ثُمَّ لْيَكُنْ أَثْرَهُمْ عِنْدَكَ أَقْوَلَهُمْ بِمُرِّ الْحَقِّ لَكَ، وَأَقَلَّهُمْ مُسَاعَدَةً فِيمَا يَكُونُ مِنْكَ مِمَّا كَرِهَ اللهُ لِأَوْلِيَائِهِ، وَاقِعًا ذٰلِكَ مِنْ هَوَاكَ حَيْثُ وَقَعَ، وَالصَّقِ بِأَهْلِ الْوَرَعِ وَالصِّدْقِ، ثُمَّ رُضْهُمْ عَلٰى أَلَّا يُطْرُوكَ وَلَا يُبَجِّحُوكَ بِبَاطِلٍ لَمْ تَفْعَلْهُ: فَإِنَّ كَثْرَةَ الْإِطْرَاءِ تُحْدِثُ الزَّهْوَ، وَتُدْنِي مِنَ الْعِزَّةِ

"جن لوگوں نے سابقہ اَدوار میں ظالموں کا ساتھ نہ دیا ہو تو تم ان لوگوں کو اپنی خلوت وجلوت میں اپنا مصاحب خاص بنانا۔ پھر تمھارے نزدیک ان میں زیادہ ترجیح اُن لوگوں کو ہونی چاہیے کہ جو حق کی کڑوی باتیں تم سے کھل کر کہنے والے ہوں۔ ان چیزوں میں کہ جنھیں اللہ اپنے مخصوص بندوں کے لیے ناپسند کرتا ہے۔ تمھاری بہت کم مدد کرنے والے ہوں چاہے وہ تمھاری خواہشوں سے کتنی ہی میل کھاتی ہوں۔ اپنے آپ کو پرہیزگاروں اور راست بازوں سے وابستہ رکھنا۔ پھر اُنھیں ان کا عادی بنانا کہ وہ تمھارے کسی کارنامے کے بغیر تمھاری تعریف کرکے تمھیں خوش نہ کریں، کیونکہ زیادہ مدح سرائی غرور پیدا کرتی ہے اور سرکشی کی منزل کے قریب کردیتی ہے"۔ (نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳ سے اقتباس)

Presented by Ziaraat.Com

پانچویں فصل

اقتصادی سیاست

الف: کام کام فقط کام

۲۲۱-شاہِ نجف علیہ السلام کا فرمان ہے: "جب سُستی اور عاجزی آپس میں مل جائیں تو نتیجہ میں فقر پیدا ہوتا ہے"۔ (الکافی: جلد ۵، ص ۸۶، حدیث ۸)

۲۲۲-اللہ کی راہ میں افضل جہاد یہ ہے کہ انسان صبح سویرے گھر سے نکلے اور اپنے بیوی بچوں کے لیے رزق تلاش کرے۔ (السرائر، جلد ۲، ص ۲۲۸)

۲۲۳-شرح نہج البلاغہ میں معتزلی لکھتے ہیں:

"امیر المومنین علی علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے۔ آپؑ زمین پر ہل چلاتے تھے اور زمین کو پانی دیتے تھے اور کھجوریں کاشت کرتے تھے۔ یہ سب کچھ آپؑ بنفسِ نفیس سرانجام دیتے تھے"۔ (شرح نہج البلاغہ، جلد ۱۵، ص ۱۴۷)

ب: نہروں کی بھل صفائی

۲۲۴-امام علیہ السلام نے اپنے ایک عامل قرظہ بن کعب انصاری کو لکھا:

"تیری رعیت کے کچھ ذمی افراد نے بیان کیا ہے کہ پہلے وہاں ایک نہر ہوتی تھی لیکن کسی نے اس پر توجہ نہ دی۔ وہ دفن ہوگئی۔ تمھیں نصیحت کی جاتی ہے کہ نہر کی اِصلاح کر کے اُسے جاری کرو۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اہلِ ذمہ وہاں کاشت کاری کریں اور علاقہ نہ چھوڑیں"۔ والسلام! (تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۲۰۳)

ج: زراعت کی ترقی

۲۲۵-امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

Presented by Ziaraat.Com

مخلوق کی معیشت پانچ چیزوں سے وابستہ ہے:

① امارت ② آبادکاری ③ تجارت ④ مزدوری ⑤ صدقات

جہاں تک آبادکاری کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا (ہود:۶۱)

"اُس نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور تمھیں اس میں آباد کیا"۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ اُس نے اپنے بندوں کو آبادکاری کا حکم دیا ہے، تاکہ وہ ان کی معیشت کا سبب بن سکے اور خدا نے زمین سے غلہ جات اور پھل پیدا کر کے مخلوق کی معیشت کا انتظام کیا ہے۔ [1]

د: صنعتی ترقی

۲۲۶-امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

"صنعت وحرفت آدمی کے لیے ایک خزانہ ہے"۔ [2]

۲۲۷-مولائے کائنات کا فرمان ہے:

"یقیناً اللہ تعالیٰ حرفت والے امین شخص سے محبت کرتا ہے"۔ [3]

ہ: تجارتی ترقی

۲۲۸-تجارت کا پیشہ اپناؤ، لوگوں کے ہاتھوں سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔ [4]

۲۲۹-امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے آزاد شدہ غلاموں سے فرمایا:

"تجارت کرو، خدا تمھیں برکت دے گا۔ میں نے رسولِ خدا سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: رزق کے دو حصے ہیں: نو حصے تجارت میں ہیں اور دسواں

---

[1] وسائل الشیعہ: جلد ۱۳، ص ۱۹۵، حدیث ۱۰

[2] مواعظ عددیہ، ص ۵۵

[3] الکافی: جلد ۵، ص ۱۱۳، حدیث اوّل

[4] الکافی: جلد ۵، ص ۱۴۹، حدیث ۹

Presented by Ziaraat.Com

حصہ باقی کام کاج میں ہے"۔ ①

و: مارکیٹ پر براہِ راست نظر رکھنا

۲۳۰- کتاب "عالم الاسلام" میں مرقوم ہے کہ مولائے متقیانؑ بازار میں جاتے تھے۔ آپؑ کے ہاتھ میں دُرّہ ہوتا تھا جس سے آپؑ ہر کم فروش اور ملاوٹ کرنے والے کو سزا دیتے تھے۔

اصبغ بن نباتہؓ کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے آپؑ سے گزارش کی کہ آپؑ گھر میں تشریف رکھیں اور آپؑ کے بدلے میں یہ کام کراؤں گا۔

آپؑ نے فرمایا: اصبغؓ! تم نے یہ مشورہ دے کر مجھ سے خیر خواہی نہیں کی۔ ②

۲۳۱- ربیع الابرار میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام بازار میں دکانداروں کے پاس سے گزرتے تھے اور فرماتے تھے:

"بھلائی کرو، مسلمانوں کو سستا مال دو۔ اس میں عظیم برکت ہے"۔ ③

ز: ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

۲۳۲- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے عامل "رفاعہ" کو لکھا کہ تاجروں کو ذخیرہ اندوزی سے منع کرو اور جو حکم سننے کے بعد حکم کی خلاف ورزی کرے تو اُسے سزا دو اور ذخیرہ اندوزی پر علیحدہ سزا دو۔ ④

ح: لگان کی وصولی کی سیاست

۲۳۳- الکافی میں مہاجر سے روایت ہے، اُس نے بنی ثقیف کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے مجھے "بانقیا" (کوفہ کے نواح میں ایک گاؤں ہے)

---

① الکافی: جلد ۵، ص ۳۱۹، حدیث ۵۹

② دعائم الاسلام: جلد ۲، ص ۳۶، حدیث ۸۰

③ ربیع الابرار: جلد ۴، ص ۳۶، حدیث ۸۰

④ دعائم الاسلام: جلد ۲، ص ۳۶، حدیث ۸۰

Presented by Ziaraat.Com

اور سوادِ کوفہ پر لگان وصول کرنے کی ڈیوٹی لگائی۔ ایک دن آپؑ نے لوگوں کی موجودگی میں مجھے فرمایا:

"اپنے خراج پر نگاہ کرو اور کسی کو بھی ایک درہم نہ چھوڑو۔ اور جب اپنے کام پر جانے کا ارادہ کرو تو پہلے مجھے مل لیا کرو"۔

میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

"تم نے جو کچھ مجھ سے سنا ہے، یہ لوگوں کو ڈرانے، دھمکانے کے لیے تھا۔ خبردار! لگان کے لیے کسی مسلمان، یہودی یا نصرانی کو مت مارنا اور کسی کو اتنا مجبور نہ کرنا کہ وہ اپنی ضرورت کے جانور کو بیچنے پر مجبور ہو جائے۔ ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم لوگوں کی اضافہ کمائی سے خراج وصول کریں۔ (الکافی: جلد ۳، ص ۵۴۰، حدیث ۸)

ط: بیت المال کی مساویانہ تقسیم

۲۳۴- الکافی میں ابومخنف سے روایت ہے کہ کچھ شیعہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُنھوں نے کہا: آپؑ بیت المال کی رقم مشاہیر افراد اور طبقۂ اشرافیہ میں تقسیم کریں اور اُنھیں ہم پر برتری دیں اور جب حالات پُرسکون ہو جائیں تو دوبارہ مساویانہ تقسیم پر عمل شروع کر دیں۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا: تم پر افسوس ہے! کیا تم مجھے یہ کہنے آئے ہو کہ میں اپنی مسلمان رعایا پر ظلم و جور کر کے لوگوں سے مدد طلب کروں؟

خدا کی قسم! جب تک داستان گو داستانیں سنائیں گے اور جب آسمان پر ستارے نمودار ہوتے رہیں گے، میں ایسا نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر یہ مال میرا ذاتی بھی ہوتا تو بھی میں مساویانہ تقسیم کرتا جب کہ مال تو مسلمانوں کا ہے۔ (الکافی: جلد ۴، ص ۳۱، حدیث ۳)

صدرِ اسلام میں مال کیسے تقسیم کیا جاتا تھا؟

ہر مسلمان لفظ بیت المال سے بخوبی آگاہ ہے۔ اس سے مراد حکومتی خزانہ ہے۔ صدرِ اسلام میں بیت المال کی دولت دو طرح سے تقسیم کی جاتی تھی:

Presented by Ziaraat.Com

① مخصوص عنوان کے عمومی نفقات

اس میں غرباء، مساکین، عاجزوں، خاندانِ شہدا کی کفالت اور ملازمین کی تنخواہیں شامل ہیں۔ ملازمین کی فہرست میں جمعِ لشکر کے اخراجات، تعلیمی مصارف، صحت عامہ کی ضروریات، مقروضوں کے قرض کی ادائیگی اور ایسے مقتولین کی دیت جن کا کوئی ضامن نہ ہو اور آبادکاری جیسی ضروریات شامل ہیں۔

② ضروری اخراجات سے فاضل رقم

جب بیت المال سے ضروری اخراجات کے بعد کچھ رقم بچ جاتی تھی تو اُس رقم کو باقی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا اور اس تقسیم کے کچھ اصول تھے:

① تقسیم میں عدالت کا خیال

عمومی دولت کی تقسیم کے لیے اسلام میں دو معیار پائے جاتے ہیں:

پہلا معیار یہ ہے کہ اس دولت سے محروم اور کمزور طبقات کی دلجوئی کی جائے اور دوسرا معیار یہ ہے کہ تقسیم میں مساوات کا خصوصی خیال رکھا جائے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپؑ اسلامی تقسیم کے اصولوں پر پوری طرح سے عمل کرتے تھے اور آپؑ نے اپنے خطوط اور زبانی نصائح سے بیت المال کے کارندوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ بیت المال کی رقم کو مساویانہ انداز میں تقسیم کریں اور اس میں قریب و بعید، مرد و زن، عرب و عجم اور سابقین اسلام اور نئے مسلمانوں میں کوئی تفریق روا نہ رکھی جائے۔ حقوقِ عامہ کو زیادہ دیر تک روکا نہ جائے۔ آپؑ حقوقِ عامہ روکنے کی مذمت کرتے تھے اور اُن کی جلد ادائیگی کا حکم دیتے تھے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اس فعل میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے تھے۔ حضور سرورِ کائناتؐ کی سیرت یہ تھی کہ آپؐ آنے والی دولت کو فی الفور مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے اور اگر آپؐ کے پاس کچھ رقم بچ جاتی تھی تو آپؐ پریشان ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کا عہد حکومت فتوحات کا عہد تھا۔ چنانچہ جنگ و جدل اور جہاد کی وجہ سے

Presented by Ziaraat.Com

ایران و روم کی دولت سمٹ کر مدینہ آ گئی تھی۔

حضرت عمرؓ نے اس دولت کے لیے بیت المال تعمیر کرایا اور بیت المال سے مستفید ہونے والوں کی فہرستیں بنوائیں اور ہر سال کے آخر میں بیت المال کی رقم کو تقسیم کیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جو وظائف مقرر ہوئے تھے ان میں مساوات کا خیال نہیں رکھا گیا تھا۔ چنانچہ کچھ ایسے افراد بھی تھے جنھیں بیت المال سے سالانہ بارہ ہزار دینار ملتے تھے، جب کہ ایک عین انسان کو تین یا چار سو درہم ملتے تھے۔

اس غیر عادلانہ تقسیم سے مسلمانوں میں طبقاتی نظام نے جنم لیا تھا اور اس کے نتیجے میں طبقۂ اشرافیہ پیدا ہو گیا تھا۔ یہی اشرافیہ گروہ بعد میں مسلمانوں کے لیے وبالِ جان بن گیا تھا۔

جب حضرت علی علیہ السلام نے حکومت سنبھالی تو آپؑ نے اس سیاست کو چھوڑ دیا تھا اور آپؑ نے رسولِ اکرمؐ کی سیرت پر عمل کیا تھا۔ چنانچہ آپؑ ایک رات کی تاخیر پر بھی آمادہ نہیں تھے۔ آپؑ بیت المال کی رقم کو فوراً تقسیم کر دیتے تھے۔ آپؑ دولت کی ذخیرہ اندوزی کے قائل نہیں تھے۔

ی: بنیادی ضروریات ہر شخص کو فراہم تھیں

۲۳۵- حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے دورِ حکومت میں کوفہ کا ہر شخص خوش حال ہے۔ سب سے مفلس ترین انسان کو بھی گندم کی روٹی میسر ہے اور ہر شخص کو (چھت کا) سایہ میسر ہے اور ہر شخص کے پینے کے لیے دریائے فرات کا پانی موجود ہے۔ [1]

ک: پست طبقہ کی خبر گیری

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے عامل قثم بن عباس کو خط لکھا:

وَانظُر إِلَى مَا اجتَمَعَ عِندَكَ مِن مَالِ اللهِ فَاصرِفهُ إِلَى مَن قِبَلَكَ مِن ذَوِي العِيَالِ وَالمَجَاعَةِ، مُصِيبًا بِهِ مَوَاضِعَ الفَاقَةِ وَالخَلَّاتِ وَمَا فَضَلَ عَن ذٰلِكَ فَاحمِلهُ إِلَينَا لِنَقسِمَهُ فِيمَن قِبَلَنَا

"دیکھو! تمھارے پاس جو اللہ کا مال جمع ہو اُسے اپنی طرف کے عیال داروں

---

[1] فضائل الصحابہ، ابن حنبل، جلد اوّل، ص ۵۳۱، حدیث ۸۸۳

Presented by Ziaraat.Com

اور بھوکوں ننگوں تک پہنچاؤ۔ اس لحاظ کے ساتھ کہ وہ استحقاق اور احتیاج کے صحیح مرکزوں تک پہنچے اور جو اس سے بچ رہے اُسے ہماری طرف بھیج دو تا کہ ہم اُسے ان لوگوں میں بانٹیں جو ہمارے گرد جمع ہیں"۔ [1]

ل: یتامیٰ پر خصوصی شفقت

۲۳۷- ربیع الابرار میں ابی الطفیل سے منقول ہے کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ یتیموں کو دعوت دیتے تھے اور اُنھیں روٹی کے ساتھ شہد کھلاتے تھے۔ آپؑ کے کچھ اصحاب نے آپؑ کی یہ یتیم پروری دیکھی تو حسرت سے کہا: کاش! میں بھی یتیم ہوتا۔ [2]

م: اولاد اور رشتہ داروں کو ترجیح نہ دینا

① حسنین کریمین علیہما السلام

۲۳۸- انساب الاشراف میں داؤد بن ابی عوف سے روایت ہے: اُس نے قبیلۂ خثعم کے ایک شخص سے نقل کیا کہ میں نے حسنین کریمین علیہما السلام کو دیکھا کہ وہ سرکہ اور سلاد کے ساتھ روٹی کھا رہے تھے۔

میں نے کہا: اے شاہزادو! خزانہ بھرا ہوا ہے اور آپؑ اتنی سادہ سی غذا کھا رہے ہیں؟

دونوں شاہزادوں نے فرمایا: تجھے شاید امیر المومنینؑ کے رویہ کا علم نہیں ہے؟ [3]

۲۳۹- شرح نہج البلاغہ میں خالد بن معمر سدوسی کا بیان ہے کہ مجھ سے علباء بن ہیثم نے کہا: آپ اُس شخص کے متعلق کیا کہیں گے جن سے میں نے عرض کیا: آپ حسنؑ و حسینؑ کے وظائف میں اضافہ کریں، تا کہ وہ اچھی زندگی بسر کر سکیں۔

یہ سن کر آپؑ نے وظیفہ بڑھانے سے انکار کر دیا اور میری سفارش پر ناراض ہو گئے۔ [4]

---

[1] نہج البلاغہ، مکتوب ۶۷ سے انتخاب

[2] ربیع الابرار: جلد ۲، ص ۱۴۸

[3] انساب الاشراف: جلد ۲، ص ۳۷۵

[4] شرح نہج البلاغہ: جلد ۱۰، ص ۲۵۰

Presented by Ziaraat.Com

۲ حضرت اُمِ کلثوم سلام اللہ علیہا

۲۴۰- کتاب الاختصاص میں مرقوم ہے کہ بصرہ سے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں ایک سمندری دُر بھیجا گیا جس کی قیمت معلوم نہ تھی۔ آپؑ کی دختر حضرت اُمِ کلثوم سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: بابا جانؑ! اگر آپؑ اجازت دیں تو میں اُسے اپنی گردن میں پہن لوں؟

امیر المومنینؑ نے بیت المال کے خازن ابورافع کو بلا کر فرمایا: یہ موتی لے جاؤ اور بیت المال میں جا کر اُسے رکھ دو۔ پھر آپؑ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا: بیٹی! جب ہر مسلمان عورت ایسا موتی پہنے گی تو تمھیں بھی ایسا موتی ضرور دیا جائے گا۔ [1]

ن: بیت المال کے متعلق حساسیت

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام بیت المال کی اسٹیشنری ضائع کرنے کے بھی قائل نہیں تھے۔ آپؑ نے اپنے عُمال کو لکھا: "اپنی قلموں کی نب کو باریک بناؤ اور سطریں قریب قریب رکھو اور لایعنی کلام/ باتیں کرنے سے پرہیز کرو اور مقصد و معنی پر نظر رکھو اور خبردار! طویل کتابت سے پرہیز کرو کیونکہ مسلمانوں کا مال اس فضول خرچی کی اجازت نہیں دیتا"۔ [2]

۲۴۲- مکارم الاخلاق میں عقیل بن عبدالرحمٰن خولانی سے منقول ہے، اُس نے کہا: میری پھوپھی عقیلؑ بن ابی طالبؑ کی زوجہ تھی۔ میں کوفہ میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ گدھے کی پھٹی ہوئی زین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں امیر المومنینؑ کی وہ بیوی آئی جس کا تعلق بنی تمیم سے تھا۔ میں نے اُس سے کہا: تم پر افسوس ہے کہ تمھارا بیت المال تو دولت سے چھلک رہا ہے جب کہ امیر المومنینؑ پھٹی ہوئی زین پر سوار ہیں؟

بی بی نے جواب دیا۔ آپ ہمیں ملامت نہ کریں۔ اس میں ہمارا کیا دوش ہے۔ یہ جسے اچھا سمجھتے ہیں اُسے اُٹھا کر بیت المال میں جمع کر دیتے ہیں۔ [3]

---

[1] الاختصاص: ص ۱۵۱

[2] الخصال: ص ۳۱۰، حدیث ۸۵

[3] مکارم الاخلاق: جلد اوّل، ص ۲۸۶، حدیث ۸۹۴

Presented by Ziaraat.Com

چھٹی فصل

اجتماعی سیاست

الف: عدل کی پاسداری

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کے نام اپنے مکتوب میں لکھا:

وَلیَکُن أَحَبُّ الأُمُورِ اِلَیْكَ أَوسَطَهَا فِی الحَقِّ ، وَأَعَمَّهَا فِی الْعَدلِ، وَأَجمَعَهَا لِرِضَی الرَّعِیَّةِ ..... اِنَّ أَفضَلَ قُرَّةِ عَینِ الوُلَاةِ اسْتِقَامَةُ الْعَدلِ فِی الْبِلَادِ، وَظُهورُ مَوَدَّةِ الرَّعِیَّةِ

"تمہیں سب طریقوں سے زیادہ وہ طریقہ پسند ہونا چاہیے جو حق کے اعتبار سے بہترین، انصاف کے لحاظ سے سب کو شامل اور رعایا کے زیادہ سے زیادہ افراد کی مرضی کے مطابق ہو۔ حکمرانوں کے لیے سب سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ شہروں میں عدل و انصاف برقرار رہے اور رعایا کی محبت ظاہر ہوتی رہے"۔ [1]

ب: حقوق کی پاسداری

۲۴۴- ابوالائمہ حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

"اللہ تعالیٰ نے بندوں کے حقوق کو اپنے حقوق کی ادائیگی کا مقدمہ بنایا ہے۔ بندوں کے حقوق کی ادائیگی خدا کے حقوق کی ادائیگی تک پہنچا دیتی ہے"۔ [2]

ج: مثبت آزادی کی حوصلہ افزائی

۲۴۵- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

---

[1] نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳ سے اقتباس

[2] غرر الحکم، حدیث ۴۷۸۰

Presented by Ziaraat.Com

اے لوگو! آدمؑ نے کسی غلام اور کنیز کو جنم نہیں دیا تھا۔ سب لوگ آزاد ہیں۔ [1]

۲۴۶- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

لَا تَكُنْ عَبْدَ غَيْرِكَ وَقَدْ جَعَلَكَ اللهُ حُرًّا [2]

"غیر کا بندہ نہ بننا، خدا نے تمھیں آزاد پیدا کیا ہے"۔

د: عوام الناس کی خوشی کا اہتمام

۲۴۷- امام المتقین حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کے نام جو خط لکھا تھا اس میں آپؑ نے یہ بھی تحریر فرمایا تھا:

فَاعْمَلْ فِيمَا وُلِّيتَ عَمَلَ مَنْ يُحِبُّ أَنْ يَذْكُرَ حُسْنَ الثَّنَاءِ مِنَ الرَّعِيَّةِ، وَالْمَثُوبَةِ مِنَ اللهِ، وَالرِّضَا مِنَ الْإِمَامِ، وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ [3]

"تم اپنی حکومت کے دوران ایسا عمل کرو جس کی رعیت تعریف کرے اور تمھیں خدا کی طرف سے اجر اور تمھارے امامؑ کی تمھیں رضا حاصل ہو"۔

ہ: رعیت پر شفقت و محبت

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کے نام اپنے خط میں لکھا:

وَأَشْعِرْ قَلْبَكَ الرَّحْمَةَ لِلرَّعِيَّةِ، وَالْمَحَبَّةَ لَهُمْ، وَاللُّطْفَ بِهِمْ، وَلَا تَكُونَنَّ عَلَيْهِمْ سَبُعًا ضَارِيًا تَغْتَنِمُ أَكْلَهُمْ، فَإِنَّهُمْ صِنْفَانِ: إِمَّا أَخٌ لَكَ فِي الدِّينِ، وَإِمَّا نَظِيرٌ لَكَ فِي الْخَلْقِ، يَفْرُطُ مِنْهُمُ الزَّلَلُ، وَتَعْرِضُ لَهُمُ الْعِلَلُ، وَيُؤْتَى عَلَى أَيْدِيهِمْ فِي الْعَمْدِ وَالْخَطَأِ، فَأَعْطِهِمْ مِنْ عَفْوِكَ وَصَفْحِكَ مِثْلَ الَّذِي تُحِبُّ

---

[1] الکافی: جلد ۸، ص ۶۹، حدیث ۲۶

[2] نہج البلاغہ، مکتوب ۳۱ سے اقتباس

[3] تحف العقول، ص ۱۳۸

Presented by Ziaraat.Com

وَتَرضٰی أَنْ یُعْطِیَكَ اللهُ مِنْ عَفْوِهِ وَصَفْحِهِ. فَإِنَّكَ فَوْقَهُمْ وَوَالِي الأَمْرِ عَلَیْكَ فَوْقَكَ. وَاللهُ فَوْقَ وَلَّاكَ. وَقَدِ اسْتَكْفَاكَ أَمْرَهُمْ وَابْتَلَاكَ بِهِمْ وَلَا تَنْصِبَنَّ نَفْسَكَ لِحَرْبِ اللهِ فَإِنَّهُ لَا یَدَ لَكَ بِنِقْمَتِهِ. وَلَا غِنًى بِكَ عَنْ عَفْوِهِ وَرَحْمَتِهِ.....

وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَیْسَ شَیْءٌ بِأَدْعٰی إِلٰی حُسْنِ ظَنِّ رَاعٍ بِرَعِیَّتِهِ مِنْ إِحْسَانِهِ إِلَیْهِمْ وَتَخْفِیفِهِ الْمَؤُونَاتِ عَلَیْهِمْ. وَتَرْكِ اسْتِكْرَاهِهِ إِیَّاهُمْ عَلٰی مَا لَیْسَ لَهُ قِبَلَهُمْ. فَلْیَكُنْ مِنْكَ فِي ذٰلِكَ أَمْرٌ یَجْتَمِعُ لَكَ بِهِ حُسْنُ الظَّنِّ بِرَعِیَّتِكَ. فَإِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ یَقْطَعُ عَنْكَ نَصَبًا طَوِیلًا. وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ حَسُنَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ حَسُنَ بَلَاؤُكَ عِنْدَهُ. وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ سَاءَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ سَاءَ بَلَاؤُكَ عِنْدَهُ [1]

"رعایا کے لیے اپنے دل کے اندر رحم و رافت اور لطف و محبت کو جگہ دو۔ اُن کے لیے پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جاؤ کہ اُنھیں نگل جانا غنیمت سمجھنے لگو، اس لیے کہ رعایا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں: ایک تو تمھارے دینی بھائی ہیں اور دوسرے تمھارے جیسی مخلوقِ خدا۔

اُن سے لغزشیں بھی ہوں گی، خطاؤں سے بھی اُنھیں سابقہ پڑے گا اور اُن کے ہاتھ سے جان بوجھ کر یا بھول چوک سے غلطیاں بھی ہوں گی۔ تم اُن سے اس طرح عفو و درگزر سے کام لینا، جس طرح اللہ سے اپنے لیے عفو و درگزر کو پسند کرتے ہو، اس لیے کہ تم اُن پر حاکم ہو اور تمھارے اُوپر تمھارا امامؑ حاکم ہے، جس نے تمھیں والی بنایا ہے۔ اس کے اُوپر اللہ ہے۔ اُس نے تم سے ان لوگوں کے معاملات کی انجام دہی چاہی ہے اور

---

[1] نہج البلاغہ: مکتوب ۵۳ سے اقتباس

Presented by Ziaraat.Com

اُن کے ذریعے تمھاری آزمائش کی ہے اور دیکھو خبردار! اللہ سے مقابلہ کے لیے نہ اُترنا، اس لیے کہ اس کے غضب کے سامنے تم بے بس اور اس کے عفو و رحمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

اس بات کو یاد رکھو! حاکم کو اپنی رعایا پر پورا اعتماد اُسی وقت کرنا چاہیے جب کہ وہ ان سے حُسنِ سلوک کرتا ہو اور اُن پر بوجھ نہ لادے اور اُنھیں ایسی ناگوار چیزوں پر مجبور نہ کرے جو اُن کے بس میں نہ ہوں۔ تمھیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے کہ اس حُسنِ سلوک سے تمھیں رعیت پر پورا اعتماد ہو سکے، کیونکہ یہ اعتماد تمھاری طویل ذہنی اُلجھنوں کو ختم کر دے گا اور سب سے زیادہ تمھارے اعتماد کے مستحق وہ ہیں جن کے ساتھ تم نے اچھا سلوک کیا ہو اور سب سے زیادہ بداعتمادی کے مستحق وہ ہیں جن سے تمھارا برتاؤ اچھا نہ رہا ہو"۔

تحف العقول میں اس کے ساتھ ان الفاظ کا اضافہ بھی پایا جاتا ہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"تم اپنی اس منزلت کو اچھی طرح سے پہچان لو، یہ تمھارے حق میں بھی ہو سکتی ہے اور تمھارے خلاف بھی ہو سکتی ہے۔ اسی سے لوگوں کے اچھا سلوک کرنے کی بصیرت میں اضافہ ہو سکے گا اور عوام الناس کی نظر میں تمھارا یہ کردار تعریف و توصیف کا باعث ثابت ہوگا اور قیامت میں خدا تمھیں اس کی جزا دے گا"۔ (تحف العقول: ص ۱۲۶)

عوام الناس کے ساتھ براہِ راست رابطہ

۲۴۹- امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے عہد نامہ میں مالک اشترؓ کو مخاطب کر کے لکھا:

اِجعَل لِذَوِی الحَاجَاتِ مِنكَ قِسمًا تُفَرِّغُ لَهُم فِيهِ شَخصَكَ، وَتَجلِسُ لَهُم مَجلِسًا عَامًّا، فَتَتَوَاضَعُ فِيهِ لِلّٰهِ خَلقَكَ، وَتُقعِدَ عَنهُم جُندَكَ وَأَعوانَكَ مِن أَحرَاسِكَ وَشُرَطِكَ، حَتّٰى يُكَلِّمَكَ

Presented by Ziaraat.Com

مُتَكَلِّمُهُمْ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ فِي غَيْرِ مَوطِنٍ: ﴿لَن تُقَدَّسَ أُمَّةٌ لَا يُؤخَذُ لِلضَّعِيفِ فِيهَا حَقُّهُ مِنَ القَوِيِّ غَيرَ مُتَتَعْتِعٍ.....

ثُمَّ أُمورٌ مِن أُمورِكَ لَابُدَّ لَكَ مِن مُبَاشَرَتِهَا، مِنهَا: إِجَابَةُ عُمَّالِكَ بِمَا يَعيَا عَنهُ كُتَّابُكَ وَمِنهَا: إِصدَارُ حَاجَاتِ النَّاسِ يَومَ وُرُودِهَا عَلَيكَ بِمَا تَحرَجُ بِهِ صُدورُ أَعوانِكَ..... فَلَا تُطوِلَنَّ احتِجَابَكَ عَن رَعِيَّتِكَ، فَإِنَّ احتِجَابَ الوُلَاةِ عَنِ الرَّعِيَّةِ شُعبَةٌ مِنَ الضِّيقِ، وَ قِلَّةُ عِلمٍ بِالأُمورِ، وَالاحتِجَابُ مِنهُم يَقطَعُ عَنهُم عِلمَ مَا احتَجَبُوا دُونَهُ، فَيَصغُرُ عِندَهُمُ الكَبِيرُ، وَيَعظُمُ الصَّغِيرُ، وَيَقبُحُ الحَسَنُ، وَيَحسُنُ القَبِيحُ [1]

"اور تم اپنے اوقات کا ایک حصہ حاجت مندوں کے لیے معین کر دینا، جس میں سب کام چھوڑ کر اُنھی کے لیے مخصوص ہو جانا اور اُن کے لیے ایک عام دربار کرنا اور اس میں اپنے پیدا کرنے والے اللہ کے لیے تواضع و انکساری سے کام لینا اور فوجیوں، نگہبانوں اور پولیس والوں کو ہٹا دینا، تا کہ کہنے والے بے دھڑک کہہ سکیں، کیونکہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کئی موقعوں پر یہ فرماتے سنا ہے: اُس قوم میں پاکیزگی نہیں آسکتی جس میں کمزوروں کو کھل کر طاقت وروں سے حق نہیں دلایا جاتا"۔

پھر کچھ اُمور ایسے ہیں جنھیں خود تم ہی کو انجام دینا چاہئیں۔ اُن میں سے ایک حکام کے اُن مراسلات کا جواب دینا ہے جو تمھارے منشیوں کے بس میں نہ ہوں اور ایک لوگوں کی حاجتیں جب تمھارے سامنے پیش ہوں اور تمھارے عملہ کے ارکان اُن سے جی چرائیں۔

---

[1] نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳ سے اقتباسات

Presented by Ziaraat.Com

اس کے بعد یہ خیال رہے کہ رعایا سے عرصہ تک روپوشی اختیار نہ کرنا، کیونکہ حکمرانوں کا رعایا سے چھپ کر رہنا ایک طرح کی تنگ دلی اور معاملات سے بے خبر رہنے کا سبب ہے اور یہ روپوشی انھیں بھی اُن اُمور پر مطلع ہونے سے جن سے وہ ناواقف ہیں جن کی وجہ سے بڑی چیز ان کی نگاہوں میں چھوٹی اور چھوٹی چیز بڑی، اچھائی برائی اور برائی اچھائی ہو جایا کرتی ہے اور حق باطل کے ساتھ مل جاتا ہے"۔

ز: غضب سے اجتناب

۲۵۰- جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابن عباسؓ کو بصرہ کا حاکم مقرر کیا تو آپؑ نے فرمایا:

سَعِ النَّاسَ بِوَجهِكَ وَمَجلِسِكَ وَحُكمِكَ، وَإِيَّاكَ وَالغَضَبَ، فَإِنَّهُ طِيرَةٌ مِنَ الشَّيطَانِ

"لوگوں سے کشادہ روی سے پیش آؤ، اپنی مجلس میں لوگوں کو راہ دو، حکم میں تنگی روا نہ رکھو، غصہ سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ شیطان کے لیے نیک شگون ہے"۔

ج: مظلوم کی مدد کرنا

۲۶۵- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ! أَعِينُونِي عَلَى أَنفُسِكُمْ، وَايمُ اللهِ لَأُنصِفَنَّ المَظلُومَ مِن ظَالِمِهِ وَلَأَقُودَنَّ الظَّالِمَ بِخِزَامَتِهِ، حَتَّى أُورِدَهُ مَنهَلَ الحَقِّ وَإِنْ كَانَ كَارِهًا

"اے لوگو! اپنی نفسانی خواہشوں کے مقابلہ میں میری اعانت کرو۔ خدا کی قسم! میں مظلوم کا اُس کے ظالم سے بدلہ لوں گا اور ظالم کی ناک میں نکیل ڈال کر اُسے سرچشمۂ حق تک کھینچ لے جاؤں گا، اگرچہ اُسے یہ ناگوار ہی

Presented by Ziaraat.Com

کیوں نہ گزرے"۔ (نہج البلاغہ: خطبہ ۱۳۴ سے اقتباس)

۲۶۶-امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلذَّلِیلُ عِنْدِی عَزِیزٌ حَتّٰی اٰخُذَ الحَقَّ لَهُ ، وَالقَوِیُّ عِنْدِی ضَعِیفٌ حَتّٰی اٰخُذَ الحَقَّ مِنهُ

"کمزور انسان میری نظروں میں طاقت ور ہے جب تک میں اُسی کا حق دلوا نہ دوں اور طاقتور میری نظروں میں کمزور ہے جب تک اُس سے حق وصول نہ کرلوں"۔

ط: مرکز شکایات کا قیام

۲۵۳-کتاب صبح الاعشیٰ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام پہلے حکمران تھے جنھوں نے مرکز شکایات قائم کیے تھے۔ [1]

۲۵۴-شرح نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے مظلوم عوام کو حق دلانے کے لیے مرکز شکایات قائم کیے تھے جنھیں "بیت القصص" کہا جاتا تھا۔ [2]

ی: اتحادِ اُمت پر زور

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اِلزَمُوا السَّوادَ الاَعظَمَ ، فَاِنَّ یَدَ اللهِ مَعَ الجَمَاعَةِ ، وَ اِیَّاکُم وَالفُرقَةَ ! فَاِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّیطَانِ ، کَمَا اَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الغَنَمِ لِلذِّئبِ (نہج البلاغہ، خطبہ)

"بڑے گروہ کے ساتھ وابستہ رہو، کیونکہ اللہ کا ہاتھ اتحاد و اتفاق رکھنے والوں پر ہے اور تفرقہ اور انتشار سے پرہیز کرو، اس لیے کہ جماعت سے کٹ جانے والا شیطان کے حصّہ میں چلا جاتا ہے جس طرح گلے سے

---

[1] صبح الاعشیٰ، جلد اوّل، ص ۴۱۴

[2] شرح نہج البلاغہ: جلد ۱۷، ص ۸۷

Presented by Ziaraat.Com

کٹ جانے والی بھیڑ بھیڑیے کو مل جاتی ہے"۔

۲۵۶-امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

وَ اِنِّی ، وَاللهِ ، لَأَظُنُّ اَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ سَيُدَالُونَ مِنكُم بِاجْتِمَاعِهِم عَلٰى بَاطِلِهِمْ وَتَفَرُّقِكُمْ عَن حَقِّكُمْ

"بخدا میں تو اب اُن لوگوں کے متعلق یہ خیال کرنے لگا ہوں کہ وہ عنقریب دولت وسلطنت کو تم سے ہتھیا لیں گے، اس لیے کہ وہ مرکز باطل پر متحد و یکجا ہیں اور تم اپنے مرکز حق سے پراگندہ و منتشر ہو"۔

Presented by Ziaraat.Com

ساتویں فصل

نظامِ عدل

الف: عدلیہ کے لیے افاضل افراد کا چناؤ

۲۵۷- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کے نام اپنے خط میں تحریر فرمایا:

ثُمَّ اخْتَرْ لِلْحُكْمِ بَيْنَ النَّاسِ أَفْضَلَ رَعِيَّتِكَ فِي نَفْسِكَ، مِمَّنْ لَا تَضِيقُ بِهِ الْأُمُورُ، وَلَا تُمَحِّكُهُ الْخُصُومُ، وَلَا يَتَمَادَىٰ فِي الزَّلَّةِ وَلَا يَحْصَرُ مِنَ الْفَيْءِ إِلَى الْحَقِّ إِذَا عَرَفَهُ، وَلَا تُشْرِفُ نَفْسُهُ عَلَى طَمَعٍ، وَلَا يَكْتَفِي بِأَدْنَىٰ فَهْمٍ دُونَ أَقْصَاهُ، وَأَوْقَفَهُمْ فِي الشُّبُهَاتِ، وَآخَذَهُمْ بِالْحُجَجِ، وَأَقَلَّهُمْ تَبَرُّمًا بِمُرَاجَعَةِ الْخَصْمِ، وَأَصْبَرَهُمْ عَلَىٰ تَكَشُّفِ الْأُمُورِ، وَأَصْرَمَهُمْ عِنْدَ اتِّضَاحِ الْحُكْمِ، مِمَّنْ لَا يَزْدَهِيهِ إِطْرَاءٌ وَلَا يَسْتَمِيلُهُ إِغْرَاءٌ وَأُولَٰئِكَ قَلِيلٌ ①

"پھر یہ کہ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لیے ایسے شخص کو منتخب کرو جو تمھارے نزدیک تمھاری رعایا میں سب سے بہتر ہو، جو واقعات کی پیچیدگیوں سے ضیق میں نہ پڑ جاتا ہو اور نہ جھگڑا کرنے والوں کے رویے سے غصہ میں آتا ہو اور نہ اپنے کسی غلط نقطۂ نظر پر اڑتا ہو اور نہ حق کو پہچان کر اس کے اختیار کرنے میں طبیعت پر بار محسوس کرتا ہو اور نہ اس کا نفس ذاتی طمع پر جھک پڑتا ہو اور نہ بغیر پوری چھان بین کیے ہوئے سرسری طور پر کسی معاملہ کو سمجھ لینے پر اکتفا کرتا ہو۔ شک وشبہ کے موقع پر قدم

① نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳ سے اقتباس

Presented by Ziaraat.Com

روک لیتا ہو اور دلیل و حجت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو اور فریقین کی عرض بھی سے اُکتا نہ جاتا ہو۔ معاملات کی تحقیق میں بڑے صبر و ضبط سے کام لیتا ہو اور جب حقیقت آئینہ ہو جاتی ہو تو بے دھڑک فیصلہ کر دیتا ہو۔ وہ ایسا ہو جسے سراہنا مغرور نہ بنائے اور تانا جنبہ داری پر آمادہ نہ کرے۔ ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں"۔

قاضیوں کے لیے معقول تنخواہ کا بندوبست کرنا

۲۵۸- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کے نام خط میں تحریر فرمایا تھا:

ثُمَّ اخْتَرْ لِلْحُكْمِ بَيْنَ النَّاسِ أَفْضَلَ رَعِيَّتِكَ فِي نَفْسِكَ .....
وَافْسَحْ لَهُ فِي الْبَذْلِ مَا يُزِيلُ عِلَّتَهُ وَتَقِلُّ مَعَهُ حَاجَتُهُ إِلَى النَّاسِ

"لوگوں کے معاملات کے فیصلہ کے لیے ایسے شخص کا انتخاب کرو جو تمھاری تمام رعایا سے بہتر ہو۔ پھر دل کھول کر اُنھیں اتنی تنخواہ دینا جو اُن کے ہر عذر کو غیر مقبول بنا دے اور اُنھیں لوگوں کی کوئی احتیاج نہ رہے"۔

ج: آدابِ قضاوت کی تاکید

۲۵۹- الکافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے قاضی شریح کو یہ نصیحت کی تھی:

"اپنی مجلس میں چھپ چھپ کر کسی سے باتیں نہ کرنا۔ غصہ کی حالت میں کرسی سے کھڑے ہو جانا اور غصہ کی حالت میں کبھی فیصلہ نہ کرنا"۔ (الکافی: جلد ۷، ص ۴۱۷)

۲۶۰- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے محمد بن ابی بکرؓ کے نام اپنے ایک خط میں یہ تحریر فرمایا تھا:

"جب تم لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو اُن کے لیے اپنا بازو جھکا دو اور

Presented by Ziaraat.Com

اُن کے لیے اپنے پہلو کو نرم رکھو اور کھلے چہرے سے اُن سے پیش آؤ اور فریقین پر یکساں نظر رکھو، تاکہ کسی بڑے آدمی کو تجھ سے یہ توقع نہ ہو کہ تم اُن کے مفاد کے لیے کسی پر ظلم کرو گے۔ اور کمزور افراد کو یہ مایوسی نہ ہو کہ تم اُن سے عدل نہیں کرو گے"۔ (تحف العقول: ص ۱۷۷)

د: آدابِ قضاوت کا خیال نہ رکھنے والے شخص کی معزولی

۲۶۰- عوالی اللئالی میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ابوالاسود دؤلی کو ایک علاقہ کا قاضی مقرر کیا۔ پھر آپؑ نے اُسے معزول کر دیا۔

اُس نے عرض کیا: امیر المومنینؑ! میں نے کوئی جرم کیا اور نہ ہی خیانت کی مگر اس کے باوجود آپؑ نے مجھے میرے عہدہ سے معزول کر دیا ہے۔ آخر اس کا کیا سبب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ تیرا کلام تیرے خصم کے کلام پر بلند تھا، اسی لیے میں نے تجھے معزول کیا ہے۔ (عوالی اللئالی، جلد ۲، ص ۳۴۳، حدیث ۵)

قاضیوں کے فیصلے پر نظر رکھنی چاہیے

۲۶۲- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشترؓ کے نام اپنے خط میں قاضیوں کے تقرر کا حکم دینے کے بعد یہ الفاظ لکھے تھے:

ثُمَّ اَكْثِرْ تَعَاهُدَ قَضَائِهٖ

"پھر قاضی کے فیصلوں پر نگاہ کرتے رہنا"۔ (نہج البلاغہ: مکتوب ۵۳)

۲۶۳- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے شریح کو قاضی مقرر کیا تو آپؑ نے فرمایا:

"تو جو بھی فیصلہ کرے، فیصلہ سنانے سے پہلے اُسے ہمارے سامنے پیش کرے"۔ (الکافی: جلد ۷، ص ۴۰۷، حدیث ۳)

و: جاہلانہ اور ظالمانہ فیصلوں سے اجتناب ضروری ہے

۲۶۴- امام المتقین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

Presented by Ziaraat.Com

اَفْظَعُ شَیْءٍ ظُلْمُ الْقُضَاةِ

"بدترین چیز قاضیوں کا ظلم ہے"۔ (غرر الحکم، حدیث ۳۰۱۱)

۲۶۵- مولائے متقیان علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ جَارَتْ اَقْضِیَتُهُ زَالَتْ قُدْرَتُهُ

"جس کے فیصلے ظلم پر مبنی ہوں تو اُس کی قدرت زائل ہو جاتی ہے"۔

(غرر الحکم: حدیث ۹۷۴۳)

ز: امام علیہ السلام بذاتِ خود فیصلے کیا کرتے تھے

۲۶۶- عوالی اللئالی میں مذکور ہے کہ "امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام بنفسِ نفیس فیصلے کیا کرتے تھے اور مسجد کوفہ میں آج بھی "دکۃ القضاء" کے نام سے وہ جگہ موجود ہے جہاں آپؑ فیصلے کیا کرتے تھے"۔ (عوالی اللئالی، جلد ۲، ص ۳۴۴، حدیث ۸)

۲۶۷- ارشاد القلوب میں مرقوم ہے کہ "امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جب جہاد سے فارغ ہوتے تو آپؑ مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کو تعلیم دیتے تھے اور لوگوں کے تنازعات کے فیصلے کیا کرتے تھے"۔ (ارشاد القلوب: ص ۲۱۸)

ح: جرم سے زیادہ سزا نہیں دینی چاہیے

۲۶۸- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خادم قنبرؓ کو حکم دیا کہ اس شخص پر حد جاری کرو۔

قنبرؓ نے حد سے تین کوڑے زیادہ مار دیئے۔

امیر المومنینؑ نے مجرم سے کہا: تم قنبرؓ سے قصاص لے سکتے ہو اور تم اُسے تین کوڑے مار سکتے ہو۔ چنانچہ اُس شخص نے تین کوڑے قنبرؓ کو مارے۔ (الکافی: جلد ۷، ص ۲۶۰، حدیث ۱)

قانون کی نظر میں سب برابر ہیں

۲۶۹- کتاب الکامل فی التاریخ میں شعبی سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام کی

Presented by Ziaraat.Com

زرہ نصرانی کے پاس دکھائی دی۔ آپؑ اُسے لے کر شریح قاضی کے پاس آئے اور قاضی کے پہلو میں بیٹھ گئے اور فرمایا: اگر فریق ثانی مسلمان ہوتا تو میں اُس کے ساتھ بیٹھتا۔ پھر فرمایا: یہ زرہ میری ہے۔

نصرانی نے کہا: زرہ میری ہے لیکن امیرالمومنینؑ نے بھی جھوٹ نہیں بولا ہے۔

قاضی نے امیرالمومنینؑ سے کہا: آپؑ کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: میرے پاس ثبوت نہیں ہے۔

قاضی نے وہ زرہ نصرانی کے سپرد کردی۔ وہ زرہ لے کر تھوڑی دیر تک چلا پھر واپس آگیا اور کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ زرہ امیرالمومنینؑ کی ہے۔ راستے میں اُن سے گر گئی تھی تو میں نے اُٹھالی تھی۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اسلام دین حق ہے۔ امیرالمومنینؑ نے مجھے اپنے قاضی کے پاس پیش کیا۔ قاضی نے اُن کے خلاف فیصلہ دیا اور امیرالمومنینؑ نے فیصلہ قبول کیا۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اُسے وہ زرہ اور گھوڑا بخش دیا۔ وہ شخص حضرتؑ کی فوج میں شامل ہوگیا اور اُس نے نہروان میں خوارج سے جنگ بھی کی۔ (الکامل فی التاریخ: جلد ۲، ص ۴۴۳)

Presented by Ziaraat.Com

آٹھویں فصل

امنِ عامہ کی سیاست

الف: امن کی اہمیت

۲۷۰- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

شَرُّ الْبِلَادِ بَلَدٌ لَا اَمْنَ فِيهِ وَلَا خِصْبَ [1]

"بدترین شہر وہ ہے جہاں نہ تو امن ہو اور نہ ہی ہریالی ہو"۔

۲۷۱- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِن اَمِيرٍ بَرٍّ أَو فَاجِرٍ ، يَعمَلُ فِي اِمرَتِهِ الْمُؤمِنُ ، وَيَستَمتِعُ فِيهَا الْكَافِرُ ، وَيُبَلِّغُ اللهُ فِيهَا الأَجَلَ ، وَيُجمَعُ بِهِ الفَيءُ ، وَيُقَاتَلُ بِهِ العَدُوُّ ، وَتَأمَنُ بِهِ السُّبُلُ ، وَيُؤخَذُ بِهِ لِلضَّعِيفِ مِنَ الْقَوِيِّ ، حَتّٰى يَستَرِيحَ بَرٌّ ، وَيُستَرَاحَ مِن فَاجِرٍ [2]

"لوگوں کے لیے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ اچھا ہو یا برا (اگر اچھا ہوگا تو) مومن اُس کی حکومت میں اچھے اعمال کر سکے گا اور (بُرا ہوگا تو) اُس کے عہد میں لذائذ سے بہرہ اندوز ہوگا اور اللہ اس نظامِ حکومت میں ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا۔ اِسی حاکم کی وجہ سے مال (خراج و غنیمت) جمع ہوتا ہے، دشمن سے لڑا جاتا ہے، راستے پُرامن رہتے ہیں اور قوی سے کمزور کا حق دلایا جاتا ہے، یہاں تک کہ نیک حاکم (مر کر یا معزول ہو کر) راحت پائے اور بُرے حاکم کے مرنے یا معزول ہونے سے دوسروں کو راحت پہنچے"۔

---

[1] غرر الحکم: حدیث ۵۶۸۴

[2] نہج البلاغہ، خطبہ ۴۰ سے اقتباس

Presented by Ziaraat.Com

ب: امن عامہ کی بقا کے لیے حاکم کو باخبر رہنا چاہیے

۲۷۲- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے عمال کو یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ..... بندۂ خدا علیؑ امیر المومنینؑ کی طرف سے ہر اُس عامل کے نام جو میرا یہ خط پڑھے:

امابعد! کچھ لوگ جنھوں نے ہماری بیعت کی تھی وہ اپنے گھروں سے مفرور ہو گئے ہیں۔ ہمارے گمان کے مطابق وہ بصرہ کے علاقہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں، لہٰذا اس علاقہ کے ہر عامل کا فریضہ ہے کہ وہ اہلِ شہر سے اُن کے متعلق سوال کرے اور اُن کے لیے مخبر مقرر کرے اور جو رپورٹ حاصل ہو مجھ تک وہ رپورٹ بھیجے۔ والسلام!"[1]

۲۷۳- الفتوح میں جنگِ صفین کے واقعات میں مرقوم ہے کہ قبیلہ حمیر کا ایک شخص معاویہ کے ساتھ رہتا تھا، جس کا نام حصین بن مالک تھا۔ وہ معاویہ کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کو پوری رپورٹ بھیجا کرتا تھا۔[2]

ج: مصالحت کی جستجو

۲۷۴- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "جو اپنے دشمن سے مصالحت کی جستجو کرے تو اُس کے دوستوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے"۔[3]

۲۷۵- آپؑ نے فرمایا: "اعلیٰ درجہ کی احتیاط مخالفین میں مصالحت کی جستجو کرنا ہے"۔[4]

د: محتاط مصالحت

۲۷- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

"میں نے مصالحت کو جنگ سے زیادہ کامیاب پایا ہے۔ البتہ شرط یہ ہے

---

[1] الغارات: جلد اوّل، ص ۳۳۷

[2] الفتوح: جلد ۳، ص ۷۸

[3] غرر الحکم، حدیث: ۸۲۳۰

[4] غرر الحکم: ۷۲۲۲

Presented by Ziaraat.Com

کہ اس سے دین میں کوئی خلل نہ پڑتا ہو"۔ [1]

ہ: دشمن کو کبھی کمزور نہ سمجھیں

۲۷۷-امیر کائنات حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

"دشمن خواہ کمزور ہی کیوں نہ ہو اُسے چھوٹا کبھی نہ سمجھنا"۔ [2]

و: قدرت سے قبل کسی کو چیلنج نہ کرو

۲۷۸-ابوالائمہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"جب تک طاقت نہ ہو تب تک دشمن کو چیلنج نہ کرنا"۔ [3]

۲۷۹-یہ قولِ حکیمانہ بھی آپؑ کی طرف منسوب ہے:

"تیرے دشمن کے لیے سب سے زیادہ ہلاکت خیز بات یہ ہے کہ اُسے یہ پتا ہی نہ چلے کہ تم اُسے دشمن سمجھ چکے ہو"۔ [4]

ز: کسی سے زبردستی اقرار نہ کرائیں

۲۸۰-مسند زید میں مرقوم ہے:

"حضرت عمرؓ کے زمانہ حکومت میں ایک عورت نے بدکاری کا اعتراف کیا۔ خلیفہ نے اُسے سنگسار کرنے کا حکم جاری کیا۔ اتنے میں حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے اور خلیفہ سے فرمایا: کیا آپ نے اسے ڈرایا دھمکایا تو نہیں ہے؟

حضرت عمرؓ نے بتایا: جی ہاں، ایسا ہی ہوا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: آپ اُسے سنگسار نہیں کر سکتے کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "جبریہ اعتراف کرنے والے پر حد جاری نہیں ہوتی؟"

---

[1] غرر الحکم، حدیث ۱۰۱۳۸

[2] غرر الحکم، حدیث ۱۰۲۱۶

[3] غرر الحکم، حدیث ۱۰۲۵۸

[4] شرح نہج البلاغہ: جلد ۲۰، ص ۲۸۳، حدیث ۲۴۴

Presented by Ziaraat.Com

حضرت عمرؓ نے عورت کو آزاد کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے کہا: لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ [1] "اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔

ح: جب تک جنگ کی باری نہ آئے تب تک نرمی کا سلوک کرنا چاہیے

۲۸۱- الاموال میں کثیر بن نمر سے روایت ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو پکڑ کر امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں لایا اور اُس نے کہا: امیرالمومنینؑ! یہ شخص آپؑ کو گالیاں دے رہا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: تم بھی اُسے گالیاں دو جیسا کہ اُس نے مجھے دی ہیں۔

اُس شخص نے کہا: یہ کہتا ہے کہ میں علیؑ کو قتل کر دوں گا۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جس نے مجھے قتل نہیں کیا میں اُسے کیسے قتل کر سکتا ہوں۔ ان لوگوں کے تین حقوق ہمارے ذمہ ہیں:

① ہم اُنھیں مساجد میں آنے سے نہیں روکیں گے۔

② بیت المال سے اُن کا وظیفہ بند نہیں کریں گے۔

③ ہم جنگ میں اُن سے پہل نہیں کریں گے۔ (الاحوال: ص ۲۴۵، حدیث ۵۶۷)

سازشی عناصر کی جلاوطنی

۲۸۲- الغارات میں سعید اشعری سے منقول ہے کہ جب امیرالمومنین علیہ السلام خوارج سے جنگ کے لیے نہروان کی سمت روانہ ہوئے تو قبیلہ نخع کے ایک فرد ہانی بن ہوذہ نے آپؑ کو خط لکھا کہ غنی اور باہلہ قبائل گمراہ ہو چکے ہیں اور دُعائیں مانگ رہے ہیں کہ خدا دشمن کو آپؑ پر کامیابی دے۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے جواب میں لکھا: "اُنھیں کوفہ سے جلاوطن کر دو اور اُن میں سے کسی ایک کو بھی کوفہ میں نہ رہنے دو"۔ (الغارات: جلد اوّل، ص ۱۸)

---

[1] مسند زید، ص ۳۳۵

Presented by Ziaraat.Com

نویں فصل

جنگی سیاست

الف: فوج کی ٹریننگ کا اہتمام

① فوج کو تعلیم دینا

۲۸۳- حضرت علی علیہ السلام نے زیاد بن نضر کو اپنے مقدمۃ الجیش کا سالار بنا کر صفین کی طرف روانہ کیا تو آپؑ نے اُسے یہ نصیحت فرمائی:

تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ کسی بھی قوم میں اُن کے شیوخ آگے آگے ہوتے ہیں، جب کہ مقدمۃ الجیش میں شیوخ کی حیثیت اُن کے طلیعوں کو حاصل ہوتی ہے، لہٰذا جب تم اپنے علاقہ سے نکلو اور دشمن کے نزدیک جاؤ تو اپنے طلائع کو ہر طرف پھیلانے میں سُستی نہ کرو۔ کچھ دستوں کو گھاٹیوں میں اور کچھ کو درختوں اور پہاڑوں کی اُوٹ میں پھیلا دو، تاکہ تمھارا دشمن تم پر غارت کو مسلط نہ کرے اور تمھارے پاس چھپنے کی جگہ موجود ہو۔

اپنے دستوں اور قبائل کو صبح سے شام تک جنگی تیاری کے مقصد کے علاوہ نہ چلانا اور اگر تمھیں کسی ناپسندیدہ چیز کا سامنا کرنا پڑے تو تم پہلے سے ہی تیار دکھائی دو۔ جب تمھارا دشمن تم پر حملہ آور ہو یا تم دشمن پر حملہ کرنا چاہو تو تمھارا پڑاؤ بلند مقام پر ہونا چاہیے، یا پہاڑوں کی گھاٹیوں میں ہونا چاہیے یا دریاؤں کے کناروں پر تمھارا ڈیرہ ہونا چاہیے تاکہ یہ چیزیں تمھارے لیے رکاوٹ کا کام دے سکیں اور تمھارا مقابلہ ایک یا دو سمتوں سے ہونا چاہیے۔ اور اپنے دید بانی کرنے والوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں، بلند مقامات یا دریاؤں کے کناروں پر تعینات کرنا، تاکہ وہ تمھیں دشمن کی پوزیشن کی لحہ بہ لحہ خبریں دیتے رہیں، تاکہ دشمن خوف یا امن کی جگہ سے تم پر اچانک حملہ آور نہ ہو سکے۔

Presented by Ziaraat.Com

جب قیام کرو تو سب اکٹھا قیام کرو اور جب کسی جگہ سے رخصت ہونے لگو تو سب مل کر وہاں سے چلے جاؤ اور اگر رات ہو جائے تو لشکر کے گرد تیر اندازوں کو ڈھالوں سمیت حفاظت پر مقرر کرو۔ تیر اندازوں کا رابطہ دوسرے دستوں سے بھی ہونا چاہیے، تاکہ تم پر اچانک اُفتاد نہ آپڑے اور تم پر غفلت کا الزام نہ آنے پائے۔

اپنے لشکر کی خود حفاظت کرو۔ خوب جاگ کر اپنے لشکر کی حفاظت کرو اور دشمن کے مدمقابل ہونے تک اپنی اس روش کو قائم رکھو۔ سوچ سمجھ کر جنگ شروع کرنی چاہیے۔ جنگ شروع کرنے میں جلد بازی نہ کرنا البتہ اچھا موقع مل رہا ہو تو پھر اور بات ہے۔ جنگ میں ابتدا نہ کرنا یہاں تک کہ تمھارے پاس میرا حکم آجائے۔ (تحف العقول: ص ۱۹۱)

۲۔ لشکر کی صف بندی

۲۸۴۔ کتاب دعائم الاسلام میں مرقوم ہے کہ جب فاتح خیبر جنگ کرنا چاہتے تو آپؑ اپنے لشکر کی صف بندی کرتے تھے اور انھیں تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے:

① میمنہ ② میسرہ ③ قلب۔ آپؑ خود قلب لشکر میں ہوتے تھے اور اُن کے لیے روابط قائم کرتے تھے اور مقدم افراد کو اُن پر مقدم رکھتے اور انھیں آوازیں دھیمی رکھنے اور دُعا کرنے کا حکم دیتے تھے اور لشکر کو حکم دیتے تھے کہ وہ یک دل ہو جائیں اور تلواریں نیاموں سے باہر نکال لیں اور جنگی تیاری کا مکمل اظہار کریں اور ہر گروہ اپنے مقام پر رہے اور حملہ کے بعد ہر مجاہد اپنے مقامِ صف میں واپس آئے۔ (دعائم الاسلام: جلد اوّل، ص ۳۷۲)

۳۔ موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیے

۲۸۵۔ جنگ کے متعلق فاتح خیبر نے فرمایا:

"جسے دشمن کی طرف سے کوئی فرصت دکھائی دے تو وہ اُس کی تشہیر کرے اور مرکز کو مضبوط بنانے کے بعد موقع کو غنیمت جانے اور جب اُس کی حاجت پوری ہو جائے تو وہ اپنی صف میں لوٹ آئے"۔ (مصدر سابق)

Presented by Ziaraat.Com

۴- تکنیکی پسپائی

۲۸۶- شاہِ لافتیٰ حضرت علی علیہ السلام جنگی حربہ کے طور پر وقتی پسپائی کو عیب تصور نہیں کرتے تھے۔ آپؑ فرماتے تھے: تمھیں ایسی پسپائی گراں نہ گزرے جس کے بعد جم کر لڑنا مقصود ہو اور ایسے ہٹنے میں کوئی عیب نہیں ہے جس کے بعد حملہ کرنا مقصود ہو۔ (نہج البلاغہ: مکتوب ۱۶)

ب: اسپیشل گارڈ کی تاسیس

۲۸۷- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"شرطۃ الخمیس پچھتر ہزار وفادار انصار پر مشتمل تھا"۔ (الاختصاص: ۲)

۲۸۸- رجال کشی میں ابوالجارود سے منقول ہے کہ میں نے اصبغ بن نباتہ سے پوچھا: تمھارے درمیان اس مرد (حضرت علیؑ) کی قدر و قیمت کیا ہے؟

اُنھوں نے کہا: میں تیری بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا، ہماری تلواریں ہماری گردنوں پر ہوتی تھیں۔ آپؑ جسے اشارہ کرتے وہ اپنی گردن خود اُڑا دیتا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہمیں یہ فرماتے تھے کہ تم شرط باندھ لو، لیکن وہ شرط سونے چاندی کے لیے نہیں تھی بلکہ موت کو گلے لگانے کے متعلق تھی۔

تم سے پہلے بنی اسرائیل کے کچھ افراد نے اس طرح کی شرط رکھی تھی۔ اُن میں سے ہر شخص خدا نے مرنے سے پہلے اُس قوم کا نبی مقرر کیا تھا یا اُس کے قریہ اور گاؤں کا نبی مقرر کیا تھا یا کم از کم اُسے خود اپنی ذات پر عہدۂ نبوت دیا تھا۔ تمھارا مقام بھی اُن جیسا ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ تم نبی نہیں ہو۔ (رجال کشی: جلد اوّل، ص ۱۹، حدیث ۸)

ج: مسلح افواج کی خصوصی نگہداشت

۲۸۹- فاتح خیبر نے مالک بن اشترؓ کے نام اپنے خط میں یہ کلمات تحریر فرمائے تھے:

ثُمَّ تَفَقَّدْ مِنْ اُمُورِهِمْ مَا يَتَفَقَّدُهُ الْوَالِدَانِ مِنْ وَلَدِهِمَا، وَلَا يَتَغَافَلَنَّ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ قَوَّيْتَهُمْ بِهِ، وَلَا تَحْقِرَنَّ لُطْفًا تَعَاهَدْتَهُمْ بِهِ وَإِنْ قَلَّ: فَإِنَّهُ دَاعِيَةٌ لَهُمْ إِلَى بَذْلِ النَّصِيحَةِ

Presented by Ziaraat.Com

لَكَ، وَحُسنِ الظَّنِّ بِكَ وَلَا تَدَعْ تَفَقُّدَ لَطِيفِ أُمورِهِمُ اتِّكَالًا عَلَى جَسِيمِهَا، فَإِنَّ لِيَسِيرِ مِن لُطفِكَ مَوضِعًا يَنتَفِعُونَ بِهِ، وَ لِلجَسِيمِ مَوقِعًا لَا يَستَغنُونَ عَنهُ (نہج البلاغہ، مکتوب ۵۳)

''پھر اُن کے معاملات کی اسی طرح دیکھ بھال کرنا جس طرح ماں باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اگر اُن کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرو کہ جو اُن کی تقویت کا سبب ہو تو اُسے بڑا نہ سمجھنا اور اپنے کسی معمولی سلوک کو بھی غیر اہم نہ سمجھنا کہ اُسے چھوڑ بیٹھو، کیونکہ اسی حُسنِ سلوک سے اُن کی خیر خواہی کا جذبہ بڑھے گا اور حُسنِ اعتماد میں اضافہ ہوگا اور اس خیال سے کہ تم نے اُن کی بڑی ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے۔ کہیں اُن کی چھوٹی ضرورتوں سے آنکھ بند نہ کر لینا کیونکہ یہ چھوٹی قسم کی مہربانی کی بات بھی اپنی جگہ فائدہ مند ہوتی ہے اور بڑی ضرورتیں اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں''۔

د: فوج کے مورال کو بلند رکھنے کی ضرورت

۲۹۰- ترغیب: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے میدانِ جمل میں جب اپنے فرزند محمد بن حنفیہؒ کو لشکر کا علَم دار مقرر کیا تو آپؑ نے اُن سے یہ خطاب کیا:

تَزُولُ الجِبَالُ وَلَا تَزُل، عَضَّ عَلَى نَاجِذِكَ، أَعِرِ اللهَ جُمجُمَتَكَ تِد فِي الأَرضِ قَدَمَكَ ارمِ بِبَصَرِكَ أَقصَى القَومِ، وَغُضَّ بَصَرَكَ وَاعلَم أَنَّ النَّصرَ مِن عِندِ اللهِ سُبحَانَهُ [1]

''پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا، اپنے دانتوں کو بھینچ لینا۔ اپنا کاسۂ سر اللہ کو عاریتاً دے دینا اور اپنے قدم زمین میں گاڑ دینا۔ لشکر کی آخری صفوں پر اپنی نظر رکھنا اور (دشمن کی کثرت و طاقت سے) آنکھوں کو بند کر لینا اور یقین رکھنا کہ مدد خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے''۔

---

[1] نہج البلاغہ: خطبہ ۱۱

Presented by Ziaraat.Com

جنگی شعار (نعرے)

۲۹۱- فاتح خیبر صاحب ذوالفقار علی مولاؑ فرماتے ہیں: رسولِ خدا نے جنگ سے پہلے شعار بلند کرنے کی تاکید کی ہے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا:

لیکن فِی شِعَارِکُمْ اِسْمٌ مِن اَسْمَاءِ اللهِ [1]

"تمھارے شعار میں اللہ کے اسماء میں سے کوئی اسم ہونا چاہیے"۔

۴ فرار سے اجتناب

۲۹۲- کرّارِ غیر فرار حیدر کرّار حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

لِیَعلَمِ المُنهَزِمُ بِأَنَّهُ مُسخِطٌ رَبَّهُ، وَمُوبِقٌ نَفسَهُ اِنَّ فِی الفِرارِ مَوجِدَةَ اللهِ وَالذُّلَّ اللَّازِمَ، وَالعَارَ البَاقِیَ، وَفَسَادَ العَیشِ عَلَیهِ، وَاِنَّ الفَارَّ لَغَیرُ مَزِیدٍ فِی عُمُرِهِ، وَلَا مَحجُوزٌ بَینَهُ وَبَینَ یَومِهِ وَلَا یُرضِی رَبَّهُ وَلَمَوتُ الرَّجُلِ مُحِقًّا قَبلَ اِتیَانِ هٰذِهِ الخِصَالِ خَیرٌ مِنَ الرِّضٰی بِالتَّلبِیسِ بِهَا، وَالاِقرَارِ عَلَیهَا [2]

"میدانِ جنگ سے بھاگنے والے کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے اسی بزدلانہ فعل سے اپنے رب کو ناراض کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ میدانِ جنگ سے فرار میں خدا کی ناراضگی اور ذلت مضمر ہے۔ یہ ہمیشہ کے لیے عار ہے اور زندگی کی بربادی ہے۔ میدانِ جنگ سے بھاگنے والے کی عمر میں اضافہ نہیں ہوتا اور اُس کے اور اُس کے موت کے دن میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی اور وہ اپنے رب کو راضی نہیں کرتا اور حالتِ حق میں انسان کا مرجانا ان خصلتوں میں مبتلا ہونے اور ان کا اقرار کرنے سے بہتر ہے"۔

---

[1] دعائم الاسلام: جلد اوّل، ص ۳۷۰

[2] الکافی: جلد ۵، ص ۴۱، حدیث ۴

Presented by Ziaraat.Com

۵: جنگ دھوکہ ہے

"حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے، حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے:
اگر مجھے پرندے اُچک لیں تو مجھے یہ اس بات سے کہیں عزیز ہے کہ میں رسولِ خدا کی طرف اُس قول کو منسوب کردوں جو اُنھوں نہ کہا ہو۔
میں نے روزِ خندق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ جنگ دھوکہ ہے۔
آپؐ کہتے تھے کہ جو چاہو جنگ میں کہتے رہو"۔

۲۹۴- عدی بن حاتم راوی ہیں کہ جب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ سے جنگِ صفین لڑی تھی تو آپؑ نے اپنے اصحاب کو سنانے کے لیے بلند آواز سے کہا تھا:

وَاللهِ لَأَقتُلَنَّ مُعَاوِيَةَ وَاصحَابَهُ . ثُمَّ يَقُولُ فِي آخِرِ قَولِهِ: اِن شَاءَ اللهُ. يَخفِضُ بِهَا صَوتَهُ: وَكُنتُ قَرِيبًا مِنهُ. فَقُلتُ: يَا أَمِيرَ المُؤمِنِينَ اِنَّكَ حَلَفتَ عَلَى مَا فَعَلتَ. ثُمَّ استَثنَيتَ فَمَا أَرَدتَ بِذٰلِكَ؟! فَقَالَ لِي: اِنَّ الحَربَ خُدعَةٌ ، وَ اَنَا عِندَ المُؤمِنِينَ غَيرُ كَذُوبٍ فَأَرَدتُ اَن اُحَرِّضَ أَصحَابِي عَلَيهِم ، كَيلَا يَفشَلُوا ، وَكَي يَطمَعُوا فِيهِم فَأَفقَهُهُم يَنتَفِعُ بِهَا بَعدَ اليَومِ اِن شَاءَ اللهُ

"اللہ کی قسم! میں ضرور معاویہ اور اُس کے ساتھیوں کو قتل کروں گا۔ پھر آہستہ سے کہتے تھے: اِن شاء اللہ!
میں حضرتؑ کے قریب تھا۔ میں نے آپؑ سے کہا تھا: امیرالمومنینؑ! آپؑ نے قسم کھا کر ایک بات کہی ہے پھر آپؑ نے ان شاء اللہ کیوں کہا؟
آپؑ نے فرمایا: جنگ دھوکہ ہوتی ہے اور اہلِ ایمان کی نظر میں میں جھوٹا نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے ساتھیوں کو اُن کے خلاف ترغیب دوں، تاکہ میرے ساتھی بزدلی اختیار نہ کریں اور وہ اُن پر غالب آنے کی اُمید رکھیں۔ آج کے بعد سمجھ دار انسان میری اسی روش سے فائدہ

Presented by Ziaraat.Com

اُٹھائے گا"۔(الکافی: جلد ۷، ص ۴۶۰، حدیث اوّل)

و: جنگ کی اخلاقیات

① جنگ میں ابتداء کرنے سے ممانعت

۲۹۵-جنگِ صفین سے پہلے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک خط میں مالک اشترؓ کو یہ تحریر فرمایا تھا:

"جنگ میں کبھی پہل نہ کرنا، دشمن کو پہل کا موقع دینا۔ دشمن کے عذر کو سننا اور اُنھیں اپنی جماعت میں شامل ہونے کی دعوت سے پہلے اور اتمامِ حجت سے قبل اُن پر جنگ مسلط نہ کرنا"۔(وقعۂ صفین: ص ۱۵۳)

② جنگ میں قاصد کا احترام کرنا چاہیے

۲۹۶-امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

"اگر جنگ کی حالت میں تم کسی ایسے فرد کو گرفتار کرلو جو یہ کہتا ہو کہ میں لڑنے والا نہیں ہوں، تمھاری طرف قاصد بن کر آیا ہوں۔ اگر اس کا یہ دعویٰ درست ثابت ہوجائے تو تمھیں اس پر ہاتھ اُٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ اپنا پیغام پہنچائے اور اپنے دوستوں کے پاس واپس چلا جائے۔ اور اگر وہ اپنے قاصد ہونے کا کوئی ثبوت پیش نہ کرسکے تو پھر اُس کے دعویٰ کو قبول نہ کرو"۔ [1]

③ جنگ سے پہلے حجت قائم کرنی چاہیے

۲۹۷-سنن کبریٰ میں براء بن عازب سے منقول ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے مجھے نہروان میں خوارج کے پاس اتمامِ حجت کے لیے بھیجا تھا۔ چنانچہ اُن سے جنگ کرنے سے قبل

---

[1] دعائم الاسلام: جلد اوّل، ص ۳۷۶

Presented by Ziaraat.Com

میں نے تین بار اتمامِ حجت کیا تھا۔ ①

④ جنگ سے پہلے دُعا

۲۹۸- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جنگ کا ارادہ کرتے تو آپؑ یہ دُعا پڑھا کرتے تھے:

اللّٰهُمَّ إِنَّكَ أَعلَمتَ سَبِيلًا مِن سُبُلِكَ، جَعَلتَ فِيهِ رِضَاكَ، وَنَدبتَ إِلَيهِ أولِيَاءَكَ، وَجَعَلتَهُ أَشرَفَ سُبُلِكَ عِندَكَ ثَوَابًا، وَأَكرَمَهَا لَدَيكَ مَآبًا، وَأَحَبَّهَا إِلَيكَ مَسلَكًا، ثُمَّ اشتَرَيتَ فِيهِ مِنَ المُؤمِنِينَ أَنفُسَهُم وَأَموَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقتُلُونَ وَيُقتَلُونَ وَعدًا عَلَيكَ حَقًّا فَاجعَلنِي مِمَّن اشتَرَى فِيهِ مِنكَ نَفسَهُ ثُمَّ وَفَى لَكَ بِبَيعِهِ الَّذِي بَايَعَكَ عَلَيهِ غَيرَ نَاكِثٍ وَلَا نَاقِضٍ عَهدًا، وَلَا مُبَدِّلًا تَبدِيلًا، بَلِ استَجَابَ لِمَحَبَّتِكَ وَتَقَرَّبَ بِهِ إِلَيكَ، فَاجعَلهُ خَاتِمَةَ عَمَلِي، وَصَيِّر فِيهِ فَنَاءَ عُمُرِي، وَارزُقنِي فِيهِ لَكَ وَبِهِ مَشهَدًا تُوجِبُ لِي بِهِ مِنكَ الرِّضَا، وَتَحُطُّ بِهِ عَنِّي الخَطَايَا، وَتَجعَلُنِي فِي الأَحيَاءِ المَرزُوقِينَ بِأَيدِي العُدَاةِ وَالعُصَاةِ تَحتَ لِوَاءِ الحَقِّ وَرَايَةِ الهُدَى، مَاضِيًا عَلَى نُصرَتِهِم قُدُمًا، غَيرَ مُوَلٍّ دُبُرًا، وَلَا مُحدِثٍ شَكًّا، اللّٰهُمَّ وَأَعُوذُ بِكَ عِندَ ذٰلِكَ مِنَ الجُبنِ عِندَ مَوَارِدِ الأَهوَالِ وَمِنَ الضَّعفِ عِندَ مُسَاوَرَةِ الأَبطَالِ وَمِنَ الذَّنبِ المُحبِطِ لِلأَعمَالِ، فَأُحجَمَ مَن شَكٍّ، أَو أُمضِيَ بِغَيرِ يَقِينٍ، فَيَكُونَ سَعيِي فِي تَبَابٍ، وَعَمَلِي غَيرَ مَقبُولٍ

"پروردگار! تو نے اپنے راستوں میں سے ایک راستہ مقرر کیا ہے اور تو

---

① سنن کبریٰ: جلد ۸، ص ۳۰۹، حدیث ۱۶۷۳۹

Presented by Ziaraat.Com

نے اُس میں رضا رکھی ہے۔ اور اپنے اولیاء کو اُس کی دعوت دی ہے اور تُو نے اس راستے کو عظیم ثواب کا ذریعہ بنایا ہے اور اس راستے کو اپنے تک رسائی کے لیے بہترین راستے کا درجہ دیا ہے۔ پھر تُو نے اس راستے پر چلنے کے لیے اہلِ ایمان سے جنّت کے عوض اُن کی جانوں اور اُن کے اموال کو خرید کیا ہے۔ چنانچہ وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہوئے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہو جاتے ہیں۔ یہ تیرا سچا وعدہ ہے۔

خدایا! مجھے بھی اُن لوگوں میں سے قرار دے جن کے نفوس کو تُو نے خریدا ہے اور وہ اپنی اس بیعت پر قائم رہے جو اُنھوں نے تجھ سے کی تھی۔ ان لوگوں میں سے نہ بنانا، جنھوں نے بیعت توڑی اور اپنے عہد کو تبدیل کیا۔

خدایا! اسے میری زندگی کا آخری عمل قرار دے اور میری زندگی کا اختتام اس پر فرما اور مجھے اس عمل کے ذریعے سے اپنی رضا عطا فرما اور میری خطائیں دُور فرما۔ اپنے نافرمان دشمنوں کے ہاتھوں سے حق کے پرچم کے نیچے شہادت عطا فرما اور مجھے شہادت کے ذریعے سے وہ زندہ بنا دے جو کہ تیری طرف سے رزق حاصل کرنے والوں میں مجھے شامل فرما۔ مجھے شہدا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرما اور مجھے میدانِ جنگ سے پشت دکھانے والوں میں سے نہ بنانا اور شک میں مبتلا افراد کی صف میں کھڑا نہ کرنا۔

خدایا! میں پناہ چاہتا ہوں کہ مشکل حالات میں بزدلی دکھاؤں اور جب بہادر ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں، مَیں اس میں کمزوری دکھاؤں اور مجھے ایسے گناہ سے محفوظ رکھ جو نیک اعمال کو ضائع کرنے والا ہو، جس کی وجہ سے مَیں شک میں پڑ جاؤں یا بے یقین ہو کر چلنے لگوں اور میری محنت

Presented by Ziaraat.Com

رائیگاں ہو جائے اور میرا عمل نامقبول قرار پائے"۔[1]

⑤ جنگ کا آغاز زوال کے بعد کرنا چاہیے

۲۹۹- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام زوالِ آفتاب سے پہلے جنگ شروع نہیں کرتے تھے اور آپؑ فرماتے تھے: اُس وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور رحمت آگے بڑھتی ہے اور خدائی مدد نازل ہوتی ہے۔ اور آپؑ فرماتے تھے: یہ وقت رات کی گھڑی کے قریب تر ہوتا ہے اور اس میں تھوڑے افراد قتل ہوتے ہیں اور دوڑنے والے بھی بآسانی بھاگ سکتے ہیں"۔

⑥ دشمن کے پس ماندگان سے نیک سلوک روا رکھنا چاہیے

۳۰۰- تاریخ یعقوبی میں اسماعیل بن علی سے منقول ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ پہلے انسان ہیں، جنھوں نے اہلِ قبلہ سے جنگ کے آداب مقرر کیے تھے:

① آپؑ قیدی کو قتل نہیں کرتے تھے۔

② آپؑ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کرتے تھے۔

③ آپؑ کسی زخمی کو قتل نہیں کرتے تھے۔ (تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۳۸۳)

---

[1] الکافی: جلد ۵، ص ۳۶، حدیث اوّل؛ تہذیب الاحکام: جلد ۳، ص ۸۱، حدیث ۳۳۷؛ بحار الانوار: جلد ۳۳، ص ۴۵۲، حدیث ۶۶۴

Presented by Ziaraat.Com

دسویں فصل

بین الاقوامی سیاست کے اُصول

① وہ اُمور جو حکومتوں کی بقا کے ضامن ہوتے ہیں

۳۰۱-مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَمِلَ بِالْعَدْلِ حَصَّنَ اللهُ مُلْكَهُ

"جو عدل کے تقاضوں پر عمل کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے ملک کی حفاظت کرتا ہے"۔(غرر الحکم: حدیث ۸۷۲۲)

۳۰۲-حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

ثَبَاتُ الْمُلْكِ فِي الْعَدْلِ

"مملکت کا ثبات عدل میں مضمر ہے"۔(المواعظ العددیہ: ص ۵۴)

۳۰۳-امام المتقین علیہ السلام نے فرمایا:

جَعَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ الْعَدْلَ قِوَامًا لِلْأَنَامِ وَتَنْزِيهًا مِنَ الْمَظَالِمِ وَالْآثَامِ وَتَسْنِيَةً لِلْإِسْلَامِ (غرر الحکم، حدیث ۴۷۸۹)

"اللہ سبحانہ نے عدل کو لوگوں کے جمع ہونے کا وسیلہ بنایا ہے اور مظالم اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنایا ہے اور اسلام کی عظمت کا سبب بنایا ہے"۔

۳۰۴-امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

إِذَا أَدَّتِ الرَّعِيَّةُ إِلَى الْوَالِي حَقَّهُ، وَأَدَّى الْوَالِي إِلَيْهَا حَقَّهَا عَزَّ الْحَقُّ بَيْنَهُمْ وَقَامَتْ مَنَاهِجُ الدِّينِ، وَاعْتَدَلَتْ مَعَالِمُ الْعَدْلِ، وَجَرَتْ عَلَى أَذْلَالِهَا السُّنَنُ، فَصَلَحَ بِذٰلِكَ الزَّمَانُ، وَطُمِعَ فِي بَقَاءِ الدَّوْلَةِ، وَيَئِسَتْ مَطَامِعُ الْأَعْدَاءِ

Presented by Ziaraat.Com

"جب رعیت والی کا حق ادا کرے اور والی رعیت کے حقوق ادا کرے تو اُس معاشرہ میں حق سربلند ہوگا اور دین کے راستے قائم رہیں گے اور اُس کے طریقوں کے مطابق روشیں جاری ہوتی ہیں۔ اس طرح سے وہ زمان بہتر ہوتا ہے اور بقائے حکومت کی طمع کی جاتی ہے اور دشمنوں کو ارادوں میں مایوسی ہوتی ہے"۔ [1]

۲ حُسنِ تدبیر

۳۰۵-امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

مَنْ حَسُنَتْ سِيَاسَتُهُ دَامَتْ رِيَاسَتُهُ [2]

"جس کی سیاست بہتر ہوگی اُس کی حکومت ہمیشہ قائم رہے گی"۔

۳۰۶-حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

بِحَسْبِ السِّيَاسَةِ يَكُونُ الْأَدَبُ الصَّالِحُ [3]

"سیاست کی بنیاد پر ادبِ صالح جنم لیتا ہے"۔

۳ حُسنِ سیرت

۳۰۷-امام المتقین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

حُسْنُ السِّيرَةِ جَمَالُ الثَّرْوَةِ وَحِصْنُ الْإِمْرَةِ

"حکمران کی حُسنِ سیرت اُس کے اقتدار کا جمال اور حکومت کی مضبوطی کا باعث ہے"۔ (غرر الحکم: حدیث ۴۸۴۷)

۴-حکمران کو بیدار مغز ہونا چاہیے

۳۰۸-امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۴ سے اقتباس

[2] غرر الحکم: حدیث ۸۴۳۸

[3] الکافی: جلد اوّل، ص ۲۸، حدیث ۳۴

Presented by Ziaraat.Com

مِنْ اِمَارَاتِ الدَّوْلَةِ الْيَقْظَةُ لِحِرَاسَةِ الْاُمُوْرِ ①

"حکومت کی علامت میں سے ایک علامت یہ ہے کہ معاملات کی حفاظت کے لیے حاکم کو بیدار مغز ہونا چاہیے"۔

ب: وہ اُمور جو حکومتوں کی تباہی کا سبب بنتے ہیں

① ظلم

۳۰۹- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

شَرُّ الْاُمَرَاءِ مَنْ ظَلَمَ رَعِيَّتَهٗ ②

"بدترین حکمران وہ ہے جو اپنی رعیت پر ظلم کرے"۔

۳۱۰- امام المتقین حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مَن ظَلَمَ رَعِيَّتَهٗ نَصَرَ اَضْدَادَهٗ ③

"جس نے اپنی رعیت پر ظلم کیا تو اُس نے اپنے مخالفین کی مدد کی"۔

۳۱۱- امام علی علیہ السلام نے زیاد بن اُبیہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھا:

اِسْتَعْمِلِ الْعَدْلَ ، وَاحْذَرِ الْعَسْفَ وَالْحَيْفَ ، فَاِنَّ الْعَسْفَ يَعُوْدُ بِالْجَلَاءِ ، وَالْحَيْفَ يَدْعُوْ اِلَى السَّيْفِ

"عدل کی روش پر چلو، بے راہ روی اور ظلم سے کنارہ کشی کرو، کیونکہ بے راہ روی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اُنھیں گھر بار چھوڑنا پڑے گا اور ظلم اُنھیں تلوار اُٹھانے کی دعوت دے گا"۔ (نہج البلاغہ، حکمت ۴۷۶)

① غلط تدبیر

۳۱۲- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

---

① غرر الحکم: حدیث ۹۳۶۰

② غرر الحکم: حدیث ۵۷۱۷

③ غرر الحکم: حدیث ۷۸۱۵

Presented by Ziaraat.Com

سُوْءُ التَّدْبِيرِ سَبَبُ التَّدْمِيرِ ①

"سوء تدبیر تباہی کا سبب بنتی ہے"۔

۳۱۳- امام علیہ السلام نے فرمایا:

يُسْتَدَلُّ عَلَى الْإِدْبَارِ بِأَرْبَعٍ : سُوءِ التَّدْبِيرِ، وَقُبْحِ التَّبْذِيرِ، وَقِلَّةِ الْإِعْتِبَارِ، وَكَثْرَةِ الْإِعْتِذَارِ ②

"ادبار بدبختی کا اندازہ چار چیزوں سے لگایا جاسکتا ہے:

① سوء تدبیر ② بدترین فضول خرچی ③ عبرت حاصل کرنے کی کمی

④ معذرت خواہی کی کثرت۔

③ کسی کو ناحق ترجیح دینا

۳۱۴- باب حکمت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی طرف منسوب حکمتوں میں سے ایک حکمت حسب ذیل ہے، آپؑ نے فرمایا:

اَلْإِسْتِئْثَارُ يُوجِبُ الْحَسَدَ، وَالْحَسَدُ يُوجِبُ الْبِغْضَةَ، وَالْبِغْضَةُ تُوجِبُ الْإِخْتِلَافَ، وَالْإِخْتِلَافُ يُوجِبُ الْفُرْقَةَ، وَالْفُرْقَةُ تُوجِبُ الضَّعْفَ، وَالضَّعْفُ يُوجِبُ الذُّلَّ، وَالذُّلُّ يُوجِبُ زَوَالَ الدَّوْلَةِ وَذَهَابَ النِّعْمَةِ ③

"کسی کو ناحق ترجیح دینے کا عمل حسد کا موجب ہے اور حسد بغض کا سبب ہے اور بغض اختلاف کا سبب ہے اور اختلاف تفریق کا موجب ہے اور تفریق کمزوری کا سبب اور کمزوری ذلت کا باعث ہے اور ذلت حکومت کے زوال اور نعمت کے ضائع ہونے کا سبب ہے"۔

---

① غرر الحکم: حدیث ۵۵۷۱

② غرر الحکم: حدیث ۱۰۹۵۸

③ شرح نہج البلاغہ: جلد ۲، ص ۳۳۵، حدیث ۹۶۱

Presented by Ziaraat.Com

④ اُصول کا ضیاع

۳۱۵- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

يُستَدَلُّ عَلى اِدبَارِ الدُّوَلِ بِأَربَعٍ: تَضيِيعِ الأُصُولِ، وَالتَّمَسُّكِ بِالفُروعِ، وَتَقدِيمِ الأَراذِلِ وَتَأخِيرِ الأَفَاضِلِ [1]

"حکومتوں کے زوال کا اندازہ چار چیزوں سے لگایا جاسکتا ہے:

① اصول کا ضائع کرنا ② فروع کو مضبوطی سے پکڑنا ③ رذیل افراد کو آگے لانا ④ افاضل افراد کو پیچھے کرنا"۔

ج: سیاسی اور اجتماعی تعلقات کے متعلق ارشادات

① دوسروں کو اپنے اُوپر قیاس کرنا

۳۱۶- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو حسب ذیل باتوں کی وصیت فرمائی تھی:

يَابُنَيَّ!... أَحسِن إِلى جَمِيعِ النَّاسِ كَمَا تُحِبُّ أَن يُحسَنَ إِلَيكَ، وَارضَ لَهُم مَا تَرضَاهُ لِنَفسِكَ، وَاستَقبِح مِن نَفسِكَ مَا تَستَبِحُهُ مِن غَيرِكَ، وَحَسِّن مَعَ جَمِيعِ النَّاسِ خُلُقَكَ، حَتّى إِذَا غِبتَ عَنهُم حَنُّوا إِلَيكَ وَإِذَا مِتَّ بَكَوا عَلَيكَ، وَقَالُوا: إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُونَ، وَلَا تَكُن مِنَ الَّذِينَ يُقَالُ عِندَ مَوتِهِ: اَلحَمدُ لِلّهِ رَبِّ العَالَمِينَ [2]

"اے پیارے فرزند! تمام لوگوں سے احسان کرو جیسا کہ تم خود چاہتے ہو کہ لوگ تم سے احسان کریں۔ ان کے لیے وہی کچھ پسند کرنا جو تم اپنے

---

[1] غرر الحکم، حدیث ۱۰۹۶۵

[2] کتاب من لا یحضرہ الفقیہ: جلد ۴، ص ۳۸۷، حدیث ۵۸۳۴

Presented by Ziaraat.Com

لیے پسند کرتے ہو اور لوگوں کے لیے وہی کچھ ناپسند کرو جو تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے اور تمام لوگوں کے ساتھ ایسے اخلاق سے پیش آؤ۔ اگر تم اُن سے غائب ہو جاؤ تو وہ تجھے ملنے کے شوقین ہوں اور اگر تم مر جاؤ تو وہ تم پر گریہ کریں اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھیں۔ خبردار! ان لوگوں میں سے نہ بنو جن کی موت کی خبر سن کر لوگ الحمد للہ رب العالمین پڑھیں"۔

۲ باہمی دشمنی سے اجتناب

۳۱۷- شاہِ ولایت حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

وَاجْتَنِبُوْا كُلَّ اَمْرٍ كَسَرَ فَقْرَتَهُمْ وَاَوْهَنَ مُتَنَّهُمْ مِنْ تَضَاغُنِ الْقُلُوْبِ وَتَشَامُنِ الصُّدُوْرِ وَتَدَابُرِ النُّفُوْسِ وَتَخَاذُلِ الْاَيْدِيْ [1]

"تم ہر اُس امر سے بچ کر رہو جس نے ان کی ریڑھ کی ہڈی کو توڑ ڈالا ہو اور اُن کی قوت و طاقت کو ضعف سے بدل ڈالا ہو (اور وہ یہ تھا) کہ اُنھوں نے کینہ اور سینوں میں بُغض رکھا اور ایک دوسرے کی مدد سے پیٹھ پھیر لی اور باہمی تعاون سے ہاتھ اُٹھا لیا"۔

۳۱۸- آپؑ نے فرمایا:

رَأْسُ الْجَهْلِ مُعَادَاةُ النَّاسِ

"جہالت کا سر لوگوں سے عداوت رکھنا ہے، یعنی جہالت کی بنیاد عوام دشمنی ہے"۔ (غرر الحکم: حدیث ۵۲۴۷)

۳ وعدہ وفائی

۳۱۹- ابوالائمہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۰ (خطبہ قاصعہ) سے اقتباس

Presented by Ziaraat.Com

وَ إِنَّ الْوَفَاءَ تَوأَمُ الصِّدقِ ، وَلَا أَعْلَمُ جُنَّةً أوقَى مِنهُ ، وَمَا يَغدِرُ مَن عَلِمَ كَيفَ المَرجِعُ ، وَلَقَد أَصبَحنَا فِي زَمَانٍ قَدِ اتَّخَذَ أَكثَرُ أَهلِهِ الغَدرَ كَيسًا وَنَسَبَهُمْ أَهلُ الجَهلِ فِيهِ إِلَى حُسنِ الحِيلَةِ

"وفائے عہد اور سچائی دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے اور میرے علم میں اس سے بڑھ کر حفاظت کی کوئی سپر نہیں ہے۔ جو شخص اپنی بازگشت کی حقیقت جان لیتا ہے وہ کبھی غداری نہیں کرتا، مگر ہمارا زمانہ ایسا ہے جس میں اکثر لوگوں نے غدر و فریب کو عقل و فراست سمجھ لیا ہے اور جاہلوں نے اُن کی چالوں کو حُسنِ تدبیر سے منسوب کر دیا ہے"۔ (نہج البلاغہ: خطبہ ۴۱)

۴ اپنی ثقافت کو قائم رکھنا

۳۲۰- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے:

لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ بِخَيْرٍ مَا لَم يَلبَسُوا لِبَاسَ العَجَمِ ، وَيَطعَمُوا أَطعِمَةَ العَجَمِ ، فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ ضَرَبَهُمُ اللهُ بِالذُّلِّ

"یہ اُمت اس وقت تک اچھی رہے گی جب تک یہ عجم کا لباس نہ پہنے گی اور جب تک یہ اُمت عجم کے کھانے نہ کھائے گی اور جب افرادِ اُمت نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ اُن پر ذلت مسلط کر دے گا"۔ [1]

---

[1] المحاسن: جلد ۲، ص ۱۷۸، حدیث ۱۵۰۴

Presented by Ziaraat.Com

چھٹا باب

امیر المومنینؑ کے عہدِ حکومت کی جنگیں

پہلی فصل : پہلی جنگ: جنگِ جمل

دوسری فصل : دوسری جنگ: جنگِ صفین

تیسری فصل : تیسری جنگ: جنگِ نہروان

Presented by Ziaraat.Com

امام علی علیہ السلام کی جنگوں پر ایک سرسری نظر

لوگوں نے پورے جوش و ولولہ اور عدیم النظیر جذبات کے ساتھ خلافت کا عہدہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ امیرالمومنینؑ نے اقتدار سنبھالنے کے بعد اپنے پہلے خطبہ ہی میں اپنی مستقبل کی پالیسیوں کو واضح کیا تھا۔

آپؑ نے ببانگ دُہل یہ اعلان کیا تھا: اس وقت اسلام اور مسلمان میں جو امتیازی نظام نافذ ہو چکا ہے میں اس امتیازی اور طبقاتی نظام کو برداشت نہیں کروں گا اور میری پوری کوشش ہوگی کہ اسلامی معاشرے سے اس کی جڑوں کو کاٹ کر پھینک دیا جائے۔ اور معاشی اور اقتصادی معیارات کا خاتمہ کر دیا جائے۔ میں ان امتیازات کو رسمِ جاہلیت سمجھتا ہوں اور انھیں ہٹا کر عہدِ نبوت کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کا یہ اعلان بہت سے افراد پر آسمانی بجلی بن کر گرا تھا۔ چنانچہ وہ افراد جو امتیازات کے حامل تھے اور طبقاتی نظام میں سرفہرست دکھائی دیتے تھے وہ آپؑ کے اس اُصولی اور نظریاتی نظام کی حمایت نہیں کر سکتے تھے۔

مساوات کی یہ پالیسی اُن لوگوں کے لیے ناقابلِ قبول تھی جو اربوں کی جائیدادیں بنائے بیٹھے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ خلیفۂ ثالث کو اُن کے منصب سے ہٹا کر اس منفعت بخش سیٹ پر قبضہ کریں تاکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ جائیدادوں میں اضافہ کر سکیں۔

بس پھر کیا تھا حضرت علی علیہ السلام کو اقتدار سنبھالے ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ باسی ہانڈیوں میں اچانک اُبال آنے لگا اور حضرتؑ کی خلافت کے تمام عرصہ میں دولت کے پجاریوں اور مفاد پرست عناصر نے مختلف حیلوں اور بہانوں سے آپؑ کے خلاف جنگ کی

Presented by Ziaraat.Com

اور آپؑ کو سکون کا ایک لمحہ بھی نصیب نہ ہوا اور عرب کی زمین ان پالیسیوں کی وجہ سے لالہ زار ہوگئی اور ہر طرف بغاوت کے شعلے اُٹھتے دکھائی دینے لگے۔

الغرض حالات انتہائی کٹھن تھے اور جب ہم جنگ کے شعلے بھڑکانے والوں پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں بڑے بڑے مشاہیر دکھائی دیتے ہیں۔ بالخصوص جنگ جمل اور جنگ نہروان شروع کرانے والے لوگوں کو عوام الناس مخصوص تقدس کی نظر سے دیکھتے تھے۔

یہ امام علیہ السلام کی طلسماتی شخصیت تھی کہ مسلمانوں نے آپؑ کے لشکر میں شامل ہو کر اُن کے خلاف جنگ لڑی تھی۔ اگر آپؑ کی ذات موجود نہ ہوتی تو ان تقدس مآب افراد کے خلاف کسی کو بولنے کی جرأت تک نہ ہوتی۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے کئی بار یہ فرمایا تھا:

لَوْلَمْ اَكُ فِيْكُمْ مَا قُوْتِلَ اَصْحَابُ الْجَمَلِ وَاَهْلُ النَّهْرَوَانِ

"اگر میں تمھارے درمیان نہ ہوتا تو اصحابِ جمل اور اہلِ نہروان سے جنگ کوئی بھی نہ کرتا"۔ (الغارات: جلد اوّل، ص ۷ و ۱۶)

امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا تھا:

اَيُّهَا النَّاسُ! فَاَنَا مَنْقَاتُ عَيْنَ الْفِتْنَةِ وَلَمْ يَكُنْ لِيَجْتَرِئَ عَلَيْهَا اَحَدٌ غَيْرِيْ بَعْدَ اَنْ مَاجَ غَيْهُبُهَا وَاشْتَدَّ كَلَبُهَا

"اے لوگو! میں نے فتنہ و شر کی آنکھیں پھوڑ ڈالی ہیں۔ جب اس کی تاریکیاں (موجوں کی طرح) تہ و بالا ہو رہی تھیں اور (دیوانے کتوں کی طرح) اس کی دیوانگی زوروں پر تھی۔ میرے علاوہ کسی میں یہ جرأت نہ تھی کہ وہ اس کی طرف بڑھتا۔

یہ حقیقت ہے کہ یہ امیر المومنین علی علیہ السلام کا ہی جگر تھا، جنھوں نے فاسد افکار کے سیاہ بادلوں، اندھیری جہالت اور خوش نما پردوں میں چھپے ہوئے شرک کا مقابلہ کیا تھا۔ آپؑ کے سامنے لفظ صحابہ، سابقین جیسے لیبل تھے اور ایسے جاہل، عابد و زاہد تھے جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے گھٹے پڑے

Presented by Ziaraat.Com

ہوئے تھے۔ آپؑ کے علاوہ ان سے ٹکرانا کسی اور کے بس میں نہیں تھا"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۹۱ سے اقتباس)

جی ہاں! امیر المومنینؑ کا کام انتہائی دشوار تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے مستقبل کے آئینہ میں دیکھ رہے تھے۔ آپؐ نے کئی بار امام علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

تُقَاتِلُ عَلَى التَّاوِيْلِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلَى التَّنْزِيْلِ

"آپؑ تاویل پر جنگ کریں گے جیسا کہ میں نے تنزیل پر جنگ کی ہے"۔

سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

اِنَّ عَلِي بن اَبِي طَالِب اَخِيْ وَوَصِيِّي تُقَاتِلُ بَعْدِيْ عَلَى تَاوِيْلِ الْقُرْاٰنِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلَى تَنْزِيْلِه

"بلاشبہ علیؑ بن ابی طالبؑ میرا بھائی ہے اور میرا وصی ہے۔ وہ میرے بعد تاویلِ قرآن پر ایسی جنگ کرے گا جیسا کہ میں نے تنزیلِ قرآن کے مطابق جنگ کی ہے"۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے شعلے بھڑکانے والوں کی شخصیات کو بھی واضح کیا تھا اور فرمایا تھا:

هٰذَا وَاللهِ قَاتِلُ الْقَاسِطِيْنَ وَالنَّاكِثِيْنَ وَالْمَارِقِيْنَ بَعْدِيْ

"خدا کی قسم! یہ میرے بعد قاسطین، ناکثین اور مارقین سے جنگ کرے گا"۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ احادیث اتنی عام تھیں کہ صحابہ خلافتِ علیؑ سے بہت پہلے ان احادیث کو بیان کرتے تھے۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف احکامِ دین ہی بیان نہیں کیے تھے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ آپؐ نے اُمت کے مستقبل کے واقعات کو بھی بیان کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؐ کے دین کو ہمیشہ رہنا تھا اور آپؐ کے دین نے ہر زمان و مکان میں پھیلنا تھا، اسی لیے آنحضرتؐ فتنہ کی آگ بھڑکانے والوں کو بخوبی جانتے تھے اور آپؐ نے اپنی اُمت کو اُن کے شر سے بچانے

Presented by Ziaraat.Com

کے لیے یہ بیان فرمایا تھا کہ علیؑ کے مخالفین فتنہ پرور لوگ ہوں گے اور وہ باغی گروہ ہوں گے۔

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

يَا عَلِيُّ! سَتُقَاتِلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ وَأَنْتَ عَلَى الْحَقِّ فَمَنْ لَمْ يَنْصُرْكَ يَوْمَئِذٍ فَلَيْسَ مِنِّي [1]

"اے علیؑ! عنقریب باغی گروہ تجھ سے جنگ کرے گا تو حق پر ہوگا۔ اُس دن جو شخص بھی تیری مدد نہ کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہوگا"۔

دوسری جانب رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام لوگوں کو یہ بتا دیا تھا کہ ان کے بھائی علیؑ کے خلاف لوگ جتنی بھی جنگیں لڑیں گے اُن سب میں علیؑ حق پر ہوں گے۔

چنانچہ آپؐ نے متعدد بار فرمایا تھا:

أَنْتَ تُقَاتِلُ..... عَنْ سُنَّتِي [2]

"تو میری سنت پر جنگ کرے گا"۔

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:

حَرْبُ عَلِيٍّ حَرْبُ اللهِ [3]

"علیؑ سے جنگ لڑنا خدا سے جنگ لڑنے کے مترادف ہے"۔

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:

حَرْبُكَ حَرْبِي [4]

"اے علیؑ! تیری جنگ میری جنگ ہے"۔

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:

---

[1] تاریخ دمشق: جلد ۴۲، ص ۴۷۳، حدیث ۹۰۴۴

[2] مسند ابی یعلیٰ، جلد اوّل، ص ۲۷۱، حدیث ۵۲۴

[3] الخصال: ص ۴۹۶، حدیث ۵

[4] مناقب ابن مغازلی: ص ۵۰، حدیث ۷۳

Presented by Ziaraat.Com

حَرْبُكَ حَرْبِيْ وَسِلْمُكَ سِلْمِيْ [1]

"اے علیؑ! تیری جنگ میری جنگ ہے اور تیری صلح میری صلح ہے"۔

چنانچہ اس طرح کے فرامین سے رسولِ امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستقبل کے حقائق اور آنے والے زمانہ کے حالات و واقعات کو واضح کر دیا تھا۔ اس مفہوم کی مزید احادیث ملاحظہ فرمائیں:

الف: رسولِ اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے جنگ لڑنے سے خبردار کیا تھا

۳۲۱- سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا عَلِيُّ! حَرْبُكَ حَرْبِي وَسِلْمُكَ سِلْمِيْ وَحَرْبِيْ حَرْبُ اللهِ وَمَنْ سَالَمَكَ فَقَدْ سَالَمَنِيْ وَمَنْ سَالَمَنِيْ فَقَدْ سَالَمَ اللهَ عزوجل [2]

"اے علیؑ! آپؑ سے جنگ لڑنا مجھ سے جنگ لڑنے کے مترادف ہے اور آپؑ سے صلح کرنا مجھ سے صلح کرنے کے مترادف ہے اور مجھ سے جنگ خدا سے جنگ ہے اور جس نے آپؑ سے صلح کی تو اُس نے گویا مجھ سے صلح کی اور جس نے مجھ سے صلح کی تو اُس نے اللہ عزوجل سے صلح کی"۔

۳۲۲- پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حسنین کریمین علیہما السلام سے ارشاد فرمایا:

اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ [3]

"تم جس سے جنگ کرو گے میری بھی اُس کے خلاف جنگ ہوگی اور تم جس سے صلح کرو گے میری بھی اُس سے صلح ہوگی"۔

ب: رسولِ خدا نے بعد کے فتنوں کی خبر دی تھی

۳۲۳- مستدرک حاکم میں ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ يَقُوْلُ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ : تُقَاتِلُ النَّاكِثِيْنَ

---

[1] امالی طوسی: ص ۳۶۴، حدیث ۷۶۳

[2] امالی صدوق: ص ۶۵۶، حدیث ۸۹۱

[3] سنن ترمذی: جلد ۵، ص ۶۹۹، حدیث ۳۸۷

Presented by Ziaraat.Com

وَالقَاسِطِيْنَ وَالمَارِقِيْنَ بِالطُّرُقَاتِ وَالنَّهرَوانَاتِ وَبَالشَّعفَاتِ، قَالَ أَبُو اَيُّوبَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ مَعَ مَن تُقَاتِلُ هٰؤُلَاءِ الْأَقْوَامُ؟ قَالَ: مَعَ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ ①

"میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ آپؑ علیؑ بن ابی طالب سے فرما رہے تھے: اے علیؑ! آپؑ ناکثین (بیعت شکن) قاسطین (ظلم پیشہ) اور سڑکوں، گلیوں اور پہاڑ کی چوٹیوں میں خروج کرنے والوں کے خلاف جنگ کرو گے۔

ابوایوبؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہم کس کے ساتھ مل کر اُن اقوام کے خلاف جنگ کریں؟

آپؐ نے فرمایا: تم علیؑ بن ابی طالبؑ کے ساتھ مل کر اُن کے خلاف جنگ کرنا"۔

ج: نبی اکرمؐ نے مجھے گمراہ گواہوں کے خلاف جنگ لڑنے کا حکم دیا تھا

۳۲۴- حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

أُمِرتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاكِثِيْنَ وَالْقَاسِطِينَ وَالمَارِقِينَ، فَفَعَلتُ مَا أُمِرتُ بِهِ، فَأَمَّا النَّاكِثُوْنَ فَهُم أَهلُ البَصرَةِ، وَغَيرُهُم مِنْ أَصْحَابِ الجَمَلِ، وَأَمَّا المَارِقُوْنَ فَهُمُ الخَوَارِجُ، وَأَمَّا القَاسِطُوْنَ: فَهُمْ أَهلُ الشَّامِ وَغَيرُهُم مِنْ اَحزَابِ مُعَاوِيَةَ ②

"مجھے یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں ناکثین، قاسطین اور مارقین کے خلاف جنگ کروں۔ چنانچہ مجھے جو حکم دیا گیا تھا میں نے اُس پر عمل کیا ہے۔ ناکثین اہلِ بصرہ اور دیگر اصحابِ جمل ہیں۔ مارقین خوارج ہیں، قاسطین سے مراد

---

① مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۱۵۰، حدیث ۴۶۷۵

② دعائم الاسلام: جلد اوّل، ص ۳۸۸

Presented by Ziaraat.Com

اہلِ شام اور معاویہ کے گروہ ہیں"۔

د: باغیوں کے مقاصد کیا تھے؟

① اپنی بلندی قائم کرنا

۳۲۵- شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ ارشاد میں لکھتے ہیں: جب امیر المومنینؑ نے یہ سنا کہ طلحہ و زبیر اُم المومنین حضرت عائشہؓ کو ساتھ لے کر بصرہ کی طرف روانہ ہوئے ہیں تو آپؑ نے خداوند عالم کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: عائشہؓ اور طلحہ و زبیر مجھ سے لڑائی کے لیے چل پڑے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنے لیے خلافت کا دعویدار ہے۔

طلحہ خلافت کا دعویدار ہے، اس لیے کہ وہ اُم المومنین حضرت عائشہؓ کا ابن عم ہے۔ اور زبیر اس لیے دعویدار ہے کہ وہ بی بی کا بہنوئی ہے۔ اگر بالفرض یہ دونوں کامیاب ہو گئے تو زبیر طلحہ کی گردن قلم کر دے گا اور طلحہ زبیر کو قتل کر ڈالے گا۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے۔ (ارشاد: جلد اوّل، ص ۲۴۶)

② کینہ پروری

۳۲۶- مناقب خوارزمی میں ہے کہ جنگِ صفین کو شروع ہوئے چھبیس دن گزرے تھے کہ معاویہ کے درباری سردار اُس کے پاس جمع ہوئے اور اُن کے درمیان حضرت علی علیہ السلام اور مالک اشترؓ کی شجاعت زیرِ بحث آئی۔

عتبہ بن ابی سفیان نے کہا: یہ درست ہے مالک اشترؓ بڑا دلیر اور بہادر ہے لیکن علیؑ کی بہادری کی دُنیا میں مثال ہی نہیں ملتی۔

معاویہ نے کہا: اس وقت ہم جتنے افراد یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ہم سب علیؑ کے ستائے ہوئے ہیں۔ علیؑ نے ہم میں سے کسی کے باپ کو قتل کیا ہے، کسی کے بھائی کو قتل کیا ہے یا بدر کی جنگ میں کسی کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ اے ابوالاعور! اسی علیؑ نے روزِ اُحد تیرے چچا کو قتل کیا تھا۔ ابن طلحہ! علیؑ نے تیرے باپ طلحہ کو جنگِ جمل میں قتل کیا تھا۔ اب ہم جمع ہو چکے ہیں تو ہمیں

Presented by Ziaraat.Com

چاہیے کہ اس سے اپنے مقتولین کا انتقام لیں۔اور اگر ہم انتقام لینے میں کامیاب ہو گئے تو ہمارے سینوں کو ٹھنڈک نصیب ہو جائے گی۔(مناقب خوارزمی، ص ۲۳۴)

۳ حسد

۳۲۷- شیخ مفیدؒ امالی میں حسن بن سلمہ کی زبانی نقل کرتے ہیں: جب امیر المومنین علی علیہ السلام کو اطلاع ملی کہ بی بی عائشہؓ اور طلحہ و زبیر مکہ چھوڑ کر بصرہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں تو ابوالہیثم بن التیہان کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے کہا:

اے امیر المومنینؑ! قریش دو وجوہات کی بنا پر آپؑ سے حسد کرتے ہیں۔ اُن کے بزرگوں کو آپؑ کی فضیلت نے مارا ہے، اس لیے یہ آپؑ سے حسد کرتے ہیں اور اُن کے اشرار کو اُن کے بزرگوں کا قتل آج تک نہیں بھولا، اسی لیے یہ آپؑ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کیا ہے اور ان کے گناہوں میں اضافہ کیا ہے۔ یہ لوگ صرف آپؑ کی برابری کی خواہش نہیں رکھتے، بلکہ آپؑ سے مقدم ہونا چاہتے ہیں لیکن یہ چیز ناممکن ہے۔ یہ لوگ میدانِ فضیلت میں مدت سے گر چکے ہیں اور آپؑ ہی ہر لحاظ سے قریش کی حکومت کے حق دار ہیں۔ آپؑ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ان کی مدد کی تھی اور وفاتِ رسولؐ کے بعد آپؑ نے اُن کے حقوق ادا کیے ہیں۔

خدا کی قسم! اُن کی بغاوت خود ان کے لیے نقصان دہ ہے۔ ہم آپؑ کے انصار و اعوان ہیں، آپؑ ہمیں حکم دیں ہم تعمیل کریں گے۔(امالی مفید: ص ۱۵۴، حدیث ۶)

۴ دُنیا کی حرص

۳۲۸- امالی طوسیؒ میں مالک بن اوس سے منقول ہے، اُس نے کہا: حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ و زبیر کو اپنے ہاں طلب کیا اور اُن سے فرمایا: کیا تم دونوں کسی جبر و اکراہ کے بغیر میرے پاس نہیں آئے تھے؟ اور کیا تم نے پوری آزادی سے میری بیعت نہیں کی تھی؟ اب تمھارے اختلاف کی وجہ کیا بنی ہے؟ کیا میں نے کوئی غلط فیصلہ کیا ہے؟ کیا میں نے تمھارے وظائف ختم کر دیے ہیں؟ اور کیا تم دونوں نے مجھے کسی امر مسلمین کی دعوت دی تھی اور میں نے اُسے رد کیا ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

دونوں نے کہا: معاذ اللہ! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: آخر تمھیں میری کون سی بات ناپسند آئی کہ تم میری مخالفت کرنے لگ گئے ہو؟

ان دونوں نے جواب دیا کہ آپؑ نے حضرت عمرؓ کی قائم کردہ مالیاتی پالیسی کو چھوڑ دیا ہے اور آپؑ نے ہمارا حق عام مسلمانوں کے برابر کر دیا ہے۔ کل تک جن لوگوں کے خلاف ہم نے تلوار چلائی تھی آج وہ مسلمان ہو چکے ہیں اور آپؑ نے بیت المال کے وظائف میں انھیں بھی وہی وظیفہ دیا جو ہمیں دیا ہے۔ (امالی طوسی: ص ۷۳۱، حدیث ۱۵۳۰)

① حق علیؑ سے تجاہل برتنا

۳۲۹- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے عقیلؑ بن ابی طالبؑ کے نام اپنے ایک خط میں لکھا تھا:

> "تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ آج سارا عرب تیرے بھائی کی مخالفت میں اسی طرح سے جمع ہو چکا ہے جیسا کہ رسولؐ خدا کے خلاف جمع ہوا تھا۔ آج اہل عرب تیرے بھائی کے حق سے تجاہل عارفانہ برت رہے ہیں اور اس کی فضیلت کا انکار کر چکے ہیں"۔ (الغارات: جلد ۲، ص ۴۳۱)

۵: باغیوں کے خلاف جنگ میں امیر المومنینؑ کے کیا مقاصد تھے؟

① احیائے دین

۳۳۰- مسند ابن حنبل میں ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ اتنے میں آپؐ اپنی ایک زوجہ کے گھر سے برآمد ہوئے۔ چلتے چلتے آپؐ کا جوتا پھٹ گیا۔ علیؑ نے آپؐ کا جوتا لیا اور اُسے گانٹھنے لگے۔

رسولؐ خدا نے ہم سے فرمایا: تمھارے اندر ایسا شخص بھی موجود ہے جو اس قرآن کی تاویل کے مطابق جنگ کرے گا جیسا کہ میں نے تنزیل کے مطابق کی ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

ہم سر اُٹھا اُٹھا کر دیکھنے لگے۔ اس وقت مجمع میں حضرات ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی موجود تھے۔
ہم نے کہا: کیا اس سے آپؐ کی مراد ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں؟
آپؐ نے فرمایا: نہیں میری مراد وہ ہے جو جوتا گانٹھ رہا ہے۔
ہم حضرت علی علیہ السلام کو بشارت دینے کے لیے آگے بڑھے تو معلوم ہوا کہ اُنھوں نے بھی یہ بات خود سن لی ہے۔ (مسند احمد حنبل: جلد ۴، ص ۱۶۳، حدیث ۱۱۷۷۳)

۲ سنت کا دفاع

۳۳۱- رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

اَنْتَ اَخِیْ وَاَبُوْ وَلَدِیْ تُقَاتِلُ عَنْ سُنَّتِیْ وَتُبْرِئُ ذِمَّتِیْ [1]

"تو میرا بھائی ہے اور میری اولاد کا باپ ہے۔ تو میری سنت کے دفاع میں جنگ کرے گا اور میری ذمہ داریوں کو پورا کرے گا"۔

۱ بدعات کا مقابلہ کرنا

۳۳۲- امالی طوسیؒ میں ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ان واقعات کی خبر دی جن کا اُنھوں نے سامنا کرنا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام سن کر رونے لگے اور آپؑ نے رسولِ اکرمؐ سے عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! آپؐ کو میرے حق اور میری قرابت کا واسطہ اور آپؐ کو میری صحبت کا واسطہ! آپؐ خداوند تعالیٰ سے دُعا کریں کہ وہ مجھے اپنی طرف بلا لے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں مقرر شدہ مدت کے متعلق خدا سے درخواست کروں؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں ان لوگوں سے کس بات پر جنگ کروں؟

---

[1] مسند ابی یعلیٰ: جلد اوّل، ص ۲۷۱، حدیث ۵۲۴

Presented by Ziaraat.Com

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دین میں بدعات پیدا کرنے کی بنیاد پر۔ [1]/

حضرت علیؑ تمام غزوات میں برسرِ حق تھے

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام تمام غزوات میں حق پر تھے اور آپؑ کے مخالف باطل پر تھے۔ آپؑ کی حقانیت اور مخالفین کے بُطلان کا ثبوت یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا:

حَرْبُكَ يَا عَلِيُّ حَرْبِي وَسِلْمُكَ يَا عَلِيُّ سِلْمِي [2]

"اے علیؑ! تیری جنگ میری جنگ ہے اور تیری صلح میری صلح ہے"۔

يَا عَلِيُّ! اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَكَ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَكَ [3]

"اے علیؑ! جو تجھ سے جنگ کرے گا میری اُسی سے جنگ ہوگی اور جو تجھ سے صلح رکھے گا اُس سے میری صلح ہوگی"۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا دونوں فرمان عامہ و خاصہ سے مروی ہیں اور انھیں شیعہ اور سُنّی دونوں مذاہب کے محدثین نے نقل کیا ہے۔ کسی بھی محدث نے آج تک ان احادیث کی سند پر اعتراض نہیں کیا اور نہ ہی ان احادیث کے رواۃ کو کسی نے کاذب کہا ہے۔ اور جو احادیث اَزروئے سند اور اَزروئے متن ثابت ہوں تو انھیں تسلیم کرنا اور اُن پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔ اگر خدانخواستہ ان احادیث میں کوئی نقص ہوتا تو کوئی نہ کوئی محدث اس کی ضرور نشان دہی کرتا۔

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے، آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا تھا:

تُقَاتِلُ يَا عَلِيُّ! عَلَى تَاوِيلِ الْقُرْاٰنِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلَى تَنْزِيلِهِ

---

[1] امالی طوسی: ص ۵۰۱، حدیث ۱۰۹۸

[2] الفصول المختارۃ: جلد ۲، ص ۲۴۵

[3] امالی مفید: ص ۲۱۲، حدیث ۴

Presented by Ziaraat.Com

"اے علیؑ! تو تاویلِ قرآن پر جنگ کرے گا جیسا کہ میں نے تنزیلِ قرآن کے مطابق جنگیں کی ہیں"۔ (المسترشد، ص ۴۲۹، حدیث ۱۴۲)

سہیل بن عمرو اور اُس کے ساتھیوں سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا:

لَتَنْتَهُنَّ يَامَعْشَرَ قُرَيْشٍ اَوْ لَيَبْعَثَ اللهُ عَلَيْكُمْ رَجُلًا يَضْرِبُكُمْ عَلٰى تَأْوِيْلِ الْقُرْاٰنِ كَمَا ضَرَبْتُكُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ

"اے گروہِ قریش! اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ، ورنہ خدا تم پر ایسے مرد کو بھیجے گا جو تاویلِ قرآن کے مطابق تمہیں یوں مارے گا جیسا کہ میں نے تنزیلِ قرآن کے تحت تمہیں مارا ہے"۔

کچھ اصحاب نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! کیا وہ ابوبکرؓ ہوں گے؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں۔

لوگوں نے کہا: کیا وہ عمرؓ ہوں گے؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں، بلکہ وہ ہوگا جو حجرہ میں جوتا گانٹھ رہا ہے۔

لوگوں نے دیکھا تو علیؑ رسولِ خدا کا جوتا گانٹھ رہے تھے۔ (الافصاح: ص ۱۳۵)

اسی طرح سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ مشہور حدیث ہے:

تُقَاتِلُ بَعْدِي النَّاكِثِيْنَ وَالْقَاسِطِيْنَ وَالْمَارِقِيْنَ

"اے علیؑ! تو میرے بعد ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کرے گا"۔

یہ حدیث بھی سابقہ روایات کی طرح سے صحیح السند ہے اور فریقین کے علماء اس کی صحت کے قائل ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی حقانیت کے لیے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح الفاظ میں یہ اعلان کیا تھا:

عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ، اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَ عَلِيٍّ حَيْثُمَا دَارَ [1]

---

[1] الطرائف: ص ۱۰۳، حدیث ۱۵۰

Presented by Ziaraat.Com

"علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ خدایا! حق کو اُدھر پھیر دے جدھر حیدرِ کرّارؑ پھر جائے"۔

اس حدیث کو بھی علمائے اہلِ سنت نے روایت کیا ہے اور اپنی صحیح کتابوں میں اسے لکھا ہے۔ کسی نے بھی اس حدیث کی سند پر اعتراض نہیں کیا اور کسی نے اس حدیث کے رواۃ کو جھوٹا نہیں کہا اور عقل و نقل کے لحاظ سے اس میں کوئی خرابی نہیں ہے، لہٰذا اس کی صحت کا عقیدہ رکھنا واجب ہے۔

اسی طرح سے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے:

اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهٗ [1]

"خدایا! جو علیؑ سے دوستی رکھے تو بھی اُس سے دوستی رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے تو بھی اُس سے دشمنی رکھ اور جو اُس کی مدد کرے تو اُس کی مدد کر اور جو اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے تو بھی اُسے یار و مددگار چھوڑ دے"۔

یہ حدیث اتنی مشہور ہے کہ اس کے اسناد بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جملہ محدثین نے اسے صحیح کہا ہے۔

اسی طرح سے رسولِ اعظمؐ نے یہ فرمایا تھا:

قَاتَلَ اللّٰهُ مَنْ قَاتَلَكَ وَعَادَى اللّٰهُ مَنْ عَادَاكَ [2]

"خدا اُس سے جنگ کرے جو تجھ سے جنگ کرے اور خدا اس سے دشمنی رکھے جو تجھ سے دشمنی رکھے"۔

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے:

مَنْ اٰذٰى عَلِيًّا فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ تَعَالٰى [3]

---

[1] مسند احمد بن حنبل: جلد اوّل، ص ۲۵۴، حدیث ۹۶۴

[2] الکافیۃ: ص ۳۶، حدیث ۲۷

[3] ذخائر العقبیٰ: ص ۱۲۲

Presented by Ziaraat.Com

"جس نے علیؑ کو اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی تو اُس نے خدا کو اذیت دی"۔

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام کو اذیت دینا خدا کو اذیت دینے کے مترادف ہے اور سورۂ احزاب میں فرمانِ خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (آیت ۵۷)

"یقیناً جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں اللہ نے اُن پر دُنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور اُن کے لیے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے"۔

الغرض مذکورہ بالا احادیث سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے تمام اقدامات درست تھے اور مخالفین کا ہر اقدام گمراہی اور ضلالت پر مبنی تھا۔ اس مفہوم کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ سر دست ہم صرف انھی احادیث پر اکتفا کرتے ہیں۔

قارئین کرام! آخر میں ابی الحدید معتزلی کی حسب ذیل گفتگو کو ملاحظہ فرمائیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امامت حضرت علیؑ کا حق تھا۔ اگر حضرت علی علیہ السلام خلفاء کے خلاف تلوار اُٹھا لیتے تو ہم اُن کے ہر مخالف کی ہلاکت کا فیصلہ کرتے، کیونکہ احادیث میں یہ کلمات وارد ہوئے ہیں:

عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ يَدُوْرُ حَيْثُمَا دَارَ

"علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ جدھر علیؑ جائے تو حق بھی اُس کے ساتھ پھر جاتا ہے"۔

علاوہ ازیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد بار یہ فرمایا تھا:

حَرْبُكَ حَرْبِي وَسِلْمُكَ سِلْمِي [1]

"اے علیؑ! تیری جنگ میری جنگ ہے اور تیری صلح میری صلح ہے"۔

---

[1] شرح نہج البلاغہ: جلد ۲، ص ۲۹۷

Presented by Ziaraat.Com

پہلی فصل

پہلی جنگ: جنگِ جمل

جنگ کی جزئیات

الف: جنگ کب واقع ہوئی تھی؟

کچھ مورخین بیان کرتے ہیں کہ جنگِ جمل ماہ جمادی الاوّل ۳۶ ہجری [1] میں واقع ہوئی تھی۔ جب کہ کچھ مورخین کا اصرار ہے کہ یہ جنگ ماہ جمادی الثانی میں واقع ہوئی تھی۔ [2] اس جنگ کا فیصلہ ایک ہی دن میں ہو گیا تھا۔ [3]

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے جو خطوط کوفہ اور مدینہ روانہ کیے تھے اس سے پہلی رائے کی تائید ہوتی ہے۔ [4]

ب: مقامِ جنگ

مقامِ جنگ کے لیے مورخین نے تین مقامات کی نشان دہی کی ہے اور تینوں بصرہ کے قرب و جوار میں واقع ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ جنگ زابوقہ [5] میں واقع ہوئی تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ زاویہ [6] میں لڑی گئی تھی۔ یہ بصرہ کا ایک محلہ تھا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ حزیہ

---

[1] التاریخ الصغیر: جلد اوّل، ص ۱۲۰

[2] مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۱۱۴، حدیث ۵۵۷۰

[3] کچھ مصادر میں درج ہے کہ یہ جنگ چار گھنٹے جاری رہی تھی (تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۸۳) اور یہ جنگ ظہر سے شروع ہوئی تھی اور مغرب کے وقت ختم ہو گئی تھی (انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۳۸)۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ جنگ پورا دن جاری رہی تھی (تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۵۲۳)۔ ان اقوال میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا ہے۔

[4] الجمل: ص ۳۹۶ و ۳۹۹

[5] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۶۶-۴۷۰-۵۰۵

[6] مروج الذہب: جلد ۲، ص ۳۷۰

Presented by Ziaraat.Com

میں واقع ہوئی تھی۔ [1]

ج: جنگ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد

فریقین کا لشکر پچاس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ امیر المومنین علی علیہ السلام کے لشکر کی تعداد بیس ہزار اور مخالفین کی تعداد تیس ہزار افراد پر مشتمل تھی۔

د: امیر المومنینؑ کی فوج کی اہم شخصیات

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکابر صحابہ کی بڑی تعداد امیر المومنین علی علیہ السلام کے لشکر میں شامل تھی۔ البتہ ان کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ مصادر بیان کرتے ہیں کہ اس جنگ میں اسی (۸۰) بدری صحابی امیر المومنینؑ کے ساتھ موجود تھے۔ اہلِ بدر کے علاوہ پندرہ سو صحابہ بھی آپؑ کی زیرِ قیادت جنگ میں شامل تھے۔

کچھ مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ اس جنگ میں آٹھ سو انصار شامل تھے اور ان کے علاوہ بیعتِ رضوان میں شرکت کرنے والے چار سو دیگر صحابہ بھی شامل تھے۔ امیر المومنینؑ کے لشکر کی اہم شخصیات حسب ذیل تھیں: ① ابوایوب انصاری ② ابی الہیثم بن التیہان ③ خزیمہ بن ثابت ذی الشہادتین ④ عبداللہ بن بدیل ⑤ عبداللہ بن عباس ⑥ عثمان بن حنیف ⑦ عدی بن حاتم ⑧ عمار بن یاسر ⑨ عمرو بن الحمق ⑩ عمر بن ابی سلمہ ⑪ ہاشم بن عتبہ۔ [2]

ناکثین کی ممتاز شخصیات

جنگِ جمل کے شعلے بھڑکانے والوں میں رسولِ خداؐ کے مشہور اور مقرب صحابہ شامل تھے۔ اُن کے لشکر میں اَشراف و اَکابر موجود تھے۔ ان لوگوں میں سرفہرست بی بی حضرت عائشہؓ، طلحہ، زبیر، مروان بن الحکم، عبداللہ بن عامر اور کعب بن سور کے علاوہ اشرافیہ گروہ کے تمام افراد شامل تھے جو آپ کے عدل کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

---

[1] الاخبار الطوال: ص ۱۴۶

[2] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۵۰۵

Presented by Ziaraat.Com

حضرت بی بی عائشہؓ، طلحہ و زبیر سے متاثر ہو کر بہت سے بے بصیرت افراد نے اُن کے لشکر میں شمولیت اختیار کی تھی۔ عوام الناس کی بڑی تعداد ان کی ظاہری شخصیات سے متاثر تھی اور کچھ لوگ تو یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان جیسی تقدیس مآب شخصیات بھی غلطی کر سکتی ہیں۔

اس لیے حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کو ان کی فکری گمراہی سے نجات دینے کے لیے یہ اصول بیان کیا تھا:

اِنَّ الْحَقَّ لَا یُعْرَفُ بِالرِّجَالِ اِعْرِفِ الْحَقَّ تَعْرِفْ اَھْلَہٗ

"شخصیات سے حق کی پہچان نہیں ہوتی۔ پہلے حق کو پہچانو، اہل حق تمہیں خود بخود نظر آ جائیں گے"۔

و: مقتولین کی تعداد

مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس جنگ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے پانچ ہزار ساتھی شہید ہوئے تھے۔ [1] البتہ فریق ثانی کے مقتولین کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ مصادر بیان کرتے ہیں کہ بی بی عائشہؓ کے لشکر میں سے جنگ میں بیس ہزار افراد قتل ہوئے تھے۔ [2] کچھ دیگر کتب میں اُن کی تعداد وغیرہ تیرہ ہزار بیان کی گئی ہے۔ [3] کچھ کتابوں میں اُن کی تعداد دس ہزار لکھی گئی ہے۔ اور بعض روایات میں پانچ ہزار کی تعداد بھی بیان کی گئی ہے۔ [4]

ناکثین کے سربراہوں کا تعارف

جنگ جمل کو اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے اور اس جنگ کے شعلے بھڑکانے والے افراد کی پہچان کرنا انتہائی ضروری ہے اور اُن کے ہدف کو سمجھنا بھی لازم ہے۔ جنگ جمل

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۵۳۹

[2] العقد الفرید: جلد ۳، ص ۳۲۴

[3] مروج الذہب: جلد ۲، ص ۳۶۰

[4] تاریخ طبری، جلد ۴، ص ۵۳۹

Presented by Ziaraat.Com

میں شریک افراد کے مختلف اہداف تھے۔ اُن میں سے کچھ افراد خواہشاتِ نفسانی کی تسکین چاہتے تھے۔ کچھ افراد دُنیا طلبی کی وجہ سے حضرت علیؑ سے ناراض تھے۔ اس جنگ میں شریک ممتاز شخصیات کو اپنی شخصیت بچانے کی فکر تھی۔ کچھ افراد ایسے تھے جو دورِ عثمان میں لوٹی ہوئی دولت کو بچانا چاہتے تھے۔ کچھ افراد حکومت و اقتدار کے بھوکے تھے۔ کچھ افراد کو اپنی دُنیاوی دولت خطرے میں دکھائی دے رہی تھی۔ یہ جنگ بظاہر خونِ عثمانؓ کے مطالبہ پر لڑی گئی تھی، لیکن آیئے دیکھیں کہ خونِ عثمانؓ کے طلب گاروں کا ذاتی رویہ کیا تھا؟

الف: بی بی عائشہؓ زوجہ رسولِ اکرمؐ

رسولِ اکرم ﷺ کی رحلت کے وقت بی بی کی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ [1] شیخین کے دور میں بی بی عائشہؓ کو بڑا احترام حاصل تھا لیکن خلیفہ ثالث نے اُن کی شان میں کمی کی تھی جس کی وجہ سے خلیفہ اور زوجۂ رسولؐ کے درمیان اختلافات نے جنم لیا تھا۔ [2] اور پھر تدریجی طور پر اختلافات کی خلیج اتنی بڑھی کہ بی بی عائشہؓ نے لوگوں کو خلیفہ کے قتل کی ترغیب شروع کردی تھی اور آپ کہا کرتی تھیں:

اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا فَقَدْ كَفَرَ [3]

"نعثل کو قتل کردو وہ کافر ہو چکا ہے"۔

پھر جب انقلابی افراد نے قصرِ خلافت کا محاصرہ کیا تو بی بی مکہ چلی گئی تھیں اور خلیفہ کے قتل تک مکہ میں ہی رہیں۔ بی بی کی خواہش تھی کہ کسی طرح سے عثمانؓ قتل ہو جائیں اور اس کے بعد حکومت طلحہ [4] یا زبیر [5] میں سے کسی ایک کو ملے۔

لیکن بی بی عائشہؓ کا یہ ارادہ پورا نہ ہوا۔ خلیفہ تو قتل ہو گئے لیکن خلافت کے لیے کسی نے

---

[1] تہذیب الکمال: جلد ۳۵، ص ۲۳۶، نمبر ۷۷۸۵

[2] انساب الاشراف: جلد ۶، ص ۱۴۴

[3] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۵۹

[4] انساب الاشراف: جلد ۶، ص ۲۱۲

[5] الجمل: ص ۲۳۱

Presented by Ziaraat.Com

طلحہ و زبیر کی خبر تک نہ لی۔ اور خلافت پکے ہوئے پھل کی طرح سے حضرت علی علیہ السلام کو مل گئی جب کہ خلیفہ کے قتل میں آپؑ کا کوئی کردار تک نہیں تھا۔

جیسے ہی بی بی کو معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام خلیفہ بن گئے ہیں تو آپ چلانے لگیں کہ ہائے عثمان مظلوم مارا گیا اور اُسے علیؑ نے قتل کرایا ہے۔ میں علیؑ سے اس کا انتقام لوں گی۔ [1]

لوگ جانتے تھے کہ بی بی کی افکار کیا تھیں، لیکن اپنی اُم المومنین سمجھ کر اُن کی باتوں کو سنتے تھے۔ بی بی عائشہ قادر الکلام خطیبہ اور ادیبہ تھیں اور آپ کو وقائع عرب بخوبی یاد تھے اور آپ اہلِ عرب کی نفسیات کو بخوبی جانتی تھیں اور اپنی ان صلاحیتوں کی وجہ سے وہ لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کا فن خوب جانتی تھیں۔ [2]

طلحہ اور زبیر بخوبی جانتے تھے کہ جب تک وہ اُم المومنین کو درمیان میں نہیں لائیں گے تب تک اُن کی آواز پر کوئی بھی لبیک نہیں کہے گا، لہٰذا اُنھوں نے موقع سے بھرپور استفادہ کیا۔

یادش بخیر اُم المومنین بھی حضرت علی علیہ السلام کی کبھی خیر خواہ نہیں رہی تھیں۔ اُنھیں اپنے بے اولاد ہونے سے زیادہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا صاحبِ اولاد ہونا کھٹکتا تھا اور بی بی میں سوکن پن کی اتنی شدت پائی جاتی تھی کہ رسولِ مقبولؐ کی مرحوم زوجہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ سے حسد کیا کرتی تھیں اور خود کہا کرتی تھیں کہ میرے اور علیؑ کے تعلقات کی وہی نوعیت تھی جو دیور بھابی کے تعلقات کی ہوا کرتی ہے۔ [3]

الغرض طلحہ اور زبیر نے اپنی بیویوں کو گھر میں بٹھایا اور رسولِ خدا کی بیوی کو میدان میں لے آئے۔ بہرنوع حضرت علی علیہ السلام کی یہ عظمت تھی کہ آپؑ نے میدانِ جنگ میں آئی ہوئی زوجۂ رسولؐ کو عزت و احترام کے ساتھ مدینہ واپس کیا تھا۔

بی بی طلسماتی شخصیت کی مالکہ تھیں۔ ایک طرف سے واقعۂ جمل پر استغفار کرتی تھیں اور اس کے باوجود وہ حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت کو بھی دل میں پالتی رہتی تھیں۔ جب بی بی کو

---

[1] سنن ترمذی: جلد ۵، ص ۷۰۵، حدیث ۳۸۸۴

[2] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۵۱۶

[3] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۵۴۴

Presented by Ziaraat.Com

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی تو انھوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ [1] اور شہادت علیؑ پر سجدۂ شکر بجالائی تھیں۔ [2]

بی بی عائشہؓ کے متعلق تاریخ کی ایک گواہی یہ بھی ہے کہ انھوں نے فرزند رسولؐ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو رسولؐ خدا کے حجرہ میں دفن نہیں ہونے دیا تھا۔ [3]

بی بی نے ۵۷ یا ۵۸ ہجری میں وفات پائی تھی۔ [4]

ب: طلحہ بن عبید اللہ

آپ سابقین اسلام [5] اور کبار صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کا ہجرت سے قبل زبیر سے عقد مواخات قائم ہوا تھا۔ [6] آپ پیشہ کے اعتبار سے تاجر تھے اور جب جنگ بدر ہوئی تھی تو اُس وقت وہ تجارت کی غرض سے شام گئے ہوئے تھے۔ [7]

اہل سنت علماء نے ان کی بڑی تعریف و توصیف نقل کی ہے اور انھیں عشرہ مبشرہ میں شمار کیا ہے۔ [8]

خلفاء ان کا احترام کرتے تھے اور حضرت عمرؓ نے انھیں اپنی تشکیل کردہ چھے رکنی شوریٰ میں شامل کیا تھا۔ جب شوریٰ کی کارروائی شروع ہوئی تو انھوں نے اپنا ووٹ حضرت عثمانؓ کے حق میں استعمال کیا تھا۔

موصوف بڑے دانا اور سیاست مآب تھے۔ عثمانی عہد میں انھوں نے بے تحاشا دولت اکٹھی کی تھی، کیونکہ حضرت عثمانؓ نے اُن پر اپنے کرم کی خصوصی بارش کی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے

---

[1] الطبقات الکبریٰ: جلد ۳، ص ۴۰

[2] الجمل: ص ۱۵۹

[3] تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۲۲۵

[4] تہذیب الکمال: جلد ۱۳، ص ۴۱۵، حدیث ۷۸۸۵

[5] اصابہ: جلد ۳، ص ۴۳، ص نمبر ۴۲۸۵

[6] تہذیب الکمال: جلد ۱۳، ص ۴۱۵، نمبر ۲۹۷۵

[7] استیعاب، جلد ۲، ص ۳۱۷، نمبر ۱۲۸۹

[8] تہذیب الکمال: جلد ۱۳، ص ۴۱۲، نمبر ۲۹۷۵

Presented by Ziaraat.Com

ان کا پچاس ہزار درہم کا قرض بیت المال سے ادا کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ آپ کی جواں مردی کی قدر و قیمت ہے۔ [1]

طلحہ اپنے دور کے بہت بڑے زمیں دار تھے۔ اُن کی عراق کی جائیداد سے اُنھیں سالانہ چار لاکھ سے پانچ لاکھ دینار کی پیداوار حاصل ہوتی تھی اور "سراۃ" کی جائیداد سے اُنھیں سالانہ دس ہزار دینار کی کمائی حاصل ہوتی تھی۔ [2] اُنھوں نے مرنے کے بعد بے پناہ دولت چھوڑی تھی جس کا اندازہ تیس ملین درہم لگایا گیا تھا۔ [3]

حضرت عثمانؓ اگرچہ ان کا احترام کرتے تھے، لیکن اُنھوں نے طلحہ کو کسی علاقہ کا حاکم مقرر نہیں کیا تھا۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ کی سیرت یہ تھی کہ وہ صرف اپنے ہی رشتہ داروں کو حکومت میں شامل کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے باہمی تعلقات میں تلخی پیدا ہوئی تھی۔ [4]

حضرت عثمانؓ کی خلافت میں دو افراد نے مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ ایک طلحہ تھے اور دوسرے عبدالرحمٰن بن عوف تھے، لیکن حضرت عثمانؓ نے اُن دونوں کو کوئی بھی سرکاری عہدہ دینا گوارا نہیں کیا تھا۔ [5]

طلحہ کی خواہش تھی کہ اُنھیں خلافت کا عہدہ ملے۔ [6] اسی لیے اُنھوں نے بصرہ و کوفہ کے علاوہ دیگر مرکزی شہروں میں خطوط بھیجے کہ وہ کھڑے ہو جائیں اور حضرت عثمانؓ کا کام تمام کر دیں۔ [7]

جن دنوں حضرت عثمانؓ قتل ہوئے تھے تو بیت المال طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔ [8]

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۰۵

[2] الطبقات الکبریٰ: جلد ۳، ص ۲۲۱

[3] مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۴۱۷، حدیث ۵۵۷۸

[4] تاریخ مدینہ: جلد ۴، ص ۱۱۶۹

[5] انساب الاشراف: جلد ۴، ص ۱۷۱

[6] ارشاد: جلد اوّل، ص ۲۴۶

[7] الامامۃ والسیاسۃ: جلد اوّل، ص ۵۲

[8] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۰۷

Presented by Ziaraat.Com

موصوف قتلِ عثمانؓ کی وجہ سے بدنام ہو گئے تھے، اسی لیے انھیں یہ جرأت نہ ہوئی کہ اپنے لیے خلافت کا مطالبہ کرتے یا پھر مسلمانوں نے انھیں کوئی اہمیت ہی نہیں دی تھی اور جب لوگوں نے امیر المومنینؑ کی بیعت کی تو سب سے پہلے طلحہ نے ہی آپؑ کی بیعت کی تھی۔

طلحہ، منصبِ خلافت حاصل نہ کر سکا۔ یہ اس کا پہلا نقصان تھا اور اس کا دوسرا نقصان یہ ہوا کہ عہدِ عثمانؓ میں اُسے جو امتیازات حاصل تھے، حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کی وجہ سے اسے ان سے بھی محروم ہونا پڑا تھا۔ اسی لیے اس نے حضرت بی بی عائشہؓ اور زبیر کے ساتھ مل کر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکائی تھی۔

جب اس نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت شروع کی تو وہ یہ کہتا تھا: ہم نے عثمانؓ کے معاملہ میں مداہنت سے کام لیا تھا۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ ہم اس کے لیے اپنا خون بہا دیں۔ [1] طلحہ جنگِ جمل میں قتل ہوا تھا اُسے اُس کے اپنے ساتھی مروان بن الحکم نے پیچھے سے تیر مارا تھا جس کی وجہ سے اُس کی وفات ہوئی تھی۔ [2]

ج: زبیر بن العوام

اُن کی والدہ کا نام صفیہ تھا اور وہ حضرت عبدالمطلبؑ کی صاحبزادی تھیں۔ بالفاظِ دیگر وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی پھوپھی تھیں۔ اسلام لانے والے وہ چوتھے یا پانچویں فرد تھے۔ وہ مشہور اور دلیر صحابہ میں سے تھے اور انھوں نے تمام غزواتِ پیغمبرؐ میں شرکت کی تھی اور کئی بار انھیں زخم لگے تھے۔ اہلِ سنت علماء انھیں عشرہ مبشرہ کا ایک فرد قرار دیتے ہیں۔ [3]

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے تو زبیر نے اُن کی بیعت سے انکار کیا تھا اور وہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے حامی تھے۔ ایک قول کے مطابق وہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے جنازہ میں بھی شامل تھے۔ [4] اس سے ان کی قربت کا

---

[1] الطبقات الکبریٰ: جلد ۳، ص ۲۲۲

[2] مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۴۱۷، حدیث ۵۵۸۶

[3] اسد الغابہ: جلد ۲، ص ۳۰۷، نمبر ۱۷۳۲

[4] المناقب ابن شہر آشوب: جلد ۳، ص ۳۶۳

Presented by Ziaraat.Com

بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

وہ حضرت عمرؓ کی نامزد کردہ چھے رکنی شوریٰ کے بھی ممبر تھے۔ اُنھوں نے شوریٰ کے اجلاس میں حضرت علی علیہ السلام کے حق میں رائے دی تھی۔ زبیر حضرت ابوبکرؓ کے داماد تھے۔ [1] انھوں نے زندگی کا زیادہ تر حصّہ حضرت علی علیہ السلام کی حمایت میں بسر کیا تھا۔ لیکن جب اُن کا بیٹا عبداللہ بن زبیر جوان ہوا تو اُس نے اپنے والد کو سابقہ موقف سے منحرف کردیا تھا۔ اسی لیے حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے:

ما زال الزبیر رجلا منا اهل البیت حتی نشاء ابنه المشؤم

"زبیر ہمارے اہلِ بیتؑ میں سے تھا، یہاں تک کہ اُس کا منحوس بیٹا جوان ہوگیا"۔ [2]

اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ کا اصلی سرگروہ عبداللہ بن زبیر تھا۔ عثمانی عہد میں زبیر نے بھی مسلمانوں کی دولت سے خوب ہاتھ رنگے تھے۔ [3] موت کے وقت اس کے پاس پچاس ہزار دینار کی رقم موجود تھی۔ اس کے علاوہ اُس کے اصطبل میں ایک ہزار گھوڑے موجود تھے اور ایک ہزار غلام اور کنیزیں اس کی ملکیت میں تھے، جن کی کمائی زبیر کو منتقل ہوتی تھی۔ [4]

حضرت عثمانؓ نے ویسے تو ان پر خصوصی نوازشات کی تھیں، لیکن اُنھیں کسی شہر کا حاکم مقرر نہیں کیا تھا۔ زبیر حضرت عثمانؓ کے مخالفین کی مدد کیا کرتے تھے۔ [5]

حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد اُنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی تھی، لیکن حضرت علیؑ نے انھیں کوئی عہدہ نہیں دیا تھا اور ان کے عثمانی دور کے امتیازات کو بھی ختم کردیا تھا اسی لیے وہ حضرت علیؑ کی مخالفت پر اُتر آئے تھے اور مخالفت پر اُکسانے میں اس کے فرزند کا ہاتھ تھا۔

---

[1] المحبر: ص ۵۴

[2] نہج البلاغہ، حکمت ۴۵۳

[3] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۳، ص ۱۰۷

[4] مروج الذہب: جلد ۲، ص ۳۴۲

[5] انساب الاشراف: جلد ۶، ص ۲۱۱

Presented by Ziaraat.Com

حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کے بعد طلحہ و زبیر حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عمرہ کی اجازت چاہی اور مکہ جا کر بی بی عائشہؓ کو ساتھ لیا اور بصرہ چلے گئے۔

میدانِ جنگ میں حضرت علی علیہ السلام نے زبیر کو بلا کر نصیحت کی اور اُس نے جنگی وردی اُتاری اور میدان سے رخصت ہو گیا۔ ابن جرموز نے راستے میں اُنھیں قتل کر دیا تھا۔

د: عبداللہ بن زبیر

یہ ہجرت کے پہلے سال مدینہ میں پیدا ہوا تھا اور یہ مدینہ میں مہاجرین کے گھر میں پیدا ہونے والا پہلا بچہ تھا۔ [1] یہ حضرت ابوبکرؓ کا نواسہ تھا۔ [2] اس نے اپنے والد کے انحراف اور جنگِ جمل برپا کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔

اس کے متعلق امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: زبیر ہم اہلِ بیتؑ میں سے تھا یہاں تک کہ اس کا منحوس بیٹا جوان ہو گیا۔ [3]

اس کی پوری کوشش تھی کہ حضرت عثمانؓ کے بعد اس کا والد زبیر خلیفہ بنے، لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ یہ شخص اُم المومنین اور طلحہ و زبیر کے درمیان رابطہ کا کردار ادا کرتا تھا۔ [4]

جب زبیر نے میدانِ جنگ چھوڑنے کا ارادہ کیا تو اُس کے بیٹے نے اپنے باپ کو ہر ممکن طریقہ سے روکنے کی کوشش کی تھی۔ [5]

جب بی بی عائشہؓ کے اُونٹ کے پاس کوئی باقی نہ رہا تو ابن زبیر نے اُن کے اُونٹ کی مہار پکڑی۔ مالک اشترؓ کے ساتھ لڑائی میں اُسے کئی زخم لگے تھے۔ ابن زبیر کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح سے مالک اشترؓ شہید ہو جائیں اور وہ چیخ چیخ کر دہائیاں دیتا رہا کہ لوگو! آؤ تم مجھے

---

[1] صحیح مسلم: جلد ۳، ص ۱۶۹۰، حدیث ۲۵

[2] مستدرک حاکم: جلد ۳، ص ۶۳۱، حدیث ۶۳۲۶

[3] نہج البلاغہ: حکمت ۴۵۳

[4] الجمل: ص ۲۲۹

[5] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۵۰۹

Presented by Ziaraat.Com

اور میرے ساتھ مالکؓ کو قتل کردو۔ جنگ جمل کے بعد یہ گرفتار ہوا تھا لیکن بی بی عائشہؓ کی سفارش پر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اُسے آزاد کر دیا تھا۔ [1]

یہ شخص مغرور ذہنیت کا مالک تھا، اسی لیے معاویہ بن ابی سفیان نے بھی اس کا کوئی احترام نہیں کیا تھا اور اس کی کوئی پرواہ تک نہ کی تھی۔ [2]

عبداللہ بن زبیر نے یزید بن معاویہ کی بیعت نہیں کی تھی اور وہ اپنی جان بچانے کے لیے مکہ منتقل ہو گیا تھا۔ [3]

شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے بعد یزید نے اس کے مقابلہ کے لیے لشکر بھیجا تھا۔ اس چڑھائی کی وجہ سے کعبہ کی عمارت جل گئی تھی لیکن ابھی یزیدی فوج کا محاصرہ جاری تھا کہ یزید کی ہلاکت کی اطلاع پہنچی۔ [4] جس کے بعد یزیدی فوج تتر بتر ہو گئی تھی اور عبداللہ بن زبیر کو عافیت نصیب ہوئی تھی۔ پھر اس نے ۶۴ھ میں اپنی خلافت کا اعلان کیا تھا اور اس کی حکومت حجاز، یمن، عراق اور خراسان تک پھیل چکی تھی۔ [5]

عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن عباسؓ اور محمد بن حنفیہؒ سے بھی اپنی بیعت کا مطالبہ کیا تھا لیکن دونوں شخصیات نے انکار کر دیا تھا۔ اس نے دونوں بزرگوں کو جلانے کا ارادہ کر لیا تھا، لیکن امیر مختارؒ کے فوجی دستہ نے آکر انھیں ابن زبیر کی حبس بے جا سے آزاد کرایا تھا۔ [6]

عبدالملک کے دور میں حجاج بن یوسف نے ابن زبیر کے خلاف جنگ لڑی تھی۔ آخر کار ابن زبیر اس جنگ میں قتل ہوا، پھر اُسے صلیب پر لٹکا دیا گیا تھا۔ [7]

---

[1] مروج الذہب: جلد دوم، ص ۳۷۶-۳۷۸

[2] تاریخ طبری: جلد ۵، ص ۳۲۳

[3] تاریخ طبری: جلد ۵، ص ۳۴۰

[4] تاریخ طبری: جلد ۵، ص ۴۹۸

[5] تاریخ طبری: جلد ۵، ص ۴۹۸-۵۰۱؛ اسد الغابہ: جلد ۳، ص ۲۴۴، نمبر ۲۹۴۹

[6] تاریخ دمشق: جلد ۲۸، ص ۲۰۴

[7] مروج الذہب: جلد ۳، ص ۱۲۲

Presented by Ziaraat.Com

۵: مروان بن الحکم

مروان بن الحکم خبیث الفطرت انسان تھا۔ یہ ہمیشہ اضطرابات اور فتنے بپا کرنے کا خواہش مند رہتا تھا۔ اس کی نظر میں دینی اقدار کی کوئی قدر و قیمت تھی اور نہ ہی یہ انسانی اعلیٰ اقدار سے واقف تھا۔ اور اگر اسی طرح کے انسان کو کبھی حکومت و اقتدار مل جائے تو وہ پوری مملکت کے لیے مصیبت و زحمت کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عثمانؓ کو مروان سے بے حد محبت تھی اور وہ ان کے کسی بھی غلط کام کا محاسبہ پسند نہیں کرتے تھے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ وہ خلیفہ کے اعصاب پر پوری طرح سے حاوی تھا۔ اسلامی معاشرے کی تباہی میں اس کے کردار کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

مروان نے حضرت عثمانؓ اور اُن کے مخالفین میں طے پانے والے کامیاب مذاکرات کو سبوتاژ کیا تھا اور اس کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو قتل ہونا پڑا تھا۔ مروان حضرت عثمانؓ کا چچازاد بھائی تھا۔ یہ مکہ یا طائف میں پیدا ہوا تھا۔

جب حبیبِ خداؐ نے اس کے باپ حکم بن ابی العاص کو مدینہ سے جلاوطن کر کے طائف بھیجا تھا تو یہ بھی اپنے باپ کے ساتھ طائف چلا گیا تھا۔ اُسے رسولِ خداؐ کا دیدار نصیب نہیں ہوا تھا۔ [1]

حکم کی جلاوطنی کے دو اسباب بیان کیے جاتے ہیں:

① اس نے آنحضرتؐ کے گھر میں تاک جھانک کی تھی۔

② یہ بدبخت رسولِ خداؐ کی نقلیں کیا کرتا تھا۔ رسولِ اکرمؐ نے اُس کی یہ حرکت دیکھی تو اسے مدینہ سے جلاوطن کر کے طائف بھیج دیا تھا۔ [2]

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق یہ پیشین گوئی کی تھی:

وَيْلٌ لِأُمَّتِيْ مِمَّا فِيْ صُلْبِ هٰذَا [3]

---

[1] اسد الغابہ: جلد ۵، ص ۱۳۹، نمبر ۴۸۴۸

[2] انساب الاشراف: جلد ۶، ص ۱۳۵

[3] اسد الغابہ: جلد ۲، ص ۴۹، نمبر ۱۲۱۷

Presented by Ziaraat.Com

"اس کی اولاد سے میری اُمت کو بُرے دن دیکھنا پڑیں گے"۔

جب حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو اُنھوں نے مردودِ مدینہ، طرید رسولؐ اپنے چچا اور اُس کے بیٹے کو مدینہ طیبہ بلالیا اور اُن کا خوب احترام کیا۔ [1]

حضرت عثمانؓ نے صرف اُسے مدینہ بلانے پر ہی اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ اُسے تمام اُمورِ خلافت کا سربراہ بنادیا تھا اور اُسے اپنے کاتب کا درجہ دیا تھا اور یوں مروان مملکتِ اسلامیہ کے سیاہ وسفید کا مالک بن گیا تھا اور عملی طور پر کیفیت یہ تھی کہ خلافت ظاہری طور پر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں تھی، لیکن تمام سلطنت کے معاملات مروان کے پاس تھے اور خلیفہ اُس کا تابع مہمل بن کر رہ گیا تھا۔ مروان کی اس اطاعت کا خلیفہ کے قتل میں اہم کردار تھا۔ [2]

مروان کی زندگی اُس کے طرید رسول باپ کے زیرِ سایہ بسر ہوئی تھی، اسی لیے وہ اسلامی آداب سے بالکل بے بہرہ تھا۔ حضرت عثمانؓ کے دفاع میں اُسے بھی زخم آئے تھے جس کی وجہ سے اُس کی گردن ٹیڑھی ہوگئی تھی۔ لوگ اسے "خیطِ باطل" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ [3]

قتلِ عثمانؓ کے بعد یہ مکہ بھاگ گیا تھا اور شورش برپا کرنے والوں کے ساتھ شامل ہوگیا تھا۔ [4] جب جنگِ جمل واقع ہوئی تو مروان میمنہ کا انچارج تھا اور یہ انتہائی مکار شخص تھا۔ اس نے دورانِ جنگ ایک تیر اپنے ہی سالارِ اعظم طلحہ کو مارا، کیونکہ وہ طلحہ کو قاتلِ عثمانؓ سمجھتا تھا۔ [5]

مروان جنگِ جمل میں زخمی ہوا تھا اور امیر المومنینؑ کی فوج نے اُسے گرفتار کرلیا تھا۔ امیر المومنینؑ نے اُسے آزاد کردیا تھا۔ [6] بعدازاں یہ شام میں معاویہ کے پاس چلا گیا تھا اور

---

[1] تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۶۴ و ۱۶۶

[2] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۳۶۲ و ۳۶۳

[3] اسد الغابہ: جلد ۵، ص ۱۴۰، نمبر ۴۸۴۸

[4] الامامۃ والسیاسۃ، جلد اوّل، ص ۷۳

[5] طبقات کبریٰ: جلد ۳، ص ۳۸

[6] نہج البلاغہ، خطبہ ۷۱ کا ابتدائیہ

Presented by Ziaraat.Com

اُس کے ساتھ شامل ہو کر وہ جنگِ صفین میں آیا تھا۔ [1]

مروان ۴۸ ہجری میں مدینہ کا گورنر بھی رہ چکا تھا۔ [2] اُس نے بی بی عائشہؓ کو بھڑکا کر حضرت امام حسن علیہ السلام کو نانا کے روضہ میں دفن نہیں ہونے دیا تھا۔ [3]

یزید بن معاویہ کی موت کے بعد مروان کو خلیفہ بنایا گیا تھا۔ اس کی حکومت نو یا دس ماہ تک قائم رہی تھی۔ [4]

اس کی حکومت کے لیے حضرت علی علیہ السلام نے پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمایا تھا:

اَمَا اِنَّ لَهٗ اِمْرَةً كَلَعْقَةِ الْكَلْبِ اَنْفَهٗ [5]

"یہ اتنی دیر حکومت کرے گا جتنی دیر کتا اپنی ناک چاٹنے سے فارغ ہوتا ہے"۔

اس کی موت کے بعد مروانی خلفاء کا سلسلہ شروع ہوا جنھوں نے اسلامی معارف کو تباہ کیا اور اُمتِ اسلامیہ پر ظلم کے پہاڑ گرائے تھے۔ الغرض ۶۵ ہجری میں مروان کی موت واقع ہوئی۔ [6]

امام علیہ السلام کی مخالفت میں ناکثین کی تیاری

الف: معاویہ کی مکاریاں

۳۳۳- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے جنگِ جمل کے آغاز سے پہلے طلحہ و زبیر کے متعلق خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَيَا عَجَبًا لِاسْتِقَامَتِهِمَا لِاَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَبَغْيِهِمَا عَلَيَّ! وَهُمَا

---

[1] انساب الاشراف: جلد ۱۳، ص ۵۸

[2] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۵، ص ۳۸

[3] تاریخ مدینہ: جلد اوّل، ص ۱۱۰

[4] تاریخ طبری: جلد ۵، ص ۶۱۱

[5] نہج البلاغہ: خطبہ ۷۱

[6] طبقاتِ کبریٰ: جلد ۵، ص ۴۳

Presented by Ziaraat.Com

يَعلَمَانِ أَنِّي لَستُ دُونَ أَحَدِهِمَا، وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أَقُولَ لَقُلْتُ، وَلَقَدْ كَانَ مُعَاوِيَةُ كَتَبَ إِلَيْهِمَا مِنَ الشَّامِ كِتَابًا يَخْدَعُهُمَا فِيهِ فَكَتَمَاهُ عَنِّي، وَخَرَجَا يُوهِمَانِ الطَّغَامَ أَنَّهُمَا يَطلُبَانِ بِدَمِ عُثْمَانَ ①

"میں طلحہ وزبیر پر تعجب کرتا ہوں کہ وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے تو وفادار رہے لیکن میرے خلاف اُنھوں نے بغاوت کردی۔ دونوں اس بات کو جانتے ہیں کہ میں کسی طور پر بھی شیخین سے کم نہیں ہوں۔ اگر میں چاہوں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ معاویہ نے ان دونوں کو شام سے خط لکھ کر انھیں دھوکا دینے کی کوشش کی ہے، لیکن اُنھوں نے اس خط کو مجھ سے چھپایا اور اب سادہ لوح افراد کو یہ کہہ کر دھوکہ دے رہے ہیں کہ یہ دونوں خونِ عثمانؓ کے طلب گار ہیں"۔

ب: اختلاف کی ابتدا

۳۳۴- الامامۃ والسیاسۃ میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کے بعد زبیر اور طلحہ آپؑ کے پاس آئے اور کہا: اے امیرالمومنینؑ! آپؑ کو خبر ہے کہ ہم نے آپؑ کی بیعت کیوں کی ہے؟

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! تم نے سمع وطاعت کی بنیاد پر میری اس طرح سے بیعت کی ہے جیسے کہ تم لوگوں نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی۔

اُنھوں نے کہا: نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ ہم نے آپؑ کی بیعت اس بات پر کی ہے کہ ہم خلافت کے معاملات میں آپؑ کے شریک کار ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، اس کی بجائے تم عاجزی اور معاملات کے سیدھا کرنے میں میرے مددگار ہو۔ (الامامۃ والسیاسۃ، جلد اوّل، ص ۷۰)

---

① الجمل: ص ۲۶۸

Presented by Ziaraat.Com

طلحہ وزبیر کی مکہ روانگی

کچھ دن تک طلحہ وزبیر امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے حکومتی مناصب کے حصول کے لیے مذاکرات کرتے رہے لیکن اُنھیں اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ اس دوران اُنھیں اطلاع ملی کہ اُم المومنین، امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت کا آغاز کرچکی ہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب حضرت عثمانؓ کے قریبی عزیز دولت کی بوریاں بھر بھر کر بی بی کی خدمت میں حاضر ہوچکے تھے۔

طلحہ اور زبیر نے مدینہ میں رہنا بے سود سمجھا اور اُنھوں نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت کے لیے مکہ جانے کا فیصلہ کیا۔

کتاب الجمل میں بکر بن عیسیٰ سے منقول ہے کہ طلحہ وزبیر امیرالمومنینؑ کے پاس گئے اور اُن سے عمرہ کے لیے مکہ جانے کی درخواست کی۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ خدا کو حاضر وشاہد سمجھ کر یہ وعدہ کریں کہ وہ آپؑ کی مخالفت نہیں کریں گے اور بیعت شکنی نہیں کریں گے اور عمرہ کرکے واپس مدینہ آجائیں گے۔

ان دونوں نے قسمیں کھا کر آپؑ کو یقین دلایا کہ وہ عمرہ ہی کریں گے اور سیاست کی گرم بازاری میں کوئی حصہ نہیں لیں گے۔ اس کے بعد امیرالمومنین علی علیہ السلام نے ان دونوں کو مکہ جانے کی اجازت دے دی۔ [1]

د: طلحہ وزبیر کا بی بی عائشہؓ کو خروج کی دعوت دینا [2]

۳۳۶- انساب الاشراف میں صالح بن کیسان اور ابومخنف سے منقول ہے کہ طلحہ وزبیر بی بی عائشہؓ کے پاس گئے اور اُنھیں خروج کی دعوت دی۔

---

[1] الجمل: ص ۳۳۷؛ الکافیۃ: جلد ۱۵، ص حدیث ۱۴

[2] اس سرخی کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ان دو افراد نے جاکر بی بی عائشہؓ کو خروج پر آمادہ کیا ورنہ وہ بالکل خاموش تھیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ بی بی کسی بھی قیمت پر حضرت علی علیہ السلام کو تختہ خلافت پر دیکھنا نہیں چاہتی تھیں اور وہ آپؑ کی مخالفت کے بہانے تراش رہی تھیں۔ البتہ طلحہ وزبیر کی ملاقات کے بعد ان کے ارادوں میں پختگی آگئی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

بی بی عائشہؓ نے کہا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں بنفسِ نفیس جنگ کروں؟

اُنھوں نے کہا: نہیں۔ آپ کا کام فقط اتنا ہے کہ آپ لوگوں کو بتائیں کہ عثمانؓ مظلوم مارے گئے ہیں۔ آپ لوگوں کو دعوت دیں کہ وہ خلافت کے لیے شوریٰ قائم کریں اور وہی حالات اختیار کریں جو عمر بن الخطابؓ کی وفات کے بعد پیش آئے تھے۔ پھر آپ مسلمانوں میں صلح کرادیں۔ (انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۲۳)

۵: شرکائے جنگ کے مقاصد اور مقامِ جنگ کا تعین

تاریخ کی تحقیق کے لیے ناکثین کی شوریٰ کے ارکان کا جائزہ لینا انتہائی ضروری ہے۔ الغرض بیعت شکن افراد کا مکہ میں اجتماع ہوا جس میں بی بی عائشہؓ، طلحہ، زبیر، مروان بن الحکم، یعلیٰ بن منیہ، عبداللہ بن عامر، عبداللہ بن زبیر جیسی مشہور شخصیات شامل تھیں۔ ان لوگوں نے جنگ کا پلان بنانا تھا اور انھیں جنگ کی تفصیلات طے کرنا تھیں۔

اس مجلس میں شامل ہونے والے صرف حضرت علی علیہ السلام کی دشمنی کے ایک نقطہ پر متحد تھے باقی مقاصد میں سب مختلف تھے اور ہر شخص کی تکلیف کی وجہ دوسرے سے بالکل جدا تھی، مثلاً طلحہ و زبیر حکومت حاصل کرنے کے خواہش مند تھے۔ جب کہ بی بی عائشہؓ حضرت علی علیہ السلام سے سابقہ حساب چکانا چاہتی تھیں۔

مروان ایک بے دین اور مکار انسان تھا۔ عبداللہ بن عامر بیت المال کی دولت لوٹ کر ارب پتی بن چکا تھا۔ وہ اپنی دولت کو بچانے کے لیے حضرتؑ کی حکومت گرانے کا خواہش مند تھا۔ کم و بیش یہی حالت یعلیٰ بن منیہ کی تھی۔ ناکثین میں ایک تجویز یہ رکھی گئی کہ ہمیں اپنے ساتھیوں کو ساتھ ملا کر معاویہ کے پاس جانا چاہیے، لیکن اس تجویز پر شرکاء کو کچھ تحفظات تھے۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے سیاسی حریف چاہتے تھے کہ بغاوت کے لیے کسی فوجی شہر کا انتخاب کیا جائے اور اس وقت کوفہ اور بصرہ عرب کی مشہور فوجی چھاؤنیاں تھیں۔ یہ لوگ کوفہ کا رُخ اس لیے نہیں کرنا چاہتے تھے کہ وہاں سے انھیں مناسب کمک ملنے کا یقین نہیں تھا۔

آخر کار طویل بحث مباحثہ کے بعد ان لوگوں نے بصرہ کا انتخاب کیا اور بنیادی طور پر

Presented by Ziaraat.Com

اس انتخاب کی دو وجوہات تھیں:

① اہلِ بصرہ حضرت عثمانؓ سے محبت رکھتے تھے۔

② ابن عامر طویل عرصہ تک بصرہ کا حاکم رہا تھا۔

بصرہ کا اشرافیہ گروہ اس کے ساتھ تھا، لہٰذا وہاں سے دلخواہ کمک ملنے کی اُمید تھی اسی لیے شوریٰ کے اجلاس میں بصرہ کا انتخاب کیا گیا۔

و: قبائلی سربراہوں کو بی بی کے خطوط

۳۳۷- طبری لکھتے ہیں کہ حضرت بی بی عائشہؓ نے بصرہ کے مشاہیر کو خطوط لکھے۔ اُنھوں نے احنف بن قیس، صبرہ بن شیمان اور دیگر رؤسائے شہر کو خطوط لکھ کر اپنی آمد کی اطلاع دی۔ جب بصرہ سے کچھ فاصلہ پر بی بی کا قافلہ مقامِ حُفیر پر پہنچا تو بی بی نے وہاں قیام کیا اور جوابات کا انتظار کرنے لگ گئیں۔ (الجمل: ص ۲۳۳)

ز: مکہ سے روانگی کی تیاریاں

۳۳۸- الجمل میں مرقوم ہے کہ جب بی بی عائشہؓ نے حضرت علی علیہ السلام کے مخالفین کے اجتماع کو دیکھا تو اُنھوں نے مکہ سے روانگی کا پروگرام تشکیل دیا۔ بی بی کی طرف سے روزانہ منادی یہ ندا دیتا تھا:

> ''لوگو! جو شخص بی بی کے کاروان کے ساتھ چلنا چاہے تو وہ چلے۔ اُم المومنینؓ حضرت عثمانؓ مظلوم کے خون کا بدلہ لینے کے لیے بصرہ روانہ ہونے والی ہیں''۔

لفظ ''عسکر'' سے بی بی کا گھبرانا

۳۳۹- شرح نہج البلاغہ میں مرقوم ہے کہ جب ناکثین نے بصرہ کی طرف روانگی کا ارادہ کیا تو انھیں قوی الجثہ اُونٹ کی تلاش شروع کی۔ اتفاق سے یعلیٰ بن اُمیہ کے پاس ایک قوی الجثہ لحیم و شحیم اُونٹ موجود تھا۔ وہ اپنا اُونٹ لے آیا۔ جب بی بی عائشہ نے اتنے بڑے

Presented by Ziaraat.Com

قوی ہیکل اُونٹ کو دیکھا تو وہ خوش ہوئیں۔ ساربان نے بی بی کے سامنے اُونٹ کی بڑی تعریف کی اور کئی بار اس کے منہ سے لفظ "عسکر" نکلا۔

بی بی نے کہا: یہ "عسکر" کیا ہے؟

ساربان نے بڑے فخر سے کہا: جس اُونٹ پر آپ سوار ہیں اس کا نام ہم نے عسکر رکھا ہوا ہے اور اسے اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔

جب بی بی نے یہ الفاظ سنے تو آپ نے بے ساختہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کی آیت تلاوت کی۔ اور پھر کہا کہ اس اُونٹ کو واپس لے جاؤ۔ مجھے اس اُونٹ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا: رسولِ خدا نے مجھے فرمایا تھا کہ عائشہؓ! عسکر نامی اُونٹ پر کبھی سوار نہ ہونا، لہٰذا یہ اُونٹ واپس لے جاؤ۔ اس کے عوض اور اچھا سا اُونٹ لے کر آؤ۔ بی بی کے حامیوں کو اس جیسا اُونٹ نہ ملا۔ انھوں نے اس کا ہودج اور پالان تبدیل کر دیا اور بی بی سے کہا: لیجیے! یہ دوسرا اُونٹ حاضر ہے۔ یہ آپ کے پرانے اُونٹ سے زیادہ مضبوط اور طاقتور ہے۔ چنانچہ بی بی اس پر رضامند ہو گئیں۔ (شرح نہج البلاغہ: جلد ۶، ص ۲۲۴)

جب چشمہ حوأب کے کتے بھونکے

۳۴۰- تاریخ یعقوبی میں مرقوم ہے کہ بی بی کا قافلہ بصرہ کی جانب رواں دواں تھا کہ رات کے وقت ایک چشمہ سے قافلہ کا گزر ہوا تو وہاں کے کتے بی بی عائشہؓ کے قافلے کو دیکھ کر بھونکنے لگے۔

بی بی نے پوچھا: اس جگہ کا کیا نام ہے؟

بتایا گیا کہ اسے "چشمۂ حوأب" کہا جاتا ہے۔

بی بی عائشہؓ نے اس جگہ کا نام سنا تو انھیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث یاد آئی کہ آپؐ نے فرمایا تھا: میری ایک زوجہ کو "حوأب" کے کتے بھونکیں گے۔

یہ بات یاد آئی تو پشیمان ہو کر کہا کہ بس اب مجھے واپس لے چلو۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Presented by Ziaraat.Com

نے یہاں کے کتوں کے بھونکنے کی پیشین گوئی تھی۔

جب ناکثین نے اپنا کام بگڑتے دیکھا تو چالیس آدمیوں سے جھوٹی گواہی دلوائی کہ اس جگہ کا نام "حوأب" نہیں ہے۔ (تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۱۸)

ناکثین سے مقابلہ کے لیے امام علیہ السلام کی روانگی

الف: امام علیہ السلام کی اپنے اصحاب سے مشاورت

امیر شام پوری قوت وحشمت کے ساتھ مدتِ دراز سے شام پر قابض تھا۔ سابقہ خلفاء نے آج تک اس کو کبھی روکا ٹوکا نہیں تھا۔ وہ امیر المومنینؑ کی پوری معرفت رکھتا تھا اور اُسے یقین تھا کہ نیا خلیفہ اس سے کوئی رُو رعایت نہیں کرے گا۔ اس لیے اس نے امام علیہ السلام کی بیعت نہیں کی تھی اور خلیفہ ثالث کی خون آلود قمیص دربار کے صدر دروازے پر لٹکا دی اور خونِ عثمانؓ کے انتقام کا نعرہ بلند کیا اور جاہل شامیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔

امام علیہ السلام چاہتے تھے کہ سب سے پہلے اس کی بغاوت کو ختم کریں اور اس مقصد کے لیے آپؑ نے مصر، بصرہ اور کوفہ کے حکام کو خطوط لکھے کہ وہ شامی باغیوں کی سرکوبی کے لیے لشکر آمادہ کریں۔

ابھی آپؑ یہ سوچ رہے تھے کہ طلحہ و زبیر کی بیعت شکنی اور لشکر کشی کی اطلاعات موصول ہوئیں اور آپؑ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت بی بی عائشہؓ لشکر بنا کر بصرہ کی طرف روانہ ہو چکی ہیں۔

ان معروضی حالات میں آپؑ نے یہ فیصلہ کیا کہ شام کی مہم سر کرنے سے پہلے اندرونی باغیوں کا قلع قمع کرنا ضروری ہے اور آپؑ یہ سمجھتے تھے کہ اس فتنہ کی آگ کو بجھانا شام کی مہم سے زیادہ ضروری ہے اور اس کی بہ نسبت آسان بھی ہے۔ اور اس مہم کے لیے آپؑ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ اس مجلسِ مشاورت میں عبداللہ بن عباسؓ، محمد بن ابی بکرؓ، عمار یاسرؓ اور سہل بن حنیفؓ جیسے افراد شامل تھے۔

ابن عباسؓ نے یہ تجویز دی کہ آپؑ اپنے ساتھ زوجۂ رسولؐ حضرت اُم سلمہؓ کو لے جائیں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی غیرت نے یہ برداشت نہ کیا کہ زوجۂ رسولؐ کو گھر سے

Presented by Ziaraat.Com

نکال کر مختلف شہروں میں پھرایا جائے، اس لیے آپؑ نے فرمایا: میں طلحہ و زبیر کی طرح سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ کو اُن کے گھر سے باہر نہیں نکال سکتا۔

حضرت علی علیہ السلام کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ صرف حق کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ آپؑ ہر قیمت پر فتح حاصل کرنے کے ہرگز قائل نہ تھے۔ (الجمل: ص ۲۳۹)

ب: حضرت علیؑ کا ناکثین کی خبر ملنے پر خطبہ

۳۴۱- ارشاد میں مرقوم ہے: جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو بی بی عائشہؓ، طلحہ اور زبیر کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ مکہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں تو آپؑ نے خطبہ دیا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

"حضرت عائشہؓ، طلحہ و زبیر مکہ چھوڑ کر روانہ ہو چکے ہیں۔ طلحہ و زبیر میں سے ہر ایک اپنے لیے خلافت کا اُمیدوار ہے۔ طلحہ خلافت کا دعویٰ اس لیے کرتا ہے کہ وہ بی بی کا چچازاد ہے اور زبیر اس لیے خلافت کا دعویدار ہے کہ وہ اُم المومنین کا بہنوئی ہے اور خلیفۂ اوّل کا داماد ہے۔

خدا کی قسم! اگر یہ دونوں اپنے ارادوں میں کامیاب ہو گئے تو زبیر طلحہ کو راستے سے ہٹانے کے لیے قتل کر دے گا۔ یا طلحہ، زبیر کو قتل کر دے گا۔

خدا کی قسم! اُونٹنی پر بیٹھنے والی کو بخوبی علم ہے کہ وہ جتنی بھی منازل طے کر رہی ہے تو اس کا سارے کا سارا سفر معصیت پر مبنی ہے۔ جب یہ لوگ اپنی منزلِ مقصود پر پہنچیں گے تو اُن کی تباہی قتل ہو جائے گی اور تباہی بھاگ جائے گی اور تباہی واپس آ جائے گی۔

خدا کی قسم! طلحہ و زبیر اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ وہ خطا کار ہیں۔ وہ اپنی خطا سے جاہل نہیں ہیں۔ بہت سے عالم ایسے ہیں جنھیں اِن کی جہالت نے قتل کیا ہے اور ان کا علم ان کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن وہ اُنھیں فائدہ نہیں دیتا۔ اسے "حوأب" کے کتے بھونکیں گے۔ کیا کوئی عبرت حاصل

Presented by Ziaraat.Com

کرنے والا ہے اور کیا کوئی فکر کرنے والا ہے؟

پھر آپؑ نے فرمایا: باغی گروہ میدان میں آچکا ہے، نیکوکار کہاں ہیں؟"[1]

ج: امیر المومنین علی علیہ السلام کا اہلِ کوفہ کے نام خط

۳۴۲- امیر المومنین علی علیہ السلام نے مدینہ سے بصرہ کی جانب روانہ ہوتے ہوئے اہلِ کوفہ کے نام خط تحریر فرمایا تھا:

مِن عَبدِ اللهِ عَلِيٍّ اَمِيرِ الْمُؤمِنِينَ اِلى اَهلِ الكُوفَةِ، جَبهَةِ الأَنصَارِ، وَسَنَامِ العَرَبِ. اَمّا بَعدُ! فَاِنّي اُخبِرُكُم عَن أَمرِ عُثمَانَ حَتّى يَكُونَ سَمعُهُ كَعِيَانِهِ: اِنَّ النَّاسَ طَعَنُوا عَلَيهِ، فَكُنتُ رَجُلًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ أُكثِرُ استِعتَابَهُ، وَأَقِلُّ عِتَابَهُ، وَكَانَ طَلحَةُ وَالزُّبَيرُ أَهوَنَ سَيرِهِمَا فِيهِ الوَجِيفُ، وَأَرفَقَ حِدَائِهِمَا العَنِيفُ، وَكَانَ مِن عَائِشَةَ فِيهِ فَلتَةُ غَضَبٍ، فَأُتِيحَ لَهُ قَومٌ فَقَتَلُوهُ، وَبَايَعَنِي النَّاسُ غَيرَ مُستَكرَهِينَ وَلَا مُجبَرِينَ، بَل طَائِعِينَ مُخَيَّرِينَ، وَاعلَمُوا اَنَّ دَارَ الهِجرَةِ قَد قَلَعَت بِأَهلِهَا وَقَلَعوا بِهَا، وَجَاشَت جَيشَ المِرجَلِ وَقَامَتِ الفِتنَةُ عَلَى القُطبِ، فَأَسرِعُوا اِلى أَمِيرِكُم، وَبَادِرُوا جِهَادَ عَدُوِّكُم، اِن شَاءَ اللهُ[2]

"خدا کے بندے علیؑ امیر المومنینؑ کی طرف سے اہلِ کوفہ کے نام جو مددگاروں میں سربرآوردہ اور قومِ عرب میں بلند نام ہیں۔ میں عثمانؓ کے معاملہ میں تمھیں اس طرح آگاہ کیے دیتا ہوں کہ سننے اور دیکھنے میں کوئی فرق نہ رہے۔ لوگوں نے اُن پر اعتراضات کیے تو مہاجرین میں سے صرف میں ہی ایسا تھا جو زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا تھا کہ ان کی مرضی

---

[1] ارشاد مفید: جلد اوّل، ص ۲۴۶

[2] نہج البلاغہ، مکتوب اوّل

Presented by Ziaraat.Com

کے خلاف کوئی بات نہ ہو اور شکوہ شکایت بہت کم کرتا تھا، البتہ ان کے بارے میں طلحہ و زبیر کی ہلکی سی ہلکی رفتار بھی تند و تیز تھی اور نرم سے نرم آواز بھی سختی اور درشتی لیے ہوئے تھی اور ان پر عائشہؓ کو بھی بے تحاشا غصہ تھا۔ چنانچہ ایک گروہ آمادہ ہو گیا اور اس نے اُنھیں قتل کر دیا اور لوگوں نے میری بیعت کر لی۔ اس طرح کہ نہ ان پر کوئی زبردستی تھی اور نہ ہی اُنھیں مجبور کیا گیا تھا، بلکہ اُنھوں نے رغبت و اختیار سے ایسا کیا تھا۔

اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ دارالہجرت (مدینہ) اپنے رہنے والوں سے خالی ہو گیا اور اس کے باشندوں کے قدم وہاں سے اُکھڑ چکے ہیں اور وہ دیگ کی طرح اُبل رہا ہے اور فتنہ کی چکی چلنے لگی ہے، لہٰذا اپنے امیر کی طرف تیزی سے بڑھو اور اپنے دشمنوں سے جہاد کرنے کے لیے جلدی سے نکل کھڑے ہو"۔

حق کی پہچان

د: جب بے بصیرت افراد کوئی فیصلہ نہ کر سکے

۳۴۳۔ بعض اوقات لوگ شخصیات کے طلسم کے قیدی ہوتے ہیں اور وہ شخصیات کو ہی حق و باطل کا معیار قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حارث بن احوط الرانی نے حضرت علی علیہ السلام سے یہ کہا تھا: یہ کیسے ممکن ہے کہ بی بی عائشہ اور طلحہ و زبیر نے باطل پر اجماع کر لیا ہو؟

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: حارث! تجھے مغالطہ ہوا ہے، حق و باطل کی پہچان شخصیات سے نہیں کی جاتی۔

اِعْرِفِ الْحَقَّ تَعْرِفْ اَهْلَهٗ وَاعْرِفِ الْبَاطِلَ تَعْرِفْ اَهْلَهٗ

"پہلے حق کو پہچانو، پھر اہلِ حق کو پہچان لو گے، باطل کو پہچانو، اہلِ باطل کی سمجھ آ جائے گی۔ (تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۲۱۰)

Presented by Ziaraat.Com

اہلِ کوفہ سے نصرت طلبی

الف: ربذہ سے اہلِ کوفہ کے نام خط

۳۴۴- تاریخ طبری میں یزید النخع سے منقول ہے کہ جب مدینہ میں حضرت علی علیہ السلام کو طلحہ و زبیر اور بی بی عائشہؓ کے متعلق علم ہوا کہ وہ عراق کی طرف روانہ ہو چکے ہیں تو آپؑ نے اپنے ساتھ اپنے اصحاب ملائے اور تیزی سے مدینہ سے روانہ ہوئے، تاکہ اُنھیں بصرہ پہنچنے سے پہلے روک لیں۔ جب آپ ربذہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ بہت دُور جا چکے ہیں۔ آپؑ نے ربذہ میں کچھ دن قیام کیا اور فرمایا: اگر وہ بصرہ جا رہے ہیں تو پریشانی کی بات نہیں ہے۔ کوفہ کے لوگ مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور عرب کے سربرآوردہ افراد بھی کوفہ میں رہتے ہیں.....''۔

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ربذہ کے مقام سے امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اہلِ کوفہ کو خط لکھا جس میں آپؑ نے یہ تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''امابعد! میں نے تمھارے ہاں آنا پسند کیا ہے، کیونکہ میں تمھاری محبت و مودّت کو جانتا ہوں اور مجھے علم ہے کہ تمھیں خدا اور اُس کے رسولؐ سے محبت ہے۔ تم میں سے جو میرے ساتھ آ کر شمولیت اختیار کرے اور حق کی آواز پر لبیک کہے تو وہ اپنے فریضہ کو ادا کرنے والا شمار ہوگا''۔ [1]

ب: طلبِ نصرت کے لیے امام حسنؑ کو کوفہ روانہ کرنا

۳۴۵- مورخ طبری لکھتے ہیں کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت عمار یاسرؓ کو کوفہ روانہ کیا تاکہ کوفی مجاہدین کو جنگ میں شرکت کی دعوت دی جائے۔

امیرالمومنینؑ نے ابوموسیٰ اشعری کو معزول کیا اور اُس کی جگہ قرظہ بن کعب انصاری کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا اور ابوموسیٰ کے نام آپؑ نے ایک خط تحریر کیا:

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۷۷

Presented by Ziaraat.Com

"امابعد! میرا خیال ہے کہ خدا نے جس امر میں تیرا حصّہ مقرر نہیں کیا اُس سے تجھے ہٹانے سے تیری یہ حیثیت باقی نہ رہے گی کہ تو میرے فرمان کی مخالفت کرے۔ میں حسنؑ بن علیؑ اور عمار یاسرؓ کو بھیج رہا ہوں۔ وہ لوگوں کو ہماری مدد کی دعوت دیں گے اور میں قرظہ بن کعب کو شہر کوفہ کا حاکم مقرر کر کے روانہ کر رہا ہوں۔ تو اس عہدہ کو ذلت و رُسوائی کے ساتھ چھوڑ دے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں نے اُسے حکم دیا ہے کہ وہ تجھ سے جنگ کرے اور یاد رکھ! اگر تُو نے اُس سے جنگ کی اور وہ کامیاب ہو گیا تو وہ تیرے وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا"۔

جب ابوموسیٰ کو یہ خط ملا تو اُس نے عہدہ چھوڑ دیا۔ امام حسن علیہ السلام اور حضرت عمار یاسرؓ مسجد کوفہ میں داخل ہوئے اور یہ خطاب کیا:

"اے لوگو! امیرالمومنین علی علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ مجھے مظلوم ہو کر نکلنا پڑا ہے اور میں ہر اُس شخص کو اپنے پاس آنے کی دعوت دیتا ہوں جو خدا کے لیے حق کا قائل ہو اور آؤ اور آ کر فیصلہ کرو کہ میں ظالم ہوں یا مظلوم ہوں؟ اگر ثابت ہو جائے کہ میں ظالم ہوں تو پھر مجھ سے میرے ظلم کا بدلہ لیا جائے اور اگر تمھیں یہ دکھائی دے کہ میں مظلوم ہوں تو پھر میری مدد کرو۔ خدا کی قسم! طلحہ و زبیر نے سب سے پہلے میری بیعت کی تھی اور سب سے پہلے اُنھوں نے ہی مجھ سے غداری کی ہے۔ کیا میں نے بیت المال میں خیانت کی ہے یا میں نے قرآن کے کسی فیصلہ کو تبدیل کیا ہے؟ اُٹھو! نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو"۔ (تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۹۹)

ج: ابوموسیٰ اشعری کا امامؑ کے نمایندوں کے سامنے موقف

۳۴۶- شرح نہج البلاغہ میں ابومخنف سے منقول ہے کہ جب ابوموسیٰ اشعری نے حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت عمار یاسرؓ کی گفتگو سنی تو وہ منبر پر آیا اور اُس نے یہ تقریر کی:

Presented by Ziaraat.Com

"تمام حمد خدا کے لیے مخصوص ہے جس نے ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے عزت عطا فرمائی اور ہمیں افتراق کے بعد جمع ہونے کی توفیق دی اور عداوت کے بعد ہمیں محبت کرنے والے بھائی بننے کی سعادت عطا کی اور ہم پر ہمارے جان و مال کو حرام کیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ (البقرہ ۲:۱۸۸)

"ناحق ذرائع سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَٰلِدًا فِيهَا

"اور جو کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اُس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا"۔ (سورۂ نساء: آیت ۹۳)

اے بندگانِ خدا! خدا کا خوف کرو اور اپنے ہتھیار رکھ دو اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ جنگ سے باز آجاؤ۔ [1]

د: ابوموسیٰ کے مقابلہ کے لیے مالک اشترؓ کی روانگی

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام چاہتے تھے کہ ناکثین کا مقابلہ کوفہ کے لشکر سے ہونا چاہیے، مگر وہاں ابوموسیٰ اشعری براجمان تھا، جو دن رات لوگوں کو تبلیغ کر رہا تھا کہ یہ جنگ خانہ جنگی ہے اس میں مسلمانوں کو حصہ دار نہیں بننا چاہیے جب کہ اس مشکل کا حل صرف حضرت مالک اشترؓ کے پاس تھا کیونکہ مالک اشترؓ کی سفارش پر ہی امیرالمومنینؑ نے اُسے کوفہ کا گورنر رہنے دیا تھا، ورنہ آپؑ تو پہلے ہی دن سے اُسے معزول کرنا چاہتے تھے۔

کچھ تاریخی منابع بیان کرتے ہیں کہ امیرالمومنین نے مالک اشترؓ سے یہ فرمایا تھا:

"آپ کی سفارش پر ہی میں نے ابوموسیٰ کو اُس کے عہدے پر باقی رکھا

---

[1] شرح نہج البلاغہ: جلد ۱۴، ص ۱۴

Presented by Ziaraat.Com

تھا۔ اب آپ جائیں اور اس کی پیدا کردہ خرابی کی اصلاح کریں"۔ [1]

نصر بن مزاحم کی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ مالک اشترؓ نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ آپؑ کوفہ چلیں اور ابوموسیٰ کی پیدا کردہ خرابی کو درست کریں۔

و: کوفی افواج کی آمد

الغرض مالک اشترؓ کوفہ گئے اور اُنھوں نے ابوموسیٰ کے سحر کو توڑا اور وہ کوفہ سے فوج تیار کرنے میں کامیاب ہوئے۔ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فوج کے انتظار میں ذی قار کے مقام پر پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ کوفہ سے لشکر روانہ ہو کر ذی قار میں پہنچا اور امیر المومنین علی علیہ السلام نے اس لشکر کی آمد سے پہلے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ کوفہ سے بارہ ہزار افراد کا لشکر آئے گا۔

۳۴۷- تاریخ طبری میں ابی الطفیل سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا: تمھارے پاس کوفہ سے بارہ ہزار افراد آئیں گے۔

میں (راوی) ذی قار میں ایک ٹیلے پر آ کر بیٹھ گیا اور میں نے آنے والوں کی تعداد کو گننا شروع کیا۔ کوفہ سے پورے بارہ ہزار افراد آ کر ہمارے ساتھ شامل ہوئے۔ اُن میں سے ایک فرد کم تھا اور نہ ہی ایک فرد زیادہ تھا۔ (تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۵۰۰)

امام علیہ السلام کے کون سے نمایندے کوفہ گئے تھے؟

حضرت علی علیہ السلام کے اصحابِ جمل کے لشکر سے لڑائی کے لیے اضافی افواج کی ضرورت تھی اور اضافی فوج کوفہ سے میسر ہو سکتی تھی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ کوفہ فوجی چھاؤنی تھا اور وہاں جنگجو افراد کی بڑی تعداد موجود تھی جب کہ اتنی تعداد مکہ، مدینہ یا یمن میں موجود نہیں تھی۔

علاوہ ازیں کوفہ بصرہ کے بھی قریب تھا، لیکن ابوموسیٰ اشعری رکاوٹ بنا ہوا تھا اور وہ مسلسل یہ تبلیغ کر رہا تھا کہ تم لوگ اس جنگ میں حصہ نہ لو۔

ان حالات میں امیر المومنین علی علیہ السلام نے اہلِ کوفہ کو خط لکھا اور خط کے ساتھ آپؑ نے اپنے نمایندے روانہ کیے، جن کا کوفہ کے عوام پر اثر و رسوخ تھا اور وہ ابوموسیٰ سے احتجاج کی

---

[1] شرح نہج البلاغہ: جلد ۱۴، ص ۲۰

Presented by Ziaraat.Com

قوت بھی رکھتے تھے۔

حضرتؑ نے کن لوگوں کو اپنا نمایندہ بنا کر کوفہ روانہ کیا تھا؟ ان کے متعلق مورخین میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ مورخ طبری کا بیان ہے کہ حضرتؑ نے حسب ذیل افراد کو اپنا نمایندہ بنا کر کوفہ روانہ کیا تھا:

الف: ① محمد بن ابی بکرؓ ② محمد بن عونؓ ③ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ④ عمار یاسرؓ اور ⑤ مالک اشترؓ۔ [1]

طبری کی دوسری روایت کے مطابق حضرتؑ کے نمایندے یہ تھے:

ب: سیف بن عمر کی روایت کے مطابق ① محمد بن ابی بکرؓ ② محمد بن جعفرؓ ③ عمار یاسرؓ ④ مالک اشترؓ ⑤ عبداللہ بن عباسؓ اور ⑥ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔ [2]

ج: تیسری روایت کے مطابق: آپؑ نے حسب ذیل افراد کو روانہ کیا تھا:

① محمد بن ابی بکرؓ ② ہاشم بن عتبہؓ ③ عمار یاسرؓ اور ④ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔

د: کتاب "الکامل فی التاریخ" میں بھی وہی نام بیان کیے گئے ہیں جن کا ذکر مورخ طبری نے کیا ہے۔ [3]

ہ: ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں سیف بن عمر کی روایات میں بیان کردہ افراد کا ہی ذکر کیا ہے۔ [4]

و: کتاب انساب الاشراف میں حسب ذیل افراد کا ذکر کیا ہے:

① محمد بن ابی بکرؓ ② ہاشم بن عتبہؓ ③ عبداللہ بن عباسؓ ④ عمار بن یاسر اور ⑤ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔

کتابِ مذکور میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام دس ہزار کے لشکر کو ساتھ لے

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۹۹

[2] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۷۷ و ۴۸۶

[3] الکامل فی التاریخ: جلد ۲، ص ۳۲۴-۳۲۹

[4] البدایہ والنہایہ: جلد ۷، ص ۲۳۵-۲۳۷

Presented by Ziaraat.Com

کر کوفہ سے ذی قار آئے تھے۔ اس کتاب میں مالک اشترؓ کا ذکر موجود نہیں ہے۔ [1]

ل: کتاب "الجمل" میں یہ نام بیان ہوئے ہیں۔

① ہاشم بن عتبہؓ (ربذہ سے) ② عمار یاسرؓ ③ مالک اشترؓ ④ قیس بن سعدؓ اور ⑤ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔ [2]

م: شرح نہج البلاغہ میں یہ نام بیان ہوئے ہیں:

① ہاشم بن عتبہؓ ② محمد بن ابی بکرؓ ③ عبداللہ بن عباسؓ۔

ابن اسحاق کے بیان کے مطابق ① محمد بن جعفرؓ بن ابی طالبؓ ② محمد بن ابی بکرؓ ③ عمار بن یاسرؓ ④ زید بن صوحانؓ ⑤ قیس بن سعدؓ اور ⑥ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔ [3]

ھ: ابن قتیبہ نے الامامۃ والسیاسۃ میں لکھا ہے:

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے حضرت امام حسن علیہ السلام، عمار یاسرؓ، محمد بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن عباسؓ اور قیس بن سعدؓ نمایندے بن کر کوفہ گئے تھے۔ [4]

مذکورہ بالا حوالہ جات میں کافی فرق دکھائی دیتا ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق آپؑ کے نمایندے حسب ذیل تھے:

① ہاشم بن عتبہ

جب امیر المومنین علی علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہو کر 'ربذہ' پہنچے تو آپؑ نے وہاں بیٹھ کر والی کوفہ ابوموسیٰ اشعری کو خط لکھا تھا جس میں آپؑ نے اُسے حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو اصحابِ جمل کے لشکر سے لڑنے کی ترغیب دے۔

آپؑ نے یہ خط ہاشم بن عتبہؓ کو دے کر کوفہ روانہ کیا تھا۔ ہاشم کو روانہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ مسلمان فوج کے سالار تھے اور اہلِ کوفہ اُنھیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ الغرض ہاشم

---

[1] انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۳۱-۳۲

[2] الجمل: ص ۲۴۲-۲۵۷

[3] شرح نہج البلاغہ: جلد ۱۴، ص ۸-۱۰

[4] الامامۃ والسیاسۃ: جلد اوّل، ص ۸۵-۸۶

Presented by Ziaraat.Com

بن عتبہؓ کوفہ آئے اور والی کوفہ ابوموسیٰ اشعری کو امیرالمومنین علی علیہ السلام کا خط پہنچایا، لیکن ابوموسیٰ اشعری کی نافرمانی میں کوئی فرق نہ آیا۔ ہاشم بن عتبہؓ تمام حالات کو دیکھ کر امیرالمومنینؑ کے پاس واپس آئے اور انھیں کوفہ اور والیِ کوفہ کے رویوں سے آگاہ کیا۔ [1]

۲ محمد بن ابی بکرؓ

یہ بھی امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے نمایندہ بن کر کوفہ آئے تھے۔ مسلمانوں کی اکثریت اِن کا احترام کرتی تھی اور حضرت عثمانؓ کے ناقدین میں وہ بہت مقبول تھے۔ محمد بن ابی بکرؓ کا کوفہ آنا مسلّم ہے۔ البتہ مؤرخین کے بیانات میں تھوڑا سا اختلاف پایا جاتا ہے۔

کچھ مؤرخ لکھتے ہیں: یہ ہاشم بن عتبہ سے پہلے آئے تھے اور کچھ مؤرخ لکھتے ہیں: یہ ہاشم کے بعد آئے تھے۔ [2]

محمد بن ابی بکرؓ کے ساتھ کون کون سے افراد کوفہ آئے تھے؟ اس سلسلہ میں بھی مؤرخین کے بیانات میں فرق پایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں چار اقوال پائے جاتے ہیں:

① ان کے ساتھ محمد بن عون آئے تھے۔ [3]

② ان کے ساتھ محمد بن جعفرؓ آئے تھے۔ [4]

③ ان کے ساتھ محمد بن حنفیہؒ آئے تھے۔ [5]

④ ان کے ساتھ عبداللہ بن عباسؓ آئے تھے۔ [6]

۱ حضرت امام حسن علیہ السلام اور عمار یاسرؓ

تاریخ بیان کرتی ہے کہ جب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے باقی نمایندے اپنے

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۹۹

[2] انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۳۱

[3] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۷۷-۴۷۸

[4] ایضاً

[5] الجمل: ص ۲۵۷

[6] انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۳۱

Presented by Ziaraat.Com

مقصد میں ناکام رہے اور ابوموسیٰ کو اس کی شرارت سے باز نہ رکھ سکے تو امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنے فرزند اکبر حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور اپنے دست راست عمار بن یاسرؓ کو بھیجا۔

چنانچہ کتب تاریخ میں ان دونوں کے خطبات موجود ہیں اور انھوں نے ابوموسیٰ کے ساتھ جو مباحث کیے تھے ان کا احوال بھی کتب تاریخ میں موجود ہے۔ الغرض ان دونوں بزرگواروں کی سفارت کاری کامیاب رہی اور کوفہ سے ایک بڑا لشکر لے کر امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ [1]

کچھ روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ آخر میں مالک اشترؓ آئے تھے اور اُنھوں نے ابوموسیٰ کو دارالامارہ سے دھکے دے کر نکال دیا تھا۔ [2]

۴ حضرت مالک اشترؓ

کتب تاریخ میں مرقوم ہے کہ حضرت مالک اشترؓ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے نمائندے بن کر کوفہ گئے تھے اور مورخین کی اکثریت کا خیال ہے کہ وہ آخری نمائندے بن کر کوفہ گئے تھے اور اُن کی محنت ثمر آور ہوئی تھی اور وہ اہل کوفہ کو امام علیہ السلام کی مدد کے لیے نکالنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

اس کے برعکس کچھ مصادر میں بیان ہوا ہے کہ حضرت مالک اشترؓ ناکام ہوئے تھے۔ یہاں یہ بتانا انتہائی ضروری ہے کہ مالک اشترؓ مشہور شخص تھے اور عہد عثمانی میں اُن کے خطبات کا اثر تھا کہ کوفہ سے بہت سے لوگ عثمانی حکومت کے خلاف احتجاج کے لیے مدینہ روانہ ہوئے تھے۔ اس لیے گمان غالب یہی ہے کہ وہ آخر میں کوفہ آئے ہوں گے اور اُن کی آمد فیصلہ کن ثابت ہوئی ہوگی۔

جہاں تک سیف بن عمر کے اس بیان کا تعلق ہے کہ مالک اشترؓ سب سے پہلے کوفہ آئے تھے اور یہاں سے ناکام ہو کر واپس گئے تھے تو ہماری نظر میں سیف بن عمر کے بیان کی کوئی

---

[1] انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۳۲

[2] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۸۶

Presented by Ziaraat.Com

اہمیت نہیں ہے، کیونکہ وہ بدترین جعل ساز تھا اور اُسے مالکؓ کے نام سے خدا واسطے کا بیر تھا اور اس کے عداوت پسندانہ بیانات سے تاریخ طبری بھری پڑی ہے۔

ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام ابوموسیٰ کو معزول کرنا چاہتے تھے لیکن مالک اشترؓ نے سفارش کی کہ اُسے اس کے عہدہ پر باقی رکھا جائے اس لیے حضرت مالک اشترؓ آخر میں آئے تھے، تاکہ وہ اپنی غلطی کا ازالہ کرسکیں۔

ناکثین کا بصرہ پر قبضہ

الف: ناکثین کا والیِ بصرہ سے سلوک

۳۴۸- انساب الاشراف میں ابومخنف سے مروی ہے کہ جب حضرت بی بی عائشہؓ اپنے لشکر کو لے کر بصرہ کے قریب پہنچیں تو حضرت علی علیہ السلام کے مقرر کردہ عامل عثمان بن حنیف انصاری نے ابونجید عمران بن الحصین الخزاعی اور ابوالاسود دوئلی کو گفتگو کے لیے روانہ کیا۔ ان کی بصرہ سے باہر حضر ابوموسیٰ پر ملاقات ہوئی۔

اُنھوں نے باغیوں سے کہا کہ تم لوگ یہاں کیا کرنے آئے ہو؟

باغیوں نے جواب دیا کہ ہم خونِ عثمان کا بدلہ لینے آئے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ علیؑ سے حکومت چھین کر شوریٰ بنائی جائے۔

دونوں نمایندوں نے بی بی عائشہؓ سے ملاقات کی اور اُنھوں نے اُن سے کہا:

اُم المومنینؓ! کچھ تو خدا کا خوف کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تمھیں حکم دیا ہے کہ آپ نبیؐ کے گھر میں بیٹھی رہیں۔ آپ رسولِ اکرمؐ کی حرمت اور عزت ہو۔

بی بی نے ابوالاسود سے کہا: مجھے معلوم ہے تم جو کچھ میرے متعلق کہتے ہو دونوں نمایندے مایوس ہوکر والیِ بصرہ کے پاس واپس آئے۔ اور ابوالاسود نے کچھ اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ تم جنگ کی تیاری کرو۔ یہ لوگ خواہ مخواہ جنگ پر تلے ہوئے ہیں۔

والیِ بصرہ نے کہا: مجھے بھی یہی اندازہ ہے کہ مجھے بھی کچھ کرنا ہوگا۔ [1]

---

[1] انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۲۴

Presented by Ziaraat.Com

ب: دارالامارہ کا محاصرہ اور جھڑپیں

۳۴۹- انساب الاشراف میں مرقوم ہے کہ عثمان بن حنیف نے لوگوں کو آواز دی۔ لوگ مسلح ہو کر آ گئے اور اِدھر سے بی بی عائشہؓ، طلحہ و زبیر بھی اپنی فوج کو لے کر محلہ بنی سلیم کے قریب "مربد" کے مقام پر پہنچ گئے اور اُدھر اہلِ بصرہ بھی سوار اور پیدل ہو کر عثمان بن حنیف کے ساتھ آئے۔

طلحہ نے تقریر کی اور کہا:

"اے لوگو! عثمانؓ بن عفان کو اسلامی سبقت اور فضیلت حاصل تھی اور وہ مہاجرین اوّلین میں سے تھے۔ البتہ اُنھوں نے کچھ غلط کام کیے تھے۔ ہم اُن پر ناراض ہوئے تھے۔ پھر اُنھوں نے اپنی اصلاح کر لی تھی اور توبہ کر لی تھی۔

اسی اثناء میں اس شخص (حضرت علیؑ) نے چند غیر متقی افراد کے ہاتھوں اُسے قتل کرا دیا اور خود حکومت پر قبضہ کر لیا۔ ہم تمھیں خونِ عثمان کے انتقام کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ مظلوم خلیفہ تھے"۔

بعد ازاں زبیر نے بھی اسی طرح کی تقریر کی۔

ان کی تقریر سے لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ کچھ نے کہا: یہ درست کہتے ہیں اور کچھ نے کہا: یہ جھوٹے ہیں اور عثمانؓ کے سب سے بڑے دشمن خود یہی تھے۔

لوگوں کے جھگڑنے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ پھر بی بی عائشہؓ کے اُونٹ کو لایا گیا۔ بی بی نے پہلے تو لوگوں کو خاموش رہنے کی تلقین کی۔ جب خاموشی چھا گئی تو بی بی عائشہؓ نے بلند آواز سے خطاب کیا اور کہا:

اے لوگو! عثمانؓ تمھارے خلیفہ تھے، اُنھیں مظلومیت کی حالت میں قتل کر دیا گیا ہے۔ اُنھوں نے اپنی غلطیوں سے توبہ کر لی تھی اور وہ گناہوں سے صاف ہو چکے تھے اور اُنھوں نے ایسی کوئی غلطی بھی نہیں کی تھی کہ ان کا خون حلال ہو جاتا۔ اب حق کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کے قاتلوں کو گرفتار

Presented by Ziaraat.Com

کر کے اُن کے بدلہ میں قتل کیا جائے اور خلافت کو شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے"۔

کچھ لوگوں نے بی بی کی تصدیق کی اور کچھ لوگوں نے اُن کی تکذیب کی اور لوگ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے اور ایک دوسرے کو جوتیوں اور ڈنڈوں سے مارنے لگے۔ یہ لشکر یہاں سے نکل کر "زابوقہ" کے میدان میں آیا۔ والیِ بصرہ نے باغیوں کا خوب مقابلہ کیا اور اس مقابلہ میں بہت سے افراد مارے گئے تھے اور بہت سے افراد زخمی ہوئے تھے۔

اس کے بعد فریقین میں ایک معاہدہ تحریر کیا گیا جس میں یہ طے پایا تھا کہ حضرت علیؑ کی آمد تک کوئی بازار یا محلہ میں کسی سے نہیں لڑے گا۔

دارالامارہ بدستور عثمان بن حنیف کے پاس ہوگا اور بیت المال بھی اُنھی کے اختیار میں ہوگا اور مسجد میں بھی وہی نماز پڑھائیں گے۔ طلحہ و زبیر اور اُن کے ساتھی جہاں رہنا چاہیں انھیں رہنے کی اجازت ہوگی۔

اس معاہدہ کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے۔

ج: باغیوں کی عہد شکنی

۳۵۰- کتاب "الجمل" میں مرقوم ہے کہ صلح نامہ کے بعد والیِ بصرہ مطمئن ہو کر دارالامارہ میں آ گیا۔ جیسے ہی رات ہوئی اور اس رات آندھی چل رہی تھی۔ چنانچہ رات کی تاریکی میں طلحہ اور زبیر نے معاہدہ توڑ دیا اور وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر دارالامارہ پہنچ گئے۔ خزانہ پر جاٹ قوم کے دیانت دار افراد پہرہ دے رہے تھے۔ طلحہ و زبیر نے ان کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا تھا اور اُن کا قتلِ عام شروع کر دیا۔ چند لمحات میں اُن لوگوں نے چالیس محافظوں کو تہ تیغ کیا۔ پھر یہ لوگ دارالامارہ میں داخل ہو گئے اور والیِ بصرہ صحابیِ رسولؐ عثمان بن حنیف کو پکڑ کر زنجیروں میں قید کر دیا۔

حضرت عثمانؓ ایک معمر انسان تھے، اُن کی داڑھی گھنی تھی۔ باغیوں نے اُن کی داڑھی کے تمام بال نوچ لیے۔ اس دوران طلحہ بار بار یہ صدا لگاتا تھا: شاباش! اس فاسق کی داڑھی نوچ لو۔ اس کی آنکھوں کے آبرو بھی نوچ لو۔ (الجمل: ص ۲۸۱)

Presented by Ziaraat.Com

د: جب بی بی عائشہؓ نے والیِ بصرہ عثمان بن حنیف کے قتل کا حکم دیا

۳۵۱- کتاب الجمل میں مرقوم ہے کہ عثمان بن حنیف کو رسیوں میں جکڑنے کے بعد طلحہ وزبیر نے بی بی عائشہؓ سے کہا: آپ عثمانؓ کے متعلق کیا فرمان جاری کرتی ہیں؟

بی بی نے کہا: اسے قتل کردو۔ خدا اسے مارے۔

اس وقت بصرہ کی ایک خاتون بی بی کے پاس بیٹھی تھی۔ اُس نے بی بی سے کہا: مادرجان! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ اس کے قتل کا حکم جاری کررہی ہیں۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس کا بھائی سہیل بن حنیف مدینہ کا گورنر ہے اور اَوس وخزرج میں اُسے جو مقام حاصل ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ اگر آج آپ نے اس انصاری کو قتل کردیا تو مدینہ کے انصار مل کر آپ کے خاندان سمیت پورے قریش کا خاتمہ کردیں گے۔

بی بی عائشہ کو اس کی رائے پسند آگئی اور اُس نے حکم دیا کہ اُسے قتل نہ کرو۔ البتہ اس پر سختی جاری رکھو۔ میں اپنا فیصلہ بعد میں بتاؤں گی۔ والیِ بصرہ چند دن باغیوں کی قید میں رہے۔ پھر باغیوں نے سوچا کہ اگر ہم نے انھیں رہا نہ کیا تو اس کا بھائی قریش کے لوگوں کو قید کردے گا۔ چنانچہ اُنھیں رہا کردیا گیا۔ (الجمل: ص ۲۸۴)

ہ: حق گوئی کی سزا

۳۵۲- تاریخ طبری میں زہری سے منقول ہے کہ طلحہ وزبیر نے خطاب کیا اور کہا:

اے لوگو! عثمانؓ سے غلطیاں ہوئی تھیں لیکن اُنھوں نے توبہ کرلی تھی۔ ہم نے ان کی مخالفت ضرور کی تھی، لیکن ہم یہ نہیں چاہتے تھے کہ انھیں قتل کر دیا جائے لیکن احمق لوگ بردبار افراد پر غالب آگئے اور انھیں قتل کردیا"۔

لوگوں نے طلحہ سے کہا: تو نے ہمیں جو خط لکھے تھے ان میں تو یہ باتیں نہ تھیں۔

زبیر نے کہا: کیا میری طرف سے بھی تمھارے پاس کوئی خط آیا تھا؟

پھر زبیر نے قتلِ عثمانؓ کا قصہ اور حضرت علیؑ کے عیب بیان کیے۔ اس پر بنی عبدالقیس کا ایک آدمی کھڑا ہوا اور اُس نے کہا: اے شخص! خاموش ہوجا! ہمیں بھی بات کرنے دے۔

Presented by Ziaraat.Com

عبداللہ بن زبیر نے کہا: تجھے بات کرنے کا کس نے حق دیا ہے؟

اُس شخص نے بلند آواز سے کہا: اے گروہ مہاجرین! تم لوگوں نے سب سے پہلے رسولِ خدا کی دعوت کو قبول کیا تھا۔ یہ خدا کی طرف سے تم پر فضل ہوا۔ اس کے بعد باقی لوگ اسلام میں اسی طرح سے داخل ہوئے جیسا کہ تم داخل ہوئے تھے۔

پھر جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو تم نے اپنے خاندان کے ایک شخص کی بیعت کر لی تھی اس کے لیے تم نے ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا تھا۔ ہم پھر بھی خاموش رہے اور ہم نے تمھاری پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی حکومت میں برکت ڈالی تھی۔ پھر جب اُس کی وفات ہونے لگی تو اس نے تمھارے ایک فرد کو اپنا جانشین متعین کیا تھا۔ اس وقت بھی تم نے ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا تھا۔ ہم پھر بھی راضی رہے اور جب اُس کی وفات کا وقت قریب آیا تو اُس نے خلافت کے لیے چھے رکنی شوریٰ قائم کی تھی۔ تم نے اپنی مرضی سے عثمانؓ کو خلیفہ مقرر کیا۔ اس کے لیے بھی تم نے ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا تھا۔ پھر تمھیں اس سے کچھ شکایات پیدا ہوئیں تو تم نے اسے قتل کر دیا اور ہم سے مشورہ نہیں مانگا۔

پھر تم نے علیؑ کی بیعت کی۔ پھر بھی تم نے ہم سے مشورہ نہیں مانگا۔ اب بتاؤ تمھیں علیؑ سے کس بات کی ناراضگی ہے کہ ہم کو اس سے جنگ کا حکم دینے آئے ہو؟

کیا علیؑ نے بیت المال میں خیانت کی ہے؟ کیا علیؑ نے ناحق عمل کیا ہے؟ آخر علیؑ کا جرم کیا ہے کہ ہم اُس سے جنگ کریں۔

کچھ باغی اس شخص کو مارنے کے لیے اُٹھے۔ اس کے قبیلہ والوں نے اُسے چھڑا لیا۔ پھر دوسرے دن باغیوں نے اُس پر حملہ کیا اور اُسے اس کے ساتھ ستر افراد کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ (تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۴۶۹)

ذی قار سے بصرہ کی طرف روانگی

الف: حاضرین سے بیعت

۳۵۳- ارشاد میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب امام علیہ السلام نے ذی قار کے

Presented by Ziaraat.Com

مقام پر قیام کیا تو آپؑ نے تمام حاضرین سے بیعت لی۔ آپؑ نے حمد وثنا اور درود پاک کے بعد فرمایا:

"بہت سے اُمور ایسے گزرے ہیں جن پر ہم نے صبر کیا ہے جبکہ آنکھوں میں گرد وغبار تھا۔ اس سے ہمارا مقصد خدا سے ثواب کا حصول تھا۔ ہم نے اس لیے صبر کیا کہ مسلمانوں میں تفریق پیدا نہ ہو اور مسلمانوں کا خون نہ بہے۔ ہم خاندانِ نبوت و رسالت ہیں۔ حکومت کے لیے سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں۔ ہم وہ معدنِ کرامت ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کی ابتداء کی۔ طلحہ و زبیر کا تعلق نہ تو خاندانِ نبوت سے ہے اور نہ ہی یہ رسولِ خدا کی ذُریت ہیں۔ جب ان دونوں نے دیکھا کہ ایک طویل عرصہ کے بعد ہمارا حق ہمیں ملا ہے تو اُنھوں نے ایک سال کیا ایک ماہ تک صبر نہ کیا۔ اُنھوں نے مجھ سے سابقہ لوگوں کی طرح سے حملہ کر دیا۔ یہ دونوں میرا حق ضائع کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کی جماعت کو مجھ سے دُور کرنا چاہتے ہیں۔ پھر آپؑ نے دونوں کو بددعا دی"۔

۳۵۴- الجمل میں مرقوم ہے کہ عثمان بن حنیف باغیوں کی قید سے چھوٹ کر مقام ذی قار میں امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت اُن کے چہرے پر داڑھی کا ایک بال تک موجود نہ تھا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: عثمانؓ! ہم نے تمھیں بزرگ بنا کر بھیجا تھا، آج تم بے ریش ہو کر میرے پاس آئے ہو؟ پھر آپؑ نے فرمایا: خدایا! تو جانتا ہے کہ ان لوگوں نے تیرے خلاف جسارت کی ہے اور تیری حرمتوں کو پامال کیا ہے۔

خدایا! انھوں نے میرے شیعوں کو قتل کیا ہے انھیں ان کے انتقام میں قتل فرما اور اُنھوں نے میرے جانشین سے بدسلوکی کی ہے۔ اس کی وجہ سے ان پر جلد عذاب نازل فرما۔ (الجمل: ص ۲۸۵)

ج: امام علی علیہ السلام کی بصرہ آمد

۳۵۵- مروج الذہب میں منذر بن جارود سے روایت ہے کہ جب امیر المومنینؑ بصرہ

Presented by Ziaraat.Com

تشریف لائے تو علاقہ طف کی سمت سے بصرہ میں داخل ہوئے۔ جب آپؑ مقامِ زاویہ پر پہنچے تو آپؑ نے چار رکعت نماز ادا کی۔ آپؑ نے مٹی پر اپنے رخساروں کو ملا۔ آپؑ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی۔ پھر ہاتھ بلند کر کے دعا مانگی:

"اے آسمانوں کے رب! اور جن پر وہ سایہ فگن ہیں اور اے زمینوں کے رب! اور جو کچھ زمینوں نے اُٹھا رکھا ہے ان سب کے رب! اے عرشِ عظیم کے رب!

یہ بصرہ ہے۔ میں تجھ سے اس کے خیر کا طالب ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ خدایا! ہمیں اچھے مقام پر اُتار تو بہترین اُتارنے والا ہے۔

خدایا! اُس قوم نے میری اطاعت کا قلادہ گلے سے نکال دیا ہے۔ ان لوگوں نے میرے خلاف بغاوت کی ہے اور میری بیعت توڑ دی ہے۔ خدایا! مسلمانوں کے خون کی حفاظت فرما"۔ (مروج الذہب: جلد ۲، ص ۳۶۸)

جنگ سے بچنے کے لیے امام علیہ السلام کی کوششیں

جب امیر المومنین علی علیہ السلام اپنی فوج لے کر ذی قار سے روانہ ہوئے تو آپؑ نے صعصعہ بن صوحانؓ کو خط دے کر بی بی عائشہؓ اور طلحہ و زبیر کے پاس روانہ کیا۔ اس مکتوب میں آپؑ نے اُن کی بغاوت کا شکوہ کیا اور اُنھوں نے جو سلوک عثمان بن حنیف سے روا رکھا تھا اس کی مذمت کی تھی اور اُنھیں نصیحت کی تھی کہ اب بھی وقت ہے کہ تم توبہ کرلو اور جنگ کے شعلے نہ بھڑکاؤ۔

الغرض صعصعہؓ نے اُن لوگوں سے ملاقات کی اور اُن سے مایوس کن جواب سنا تو وہ وہاں سے امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس واپس آئے اور عرض کیا: یہ لوگ جنگ کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتے۔ (الجمل: ص ۳۱۳-۳۱۴)

الغرض دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہوئے۔ امیر المومنینؑ نے اپنی فوج سے فرمایا: جنگ کی ابتدا تمھاری طرف سے نہیں ہونی چاہیے۔ آپؑ نے پوری کوشش

Presented by Ziaraat.Com

کی کہ کسی طرح سے باغیوں کے سربراہوں کو جنگ سے روکا جائے۔ الغرض آپؑ نے جنگ سے بچنے کے لیے خطبات دیے اور پوری کوشش کی کہ جنگ کے شعلے نہ بھڑکنے پائیں۔

آپؑ نے باغیوں کے سربراہوں کو خطوط بھیجے اور مذاکرات کے لیے اپنے نمائندے بھیجے، لیکن مخالفین نے جنگ پر ہی اصرار کیا۔ امام علیہ السلام نے پوری کوشش کی کہ اُمت میں خانہ جنگی نہ ہو اور جب کوئی بھی کوشش کامیاب نہ ہوئی تو امام علیہ السلام نے دشمنوں کے سامنے خطبہ دیا اور اپنے موقف کی درستگی کو واضح کیا، لیکن یہ کوشش بھی بارآور ثابت نہ ہوئی۔ آپؑ نے ابن عباسؓ کو اتمامِ حجت کے لیے بھیجا، لیکن فریق ثانی نے کوئی بھی بات سننے سے انکار کر دیا۔

جنگ کے بھڑکانے میں بی بی عائشہؓ اور عبداللہ بن زبیر پیش پیش تھے۔

الف: زبیر کے سامنے اتمامِ حجت

۳۵۶- مروج الذہب میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام تن تنہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر پر سوار ہوئے اور آپؑ نے کوئی ہتھیار نہ اُٹھائے اور دشمن کے لشکر کے سامنے پہنچ کر زبیر کو آواز دی۔ زبیر ہتھیار پہن کر آپؑ کے سامنے آیا۔

جب کسی نے بی بی عائشہؓ سے کہا: زبیر تن تنہا علیؑ کے سامنے گیا ہے تو بی بی نے کہا: ہائے آج میری بہن بیوہ ہو جائے گی۔

کسی نے کہا: پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ علیؑ خالی ہاتھ ہیں۔ بی بی نے جب یہ سنا تو اُنھوں نے سکھ کا سانس لیا۔ الغرض زبیر آئے اور امیرالمومنینؑ کے گلے لگے۔

امیرالمومنینؑ اور زبیر میں حسب ذیل گفتگو ہوئی:

امیرالمومنینؑ: زبیر! افسوس ہے تم نے خروج کیوں کیا؟

زبیر: خونِ عثمانؓ کے انتقام کے لیے۔

امیرالمومنینؑ: ہم میں سے جو قتلِ عثمانؓ کا ذمہ دار ہو تو خدا اُسے برباد کرے۔ کیا تمھیں وہ دن یاد ہے جب میں نے بنی بیاضہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔ رسولِ اکرمؐ اپنے گدھے پر سوار تھے۔ رسولِ خداؐ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میں بھی مسکرایا۔ تم اس وقت رسولِ خدا

Presented by Ziaraat.Com

کے ساتھ سوار تھے۔ تم نے رسولِ اکرمؐ سے کہا تھا کہ علیؑ اکڑ خانی کو نہیں چھوڑتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: علیؑ میں تکبر نام کی شے نہیں ہے۔ زبیر! کیا تم علیؑ سے محبت کرتے ہو؟ اُس وقت تم نے کہا تھا: جی ہاں یا رسولؐ اللہ! خدا کی قسم میں علیؑ سے محبت کرتا ہوں۔ اس پر نبی اکرمؐ نے تجھ سے فرمایا تھا: ایک دن تو علیؑ سے جنگ کرے گا اور تو ظالم ہوگا۔

زبیر: میں خدا سے استغفار کرتا ہوں۔ اگر مجھے یہ بات یاد ہوتی تو میں خروج ہی نہ کرتا۔

امیرالمومنینؑ: زبیر! اب بھی واپس چلے جاؤ۔

زبیر: میں اب کیسے جاسکتا ہوں اب تو فوجیں آمنے سامنے آچکی ہیں۔ یہ ایسی عار ہے جسے دھویا نہیں جاسکتا۔

امیرالمومنینؑ: تمھاری بھلائی اسی میں ہے کہ عار قبول کرلو ورنہ عار اور دوزخ دونوں تمھارا مقدر بن جائیں گی۔

زبیر وہاں سے واپس لوٹا اور اُس نے کچھ اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے: "میں دوزخ پر عار کو ترجیح دیتا ہوں اور میں ابوالحسنؑ کے ساتھ جنگ نہیں کروں گا۔ علیؑ نے جو کچھ یاد دلایا ہے وہی میرے لیے کافی ہے"۔

جب عبداللہ بن زبیر نے دیکھا کہ اس کا باپ جنگ سے نکلنا چاہتا ہے تو اُس نے اپنے باپ سے کہا: آپ ہمیں یہاں چھوڑ کر کہاں جانا چاہتے ہیں؟

زبیر نے کہا: مجھے ابوالحسنؑ نے ایک بات یاد دلائی ہے جسے میں پہلے بھول چکا تھا۔

عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ سے کہا: یہ بات نہیں ہے تو عبدالمطلبؑ کی اولاد کی تلواریں دیکھ کر ڈر گیا ہے۔ وہ تلواریں بڑی لمبی ہیں اور بہادر افراد نے اُنھیں اُٹھا رکھا ہے۔

زبیر نے کہا: ایسی بات نہیں ہے۔ مجھے علیؑ نے ایک بات یاد دلائی ہے جسے میں بھول چکا تھا۔ میں عار کو دوزخ پر ترجیح دیتا ہوں۔ پھر اس نے اپنے بیٹے سے کہا: ذرا میری دلیری دیکھو۔

یہ کہہ کر اُس نے امیرالمومنین علی علیہ السلام کے میسرہ پر حملہ کیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! اسے کچھ نہ کہو۔

Presented by Ziaraat.Com

اُس نے وہاں سے نکل کر میسرہ پر پھر قلب لشکر پر حملہ کیا۔ پھر بیٹے کے پاس گیا اور کہا: تُو نے دیکھا کہ تیرا باپ بزدل نہیں ہے۔ اس کے بعد زبیر نے لشکر کو چھوڑ دیا اور وہاں سے چل نکلا۔ (مروج الذہب: جلد ۲، ص ۳۷۱)

ب: زبیر کا انجام

زبیر میدانِ جنگ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف چل پڑا۔ چلتے چلتے وہ وادی السباع سے گزرے۔ وہاں احنف بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے زبیر کو پہچان کر بلند آواز سے کہا: میں زبیر کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ اس نے دو گروہوں کو ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑا کیا ہے اور اب وہ گروہ لڑنے میں مصروف ہیں اور زبیر بھاگ کر اپنی بیوی کے پاس جا رہا ہے۔

ابن جرموز نے یہ سنا تو اُس نے زبیر کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ اسے دیکھ کر قبیلہ مجاشع کا ایک فرد بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔

جب زبیر نے اُن کو دیکھا تو وہ گھبرا گئے۔ اس پر ان دونوں نے کہا: اے حواریِ رسولؐ! تمھاری حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔ آپ تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔

ابن جرموز کبھی اس کے ساتھ چلتا اور کبھی پیچھے رہ جاتا۔ پھر اُس نے زبیر کو آواز دے کر دیکھا کہ زرہ آپ کے لیے بوجھ ہے۔ اُسے اُتار کر گھوڑے پر رکھ لیں۔

زبیر نے اپنی زرہ اُتار کر گھوڑے پر رکھ دی۔ ابن جرموز نے اُن کی پشت پر نیزہ سے حملہ کیا۔ زبیر گر پڑے۔ ابن جرموز نے آگے بڑھ کر اُن کا سر قلم کر دیا اور اُن کا کٹا ہوا سر اَحنف کے پاس لایا۔ احنف نے اسے امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔

جب حضرت علی علیہ السلام نے زبیر کا سر اور اُس کی تلوار کو دیکھا تو آپؑ نے قاتل سے فرمایا: زبیر کی تلوار میرے سپرد کر۔

آپؑ نے زبیر کی تلوار اُٹھائی اور فرمایا: اس تلوار کے ساتھ زبیر نے رسولؐ خدا کے ساتھ جنگیں کی تھیں، لیکن بُرا وقت اور بُری موت اُن کی منتظر تھی۔ پھر آپؑ نے زبیر کے چہرے کو غور سے دیکھا اور فرمایا:

Presented by Ziaraat.Com

تو رسولِ خدا کا صحابی تھا اور اُن کا رشتہ دار تھا لیکن شیطان تیرے نتھنوں میں گھس گیا تھا اور اُس نے تجھے اس مقام پر پہنچا دیا۔ (الجمل: ص ۳۸۷-۳۹۰)

ج: امام علی علیہ السلام اور طلحہ کی گفتگو

۳۵۸- الامامۃ والسیاسۃ: ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام اور طلحہ میں مذاکرات ہوئے۔ طلحہ نے آپؑ سے کہا: آپؑ خلافت کا عہدہ چھوڑ دیں اور خلیفہ کا انتخاب شوریٰ پر چھوڑ دیں۔ اگر اہلِ شوریٰ نے آپؑ کا انتخاب کیا تو میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح سے آپؑ کی اطاعت میں شامل ہو جاؤں گا اور اگر لوگ کسی اور کا انتخاب کریں تو آپؑ کی حیثیت ایک عام مسلمان کی سی ہوگی۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: ابومحمد! کیا تُو نے اپنی رضا اور خوشی سے پہلے میری بیعت نہیں کی تھی؟ اب میں اپنی بیعت کو ختم نہیں کر سکتا۔

طلحہ نے کہا: میں نے مجبور ہو کر بیعت کی تھی، میری گردن پر تلوار لٹک رہی تھی، اس لیے میں نے بیعت کی تھی۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے کسی کو بھی اپنی بیعت کے لیے مجبور نہیں کیا تھا۔ اگر میں نے مجبور کر کے بیعت لینا ہوتی تو پھر میں سعد، ابن عمر اور محمد بن سلمہ سے بھی بیعت لیتا۔ انھوں نے بیعت نہیں کی تو میں نے بھی انھیں مجبور نہیں کیا۔

طلحہ نے کہا: ہم شوریٰ میں چھے افراد تھے۔ عثمان اور عبدالرحمٰن دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ اب میں زبیر، سعد اور آپ چار افراد زندہ ہیں۔ ہم تین آپ کے مخالف ہیں۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ اور موقع تھا۔ اب میری بیعت مکمل ہو چکی ہے، لہٰذا تمھیں اس کے متعلق کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ کیا میں نے خلافت کا عہدہ سنبھالنے کے بعد کوئی بدعت اختیار کی ہے۔ تو مجھے اُس کی نشاندہی کرو؟

تم نے اپنی بیویوں کو گھر میں بٹھایا ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی کو میدان میں لائے ہو۔ اس سے بڑھ کر اور جرم کیا ہو سکتا ہے؟ کیا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے راضی ہوں

Presented by Ziaraat.Com

گے کہ تم لوگ آپؐ کی بیوی کو میدان میں لائے ہو؟

طلحہ نے کہا: وہ اصلاح کے لیے آئی ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: خود اس کی اصلاح کی ضرورت ہے، لہٰذا میری مانو اور میری نصیحت کو قبول کرلو اور توبہ کر کے واپس چلے جاؤ۔ عار کی فکر نہ کرو، ورنہ عار اور دوزخ دونوں چیزیں تمھارا مقدر بن جائیں گی۔ (الامامۃ والسیاسۃ: جلد اوّل، ص ۹۵)

جنگ

الف: جنگ سے پہلے دُعا

کتاب الجمل میں مرقوم ہے کہ جب امیر المومنین علی علیہ السلام نے اہلِ جمل کے عناد کو دیکھا اور انھوں نے جو ناحق قتل کیے تھے اسے دیکھا تو آپؑ نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور یہ دعا کی:

> "خدایا! ہماری آنکھیں تیری نصرت پر لگی ہوئی ہیں اور ہمارے ہاتھ تیری طرف اُٹھ رہے ہیں اور ہمارے دل تیری طرف مائل ہیں اور ہم اعمال کے ذریعے سے تیرا قرب چاہتے ہیں۔
>
> خدایا! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے"۔ (الجمل: ص ۳۴۱)

ب: اپنے اصحاب کو جنگ کی ترغیب

۳۶۰- الجمل میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ناکثین کو تین دنوں کی مہلت دی تھی تاکہ وہ باز آجائیں، لیکن جب وہ اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو آپؑ نے اپنے اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> "اے بندگانِ خدا! پورے شرح صدر کے ساتھ اِن لوگوں کا مقابلہ کرو۔ اُنھوں نے میری بیعت توڑی ہے اور میرے شیعوں کو قتل کیا ہے اور میرے عامل کے ساتھ بُرا سلوک کیا ہے اور اسے سخت سزا دینے کے بعد بصرہ سے نکالا ہے جب کہ وہ انصار کے افاضل اور ممتاز افراد میں سے ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ان لوگوں نے اس کی بزرگی کا حیا نہیں کیا۔ ان لوگوں نے بیت المال کے صالح نگرانوں کو قتل کیا ہے اور ظلم و سرکشی کے ساتھ حکیم بن جبلہ کو قتل کیا ہے۔ پھر انھوں نے میرے شیعوں کو چن چن کر قتل کیا ہے۔

(خدا انھیں برباد کرے یہ کہاں بھٹک رہے ہیں؟)

اے بندگانِ خدا! ان لوگوں کا مقابلہ کرو اور شیر بن کر ان پر ٹوٹ پڑو۔ یہ بدترین لوگ ہیں اور باطل کے مددگار ہیں۔ پورے صبر و استقامت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرو۔ تم لوگ جنگ آزما اور جنگجو ہو، لہٰذا ہر طرح کے تلواروں، تیروں اور نیزوں کے زخموں پر صبر کرو۔ اور اگر جنگ کے دوران کسی بھائی کو کمزور ہوتے ہوئے دیکھو تو اُس کی مدد کرو۔ خدا نے چاہا تو وہ بھی اس کی مانند مضبوط ہو جائے گا"۔ (الجمل: ص ۳۳۴)

جنگ میں شاہِ لافتیٰ کا اطمینان

۳۶۱- کتاب الجمل میں محمد بن حنفیہؒ سے منقول ہے کہ جب ہم بصرہ پہنچے اور ہم نے صف بندی کی تو میرے والد ماجد نے مجھے پرچم دیا اور فرمایا: اے محمدؒ! جب تک دشمن کی طرف سے ابتداء نہ ہو اس وقت تک جنگ شروع نہ کرنا۔

آپؑ یہ کہہ کر سو گئے۔ کچھ دیر بعد دشمن کی طرف سے ہم پر تیر برسنے لگے۔ میں نے اپنے والد بزرگوار کو بیدار کیا۔ آپؑ نیند سے آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھے۔ اس وقت دشمن کی طرف سے یَالَثَارَاتِ عُثْمَانَ کے نعرے گونج رہے تھے۔

آپؑ اُٹھے اور میدان میں گئے۔ اس وقت آپؑ نے صرف ایک قمیص پہن رکھی تھی۔ مجھے حکم دیا کہ پرچم لے کر آگے بڑھو۔ میں نے پیش قدمی کی اور میں نے عرض کیا: بابا جانؑ! اس حالت میں آپؑ نے ایک ہی قمیص پہن رکھی ہے؟ اور کوئی زرہ وغیرہ نہیں پہنی؟

آپؑ نے فرمایا: میں اجل کو دُور کر سکتا ہوں، میں نے رسولِ خداؐ کے دور میں بہت کم مرتبہ زرہ پہنی تھی۔ زیادہ تر لڑائیوں میں میں سادہ لباس کے ساتھ ہی شرکت کرتا تھا۔ (الجمل: ۳۵۵)

Presented by Ziaraat.Com

جنگ کی تیزی

الامامۃ والسیاسۃ میں مرقوم ہے کہ جنگ میں شدت پیدا آچکی تھی۔ شروع میں ناکثین کا پلہ بھاری تھا۔ جنگ جمل میں اہل بصرہ کے میمنہ نے حضرت علی علیہ السلام کے میمنہ کو شکست دی اور بصرہ کے ربیعہ نے حضرت علی علیہ السلام کے ربیعہ کو شکست دی۔

شیر خدا نے دیکھا کہ اُن کے اصحاب شکست کھا رہے ہیں اور قتل ہو رہے ہیں تو آپؑ نے اپنے فرزند محمدؑ کو آواز دی: تم آگے بڑھو۔ محمدؑ آگے بڑھے، لیکن جناب محمد حنفیہؒ فیصلہ کن جنگ نہ کر سکے۔ شیر خدا نے ان کے شانوں پر ہاتھ مارا اور اُن سے پرچم لے لیا۔ پھر آپؑ نے زوردار حملہ کیا اور اُن کے لشکر میں داخل ہو گئے۔ بی بی عائشہؓ کے لشکر کا میمنہ میسرہ پلٹنے لگا۔

حضرت علی علیہ السلام کے ایک دستہ کی قیادت عمار یاسرؓ کے پاس تھی اور میمنہ پر عبداللہ بن عباسؓ اور میسرہ پر محمد بن ابی بکرؓ تھے۔ الغرض امیر المومنینؑ نے ایسا شدید حملہ کیا کہ مخالفین کی صفوں کو اُلٹ کے رکھ دیا۔ پھر آپؑ نے محمد بن حنفیہؒ کو دوبارہ پرچم دیا اور فرمایا: بیٹا! ایسے جنگ کرو۔

اس کے بعد محمدؒ پرچم لے کر آگے بڑھے اور آپؑ کی کمان میں انصاری دستہ تھا۔ گھمسان کی جنگ لڑنے کے بعد آپؑ اُونٹ اور ہودج کے قریب جا پہنچے۔ راستے کی تمام رکاوٹوں کو محمدؒ نے اپنی تلوار شرربار سے ہٹا دیا۔ (الامامۃ والسیاسۃ: جلد اوّل ص ۹۶)

شیر خدا کی جنگ

۳۶۳- امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اپنے کچھ اصحاب کی تلاش میں لشکر سے باہر نکلے تو ایک شخص نے پیچھے سے آواز دی۔ آپؑ نے مڑ کر دیکھا تو وہ عبداللہ بن خلف خزاعی تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے بصرہ میں اُم المومنینؓ کو اپنے گھر میں مہمان بنایا تھا۔ جب شیر خدا نے اُسے دیکھا تو اُسے پہچان لیا اور آپؑ نے فرمایا: ابن خلف! کہاں جا رہا ہے؟

اُس نے جواب دیا: کیا آپؑ مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: مجھے اس میں کوئی کراہت دکھائی نہیں دیتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو خواہ مخواہ قتل ہونا چاہتا ہے، کیا مجھے جانتے بھی ہو؟

Presented by Ziaraat.Com

اُس نے کہا: اے فرزند ابوطالبؑ! میں تمھارے مدح سننا نہیں چاہتا۔ آؤ دونوں مقابلہ کرتے ہیں۔ آج فیصلہ ہو جائے گا کہ ہم میں سے قاتل کون بنتا ہے اور مقتول کون بنتا ہے۔ پھر اُس نے شعر پڑھا۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اُسے مناسب جواب دیا۔ پھر دوبدو لڑائی شروع ہوئی۔ اُس نے علیؑ شیر خدا پر حملہ کیا۔ آپؑ نے اُسے ڈھال سے روکا۔ بعدازاں آپؑ نے اُس پر حملہ کیا اور اُس پر دو ضربیں چلائیں۔ اُس کا سر کٹ کر زمین پر جا گرا۔ (الفتوح: جلد ۲، ص ۴۷۸)

قتلِ طلحہ بہ دستِ مروان

۳۶۴- طلحہ نے بلند آواز سے اپنی فوج سے خطاب کرتے ہوئے کہا: اے بندگانِ خدا! صبر و استقامت سے کام لو۔ صبر کے بعد ہی مدد اُترا کرتی ہے۔

مروان نے اپنے غلام سے کہا: تجھ پر افسوس ہے کہ قتلِ عثمانؓ میں سب سے بڑا کردار اُسی نے ادا کیا تھا۔ اس کے علاوہ عثمانؓ کا کوئی قاتل نہیں ہے۔ تم مجھے چھپا لو۔ پھر تم آزاد ہو۔ غلام نے مروان کو اپنے پیچھے چھپا لیا۔ مروان نے ایک زہریلا تیر طلحہ پر چلایا جو کہ اسے جا لگا۔ طلحہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ پھر اُسے ہوش آیا تو اُس نے اپنے بدن سے خون بہتا ہوا دیکھا تو اُس نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کی آیت پڑھی اور کہنے لگا: یوں لگتا ہے کہ ہمیں یہ آیت بھول ہی گئی تھی۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

"اس فتنہ سے ڈرو جو تم میں سے صرف ظلم کرنے والوں تک ہی محدود نہ رہے گا۔ جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے"۔ [1]

ز: بی بی عائشہؓ کی زیرِ قیادت جنگ کا تسلسل

۳۶۵- تاریخ طبری میں محمد و طلحہ سے منقول ہے کہ جنگ دوپہر تک جاری رہی۔

---

[1] الفتوح: جلد ۲، ص ۴۷۸

Presented by Ziaraat.Com

اس دوران طلحہ مارا گیا اور زبیر بھاگ گیا۔ ان دونوں کے بعد بی بی عائشہؓ نے جنگ کی کمان خود سنبھال لی۔ اس دن جنگ کا آدھا حصہ طلحہ و زبیر کی قیادت میں لڑا گیا اور پھر باقی جنگ بی بی عائشہؓ کی کمان میں لڑی گئی۔ (تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۵۱۴)

ح: اُونٹ کا پے ہونا اور اصحابِ جمل کی شکست

۳۶۶- کتاب الجمل میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جب تک یہ اُونٹ کھڑا ہے عرب قوم ہلاک ہوتی رہے گی، لہٰذا اس اُونٹ کے پاؤں کاٹ دو۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کے فوجی دوڑتے ہوئے اُونٹ کے قریب پہنچے اور اُس کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ اُونٹ پہلو کے بل زمین پر گرا۔ بی بی عائشہؓ کی چیخ بلند ہوئی جسے دونوں لشکروں نے سنا۔ (الجمل: ص ۳۵۰)

ط: جنگ کا دورانیہ

۳۶۷- انساب الاشراف میں مرقوم ہے کہ جنگ جمل ظہر سے شروع ہوئی اور غروبِ آفتاب تک جاری رہی۔ (انساب الاشراف: جلد ۲، ص ۳۸)

کامیابی کے بعد انسانی قوانین کا اعلان

۳۶۸- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین علی علیہ السلام نے روزِ بصرہ منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ ندا دے:

> "کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، کسی زخمی پر حملہ نہ کیا جائے، کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔ جو اپنا دروازہ بند کرلے اس کو امان ہے اور جو اپنے ہتھیار پھینک دے اسے بھی امان ہے"۔

آپؑ نے اُن کے ساز و سامان میں سے کچھ بھی نہیں لیا تھا۔ (سنن الکبریٰ: جلد ۸، ص ۳۱۴)

ب: عام معافی کا اعلان

انساب الاشراف میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے کامیابی کے بعد خطبہ دیا اور

Presented by Ziaraat.Com

ارشاد فرمایا:

اے اہلِ بصرہ! میں نے تمہیں معاف کیا ہے۔ خبردار! فتنہ سے دُور رہو۔ تم پہلی رعیت ہو جس نے بیعت شکنی کی ہے اور اُمت کے اتحاد میں رخنہ ڈالا ہے۔ پھر آپؑ بیٹھ گئے۔ لوگوں نے آپؑ کی بیعت کی۔ (انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۵۸)

ج: حضرت علیؑ اور بی بی عائشہؓ کی گفتگو

۳۷۰- تاریخ یعقوبی میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام عبداللہ بن خلف خزاعی کے گھر گئے جہاں بی بی عائشہؓ قیام پذیر تھی۔

آپؑ نے بی بی سے کہا: حمیرا! کیا اس سفر کو مزید جاری رکھیں گی؟

بی بی نے کہا: فرزندِ ابوطالبؑ! تو کامیاب ہو گیا ہے تو اب دوسروں پر رحم کر۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اب آپ مدینہ جائیں اور جا کر اس گھر میں بیٹھیں جہاں رسولِ خداؐ نے آپ کو بٹھایا تھا۔

بی بی نے کہا: اب میں ایسا ہی کروں گی۔ (تاریخ یعقوبی: جلد ۲)

د: بی بی عائشہؓ کی مدینہ روانگی

۳۷۱- کتاب الجمل میں مرقوم ہے کہ جب امیر المومنینؑ نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو آپؑ نے بی بی عائشہؓ کو مدینہ جانے کا حکم دیا۔ بی بی نے مدینہ جانے کی تیاری کی۔ امیر المومنینؑ نے بی بی کی حفاظت کے لیے چالیس عورتوں کو بی بی کے ہمراہ کیا لیکن ان عورتوں کو مردانہ لباس اور عمامے باندھے گئے اور ہر عورت کے گلے میں تلوار حمائل تھی۔

شیرِ خدا نے محافظ خواتین کو حکم دیا کہ وہ بی بی کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں پہرہ دیتی ہوئی جائیں۔ راستے میں بی بی عائشہؓ نے حضرت علی علیہ السلام کو بددُعا دیتے ہوئے کہا کہ میں زوجۂ رسولؐ تھی، علیؑ نے میرے پردے کا لحاظ نہیں رکھا۔ میرے چاروں اطراف میں جوان مردوں کو متعین کر دیا ہے۔ جب بی بی کا قافلہ خیر و عافیت سے مدینہ پہنچا تو محافظ عورتوں نے سر سے عمامے اُتارے اور بی بی کے حجرے میں چلی گئیں اور بی بی سے کہا: امیر المومنینؑ نے

Presented by Ziaraat.Com

آپؑ کا بھرپور احترام کیا ہے۔ ہم عورتیں ہیں مگر آپؑ کی حفاظت کے لیے مردانہ لباس پہن کر آپ کی حفاظت کے لیے آئی ہیں۔

جب بی بی کو حقیقت کا علم ہوا تو انھیں اپنے سابقہ الفاظ پر سخت ندامت ہوئی اور یہ کہا: اللہ تعالیٰ فرزند ابوطالبؑ کو بہترین جزا دے۔ انھوں نے مجھے زوجۂ رسولؐ سمجھ کر میرا احترام کیا ہے۔ (الجمل: ص ۴۱۵)

ہ: غنائم جنگ

۳۷۲- شرح الاخبار میں مرقوم ہے کہ اہلِ بصرہ جو جنگی ہتھیار یا خوراک لے کر میدان میں آئے تھے اسے حضرت علی علیہ السلام کی فوج نے ان کی شکست کے بعد مالِ غنیمت سمجھ کر لوٹ لیا تھا۔ اس کے علاوہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے کسی کو اجازت نہ دی کہ وہ لوگوں کے گھروں یا دکانوں میں لوٹ مار مچائیں۔

آپؑ نے مقتولین کے مال کے لیے فیصلہ کیا کہ ان کا مال ان کے وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ مالِ غنیمت میں سے خمس نکالا گیا۔ باقی مال مجاہدین میں تقسیم کیا گیا اور آپؑ کا یہ عمل مستقبل میں باغیوں کے لیے قانون بن گیا۔ (شرح اخبار: جلد اوّل، ص ۳۸۹، حدیث ۳۳۱)

و: امام علیہ السلام کا بیت المال میں داخل ہونا

۳۷۳- الجمل میں مرقوم ہے کہ جب باغیوں نے عثمان بن حنیفؓ کو قید کیا اور بیت المال کے محافظ کو قتل کیا تو طلحہ و زبیر بیت المال کا جائزہ لینے کے لیے آئے۔ جب انھوں نے بیت المال میں سونے چاندی کی بڑی مقدار کو دیکھا تو کہنے لگے: یہ وہ غنائم ہیں جن کا خدا نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور اُس نے جلدی سے ہمیں ان غنائم سے نوازا ہے۔

ابوالاسود دوئلی کہتے ہیں کہ میں نے یہ گفتگو اُن کے منہ سے سنی تھی۔ پھر حالات بدل گئے۔ دونوں مارے گئے اور بصرہ پر حضرت علی علیہ السلام کا قبضہ ہو گیا تو آپؑ بیت المال دیکھنے کے لیے گئے۔ جب آپؑ نے خزانہ میں سونے چاندی کے ڈھیر دیکھے تو آپؑ نے فرمایا:

يَا صَفْرَاءُ يَا بَيْضَاءُ غُرِّيْ غَيْرِيْ اَلْمَالُ يَعْسُوْبُ الظَّلَمَةِ وَاَنَا

Presented by Ziaraat.Com

يَغْسُوبُ الْمُؤْمِنِيْنَ

"اے سونا، اے چاندی، میرے غیر کو دھوکہ دے۔ مال و دولت ظالموں کا سردار ہوتا ہے جب کہ میں مومنین کا سردار ہوں"۔

حضرت علی علیہ السلام سونے چاندی کی طرف ذرّہ برابر بھی متاثر نہ ہوئے۔ میں نے محسوس کیا کہ آپؑ کی نظر میں سونے چاندی کی حیثیت مٹی سے زیادہ نہیں ہے۔ میں نے دونوں کے طرزِ عمل کو دیکھ کر تعجب کیا اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ناکثین دُنیا طلب افراد ہیں جب کہ حضرت علی علیہ السلام آخرت کے طلب گار ہیں۔ اس واقع سے میری بصیرت میں اضافہ ہوا۔ [1]

ز: امام علیہ السلام کی طرف سے اہلِ بصرہ کی سرزنش

۳۷۴- "الجمل" میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے مختلف شہروں میں اپنی فتح کے خطوط روانہ کیے۔ آپؑ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

"امابعد! اللہ غفور رحیم ہے، وہ غالب اور صاحب انتقام ہے۔ خدا نے اہلِ اطاعت کے لیے اپنی طرف سے مغفرت اور معافی مقرر کی ہے اور نافرمان مخالفین کے لیے عذاب تیار کیا ہے اور جو لوگ دین میں بدعات تراشتے ہیں، اُن کے لیے خدا کا عذاب آمادہ ہے۔ صالحین خدا کی رحمت سے مدد حاصل ہوتی ہے۔ اے اہلِ بصرہ! خدا نے مجھے تم پر کامیابی عطا کی ہے اور تمھارے اعمال کی وجہ سے تمھیں رُسوا کیا ہے۔

خبردار! دوبارہ ایسی غلطی نہ کرنا۔ تم پہلے لوگ ہو جنھوں نے قتال اور افتراق کے راستے کا انتخاب کیا ہے اور تم پہلے لوگ ہو جنھوں نے حق اور انصاف کو چھوڑا ہے"۔ (الجمل: ص ۴۰۰)

ح: ابن عباسؓ کو بصرہ کا حاکم بنایا گیا

۳۷۵- الجمل میں واقدی سے منقول ہے، اس نے اپنے رواۃ سے نقل کیا ہے کہ جب

---

[1] الجمل: ص ۳۸۵

Presented by Ziaraat.Com

امیر المومنین علی علیہ السلام نے بصرہ سے روانگی کا ارادہ کیا تو آپؑ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو وہاں کا والی مقرر کیا اور اُسے آپؑ نے یہ نصیحت فرمائی۔

يَابْنَ عَبَّاسٍ! عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ وَالْعَدْلِ بِمَنْ وُلِّيتَ عَلَيْهِ، وَإِنْ تَبْسُطَ لِلنَّاسِ وَجْهَكَ، وَتُوَسِّعَ عَلَيْهِمْ مَجْلِسَكَ وَتَسَعَهُمْ بِحِلْمِكَ، وَإِيَّاكَ وَالْغَضَبَ فَإِنَّهُ طِيرَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَإِيَّاكَ وَالْهَوَى، فَإِنَّهُ يَصُدُّكَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ مَا قَرَّبَكَ مِنَ اللهِ فَهُوَ مُبَاعِدُكَ مِنَ النَّارِ، وَمَا بَاعَدَكَ مِنَ اللهِ فَهُوَ مُقَرِّبُكَ مِنَ النَّارِ، وَاذْكُرِ اللهَ كَثِيرًا وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ

"اے ابن عباسؓ! میں تجھے خدا کے تقویٰ اور رعایا کے درمیان عدل کی نصیحت کرتا ہوں۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ لوگوں کے لیے اپنے چہرے کو کشادہ رکھنا اور اُن کے لیے اپنی محفل کو کھلا رکھنا اور سب کے ساتھ حلم و بُردباری سے پیش آنا۔

خبردار! غضب اور غصہ سے دُور رہنا کیونکہ غصہ ابلیس کا تحفہ ہے۔ خواہشاتِ نفسانی سے بچنا! وہ تمھیں اللہ کے راستے سے ہٹادیں گے۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے جو چیز تمھیں خدا کے قریب کرے وہ تمھیں دوزخ سے دُور رکھتی ہے اور جو چیز تجھے خدا سے دُور کرے تو وہ تجھے دوزخ سے قریب کرتی ہے۔ اللہ کا کثرت سے ذکر کرنا اور غافل نہ ہونا"۔

ابومخنف لوط بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے حضرت ابن عباسؓ کو بصرہ کا حاکم مقرر کیا تو آپؑ نے لوگوں سے خطاب کیا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! میں نے تم پر اپنی طرف سے عبداللہ بن عباسؓ کو جانشین مقرر کیا ہے۔ تم ان کا فرمان سنو اور اطاعت کرو۔ اس کی فرماں برداری تم پر اُس وقت تک فرض ہے جب تک یہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کریں اور اگر یہ حق سے انحراف کریں تو مجھے بتا دینا۔ میں ان کو معزول کردوں گا۔

Presented by Ziaraat.Com

میں ان سے توقع رکھتا ہوں کہ یہ عفیف اور پرہیزگار ثابت ہوں گے اور
میں نے اُسی حُسنِ ظن پر انھیں تمھارا حاکم مقرر کیا ہے۔ اللہ سے دُعا ہے کہ
وہ ہماری اور تمھاری مغفرت فرمائے"۔

اس فرمان کے بعد ابن عباسؓ بصرہ میں رہے۔ پھر جب صفین کا مسئلہ درپیش ہوا تو ابن عباسؓ نے بصرہ کو چھوڑ دیا اور وہاں زیاد بن ابیہ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اس کے ساتھ ابوالاسود دوئلی کو اس کے ساتھ شامل کیا اور خود امیرالمومنینؑ کے پاس پہنچ گئے۔ (الجمل: ص ۴۲۰)

ط: امام علیہ السلام کا سرزمینِ کوفہ پر ورودِ مسعود

کتاب وقعۃ الصفین میں عبدالرحمٰن بن عبید بن ابی الکنود وغیرہ سے مروی ہے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام بروز سوموار بارہ ماہ رجب ۳۶ھ کو بصرہ سے کوفہ تشریف لائے۔ خدا نے آپؑ کی نصرت کی تھی اور دشمنوں پر فتح عطا کی تھی۔ آپؑ کے ساتھ بصرہ کے معززین کی ایک جماعت بھی شامل تھی۔

اہلِ کوفہ کے جملہ معززین، علماء اور قراء نے آپؑ کا پرجوش استقبال کیا اور آپؑ کی فتح ونصرت کے لیے دُعائیں مانگیں۔ کوفہ والوں نے پوچھا: کیا تم قصرِ حکومت میں قیام کرو گے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، میں رحبہ میں رہائش اختیار کروں گا۔ الغرض آپؑ رحبہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے مسجدِ اعظم میں آئے۔ آپؑ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپؑ نے اہلِ کوفہ کو خطبے میں ارشاد فرمایا:

اَمَّا بَعدُ! یَا اَھلَ الْکُوفَۃِ! فَاِنَّ لَکُم فِی الْاِسْلَامِ فَضلًا مَا لَم تُبَدِّلُوا وَ تُغَیِّرُوا دَعَوتُکُم اِلَی الْحَقِّ فَأَجَبتُم ، وَبَدَأتُم بِالْمُنکَرِ فَغَیَّرتُم اَلَا اِنَّ فَضلَکُم فِیمَا بَینَکُم وَبَینَ اللہِ فِی الْاَحکَامِ وَالقَسمِ. فَأَنتُم اُسوَۃُ مَن اَجَابَکُم وَدَخَلَ فِیمَا دَخَلتُم فِیہِ. اَلَا اِنَّ أَخوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیکُم اِتِّبَاعُ الھَوٰی، وَطُولُ الأَمَلِ. فَأَمَّا اِتِّبَاعُ الھَوٰی فَیَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ، وَأَمَّا طُولُ

Presented by Ziaraat.Com

الأَمَلِ فَيُنسِي الآخِرَةَ. أَلا إِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَرَحَّلَت مُدبِرَةً، وَالآخِرَةَ تَرَحَّلَت مُقبِلَةً. وَلِكُلٍّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بَنُونَ. فَكُونُوا مِن أَبنَاءِ الآخِرَةِ. اليَومَ عَمَلٌ وَلا حِسَابٌ. وَغَدًا حِسَابٌ وَلا عَمَلٌ. الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَصَرَ وَلِيَّهُ وَخَذَلَ عَدُوَّهُ. وَأَعَزَّ الصَّادِقَ المُحِقَّ. وَأَذَلَّ النَّاكِثَ المُبطِلَ. عَلَيْكُمْ بِتَقوَى اللّٰهِ وَطَاعَةِ مَن أَطَاعَ اللّٰهَ مِن أَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ الَّذِينَ هُمْ أَوْلَى بِطَاعَتِكُمْ فِيمَا أَطَاعُوا اللّٰهَ فِيهِ مِنَ المُنتَحِلِينَ المُدَّعِينَ المُقَابِلِينَ إِلَيْنَا. يَتَفَضَّلُونَ بِفَضلِنَا. وَيُجَاحِدُونَا أَمرَنَا. وَيُنَازِعُونَا حَقَّنَا وَيُدَافِعُونَا عَنهُ فَقَد ذَاقُوا وَبَالَ مَا اجتَرَحُوا فَسَوفَ يَلقَونَ غَيًّا. أَلا إِنَّهُ قَدْ قَعَدَ عَن نُصرَتِي مِنكُمْ رِجَالٌ فَأَنَا عَلَيهِمْ عَاتِبٌ زَارٍ. فَاهجُرُوهُمْ وَأَسمِعُوهُمْ مَا يَكرَهُونَ حَتَّى يُعتِبُوا. لِيُعرَفَ بِذٰلِكَ حِزبُ اللّٰهِ عِندَ الفُرقَةِ (کتاب وقعۂ صفین: ص ۳)

"امابعد! اے کوفہ والو! اگر تم تغیر وتبدل نہ کرو تو اسلام میں تمھارا عظیم مقام ہے۔ میں نے تمھیں حق کی دعوت دی، تم نے قبول کی۔ تم نے غلط چیز کو دیکھا تو اس کو بدل ڈالا اور احکام اور تقسیم میں تمھیں خدا نے فضیلت دی ہے۔ تم لوگ اُن کے لیے نمونۂ عمل ہو جو تمھاری بات کو قبول کریں اور جس میں تم داخل ہوئے ہو اس میں داخل ہوں۔

آگاہ رہو! مجھے تمھارے متعلق دو چیزوں کا سب سے زیادہ خوف ہے اور وہ یہ ہیں: ① خواہشات کی پیروی ② اُمیدوں کا پھیلاؤ۔

خواہشات کی پیروی انسان کو حق سے روک دیتی ہے اور اُمیدوں کا پھیلاؤ آخرت کی فراموشی کا سبب بنتا ہے۔ آگاہ رہو! دُنیا پشت دکھا کر وداع کر رہی ہے اور آخرت آگے بڑھ رہی ہے اور اُن میں سے ہر ایک کی اولاد

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ تم آخرت کی اولاد میں سے ہو۔ آج عمل ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہونا ہے۔ عمل کی مہلت نہیں دی جائے گی۔ ہر طرح کی حمد وثنا اس اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے ولی کی نصرت فرمائی اور اس کے دشمنوں کو رُسوا کیا اور حق دار اور صادق کو عزّت دی اور بیعت شکن اور باطل پرست کو ذلیل کیا۔ تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اہلِ بیتِ رسولؐ میں سے اُس کی اطاعت کرو جو اللہ کی اطاعت کرتا ہو۔

تمھارے نبی کا خاندان جھوٹے دعویداروں کی بہ نسبت اتباع کے زیادہ قابل ہے۔ ہمارے مخالف ہماری فضیلت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور ہمیں ہمارے مقام سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کی میں مذمت کرتا ہوں اور ان سے ناراض ہوں۔ تم ان لوگوں کو چھوڑ دو اور انھیں ایسی باتیں سناؤ جو انھیں ناپسند ہوں، تاکہ پتہ چل جائے کہ اختلاف کی گھڑی میں خدا کا گروہ کون ہے"۔

Presented by Ziaraat.Com

دوسری فصل

دورِ علوی کی دوسری جنگ: جنگِ صفین

جنگ کا تجزیہ

الف: جنگ کی تاریخ

بی بی عائشہؓ اور طلحہ و زبیر نے جس جنگ کے شعلے بھڑکائے تھے ابھی اُن شعلوں کو بجھے ہوئے صرف چار ماہ ہی گزرے تھے۔ ابھی اس جنگ کے زخم تازہ تھے کہ اسلام علوی کو معاویہ کی قیادت میں قاسطین کے فتنہ کا مقابلہ کرنا پڑا۔ امام علیہ السلام معاویہ کے فتنے کو بجھانے کے لیے پانچ شوال ۳۶ھ کو کوفہ سے روانہ ہوئے۔ (مروج الذہب: جلد ۲، ص ۳۸۴)

ذی قعدہ کے آواخر میں [1] آپؑ کو صفین کی پہلی لڑائی لڑنا پڑی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ معاویہ کے لشکر نے فرات کے گھاٹ پر قبضہ کرلیا تھا اور وہ حضرتؑ کی فوج کو پانی نہیں بھرنے دیتے تھے۔ آپؑ نے سفارت کاری کے ذریعے سے گھاٹ کو آزاد کرانا چاہا لیکن معاویہ کی فوج نے قبضہ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ مجبور ہو کر امیر المومنینؑ نے اپنی فوج سے فرمایا کہ معاویہ کے لشکر کو گھاٹ سے بھگا دو اور خود گھاٹ پر قبضہ کرلو۔

امیر المومنینؑ کی فوج نے حملہ کیا تو معاویہ کی فوج گھاٹ سے بھاگ گئی اور گھاٹ پر امیر المومنینؑ کی فوج کا قبضہ ہو گیا۔ معاویہ کے فوجی پانی بھرنے آئے تو حضرتؑ کے فوجیوں نے اُنھیں پانی نہ بھرنے دیا۔

جب امیر المومنینؑ کو علم ہوا تو آپؑ نے اپنی فوج سے فرمایا: "پانی کا روکنا غیر انسانی عمل ہے، لہٰذا گھاٹ کو اپنے قبضہ میں رکھو اور ہر شخص کو پانی بھرنے کی اجازت دے دو"۔

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۵۷۳

Presented by Ziaraat.Com

کریم کائنات حضرت علی علیہ السلام کے اس حکم کے بعد فریقین کے لیے پانی کھل گیا۔ ماہ ذی الحجہ میں فریقین میں جھڑپیں ہوئیں۔ پھر ۳۷ ہجری شروع ہوا اور ماہ محرم کا چاند دکھائی دیا تو فریقین میں حرمت محرم کی وجہ سے عارضی جنگ بندی ہوگئی۔ [1]

پھر جیسے ہی ماہ صفر شروع ہوا تو فریقین میں زور کی جنگ چھڑ گئی اور صفر کی آٹھ اور دس تاریخ کو سخت خونی جنگ ہوئی۔ اس جنگ کے نتیجے میں حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کو حتمی فتح ہونے والی تھی کہ یہاں عمرو عاص کی مکاری نے اپنا کام دکھایا۔ قرآن کریم نیزوں پر بلند کیے گئے اور شامیوں نے چیخ چیخ کر کہا: اے اہل عراق! جنگ بند کرو۔ قرآن کے مطابق فیصلہ کرو۔

حضرت علی علیہ السلام کی فوج میں سے ایک بڑے گروہ نے جنگ روک دی اور تحکیم طے ہوئی۔ امیر المومنین کو کسی نتیجہ کے بغیر کوفہ واپس آنا پڑا۔

ب: مقامِ جنگ

یہ جنگ صفین کے مقام پر لڑی گئی تھی۔ یہ جگہ شام کے مشہور شہر رقہ کے قریب واقع ہے اور دریائے فرات کے مغربی کنارے پر رقہ اور بالس کے درمیان واقع ہے۔ دمشق اور رقہ کے درمیان ۵۵۰ کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔

ج: فوج کی تعداد

مورخین نے فریقین کے لشکر کی مختلف تعداد بیان کی ہے اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ کچھ مورخین نے صرف فوجیوں کی تعداد لکھی ہو اور کچھ مورخین نے خدام اور غلاموں کی تعداد کو بھی شامل کر دیا ہو۔ اس وجہ سے ارباب تاریخ کے ہاں تعداد یکساں دکھائی نہیں دیتی۔

حضرت علی علیہ السلام کی فوج کی تعداد کے متعلق حسب ذیل اقوال پائے جاتے ہیں:

① آپؑ کی فوج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔

② آپؑ کی فوج کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی۔

③ آپؑ کی فوج کی تعداد پچانوے ہزار تھی۔

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۵۷۵، جلد ۵، ص ۵

Presented by Ziaraat.Com

④ آپؑ کی فوج کی تعداد ایک لاکھ سے کچھ اُوپر تھی۔

⑤ آپؑ کی فوج کی تعداد پچاس ہزار تھی۔

اسی طرح سے مؤرخین کے درمیان لشکر معاویہ کی تعداد میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے:

① معاویہ کی فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔

② معاویہ کی فوج کی تعداد ستر ہزار تھی۔

③ معاویہ کی فوج کی تعداد تراسی (۸۳) ہزار تھی

④ معاویہ کی فوج کی تعداد نوے ہزار تھی۔

⑤ معاویہ کی فوج کی تعداد ایک لاکھ تھی۔

⑥ معاویہ کی فوج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔

⑦ معاویہ کی فوج کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی۔

دونوں لشکروں کے متعلق صحیح ترین تعداد یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا لشکر نوے ہزار اور معاویہ کا لشکر پچاسی ہزار افراد پر مشتمل تھا۔

د: لشکر امامؑ کے ممتاز افراد

حضرت علی علیہ السلام کی فوج میں ایسے اکابر صحابہ کی کثیر تعداد موجود تھی، جنھوں نے دین اسلام کے استحکام کے لیے اپنی جانی اور مالی قربانیاں پیش کی تھیں۔ البتہ ان بزرگوں کی تعداد کے متعلق مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

آپؑ کے ساتھ ۷۰ سے ۸۰ کے درمیان بدری صحابی تھے۔ ان کے علاوہ بیعت رضوان کرنے والوں میں سے آٹھ سو صحابہ آپؑ کے ہمراہ تھے۔ ان کے علاوہ چار سو دیگر صحابہ کرام بھی آپؑ کے ہمراہ تھے۔ اس کے برعکس معاویہ کے ساتھ چند صحابی تھے جن کی تعداد اُنگلیوں پر گنی جاسکتی ہے اور وہ بھی خیر سے ایسے تھے جو کہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

ہ: لشکر معاویہ کے ممتاز افراد

معاویہ کی فوج میں سابقین اوّلین میں سے ایک فرد بھی شامل نہیں تھا۔ معاویہ کی فوج

Presented by Ziaraat.Com

میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جنھوں نے سالہا سال تک حبیبِ خدا سے جنگیں کی تھیں۔ کچھ وہ بھی تھے جنھیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ سے جلاوطن کیا تھا اور کچھ وہ بھی تھے جن پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی تھی۔

مقتولین کی تعداد

مشہور قول کے مطابق اس جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کی فوج میں سے پچیس ہزار افراد شہید ہوئے تھے اور لشکر معاویہ میں سے پینتالیس ہزار افراد لقمہ موت بنے تھے۔ [1]

باغیوں کے سربراہوں کا مختصر تعارف

① معاویہ بن ابی سفیان

معاویہ ہجرت سے بیس برس پہلے مکہ میں پیدا ہوا تھا اور وہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کی تلواروں کی چمک کو دیکھ کر مجبوراً مسلمان ہوا تھا۔ چنانچہ معاویہ اور اس کی قبیل کے افراد کو طلقاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے اُسے شام کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اُس نے وہاں اپنی من مانی حکومت قائم کرلی تھی اور چند وجوہات کی بنا پر خلیفہ نے بھی اُس سے تعارض نہیں کیا تھا۔ [2]

عہد عثمانؓ بنی اُمیہ کے لیے سنہری دور تھا۔ حضرت عثمانؓ نے پورے عالمِ اسلام پر بنی اُمیہ کے افراد کو گورنر مقرر کیا تھا۔ خلیفہ ثالث معاویہ پر خصوصی شفقت کرتے تھے۔ اُنھوں نے موجودہ اُردن کے تمام علاقے بھی معاویہ کی سلطنت میں ضم کردیے تھے۔ اس دور میں معاویہ نے بندگانِ خدا پر خوب مظالم کیے اور مرکزی حکومت کی طرف سے اسے کھلی حمایت حاصل تھی۔ الغرض معاویہ نے پورے بیس برس تک مملکتِ شام پر حکومت کی۔ اس پورے عرصہ میں اس نے لوگوں کو جاہل رکھا اور اپنی مستقل حکومت قائم کرنے کے لیے اس نے جدوجہد جاری رکھی

---

① انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۹۸

② البدایہ والنہایہ: جلد ۸، ص ۱۲۲

Presented by Ziaraat.Com

تھی۔ خلیفہ ثالث کے قتل کے بعد جیسے ہی حضرت علی علیہ السلام مسند خلافت پر آئے تو اُس نے روزِ اوّل سے ہی آپؑ کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ اس نے طلحہ و زبیر کو امام علیہ السلام کے خلاف گمراہ کیا اور حضرت علی علیہ السلام پر جنگ مسلط کرائی۔ بعد میں اس نے امیرالمومنینؑ کے خلاف جنگ صفین برپا کی اور واقعۂ تحکیم کے بعد اُس نے حضرتؑ کی مملکت کے مختلف شہروں میں چھاپہ مار کارروائیاں کیں اور ہزاروں بے گناہوں کا خون بہایا اور اس کی یلغار سے انسان محفوظ رہے اور نہ ہی کھیت کھلیان محفوظ رہے۔ آخرکار ۴۱ ہجری میں اس نے مکارانہ چالیں چل کر حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے صلح کی۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی صلح کے بعد وہ پورے عالمِ اسلام کا بلاشرکت غیرے حکمران بن گیا اور عالمِ اسلام کے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا۔ اس نے شیعیانِ امیرالمومنین کا قتل عام کرایا اور اُس کے مظالم دیکھ کر اس کے ساتھی بھی پریشان ہو گئے۔

مغیرہ بن شعبہ کے بیٹے کا بیان ہے کہ میرا باپ معاویہ کا یارِ غار تھا اور وہ روزانہ آ کر ہمیں معاویہ کی دانش مندی کے واقعات سناتا تھا۔ ایک دن میرا والد پریشان ہو کر دربار سے گھر آیا۔ ہمارے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ میں نے معاویہ کو مشورہ دیا ہے کہ بنی ہاشم کمزور ہو چکے ہیں اور اب ان میں مقابلہ کی سکت نہیں رہی۔ لہٰذا اب تم ان کے ساتھ بھلائی کرو، تاکہ تمھارا نام زندہ رہے۔

معاویہ نے کہا: یہاں کسی کا نام زندہ نہیں رہتا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بڑی خدمت کی تھی۔ اب کوئی اُن کا نام تک نہیں لیتا۔ یہی حال حضرت عثمانؓ کا ہے۔ اب اُس کا بھی کوئی نام نہیں لیتا لیکن بنی ہاشم کے فرد کا روزانہ پانچ بار اذان میں نام لیا جا رہا ہے۔ میں اس نام کو دفن کر کے رہوں گا۔ (مروج الذہب: جلد ۴، ص ۴۱)

اُس نے جمعہ اور عیدین کے خطبات میں حضرت علی علیہ السلام پر سَب و شتم کو رائج کیا تھا۔ جب اُس سے کسی نے کہا: اب بس کرو۔ اس پر معاویہ نے جواب دیا تھا کہ خدا کی قسم! میں اس سلسلہ کو جاری رکھوں گا، یہاں تک کے بچے جوان ہو جائیں اور جوان بوڑھے ہو جائیں اور علیؑ کا ذکر کرنے والا کوئی باقی نہ رہے۔ (شرح نہج البلاغہ: جلد ۴، ص ۵۷)

Presented by Ziaraat.Com

ابن ابی الحدید نے محدث، مدائنی اور دیگر علماء کے حوالے بیان کیا ہے کہ معاویہ نے حضرت علی علیہ السلام کے فضائل کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی اور اپنی شان اور دیگر خلفاء کی شان میں بھاری بھرکم رقوم دے کر احادیث وضع کرائی تھیں۔ الغرض اس نے اپنے پورے دورِ اقتدار میں دینِ اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ حد یہ ہے کہ اُس نے نماز کو بھی نہ بخشا اور نماز میں بسملہ پڑھنا چھوڑ دیا تھا اور جب مہاجرین وانصار نے ایسی نماز پر اعتراض کیا اور کہا کہ بسملہ کہاں ہے؟

معاویہ نے جواب دیا: یہ مذہب علیؑ ہے، یعنی حضرت علیؑ بسملہ پڑھتے تھے اور میں اُن کے مقابلہ میں نئی نماز متعارف کرانا چاہتا ہوں اسی لیے میں بسملہ نہیں پڑھتا۔ [1]

المختصر! معاویہ نے دینی خلافت کا چیرا بن پہنا تھا جب کہ دل میں وہ دین پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے دینی معارف کو مسخ کیا تھا اور اپنی حکومت کے استحکام کے لیے وہ ہر عمل کو جائز سمجھتا تھا۔ آخرکار ۶۰ ہجری میں معاویہ کی موت واقع ہوئی۔ مرنے سے پہلے اُس نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنا کر مسلمانوں کی گردنوں پر اُس کو مسلط کیا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددُعا

۳۷۷- صحیح مسلم میں مرقوم ہے کہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ میں دروازے کے پیچھے چھپنے لگا۔ رسولِ خداؐ نے مجھے پکڑ لیا اور مجھ سے فرمایا: معاویہ کو بلا کر لاؤ۔ میں گیا اور واپس آ کر کہا کہ وہ کھانے میں مصروف ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دوبارہ حکم دیا کہ جاؤ معاویہ کو بلا کر لاؤ۔

میں نے واپس آ کر کہا: وہ کھانے میں مصروف ہے۔

رسولِ خداؐ نے فرمایا:

لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ

---

[1] تفسیر کبیر، امام فخر الدین رازی: جلد اوّل، در بحث بسملہ

Presented by Ziaraat.Com

"خدا اس کا پیٹ کبھی نہ بھرے"۔ ①

۳۷۸- رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمْ مُعَاوِيَةَ عَلَى مِنْبَرِي فَاقْتُلُوهُ

"جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اُسے قتل کردو"۔ ②

ب: عمرو بن العاص

یہ مکار، دھوکے باز اور عجیب قسم کا متلون المزاج انسان تھا۔ اسے عرب کے چار چالباز اشخاص میں سے شمار کیا جاتا تھا۔ ③ یہ شخص مادری نجابت سے تہی دامن تھا۔ اس کی ماں "نابغہ" تھی جو کہ اپنے دور کی مشہور بدقماش عورت تھی۔

عمرو ہجرت سے پچاس برس قبل پیدا ہوا۔ اس کی ماں نے اسے پانچ افراد سے منسوب کیا تھا۔ پھر آخر میں عاص بن وائل سے اس کو ملحق کیا تھا۔ ④

عمرو نے اُس شخص کی گود میں پرورش پائی تھی جو ہمیشہ حبیبِ خدا کی ہجو کیا کرتا تھا۔ اور اُس نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اَبتر (بے اولاد) ہونے کا طعنہ دیا تھا جس کے جواب میں خدا نے سورۂ کوثر نازل کی تھی اور خدا نے اُسے ہی "اَبتر" قرار دیا تھا۔ ⑤

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اُس کے متعلق یہ فرماتے تھے:

اَلْأَمُهُمْ حَسَبًا وَاَخْبَثُهُمْ مَنْصِبًا

"یہ حسب کے اعتبار سے سخت گھٹیا ہے اور منصب کے اعتبار سے سب سے زیادہ خبیث ہے"۔ ⑥

---

① صحیح مسلم: جلد ۴، ص ۲۰۱۰، حدیث ۹۶

② تہذیب التہذیب: جلد اوّل، ص ۶۳۷، نمبر شمار ۱۷۰۸

③ سیر اعلام النبلاء: جلد ۵۸۳، نمبر شمار ۱۵

④ ربیع الابرار: جلد ۳، ص ۵۴۸

⑤ البدایہ والنہایہ: جلد ۲، ص ۱۰۴ و جلد ۵، ص ۳۰۷

⑥ شرح نہج البلاغہ: جلد ۶، ص ۲۹۱

Presented by Ziaraat.Com

یہ شخص رسولِ خدا کو سخت اذیت دیا کرتا تھا اور آپؐ کی ہجو میں اشعار لکھتا تھا۔ رسولِ خدا نے اس کی بدزبانی پر اس پر لعنت کی تھی اور فرمایا تھا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ عَمرو بنَ الْعَاصِ ھَجَانِی وَاَنْتَ تَعلَمُ اَنِّی لَسْتُ بِشَاعِرٍ فَالْعَنْہُ مَکَانَ کُلِّ بَیْتٍ ھَجَانِیْ لَعْنَۃً

"پروردگارا! عمرو بن العاص نے میری ہجو کی ہے اور تُو جانتا ہے کہ میں شاعر نہیں ہوں اُس نے میری ہجو میں جتنے بھی اشعار کہے ہیں ہر شعر کے بدلہ میں اُس پر لعنت نازل فرما"۔ (الایضاح: ص ۸۴)

جب مکہ کے کچھ مسلمان اہلِ مکہ کے ظلم سے تنگ آ کر حبشہ گئے تھے تو قریشِ مکہ نے عمرو بن العاص کو اپنا نمایندہ بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا کہ وہ مسلمانوں کو پناہ نہ دے اور اُنھیں حبشہ سے نکال دے۔ چنانچہ عمرو بن العاص نجاشی کے پاس گیا تھا لیکن نجاشی نے اُس کی ایک نہ سُنی۔ پھر ناکام ہو کر یہ واپس آیا تھا۔ (مسند احمد، جلد اوّل، ص ۴۳۱، حدیث ۱۷۴۰)

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں: عمرو بن العاص، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں ایذائیں دیتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سَب و شتم کیا کرتا تھا اور آپؐ کے راستے میں پتھر رکھتا تھا، تاکہ جب حبیبِ خدا رات کے پچھلے وقت اُٹھ کر طوافِ کعبہ کے لیے آئیں تو آپؐ ان پتھروں سے ٹکرا کر گر جائیں۔

قریشِ مکہ نے اُس کی اس دشمنی کو دیکھ کر اُسے اپنا نمایندہ بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ اُس کی سفارت کاری کا ہدف یہ تھا کہ نجاشی کو کہہ کر مہاجرین کو حبشہ سے دربدر کرائے۔ اس کے ذمہ دوسری خدمت یہ لگائی گئی تھی کہ اگر تمھیں موقع ملے تو حبشہ میں مہاجرین کے سربراہ جعفر بن ابی طالبؑ کو قتل کر دو۔ [1]

اُس نے مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے کئی جنگیں کی تھیں۔ [2] جب اس نے دیکھا کہ اسلام ترقی کر چکا ہے اور مشرکین بازی ہار رہے ہیں تو اُس نے فتح مکہ کے بعد

---

[1] شرح نہج البلاغہ: جلد ۶، ص ۲۸۳

[2] سیر اعلام النبلاء: جلد ۳، ص ۶۳، نمبر شمار ۱۵

Presented by Ziaraat.Com

آٹھ ہجری میں اسلام قبول کرلیا۔ [1]

یہ شخص جنگ کے فنون کا ماہر تھا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ ذات السلاسل میں اُسے امیر لشکر مقرر کیا تھا اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اُس کی کمان میں تھے۔ [2] جب رسولِ خدا کی وفات ہوئی تو اُس وقت وہ عمان کی مہم پر گیا ہوا تھا۔ [3]

حضرت عمرؓ اس سے بہت پیار کرتے تھے اور اُس کا احترام کرتے تھے۔ [4] ان کے عہد خلافت میں عمرو نے مصر فتح کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اُسے مصر کا والی مقرر کیا تھا۔ [5] عثمانی دور میں بھی یہ مصر کا والی رہا۔ بعدازاں بنی اُمیہ پروری کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے خلیفہ نے اُسے حکومت سے معزول کر کے اپنے مادری بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔ [6]

عمرو کو اس کا شدید صدمہ ہوا اور وہ حضرت عثمانؓ کا مخالف ہوگیا اور حضرت عثمانؓ کے خلاف لوگوں کو جمع کرنے میں اُس نے مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ [7]

ابن العاص انتہائی شاطر، مکار انسان اور دُنیا کا لالچی اور خواہشات کا پیروکار تھا۔ وہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ نہیں چل سکے گا، اسی لیے اس نے معاویہ کو ترجیح دی۔ [8]

اس نے ایک بار خود معاویہ سے کہا تھا:

---

[1] اسد الغابہ: جلد ۴، ص ۲۳۲، نمبر شمار ۳۹۷۱

[2] سیر اعلام النبلاء: جلد ۳، ص ۶۷، نمبر ۱۵

[3] تاریخ طبری: جلد ۳، ص ۲۵۸، ص ۳۰۲

[4] النجوم الزاہرہ: جلد اوّل، ص ۶۳ - ۶۴

[5] سیر اعلام النبلاء: جلد ۳، ص ۵۸، نمبر شمار ۱۵

[6] سیر اعلام النبلاء: جلد ۳، ص ۳۴، نمبر شمار ۸

[7] انساب الاشراف: جلد ۶، ص ۱۹۲

[8] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۵۶۰

Presented by Ziaraat.Com

إِنْ هِيَ إِلَّا الدُّنْيَا نَتَكَالَبُ عَلَيْهَا

"ہم بس دُنیا پر مرے مٹے جا رہے ہیں"۔ [1]

جنگِ صفین میں وہ لشکرِ شام کا سالار تھا اور فوجی نقشے تیار کرتا تھا۔ [2]

یہ دُنیا کا شیدائی تھا۔ دُنیا کی محبت نے اُسے اندھا کر دیا تھا اور وہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے فضائل سے بھی بخوبی واقف تھا اور کئی بار اُس نے آپؑ کے فضائل کو بیان بھی کیا تھا۔ [3] وہ حضرت عمار یاسرؓ کو بھی بخوبی جانتا تھا اور اُسے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ فرمان بھی یاد تھا جس میں آپؐ نے فرمایا تھا:

تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ

"اے عمارؓ! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا"۔ [4]

وہ معاویہ کی خست و دنائت کو بخوبی جانتا تھا اور اپنی بھی خست سے بخوبی آگاہ تھا۔ اس کی خست کی انتہا یہ تھی کہ جب وہ امیر المومنینؑ کے مقابلہ میں آیا اور آپؑ نے اُس پر حملہ کیا تو اُس نے اپنا تہہ بند کھول کر اپنے آپ کو لشکر میں ننگا کر دیا تھا۔

امیر المومنینؑ نے شرم سے منہ پھیر لیا تھا اور یہ جان بچا کر بھاگ گیا تھا۔ [5]

جب لشکرِ شام جنگ میں آخری ہچکیاں لے رہا تھا تو اُس نے نیزوں پر قرآن چڑھا کر شامی فوج کو حتمی شکست سے بچا لیا تھا۔ [6]

تحکیم میں معاویہ کی نمایندگی اسی نے کی تھی اور اس نے ابوموسیٰ اشعری کو دھوکا دیا تھا اور یوں تحکیم کا نتیجہ معاویہ کے حق میں رہا تھا۔ [7]

---

[1] سیر اعلام النبلاء: جلد ۳، ص ۷۲، نمبر ۱۵

[2] تاریخ طبری: جلد ۴، ص ۵۶۳

[3] انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۷۳

[4] الکامل فی التاریخ: جلد ۲، ص ۳۸۱

[5] الفتوح: جلد ۳، ص ۴۷

[6] انساب الاشراف: جلد ۳، ص ۹۸

[7] تاریخ طبری: جلد ۵، ص ۵۱، ۷۰

Presented by Ziaraat.Com

اسی طرح سے اُس نے اور فتنوں کے لیے زمین ہموار کی تھی۔ اُس نے امیرالمومنین علی علیہ السلام کے خلاف پروپیگنڈے کی جنگ کا آغاز کیا تھا اور اُس سے عوام الناس کو برادرِ رسولؐ سے منحرف کرنا مقصود تھا۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اُس کی خست و دنائت کے متعلق خطبہ دیا تھا جو کہ نہج البلاغہ کا ۸۴واں خطبہ ہے۔ ابن العاص نے حضرت علی علیہ السلام کے گورنر حضرت محمد بن ابی بکرؓ سے جنگ کی تھی اور اُنھیں شہید کیا تھا اور مصر پر اپنا قبضہ قائم کیا تھا۔ [1]

الغرض ۴۳ ہجری میں اس کی موت واقع ہوئی اور وہ مرتے وقت بہت سے درہم و دینار چھوڑ کر مرا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ستر اُونٹوں پر اُس کا سونا لادا گیا تھا۔ [2]

موت کے وقت پشیمانی

ہائے اُس زُودِ پشیماں کا پشیماں ہونا

۳۷۹- تاریخ یعقوبی میں ہے کہ جب عمرو بن العاص مرنے لگا تو اُس نے اپنے بیٹے سے کہا: تیرے باپ کی خواہش ہے کہ کاش وہ رسولؐ خدا کے زمانہ میں غزوۂ ذات السلاسل میں مرگیا ہوتا تو بہتر تھا۔ اس کے بعد میں دُنیاداری کے اُمور میں داخل ہوگیا۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ میں خدا کو کیا جواب دوں گا۔

پھر اُس نے اپنی بے تحاشا دولت کو دیکھ کر کہا:

کاش! یہ سونے چاندی کی بجائے مینگنیاں ہوتیں۔

کاش! میں آج سے تیس برس قبل مرگیا ہوتا۔

میں نے معاویہ کی دُنیا بہتر کی ہے اور اپنے دین کو برباد کیا ہے۔

میں نے دُنیا کو ترجیح دی ہے اور آخرت کو فراموش کر دیا ہے۔

میں رُشد و ہدایت سے اندھا بنا رہا یہاں تک کہ میری موت کا وقت آگیا۔

---

[1] تاریخ طبری: جلد ۵، ص ۱۰۰-۱۰۵

[2] سیر اعلام النبلاء: جلد ۳، ص ۷۷، نمبر ۱۵

Presented by Ziaraat.Com

میں دیکھ رہا ہوں کہ معاویہ میری دولت پر قبضہ کرلے گا اور میری اولاد سے
بُرا سلوک کرے گا"۔

عمرو بن العاص کی موت عید الفطر کی رات ۴۳ ہجری میں واقع ہوئی تھی۔ اُس کی موت
کے بعد معاویہ نے اُس کے بیٹے کو حکومت پر قائم رکھا تھا۔ [1]

---

[1] تاریخ یعقوبی: جلد ۲، ص ۲۲۲

Presented by Ziaraat.Com